اسلام کی مظلوم شخصیات

جلد سوم

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ، یوپی

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری

ناشر

مکتبہ حبیب الامت

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڈھ، یوپی انڈیا

اسلام کی مظلوم شخصیات

جلد سوم

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ یوپی

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری

ناشر

مکتبہ حبیب الامت

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڈھ یوپی انڈیا

نام کتاب: اسلام کی مظلوم شخصیات (جلد سوم)

تالیف: حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

صفحات: 479

تعداد اشاعت: 1100

قیمت: 475

سن شاعت: 1447ھ، مطابق 2025ء

ناشر: مکتبہ حبیب الامت، جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور
پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

ملنے کا پتہ

مکتبہ حبیب الامت

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی

رابطہ نمبر: 7054136788, 9450546400 91+

بسم الله الرحمن الرحيم

خلاصۂ تصوف
جلد: 1 تا 2
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
خلیفۂ مجاز بیعت
مکتبہ حبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم

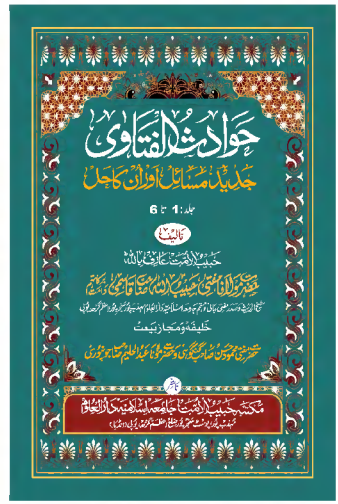
حوادث الفتاوی
جدید مسائل اور ان کا حل
جلد: 1 تا 6
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
خلیفۂ مجاز بیعت
مکتبہ حبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم

برکات قرآن
جلد: 1 تا 2
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
خلیفۂ مجاز بیعت
مکتبہ حبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم

اصول فقہیہ
جلد: 1 تا 4
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
خلیفۂ مجاز بیعت
مکتبہ حبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم

فہرست اسلام کی مظلوم شخصیات

جلد:3

	پیش لفظ	17
1-	سنۂ 45ھ کے مختصر واہم واقعات	21
2-	محرم وصفر 45ھ: (اموی نگرانی اور اہلِ بیت کی مظلومیت)	24
3-	ربیع الاول وربیع الآخر 45ھ (اموی انتظامی تبدیلیاں اور اہلِ بیت کی مظلومیت)	27
4-	جمادی الاولی و جمادی الآخری 45ھ (اموی عسکری ترجیحات اور اہلِ بیت کی مظلومیت)	30
5-	رجب وشعبان 45ھ: (امام حسنؓ کی گوشہ نشینی اور اہلِ بیت کی مظلومیت)	33
6-	رمضان المبارک 45ھ: (بیت المال کی مرکزیت اور اہلِ بیتؓ کی معاشی مظلومیت)	36
7-	شوال وذوالقعدہ 45ھ: (نظر بندی، جائیداد ضبطی اور اہلِ بیتؓ کی مظلومیت)	40
8-	ذوالحجہ 45ھ: (حج کے موقع پر اہلِ بیتؓ کی نگرانی اور سیاسی مظلومیت)	43
9-	خلاصۂ مظلومیت اہلِ بیتؓ اور وفادار اصحاب اہل بیت	45

-10	سنہ 46ھ کے اہم واقعات: (اموی نگرانی وسیاسی دباؤ) محرم وصفر 46ھ	48
-11	ربیع الاول وربیع الآخر 46ھ: (جلاوطنی وسیاست سے دوری)	51
-12	رمضان المبارک 46ھ (مرکزیتِ مالی ومحرومی)	53
-13	شوال وذوالقعدہ 46ھ (ضبطِ املاک ونظر بندی)	56
-14	ذوالحجہ 46ھ (حج، اجتماعات پر پابندی وسیاسی اظہار کی رکاوٹ)	59
-15	47ھ کے اہم واقعات	62
-16	47ھ کے دینی وعسکری حالات	66
-17	جمادی الاولی و جمادی الآخری 47ھ (سیاسی بداعتمادی اور سماجی گوشہ گیری کا دور)	71
-18	رجب وشعبان 47ھ (شمالی افریقہ ومصر میں بغاوت کی سرکوبی اور معاشی محاصرہ)	75
-19	رمضان وشوال 47ھ (فکری جبر اور عدالتی انحراف کا عہد)	78
-20	ذوالقعدہ وذوالحجہ 47ھ (علویوں کے خلاف فکری سازشیں اور مذہبی جبر کا عہد)	82
-21	سنہ 47ھ: اقتدار کی مضبوطی اور حق کی کمزوری	86
-22	اسلامی سنہ 48ھ کے مظلومانہ واقعات	90
-23	اسلامی سنہ 48ھ کے سیاسی جبر اور اہلِ بیتؑ کے محبین پر ظلم ودباؤ کے مظاہر	94

-24	اسلامی سنہ 48ھ رمضان وشوال میں اہلِ بیتؓ واصحابِ علیؓ پر اموی ظلم وبغاوت کا دباؤ	97
-25	ذی القعدہ وذی الحجہ 48ھ حج میں سیاسی تقریر اور وعظ پر پابندی	100
-26	خلاصۂ مظلومیت سنہ 48ھ	103
-27	49ھ کے سیاسی حالات اور اہلِ بیتؓ پر دباؤ مظلومیتِ وفا کے دو تاریخی ابواب	104
-28	49ھ کے واقعاتِ کوفہ وفاداری کی قیمت اور صبرِ صحابہ کا امتحان	107
-29	سنہ 49ھ کے سیاسی وفکری اضطراب بنو ہاشم کے محبین پر جبر و خاموشی کی فضا	110
-30	سنہ 49ھ کے خونچکاں واقعات حجر بن عدیؓ کی شہادت اور اہلِ بیتؓ پر فکری پابندیاں	113
-31	سنہ 49ھ کے مظلومینِ اسلام: حضرت حجر بن عدیؓ اور اصحابِ وفا کی شہادت ظلمِ سیاست پر صبرِ ایمان کی تاریخ	116
-32	ذی القعدہ 49ھ: مرجِ عذراء کا المیہ اور حضرت حجر بن عدیؓ کی شہادت	117
-33	خراجِ عقیدت بر شہیدانِ مرجِ عذراء	120
-34	سنہ 50ھ کے اہم واقعات	121

-35	ربیع الاول 50ھ تا جمادی الاولیٰ 50ھ (اہلِ حق پر اموی جبر کے نئے ابواب اصحابِ حجرؓ کی باقیات اور حضرت حسینؓ پر دباؤ)	124
-36	رجب تا شعبان 50ھ (سیاسی انتقام اور حسد کا المیہ زیاد بن ابیہ کی دوہری حکمرانی اور حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؒ کی شہادت)	128
-37	رمضان تا شوال 50ھ (اہلِ بیتؓ پر معاشی و سماجی دباؤ بنو ہاشم کے محبین کی مالی بندش اور امام حسینؓ کی مدینہ سے روانگی)	131
-38	ذی القعدہ و ذی الحجہ 50ھ (خلافتِ شورائی سے ملوکیت کی طرف پہلا قدم: یزید کی ولی عہدی کی منصوبہ بندی)	135
-39	سنہ 50ھ: خلافت سے ملوکیت تک (اہلِ بیتؓ کی مظلومیت اور امتِ مسلمہ کے فکری زوال کا آغاز)	138
-40	اسلامی سنہ 51ھ کے اہم واقعات (حضرت حسینؓ پر بیعتِ یزید کی ابتدائی دباؤ مہم)	142
-41	اسلامی سنہ 51ھ اہلِ بیتِ اطہارؓ کے خدام و محبین پر ظلم و جبر کی مہم (دورِ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ سیاسی جبر میں شدت اور وفادارانِ علیؓ پر انتقامی کارروائیاں)	145
-42	اسلامی سنہ 51ھ: زیاد بن ابیہ کا جبر، اہلِ بیتؓ کے محبین پر ظلم اور مدینہ کی خاموش مظلومیت (دورِ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ ظلمِ حکومتی کے عام رواج اور سماجی خوف کے نئے باب کی ابتداء)	149

-43	اسلامی سنہ 51ھ خلافتِ معاویہ کا موروثی نظامِ حکومت کی طرف رخ اور اہلِ کوفہ پر ظلم و گرفتاریوں کا باب (شورائیت سے ملوکیت کی طرف منتقلی اور اہلِ بیتؓ کے وفاداروں پر اموی دباؤ کی شدت)	153
-44	اسلامی سنہ 51ھ حج کے موقع پر اہلِ بیتؓ کی خاموشی پر جبر (ذی القعدہ و ذی الحجہ 51ھ منبر و محراب کی آزادی پر قدغن اور اہلِ بیتؓ کی مظلومانہ خاموشی)	157
-45	سنہ 51ھ: خلافتِ شورائی سے ملوکیت تک اہلِ بیتؓ کی مظلومیت اور امت کا فکری امتحان	161
-46	محرم 52ھ: ملوکیت کا رسمی آغاز اور اہلِ بیتِ اطہارؓ پر سیاسی دباؤ	165
-47	سنہ 52ھ عبید اللہ بن زیاد کے عہدِ جبر کا آغاز (ربیع الاول تا جمادی الاولیٰ 52ھ)	168
-48	رجب 52ھ اصحابِ حجر بن عدیؓ پر مقدمات و تعزیرات کا تسلسل	172
-49	اسلامی سنہ 52ھ اہلِ مدینہ پر مالی و فکری جبر، اور حضرت حسینؓ کا مکہ کی طرف احتیاطی سفر (دورِ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ سیاسی استحکام کے نام پر جبر و خوف کی فضا کا تسلسل)	175
-50	ذی القعدہ و ذی الحجہ 52ھ حج میں سیاسی کنٹرول اور مذہبی جبر کا تسلسل (دورِ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ یزید کی ولی عہدی کے نفاذ اور اہلِ بیتؓ پر خاموشی کی پالیسی)	178

-51	خلاصۂ مظلومیت (سنہ 52ھ) (دورِ معاویہؓ بن ابی سفیان جبرِ ملوکیت کا آغاز اور اہلِ بیتؓ پر سخت نگرانی)	182
-52	زیاد بن ابیہ اموی سیاست کا مکار چہرہ اور جبرِ حکومت کی بنیاد (اسلامی تاریخ کا ایک سیاہ کردار)	186
-53	عبیداللہ بن زیاد عراق میں اموی استبداد کا ستون (کوفہ وبصرہ میں جبر وظلم کا مظہر)	189
-54	مروان بن حکم مدینہ میں اموی استبداد کا نمائندہ (اہلِ بیتؓ وامت کے لیے جبر اور خوف کا علامتی گورنر)	193
-55	یزید بن معاویہ ولی عہدِ اموی: محرکات، عوامل اور تاریخی تناظر	196
-56	اسلامی سنہ 53ھ کے اہم واقعات (محرم تا ذی الحجہ) (دورِ معاویہ ظلم وجبر کے ادارتی استحکام کا سال)	199
-57	ربیع الاول وربیع الثانی 53ھ عراق میں جبر وانتقام کی لہر (عبیداللہ بن زیاد کی سخت طرزِ حکومت اور اصحابِ حجرؓ کے خاندانوں پر مظالم)	202
-58	جمادی الاخری ورجب 53ھ: علم وعدل پر جبر، اور عبدالرحمٰن بن خالدؒ کی مظلوم شہادت	206
-59	شعبان ورمضان 53ھ: مروانی اقتدار کا بڑھتا تسلط اور اہلِ بیتؓ پر خفیہ نگرانی	209

-60	شوال تا ذی الحجہ 53ھ: مالی ظلم، علوی نگرانی اور دینی آزادی پر قدغن	213
-61	اسلامی سنہ 54ھ کے اہم واقعات (عبیداللہ بن زیاد کی کوفہ میں حکمرانی اور خاندانِ اصحابِ حجرؓ پر انتقامی سلوک)	217
-62	اسلامی سنہ 54ھ جمادی الاولی و جمادی الآخری	220
-63	اسلامی سنہ 54ھ رجب وشعبان	223
-64	سنہ 54ھ: ملوکیت کے استحکام اور اہلِ حق کی مظلومیت کا سال	225
-65	اسلامی سنہ 55ھ کے اہم واقعات (ربیع الاول و ربیع الثانی 55ھ: عبیداللہ بن زیاد کی سخت حکمرانی اور خاندانِ حجرؓ پر مسلسل مظالم)	230
-66	جمادی الاولی و جمادی الآخری 55ھ: مروان بن حکم کی سختیاں اور اہلِ بیتؓ پر خفیہ نگرانی	233
-67	رجب وشعبان 55ھ: مالی استحصال اور خلافتِ شورائی کا اختتام	237
-68	شوال تا ذی الحجہ 55ھ: حج واجتماع پر سیاسی قبضہ اور خوف کی فضا	241
-69	خلاصۂ مظلومیت سنہ 55ھ	245
-70	اسلامی سنہ 56ھ کے اہم واقعات (محرم 56ھ- بیعتِ یزید کا عمومی نفاذ)	249
-71	ربیع الاول 56ھ بیعت کا نفاذ اور انکار کی سزا	252
-72	رجب تا رمضان 56ھ (رعایا پر مالی دباؤ اور معاشی جبر)	255

-73	خلاصۂ مظلومیت سنہ 56ھ	258
-74	اسلامی سنہ 57ھ کے اہم واقعات	261
-75	اسلامی سنہ 57ھ سیاسی مرکزیت اور آزادیِ بیان کا زوال	264
-76	اسلامی سنہ 57ھ فکری جبر، عدالتی انحراف اور معاشی دباؤ کا آغاز	267
-77	اسلامی سنہ 57ھ اہلِ بیتِ اطہارؑ کے وفاداروں کی جلاوطنی اور فکری جڑوں پر ضرب	271
-78	اسلامی سنہ 57ھ فکری جبر، سیاسی جمود اور مظلومیتِ اہلِ بیتؑ	274
-79	سنہ 58ھ مظلومیت کا تسلسل: مالی استحصال، سیاسی نگرانی اور دینی آزادی پر قدغن	277
-80	سنہ 58ھ مظلومیت کا تسلسل فکری و دینی آزادی پر قدغن اور اہلِ بیتؑ کی نگرانی	281
-81	سنہ 58ھ مظلومیت کا تسلسل: مالی، فکری اور دینی جبر کی انتہا	285
-82	سنہ 58ھ میں اموی دور کے معاشی و سیاسی جبر کی شدت (رمضان وشوال کے واقعات کا تحقیقی جائزہ)	290
-83	سنہ 58ھ: ذی القعدہ و ذی الحجہ میں دینی آزادی پر سیاسی پہرہ: حج واجتماعِ امت پر اموی نگرانی کا آغاز	294

-84	اسلامی سنہ 58ھ کے واقعات کا خلاصہ	298
-85	اسلامی سنہ 59ھ (خلافتِ یزید کی مضبوطی اور مظلومیت کا تسلسل)	302
-86	اسلامی سنہ 59ھ	306
-87	خلاصہ ونتائج سنہ 59ھ (مظلومیت کا تسلسل اور فکری جبر کا عروج)	310
-88	اسلامی سنہ 60ھ خلافتِ یزید کی ابتداء اور مظلومیت کا نیا دور	312
-89	اسلامی سنہ 60ھ (فکری قید، سیاسی خوف اور مظلومیت کا پھیلتا دائرہ)	315
-90	شوال تا ذی الحجہ 60ھ (ظلم کا تسلسل اور کربلا کی تمہید)	320
-91	حضرت مسلم بن عقیلؓ کوفہ کے شہیدِ وفا و مظلوم نمائندہ حسینؓ	323
-92	سنہ 61ھ مظلومیتِ حسینؓ اور خلافتِ یزید کے جبر کا نقطہ عروج	328
-93	کربلا کا معرکہ میدانِ حق و باطل کا فیصلہ کن باب	332
-94	مدینہ واپسی اور امام زین العابدینؒ کا اصلاحی کردار (61ھ تا 95ھ)	338
-95	اسراء و اسیریِ اہلِ بیتؓ اور دربارِ کوفہ و دمشق	343
-96	ربیع الثانی تا جمادی الاخری 61ھ اہلِ بیتؓ کی رہائی اور واپسیِ مدینہ	348
-97	رجب تا ذی القعدہ 61ھ مدینہ میں غم و ماتم اور سیاسی ردِ عمل	351
-98	ذی الحجہ 61ھ سیاسی انحطاط اور امت میں خوف کی فضا	354
-99	سنہ 61ھ مظلومیتِ اہلِ بیتؓ اور امت کی روحانی بیداری	358

100-	اسلامی سنہ 62ھ کے اہم واقعات	362
101-	اسلامی سنہ 62ھ اہلِ بیتؓ کا مدینہ میں صبر وسکوت	366
102-	اسلامی سنہ 62ھ یزیدی جاسوسی، علماء پر دباؤ، اور مدینہ میں جبر و بیداری کی فضا	371
103-	اسلامی سنہ 62ھ یزیدی عسکری تیاری اور مدینہ منورہ کے خلاف ظلم کا آغاز	375
104-	اسلامی سنہ 62ھ کے مظالم کا خلاصہ	379
105-	عثمان بن محمد بن ابی سفیان	383
106-	مسلم بن عقبہ المُرّی: واقعہ حرّہ کا سالار اور تاریخِ اسلام کا سیاہ باب	387
107-	حصین بن نمیر السکّونی: سپہ سالارِ یزید و محاصر مکہ کا علمبردار	392
108-	اسلامی سنہ 63 ہجری کے اہم واقعات	397
109-	صفر 63ھ واہلِ مدینہ کا یزید سے برائت کا اعلان	400
110-	ربیع الاول 63ھ فوجِ شام کی تیاری اور مسلم بن عقبہ کی تقرری	404
111-	ذی القعدہ تا ذوالحجہ 63ھ واقعہ حرّہ: حرمتِ مدینہ پر یزیدی حملہ	407
112-	خلاصہ مظالم سنہ 63ھ ظلم و بربریت کا سال	411
113-	اسلامی سنہ 64ھ کے اہم واقعات	414

114-	حصین بن نمیر السکونی تعارف، کردار اور انجام	417
115-	یزید بن معاویہ کی موت تاریخِ اسلام کا ایک سیاہ باب	421
116-	صفر 64ھ یزید بن معاویہ کی موت (ظلم و جبر کے دور کا اختتام)	424
117-	ربیع الاول 64ھ محاصرہ مکہ اور حصین بن نمیر السکونی کا کردار (سنہ 64ھ اسلامی تاریخ کا ایک زخم آلود سال ہے)	427
118-	ربیع الثانی 64ھ خلافتِ عبداللہ بن زبیرؓ کا اعلان	430
119-	مروان بن حکم اموی سیاست کا مکار و خبیث کردار	434
120-	جمادی الاولیٰ و رجب 64ھ شام میں اقتدار کی کشمکش اور بنو اُمیہ کی باہمی خانہ جنگی	438
121-	شوال تا ذی الحجہ 64ھ مکہ و مدینہ میں امن کی بحالی اور خلافتِ عبداللہ بن زبیرؓ کا نظامِ عدل	442
122-	سال 64ھ کے مظالم کا خلاصہ	445
123-	اسلامی سنہ 65 ہجری کے اہم واقعات (مظلوموں کی صدائے حق اور اقتدار کی کشمکش)	449
124-	مختار بن ابی عبید الثقفیؒ (انتقامِ حسینؓ کی تحریک اور تاریخِ عدل کا ایک اہم باب)	452
125-	انتقالِ مروان بن حکم اور عبد الملک بن مروان کی بیعت سنہ 65ھ کی تاریخی کروٹ	456

126-	ربیع الاول 65ھ خلافتِ عبداللہ بن زبیرؓ کا استحکام اور اُموی جبر کا آغاز	460
127-	ربیع الثانی 65ھ مختار بن ابی عبید ثقفی کی تحریکِ انتقامِ حسینؓ کا آغاز	464
128-	جمادی الاولیٰ تا رمضان 65ھ تحریکِ مختار ثقفی اور مظلوم اہلِ بیتؓ کا انتقام	468
129-	اسلامی سنہ 65ھ میں فتنہ مختار ثقفی (انتقامِ حسینؓ سے سیاسی تصادم تک تاریخِ اسلام کا ایک المیہ باب)	471
130-	خلاصہ ونتائج سنہ 65ھ (انتقامِ حسینؓ سے اصلاحِ امت تک فتنہ وعدل کا دور خامنظر نامہ)	475

☆☆☆

غم کے انسو تاریخ کے اوراق پر

(افتتاحیہ برائے جلد سوم: اسلام کی مظلوم شخصیات)

تاریخ کے اوراق جب لہو اور آنسوؤں سے تر ہو جائیں تو وہ محض ورق نہیں رہتے، وہ صدائیں بن جاتے ہیں۔ صدائیں جو صدیوں کے فاصلے کو چیر کر دلوں میں اترتی ہیں، احساسات کو جھنجھوڑتی ہیں اور یہ یاد دلاتی ہیں کہ دینِ مصطفوی ﷺ کی حفاظت اور ناموسِ اہلِ بیت کی پاسبانی صرف تلواروں سے نہیں، قلموں اور آنکھوں کے آنسوؤں سے بھی ہوتی ہے۔

اسلام کی مظلوم شخصیات: کے عنوان سے زیرِ طبع کتاب کی تیسری جلد قارئین کے سامنے ہے، اس جلد میں 45ھ تا 65ھ یعنی بیس برسوں کے وہ واقعات پیش کیے جا رہے ہیں جنہوں نے امت کے دامن پر ایسے داغ چھوڑے کہ آج تک تاریخ کا دل زخمی ہے۔ یہ وہ دو عشرے ہیں جنہیں پڑھ کر ہر صاحبِ ایمان کی روح لرز اٹھتی ہے اور اسے تڑپ کر کہنا پڑتا ہے: ''ہائے وہ دور کہ جب امت نے اپنی صدیقی سادگی اور فاروقی ہیبت کھوئی، پھر نہ عثمانی حیا باقی رہی، نہ علوی عدل کا چراغ فروزاں رہا۔

ان صفحات میں وہ داستانیں رقم ہیں: جہاں غیروں نے نہیں، اپنوں نے وار

کیے۔ جہاں تلواریں دشمنوں نے نہیں، مسلمانوں کے اپنے ہاتھوں نے اٹھائیں۔ یہ کتاب بتاتی ہے کہ اس دوران امت نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ اور حقیقت یہ ہے کہ: امت نے عزت کھوئی، غیرت کھوئی، شریعت کے مقدس اصول کھو دیئے اور بدلے میں دنیا کی چند ساعتوں کی حکومت پائی، وہ بھی ظلم کے بوجھ تلے دبی ہوئی۔

مظلومیتِ اہلِ بیت دل کا نوحہ، روح کا ماتم: ان اوراق میں دکھ بھری حقیقتیں اپنا سر بستہ ماتم کرتی ہیں اہلِ بیت اطہارؓ کو گلیوں میں رسوا کیا گیا، ان کے گھر اجڑے، ان کے سروں پر نیزے لہرانے لگے۔ حضرت حجر بن عدیؓ، مسلم بن عقیلؓ کے لہو کی خوشبو آج بھی تاریخ کے گلستان میں محسوس ہوتی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؒ اور سیدنا حسنؓ کو زہر دے کر شہید کیا گیا اور پھر تاریخ کا سب سے کربناک باب: کربلا کا وہ دن جب حسینؓ کا سر نیزے پر بلند ہوا، اور فرطِ ظلم سے آسمان بھی لرز اٹھا۔

اور جب ظلم کی بنیادیں مضبوط ہوگئیں: تو خلافت کی جگہ ملوکیت کا سایہ دراز ہوا، شورائی نظام کو پامال کیا گیا۔ اقتدار کے ایوان زیاد بن ابیہ، عبید اللہ بن زیاد، مروان بن حکم جیسے بدنام کرداروں کے ہاتھوں میں دے دیے گئے۔ پھر وہ لمحات آئے کہ جہاں مدینہ کی حرمت روندی گئی واقعۂ حرّہ، تین دن تک اہلِ مدینہ کی عزتیں پامال ہوئیں، خون بہا، مساجد تک بے حرمتی سے نہ بچ سکیں، اور پھر مکہ جس کی حرمت قیامت تک محفوظ رہنے کا وعدہ تھا، لیکن حصین بن نمیر کے ہاتھوں بیت اللہ پر سنگ باری ہوئی، اور دنیا نے دیکھا کہ ظلم جب حد سے بڑھ جائے تو مقدس ترین مقامات بھی

محفوظ نہیں رہتے۔

یہ تاریخ ہے، کوئی افسانہ نہیں: یہ سطور داستان نہیں، مستند کتبِ تاریخ کی گواہیاں ہیں۔ وہ صفحات جنہیں امت کبھی نہیں بھلا سکتی۔ یہ صرف ماضی نہیں یہ ضمیر کا محاسبہ ہے۔ ہم نے لکھا ہے تا کہ امت سمجھے۔ ہم نے ذکر کیا ہے تا کہ دل بیدار ہوں۔ ہم نے خونِ اہلِ بیت کا تذکرہ کیا ہے تا کہ ہر زبان پر یہ صدا تازہ رہے، اسلام کو سب سے زیادہ زخم وہیں سے ملے جہاں محبت اور وفاداری کی امید تھی۔

اسی لیے یہ کتاب: محض مطالعہ نہیں، یہ ایک نصیحت، آنسو اور احتجاج ہے۔ یہ صدائے حق ہے جو زمانوں تک گونجے گی۔ اشعار برائے رقت و درد:

ستم گرانِ وطن را بگو کہ تا بہ کی؟ ستم زہاد و ریا کار، و مردمانِ حکیم

حافظؔ شیرازی

جفائے عشق مبر، کز ہزار جان عزیز ہنوز دل بہ فدائے رُخِ نگار کنم

شیخ سعدیؒ

خونِ حسینؓ و دشتِ بلا می نگارَدَر ہر ذرہ ای کہ مینگرم کربلا کہن

مولانا رومؒ

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

علامہ اقبالؒ

ممکنہ کتابی عنوانات: 1-ظلم کی دھند: خلافت سے ملوکیت تک، 2-خونِ اہلِ بیت

تاریخ کے ماتمی باب، 3-اسلام کی مظلوم روح اور گریہ تاریخ، 4-خون کے دیے: 45ھ تا 65ھ کے عبرتناک واقعات، 5-مدینہ سے کربلا تک اشکوں کی داستان۔

مفتی حبیب اللہ قاسمی

خادم الحدیث والافتاء، مؤسس ورئیس

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی انڈیا

تاریخ: 10/ جمادی الاولی 1447ھ مطابق 2/ نومبر 2025ء، یوم: الاحد (یکشنبہ)

سنۂ 45ھ کے مختصر واہم واقعات

(محرم تا ذوالحجہ 45ھ)

سنۂ 45ھ ہجری اسلامی تاریخ کا وہ دور ہے جس میں اموی خلافت کے سیاسی وانتظامی ڈھانچے نے مزید استحکام حاصل کیا۔ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ (حاکم شام، بعد میں خلیفہ) کی تدابیر اور ان کے مضبوط عسکری وانتظامی فیصلوں کے نتیجہ میں اسلامی سلطنت بیرونی سرحدوں پر وسعت پذیر رہی اور اندرونی نظم ونسق بھی منظّم ہوا۔ تاہم اسی دور میں اہلِ بیت اطہارؓ اور ان کے وفادار اصحاب وحامیوں پر سیاسی وسماجی دباؤ بڑھتا گیا، اور ان کے لیے سیاسی منظرنامہ مزید محدود ہوتا گیا۔ یہ سال ایک طرف امت کی اجتماعی یکجہتی کے اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے، تو دوسری طرف اہلِ بیتِ نبوتؐ کی مظلومیت کے اعتبار سے عبرت وغم کا پہلو لیے ہوئے ہے۔

محرم 45ھ: سیاسی حالات اور اہلِ بیت کی حیثیت: محرم کے آغاز ہی سے واضح تھا کہ شام میں اموی اقتدار راسخ ہو چکا ہے۔ امیر معاویہؓ نے اپنی فوجی اور انتظامی قوت کو مزید مستحکم کرنے کے لیے مختلف علاقوں کے والیان کو وفاداری کی تاکید کی۔ اس سال اہلِ بیت کے قریبی صحابہ کرامؓ خصوصاً عراق وحجاز میں موجود علوی حامی کڑی نگرانی اور محدود سیاسی کردار کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور رہے۔ تاریخ طبری میں مذکور ہے

کہ اموی گورنروں کو حکم دیا گیا کہ وہ ''اہلِ بیت کے وفاداروں کو منصب و قضا کے عہدوں پر نہ لائیں'' (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص220، بیروت: دار التراث، 1387ھ)۔

ربیع الاول 45ھ: مصر اور شمالی افریقہ کی فتوحات: ربیع الاول میں مصر اور شمالی افریقہ کی فتوحات کو وسعت ملی۔ اموی افواج نے بربر قبائل کے خلاف کامیاب مہمات چلائیں (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 58، مکتبہ المعارف، 1408ھ)۔ لیکن ان فتوحات میں بھی اہلِ بیت کے حامی قبائل کو شریک نہیں کیا گیا، تاکہ سیاسی اثر و رسوخ یکطرفہ اموی دسترس میں رہے۔

جمادی الاولی 45ھ: عراق کی کیفیت: عراق، جو اہلِ بیت کے وفادار قبائل کی سرزمین تھی، وہاں بھی سخت نگرانی جاری رہی۔ بصرہ اور کوفہ میں گورنروں کو ہدایت تھی کہ وہ کسی بھی علوی حامی اجتماع کو منتشر کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ بیت کے قریبی اصحابؓ اور ان کے حامی قبائل کو عسکری محاذ پر شریک نہ کیا گیا بلکہ ان کو عسکری طور پر غیر فعال رکھا گیا (الکامل فی التاریخ لابن اثیر، ج3، ص365، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ)۔

رجب 45ھ: سماجی اور مالی دباؤ: رجب میں اہلِ بیت اور ان کے حامیوں پر سماجی اور مالی دباؤ مزید بڑھ گیا۔ بعض روایات کے مطابق مدینہ میں علوی حامی خاندانوں کو حکومتی عطیات سے محروم رکھا گیا (البلاذری، انساب الأشراف، ج 3، ص 155، دار المعارف، 1377ھ)۔ یہ طرزِ عمل اہلِ بیت کی مظلومیت کو مزید اجاگر کرتا ہے کہ جن کے بارے میں قرآن نے: إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ

(الاحزاب:33)۔فرمایا،انہی کے قرابت داروں کوسیاسی مفادات کی بناپرالگ تھلگ رکھا گیا۔

شوال 45ھ:عوامی فضا: اس سال عوام میں خوف واضطراب کی فضا نمایاں رہی۔ایک طرف اموی استحکام تھا،دوسری طرف اہلِ بیت کے چاہنے والے دل ہی دل میں رنجیدہ تھے۔ بہت سے وفادار افراد''خاموش تماشائی'' بنے رہے، کیونکہ کسی بھی طرح کی سیاسی سرگرمی سخت نتائج کوجنم دے سکتی تھی۔ابن خلدون نے لکھا: **كانت الشيعة يومئذ في حال كتمان و حذر، يتقون على أنفسهم، ويتربصون الفرصة** (اس زمانے میں اہلِ بیت کے شیعہ ومحبان چھپے ہوئے اورخوف میں زندگی گزارتے تھے،اپنے آپ کو بچاتے اور مواقع کے انتظار میں رہتے تھے)(ابن خلدون، تاریخ،ج2،ص412،بیروت:دارالفکر،1401ھ)۔

ذوالحجہ 45ھ:امت کی سیاسی وحدت اوراہلِ بیت کاغم: ذوالحجہ میں حج کے اجتماع نے بظاہر امت کی وحدت کو ظاہر کیا،لیکن پس پردہ اہلِ بیت اور ان کے حامیوں پر مسلسل دباؤ اور محدودیت کا سلسلہ جاری رہا۔حج جیسے عظیم اجتماع میں بھی اہلِ بیت کی سیاسی آواز مدھم اور بےاثر کردی گئی۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 45ھ میں اموی خلافت نے عسکری وسیاسی سطح پر استحکام پایا۔2-مصراورشمالی افریقہ کی فتوحات اموی قوت کا مظہر تھیں۔3-اہلِ بیت اوران کے حامیوں کومناصب اور معاشی ذرائع سے محروم رکھا گیا۔4-عراق وحجاز میں ان کے قبائل سخت نگرانی اور سیاسی دباؤ میں رہے۔5-عوامی فضا خوف، بےیقینی اور

خاموشی سے بھری رہی۔ 6-یہ سال امت کی ظاہری وحدت کا حامل ضرور تھا، لیکن اہلِ بیت کی مظلومیت اس وحدت کے پس منظر میں ایک نمایاں پہلو رہی۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 220، بیروت: دار التراث، 1387ھ۔ 2-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 58، مکتبہ المعارف، 1408ھ۔ 3-ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 365، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 4-البلاذری، انساب الأشراف، ج 3، ص 155، دار المعارف، 1377ھ۔ 5-ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج 2، ص 412، دار الفکر، بیروت، 1401ھ۔ 6-السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص 205، مکتبہ التوحید، 1404ھ۔

محرم وصفر 45ھ

(اموی نگرانی اور اہلِ بیت کی مظلومیت)

سنہ 45ھ اسلامی تاریخ میں اموی اقتدار کے استحکام اور اہلِ بیت اطہارؓ کی مظلومیت کے لحاظ سے نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ خلافتِ راشدہ کے اختتام اور اموی اقتدار کے قیام کے بعد اہلِ بیتؓ اور ان کے وفادار اصحاب مسلسل سیاسی دباؤ اور نگرانی کا شکار رہے۔ یہ دباؤ کبھی عسکری طاقت کی صورت میں ظاہر ہوتا، کبھی مالی اور سماجی پابندیوں کی شکل میں، اور کبھی سیاسی منظرنامے سے ان کے حامیوں کو بالکل ہٹا دینے

کے ذریعے۔محرم اور صفر 45ھ کے واقعات بالخصوص عراق کی فضاء اس حقیقت کو آشکار کرتے ہیں کہ اس دور میں اہلِ بیت اور ان کے وفادار اصحاب کو سیاسی و انتظامی عمل سے الگ رکھا گیا اور ان کے حامی قبائل کو حکومتی سختیوں کا نشانہ بنایا گیا۔

محرم 45ھ: عراق کی کیفیت اور اموی نگرانی: محرم 45ھ کے آغاز میں عراق کی صورتِ حال نہایت نازک تھی۔کوفہ اور بصرہ میں علوی حامی قبائل کی سرگرمیوں پر اموی گورنروں نے سخت نگرانی بڑھا دی۔عوامی اجتماعات اور علمی مجالس پر بھی نظر رکھی جاتی تھی تاکہ کسی بھی قسم کی علوی یا اہلِ بیت کی حمایت پر مبنی تحریک پروان نہ چڑھ سکے تاریخ طبری میں مذکور ہے: **وَأَمَرَ وُلاةُ بَنی أُمَيَّةَ بِالعِرَاقِ أَنْ يَكُونُوا شَدِيدِي الحِرْصِ عَلٰى مَن يُظَنُّ بِهِ المَيْلُ إِلَى أَهْلِ البَيْتِ، وَيُضَيِّقُوا عَلَيْهِمْ فِي أُمُورِهِمْ** (اموی گورنروں کو حکم دیا گیا کہ عراق میں اہلِ بیت کی طرف جھکاؤ رکھنے والوں پر سخت نگرانی رکھیں اور ان کے معاملات کو تنگ کریں) (تاریخ الطبری، ج4، ص152، دار التراث، بیروت)۔ یہی وہ فضا تھی جس نے اہلِ بیت کے قریبی صحابہ اور ان کے حامیوں کو سیاسی و سماجی سرگرمیوں سے یکسر محروم کر دیا۔

صفر 45ھ: عوامی جرمانے اور پابندیاں: صفر 45ھ میں مزید شدت کے ساتھ مقامی قبائل اور عوام پر جرمانے عائد کیے گئے۔ان قبائل میں زیادہ تر وہ تھے جو علوی خاندان سے تعلق یا محبت رکھتے تھے۔ان پر بعض حکومتی عطیات روک دیے گئے اور ٹیکس میں سختی کی گئی۔ابن اثیر اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں: **فَفُرِضَتْ عَلَى**

قَبَائِلَ العِرَاقِ غَرَامَاتٌ، وَضُيِّقَ عَلَيْهِمْ فِي الأَمْوَالِ، خَاصَّةً مِمَّن عُرِفَ لَهُ وَلاءٌ لِأَهْلِ البَيْتِ (عراق کے قبائل پر جرمانے عائد کیے گئے اور مالی امور میں تنگی کی گئی، بالخصوص ان پر جن کے بارے میں اہلِ بیت کی حمایت مشہور تھی) (الکامل فی التاریخ، ابن اثیر، ج 3، ص 435، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ یہ پابندیاں عوامی زندگی میں سخت اضطراب اور خوف کا باعث بنیں۔

اہلِ بیت کی مظلومیت کے پہلو: ان ایام میں اہلِ بیت اطہارؓ اور ان کے وفادار اصحاب کئی طرح کی مظلومیت کا شکار رہے: **1-سیاسی محرومی:** اہلِ بیت کے کسی فرد یا وفادار کو عراق میں کسی منصب، عہدہ یا قضا کی ذمہ داری نہ دی گئی۔ **2-معاشی دباؤ:** ان کے حامی قبائل پر مالی جرمانے اور حکومتی عطیات کی بندش ان کے لیے معاشی مشکلات کا سبب بنی۔ **3-سماجی تنہائی:** اہلِ بیت اور ان کے حامی عوام ایک خوف اور جبر کی فضا میں رہتے تھے، جس نے ان کو معاشرتی طور پر حاشیے پر دھکیل دیا۔ **4-عوامی خوف:** سیاسی سختی اور مالی پابندیوں کی وجہ سے عوام خاموش تماشائی بنے رہے، نہ وہ کھل کر اہلِ بیت کی حمایت کر سکتے تھے اور نہ ہی ظلم کے خلاف آواز بلند کر سکتے تھے۔

خلاصہ و نتائج: 1-محرم و صفر 45ھ میں عراق میں اموی گورنروں نے اہلِ بیت کے حامیوں پر سخت نگرانی رکھی۔ 2-علوی قبائل اور عوام پر جرمانے اور مالی پابندیاں عائد کی گئیں۔ 3-اہلِ بیتؓ اور ان کے وفادار اصحاب کو سیاسی عہدوں اور اختیارات سے محروم رکھا گیا۔ 4-عوام ایک خوفناک سیاسی و سماجی فضا میں زندگی

گزارنے پر مجبور تھے۔ 5- یہ مظلومیت اس حقیقت کی گواہ ہے کہ خلافت کے اس استحکام کے پس منظر میں اہلِ بیت اطہارؑ کے حقوق اور عزت کے ساتھ ناانصافی روا رکھی گئی۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج 4، ص 152، دارالتراث، بیروت، 1387ھ۔ 2- ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 435، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 3- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 57، مکتبہ المعارف، 1408ھ۔ 4- البلاذری، انساب الأشراف، ج 3، ص 150، دارالمعارف، 1377ھ۔ 5- ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج 2، ص 410، دار الفکر، بیروت، 1401ھ۔

ربیع الاول و ربیع الآخر 45ھ

(اموی انتظامی تبدیلیاں اور اہلِ بیت کی مظلومیت)

اسلامی تاریخ کے سنہ 45ھ کا دور خلافتِ امویہ کے استحکام اور انتظامی تنظیم کا دور سمجھا جاتا ہے۔ اس دور میں شام اور مصر میں فتوحات و نظم کے ساتھ ساتھ عراق و حجاز میں بھی مختلف انتظامی تبدیلیاں کی گئیں۔ بظاہر یہ اقدامات خلافت کے استحکام کے لیے تھے، لیکن ان کے اثرات اہلِ بیتِ اطہارؑ اور ان کے مخلص ساتھیوں کے لیے

نہایت سخت اور مظلومانہ ثابت ہوئے۔ اہلِ بیت کو سیاسی میدان سے الگ رکھنے کی پالیسی واضح ہو چکی تھی۔ ان کے وفادار ساتھی یا تو جلاوطنی پر مجبور کیے گئے، یا نظر بندی میں زندگی گزارنے لگے، یا پھر وہ محدود اختیارات کے ساتھ گوشہ نشینی اختیار کرنے پر مجبور ہوئے۔

ربیع الاول 45ھ: عراق وحجاز میں انتظامی تبدیلیاں: ربیع الاول 45ھ میں اموی حکمرانوں نے عراق اور حجاز کے انتظامی ڈھانچے میں بڑی تبدیلیاں کیں۔ گورنر حضرات کو یہ ہدایت دی گئی کہ اہلِ بیت کے حامی افراد کو کسی سیاسی یا انتظامی ذمہ داری کے قریب نہ آنے دیا جائے۔ بلاذری نے انساب الاشراف میں نقل کیا ہے: وَجُعِلَتِ السِّيَاسَةُ فِي العِرَاقِ وَالحِجَازِ عَلَى إِقْصَاءِ العَلَوِيِّينَ وَمَنْ يَتَوَلَّاهُمْ، وَأَنْ يُمْنَعُوا مِنَ المَجَالِسِ وَالمَنَاصِبِ (عراق وحجاز کی سیاست اس پر قائم کی گئی کہ علویین اور ان کے حامیوں کو الگ کر دیا جائے اور انہیں مجالس و مناصب سے روکا جائے) (انساب الاشراف، ج3، ص72، دار المعارف، قاہرہ)۔ یہ روایت واضح کرتی ہے کہ اس دور میں اہلِ بیت اور ان کے حامیوں کی سیاسی نمائندگی پر کھلا ہوا قدغن لگایا گیا۔

ربیع الآخر 45ھ: اہلِ بیت کی مظلومانہ حالت: ربیع الآخر 45ھ میں یہ پالیسی مزید سختی کے ساتھ جاری رہی۔ اہلِ بیت کے قریبی ساتھی یا تو عراق سے جلاوطن کیے گئے، یا انہیں گھروں میں نظر بند کر دیا گیا۔ بعض کو ظاہری طور پر معمولی اختیار دیا گیا،

لیکن اصل اقتدار اور قیادت سے انہیں مکمل طور پر محروم رکھا گیا۔ ابن سعد الطبقات میں لکھتے ہیں: وَأُخْرِجَ قَوْمٌ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ مِنَ الكُوفَةِ إِلَى البَادِيَةِ، وَقُيِّدَتْ حَرَكَاتُهُمْ حَتَّى لَا يَكُونَ لَهُمْ تَأْثِيرٌ فِي السِّيَاسَةِ (حضرت علیؓ کے بعض ساتھیوں کو کوفہ سے بادیہ کی طرف نکال دیا گیا اور ان کی حرکات کو اس قدر مقید کر دیا گیا کہ ان کا سیاست پر کوئی اثر نہ رہے) (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج5، ص345، دار صادر، بیروت)۔ یہ اقدام صرف افراد کی نظر بندی نہ تھا، بلکہ اہلِ بیت کے حلقۂ اثر کو محدود کرنے اور ان کی قیادت کے امکانات کو ختم کرنے کا ایک سوچا سمجھا قدم تھا۔

اہلِ بیت و وفاداران کی مظلومیت کے پہلو: اس دور میں اہلِ بیت اور ان کے مخلص ساتھیوں کی مظلومیت کئی زاویوں سے نمایاں تھی: **1-جلاوطنی:** بعض وفاداروں کو کوفہ اور بصرہ سے نکال کر دور دراز علاقوں میں بھیج دیا گیا۔ **2-نظر بندی:** کچھ اصحاب و علوی حامی گھروں میں محصور کر دیے گئے تاکہ عوام سے براہِ راست رابطہ نہ کر سکیں۔ **3-محدود اختیارات:** بعض کو محض ظاہری حیثیت دی گئی لیکن فیصلہ کن امور سے محروم رکھا گیا۔ **4-سیاسی محرومی:** اہلِ بیت کو نمایندگی، قیادت اور مناصب سے بالکل الگ رکھا گیا، گویا سیاسی افق سے ان کی موجودگی کو مٹا دیا گیا۔

خلاصہ و نتائج: 1- ربیع الاول و الآخر 45ھ میں اموی انتظامیہ نے عراق و حجاز میں ایسی تبدیلیاں کیں جن کا مقصد اہلِ بیت اور ان کے حامیوں کو سیاست و قیادت سے محروم رکھنا تھا۔ 2- اہلِ بیت کے مخلص ساتھیوں پر جلاوطنی، نظر بندی اور

محدودیت کے احکامات جاری ہوئے۔ 3-اہلِ بیت اطہارؑ کو عوامی نمائندگی اور سیاسی اثر سے محروم رکھنے کی یہ کوششیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ ان کی مظلومیت اس دور میں واضح اور نمایاں تھی۔ 4-یہ مظلومیت تاریخِ اسلام کا ایک روشن اور تلخ باب ہے، جو امت کو عدل وانصاف کی اہمیت یاد دلاتی ہے۔

مصادر ومراجع: 1-البلاذری، انساب الاشراف، ج3،ص72، دار المعارف، قاہرہ، 1377ھ۔ 2-ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج 5،ص 345، دار صادر، بیروت،1380ھ۔3-الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج4،ص157، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 4-ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج3،ص439، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 5-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج 8،ص 34، مکتبہ المعارف، ریاض،1408ھ۔

جمادی الاولی و جمادی الآخری 45ھ

(اموی عسکری ترجیحات اور اہلِ بیت کی مظلومیت)

اسلامی تاریخ کا سنہ 45ھ وہ دور ہے جب اموی خلافت نے اپنے سیاسی و عسکری نظام کو وسیع تر کرنے کے لیے مختلف محاذوں پر اپنی ترجیحات کو استوار کیا۔ مصر اور شمالی افریقہ میں فوجی اور انتظامی سرگرمیوں کو وسعت دی گئی، تاکہ وہاں اسلامی اقتدار کو راسخ کیا جا سکے۔ بظاہر یہ وسعت خلافتِ اسلامیہ کی مضبوطی کا سبب تھی، لیکن

دوسری طرف عراق میں اہلِ بیتؑ کے وفادار اور علوی حامی قبائل سیاسی وعسکری عمل سے محروم کر دیے گئے۔ یہی وہ محرومی تھی جو مظلومیت کے باب کو مزید روشن کرتی ہے۔

جمادی الاولی 45ھ: مصر اور شمالی افریقہ پر توجہ: جمادی الاولی 45ھ میں شام اور مصر کی سیاست کا مرکز اموی عسکری فتوحات اور انتظامی نظام کی ترتیب تھا۔ شمالی افریقہ میں فوجی مہمات کے تسلسل کو برقرار رکھا گیا تاکہ وہاں اسلامی اقتدار کو وسیع کیا جاسکے۔ طبری لکھتے ہیں: وَكَانَتِ السُّلْطَةُ فِي مِصْرَ وَالمَغْرِبِ تُوَجَّهُ إِلَى تَقْوِيَةِ الجَيْشِ وَتَثْبِيتِ الحُكْمِ، فَأُهْمِلَتْ أَحْوَالُ العِرَاقِ وَمَنْ فِيهِ مِنَ العَلَوِيِّينَ (مصر ومغرب میں حکومت کی توجہ فوج کی تقویت اور اقتدار کے استحکام پر مرکوز رہی اور عراق وعلویین کی حالت کو نظر انداز کیا گیا) (تاریخ الطبری، ج4، ص155، دارالتراث)۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اموی خلافت نے اپنی ترجیحات میں عراق اور وہاں کے علوی حامیوں کو بالکل پس پشت ڈال دیا۔

جمادی الآخری 45ھ: عراق کی سیاسی فضا: جمادی الآخری 45ھ میں عراق کے حالات مزید دگرگوں رہے۔ یہاں کے قبائل میں سے وہ قبائل جو اہلِ بیتؑ سے وابستگی رکھتے تھے، حکومتی نظام میں کسی بھی منصب یا عسکری ذمہ داری سے محروم رہے۔ ابن کثیر اس موقع پر لکھتے ہیں: وَأَمَّا أَهْلُ العِرَاقِ مِمَّنْ كَانَ عَلَى وَلَاءِ أَهْلِ البَيْتِ فَقَدْ حُرِمُوا مِنَ المَنَاصِبِ وَأُقْصُوا عَنِ الجَيْشِ وَالتَّدْبِيرِ (عراق کے وہ لوگ جو اہلِ بیت کی ولایت پر تھے، انہیں مناصب سے محروم رکھا گیا اور فوج و

تدبیر سے دور کر دیا گیا) (البدایہ والنہایہ، ج8، ص33، مکتبۃ المعارف)۔ یہ طرزِ عمل اس بات کی علامت تھا کہ اہلِ بیت اور ان کے حامیوں کو خلافت کے سیاسی و عسکری نظام میں شریک کرنے کے بجائے الگ تھلگ کر دیا گیا۔

اہلِ بیت اور ان کے حامیوں کی مظلومیت: اس زمانے میں اہلِ بیت اطہارؓ اور ان کے مخلصین کو کئی جہتوں سے مظلومیت کا سامنا رہا: **1-سیاسی محرومی:** اہلِ بیت اور ان کے حامیوں کو نہ صرف حکومتی عہدوں سے محروم رکھا گیا بلکہ عسکری نظام سے بھی دور کیا گیا۔ **2-عسکری بے دخلی:** اموی خلافت کی ترجیحات میں فوجی ذمہ داریاں شامی اور مصری قبائل کو دی گئیں، جبکہ عراق کے علوی حامیوں کو اس شرف سے محروم رکھا گیا۔ **3-معاشرتی دباؤ:** اہلِ بیت کے وفاداروں کو عوامی سطح پر محدود وسائل اور پابندیوں میں رکھا گیا، تاکہ وہ کوئی بڑا سیاسی یا عسکری کردار ادا نہ کر سکیں۔ **4-مظلومانہ خاموشی:** اس جبر کے نتیجے میں اہلِ بیت کے حامی عوام اور مخلصین اپنی سیاسی اور سماجی حیثیت سے محروم ہو کر ایک مظلومانہ خاموشی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے۔

خلاصہ و نتائج: 1-سنہ 45ھ کے جمادی الاولیٰ و الآخری میں اموی خلافت نے مصر اور شمالی افریقہ میں فوجی و انتظامی ترجیحات پر زور دیا۔ 2-عراق کے علوی حامیوں اور اہلِ بیت کے وفاداروں کو سیاسی و عسکری میدان سے بالکل الگ رکھا گیا۔ 3-اہلِ بیت اور ان کے وفاداروں کو محرومی، تنہائی اور دباؤ کا سامنا کرنا پڑا۔ 4-اس دور کی مظلومیت اس بات کا بین ثبوت ہے کہ خلافت کے استحکام کے ساتھ ساتھ اہلِ بیت

کے حقوق اور مقام کو پس پشت ڈالا گیا۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج4، ص155، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص33، مکتبہ المعارف، بیروت، 1408ھ۔ 3-ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص438، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 4-البلاذری، انساب الأشراف، ج3، ص153، دار المعارف، قاہرہ، 1377ھ۔ 5-ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج2، ص412، دار الفکر، بیروت، 1401ھ۔

رجب وشعبان 45ھ

(امام حسنؓ کی گوشہ نشینی اور اہلِ بیت کی مظلومیت)

اسلامی تاریخ میں اہلِ بیت اطہارؓ کا مقام نہایت بلند اور ممتاز ہے۔ وہ دین کے معمار اور امت کے حقیقی خیر خواہ تھے۔ لیکن خلافتِ راشدہ کے بعد بعض سیاسی حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ اہلِ بیتؓ اور ان کے وفادار اصحاب سیاسی و عسکری میدان سے تدریجاً پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیے گئے۔ بالخصوص امام حسن بن علیؓ، جو سبطِ اکبر اور جگر گوشۂ رسول ﷺ ہیں، ان کی شخصیت کو ایک طرف امت کے لیے اتحاد و اتفاق کا مظہر بنایا گیا، لیکن دوسری طرف اہلِ بیت کی مظلومیت کے پہلو ان کے

حالاتِ زندگی سے بھی جھلکتے ہیں۔سنہ 45ھ کے رجب وشعبان کے ایام میں امام حسنؓ کی مدینہ منورہ میں گوشہ نشینی اور اہلِ بیتؓ کی سیاسی حاشیہ نشینی کے آثار اور بھی نمایاں ہوئے۔ان کے خلاف سازشوں اور حتیٰ کہ زہر دینے کے شبہات نے اس مظلومیت کو مزید واضح کر دیا۔

رجب 45ھ: مدینہ منورہ میں امام حسنؓ کی گوشہ نشینی: رجب 45ھ کے دوران امام حسنؓ مدینہ منورہ میں زیادہ تر خاموش اور گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہے تھے۔انہوں نے اپنی سیاسی قیادت کے بجائے عبادت، تدریس اور اہلِ بیت کے ساتھ خلوت کو اختیار کیا۔ابن سعد الطبقات میں لکھتے ہیں: **كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فِي الْمَدِينَةِ مُقِيمًا، قَدْ زَهِدَ فِي السِّيَاسَةِ بَعْدَ مَا تَرَكَ الْأَمْرَ لِمُعَاوِيَةَ، وَاشْتَغَلَ بِالْعِبَادَةِ وَالْعِلْمِ** (حضرت حسن بن علیؓ مدینہ میں مقیم رہے،انہوں نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی بعد اس کے کہ وہ معاملہ معاویہ کے سپرد کر چکے تھے،اور عبادت وعلم میں مشغول ہو گئے) (الطبقات الکبریٰ،ابن سعد، ج5،ص340،دار صادر، بیروت)۔یہ گوشہ نشینی دراصل امت کے اتحاد کے لیے ان کی قربانی کا تسلسل تھا،لیکن اس کے نتیجے میں اہلِ بیتؓ کا سیاسی کردار مزید محدود ہو گیا۔

شعبان 45ھ: سازشیں اور زہر کے شبہات: شعبان کے مہینے میں بعض تاریخی روایات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ امام حسنؓ کے خلاف قاتلانہ سازشوں کے خدشات پیدا ہوئے۔بعض اہلِ سیرت نے یہاں تک ذکر کیا ہے کہ

انہیں بار ہا زہر دینے کی کوشش کی گئی۔ بلاذری انساب الاشراف میں نقل کرتے ہیں: **وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُتَّهَمُ بِأَنَّهُ دُسَّ لَهُ السُّمُّ مِرَارًا، فَعَاشَ فِي خَوْفٍ وَحَذَرٍ** (حضرت حسن بن علیؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہیں بار ہا زہر دینے کی سازش کی گئی، اور وہ خوف وحذر کی حالت میں زندگی گزارتے رہے) (انساب الاشراف، بلاذری، ج3، ص70، دار المعارف، قاہرہ)۔ یہ روایات اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہیں کہ امام حسنؓ صرف سیاسی طور پر ہی نہیں بلکہ جانی خطرات کے لحاظ سے بھی ایک دباؤ اور مظلومیت میں تھے۔

اہلِ بیت اور وفادار اصحاب کی مظلومیت: رجب وشعبان 45ھ کے حالات اہلِ بیت کی مظلومیت کے مختلف پہلو سامنے لاتے ہیں: **1-سیاسی حاشیہ نشینی:** امام حسنؓ اور ان کے ساتھیوں کو خلافت کے سیاسی اور انتظامی معاملات میں شریک نہ کیا گیا۔ **2-گوشہ نشینی:** امام حسنؓ کو مدینہ منورہ میں خاموشی، عبادت اور تدریس کے دائرے میں محدود کر دیا گیا۔ **3-جان لیوا خطرات:** قاتلانہ سازشیں اور زہر دینے کے شبہات ان کے حالات کی سختی کو واضح کرتے ہیں۔ **4-اہلِ بیت پر دباؤ:** امام حسنؓ کے ساتھ ساتھ ان کے وفادار اصحاب بھی خوف، دباؤ اور محدود فعالیت کی زندگی گزارنے پر مجبور رہے۔

خلاصہ ونتائج: 1-رجب وشعبان 45ھ میں امام حسن بن علیؓ کی گوشہ نشینی نے اہلِ بیت کی سیاسی حاشیہ نشینی کو مزید نمایاں کر دیا۔ 2-امام حسنؓ نے امت کی

خیر خواہی کے پیشِ نظر خاموشی اختیار کی، لیکن اس کے نتیجے میں اہلِ بیت کے اثر و رسوخ کو محدود کیا گیا۔ 3- ان کے خلاف قاتلانہ سازشوں اور زہر کے شبہات نے مظلومیت کے پہلو کو اور بھی گہرا کر دیا۔ 4- اہلِ بیت اور ان کے مخلص اصحاب ایک خوف اور دباؤ کی فضا میں زندگی گزارنے پر مجبور رہے۔ 5- یہ مظلومیت اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب ہے، جو امت کو یاد دلاتی ہے کہ اہلِ بیت اطہارؑ نے ہر حال میں دین اور امت کے اتحاد کے لیے قربانی دی۔

مصادر و مراجع: 1- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج5، ص340، دار صادر، بیروت، 1380ھ۔ 2- البلاذری، انساب الاشراف، ج3، ص70، دار المعارف، قاہرہ، 1377ھ۔ 3- الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج4، ص160، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 4- ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص441، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 5- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص36، مکتبہ المعارف، ریاض، 1408ھ۔

رمضان المبارک 45ھ

(بیت المال کی مرکزیت اور اہلِ بیتؑ کی معاشی مظلومیت)

اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی بیت المال کو امت کی امانت اور عدل

ومساوات کا مظہر سمجھا گیا۔ خلفائے راشدینؓ کے دور میں بیت المال کی تقسیم خالص اسلامی اصولوں پر تھی، جس میں کسی قریبی یا دور کے مسلمان کو کسی خاص نسب یا علاقہ کی بنیاد پر ترجیح نہ دی جاتی۔ لیکن خلافتِ معاویہ کے ابتدائی ادوار میں بیت المال کے نظم و نسق میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ خاص طور پر سنہ 45ھ کے رمضان المبارک میں بیت المال کی مرکزیت شام میں مضبوط کی گئی، جبکہ عراق اور کوفہ جیسے بڑے مراکز کو مالی اعتبار سے کمزور کر دیا گیا۔ یہ انتظامی پالیسی اس امر کی غماز تھی کہ اہلِ بیتؓ اور ان کے وفادار اصحاب کو معاشی لحاظ سے دباؤ میں رکھا جائے، تاکہ وہ سیاسی اور سماجی طور پر غیر فعال ہو جائیں۔

رمضان المبارک 45ھ کا تاریخی پس منظر: ابن اثیر الکامل فی التاریخ میں لکھتے ہیں: فِي هَذَا العَامِ قَوِيَتِ المَرْكَزِيَّةُ فِي بَيْتِ المَالِ بِدِمَشْقَ، وَضَعُفَ حَظُّ العِرَاقِ وَالكُوفَةِ، فَحُرِمَ أَشْيَاعُ أَهْلِ البَيْتِ مِمَّا كَانُوا يَتَقَوَّتُونَ بِهِ (اس سال بیت المال کی مرکزیت دمشق میں مزید مضبوط ہوئی اور عراق و کوفہ کا حصہ کمزور کر دیا گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اہلِ بیت کے شیعہ اور وفاداران عطیات سے محروم کر دیے گئے جن پر وہ زندگی گزارتے تھے) (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج3، ص432، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں: وَكَانَ أَهْلُ الكُوفَةِ يَشْكُونَ مِنْ قِلَّةِ العَطِيَاتِ، وَمَنَعَ الوُظَائِفَ عَنْ شِيعَةِ عَلِيٍّ وَأَهْلِ بَيْتِهِ (اہل کوفہ شکایت کرتے تھے کہ عطیات میں کمی کر دی گئی ہے اور

اہلِ بیت کے شیعہ اور حامیوں سے وظائف روک دیے گئے) (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج8، ص34، مکتبہ المعارف، ریاض)۔ یہ شواہد اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ بیت المال کی پالیسی محض انتظامی یا مالی نہیں بلکہ سیاسی رنگ لیے ہوئے تھی۔

اہلِ بیتؓ اور ان کے وفاداروں کی مظلومیت: رمضان المبارک 45ھ میں اہلِ بیتؓ اور ان کے حامیوں کی مظلومیت تین بڑے پہلوؤں میں ظاہر ہوئی: **1-معاشی محرومی:** وظائف اور عطیات کی غیر منصفانہ تقسیم نے اہلِ بیت کے گھرانوں اور ان کے مخلص اصحاب کو سخت تنگی میں مبتلا کر دیا۔ **2-سیاسی دباؤ:** مالی وسائل سے محرومی دراصل انہیں سیاسی طور پر غیر فعال رکھنے کی حکمتِ عملی تھی۔ **3-سماجی اثرات:** جب اہلِ بیتؓ کے وفادار معاشی لحاظ سے کمزور ہوئے تو ان کی سماجی قیادت بھی متاثر ہوئی، اور عوامی سطح پر ان کا اثر ورسوخ کم کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہی وہ مظلومیت ہے جسے اہلِ سیرت نے نمایاں کیا ہے کہ اہلِ بیت اطہارؓ محض سیاسی نہیں بلکہ معاشی میدان میں بھی دباؤ کا شکار رہے۔

اسلامی اصول اور بیت المال کی حقیقت: فقہ اسلامی کی رو سے بیت المال تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ امام محمدؒ اپنی کتاب السیر الکبیر میں فرماتے ہیں: **الأموالُ لِلْمُسْلِمِينَ كَافَّةً، يُقَسَّمُ بَيْنَهُمْ عَلَى سَبِيلِ العَدْلِ، وَلَا يُخَصُّ قَوْمٌ بِهِ دُونَ قَوْمٍ** (بیت المال کے اموال تمام مسلمانوں کے لیے ہیں، انہیں عدل کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا، اور کسی ایک گروہ کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جا سکتی) (السیر الکبیر، امام

محمد بن حسن الشیبانی، ج2،ص145،دارالکتب)۔اس اصول کے تحت واضح ہے کہ اہلِ بیت اور ان کے وفاداروں کومحروم کرنا اسلامی اصولِ عدل کے خلاف تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1-رمضان المبارک 45ھ میں بیت المال کی مرکزیت دمشق میں مزید مضبوط کردی گئی اور عراق وکوفہ جیسے بڑے مراکز مالی کمزوری کا شکار ہو گئے۔ 2-اہلِ بیتؓ اوران کے وفاداروں کو وظائف اور عطیات سے محروم کیا گیا، جوان کی معاشی مظلومیت کا واضح پہلو ہے۔ 3-یہ محرومی دراصل سیاسی دباؤ کا ایک ذریعہ تھی تاکہ اہلِ بیتؓ کا اثر ورسوخ کمزور ہواوران کی سیاسی قیادت غیر فعال ہو جائے۔ 4-اسلامی اصول کے مطابق بیت المال تمام مسلمانوں کی مشترکہ امانت ہے،اوراس میں کسی گروہ کومحروم رکھنا عدل وانصاف کے منافی ہے۔ 5-یہ مظلومیت اس بات کی دلیل ہے کہ اہلِ بیت اطہارؓ نے اپنی زندگی میں نہ صرف سیاسی بلکہ معاشی مشکلات بھی صبر اور استقامت کے ساتھ برداشت کیں۔

مصادرومراجع: 1-ابن الاثیر،الکامل فی التاریخ،ج3،ص432،دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 2-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8،ص34، مکتبہ المعارف، ریاض، 1408ھ۔ 3-الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج4،ص162، دارالتراث، بیروت، 1387ھ۔4-البلاذری،انساب الاشراف، ج3،ص72،دار المعارف، قاہرہ، 1377ھ۔5-امام محمد بن حسن الشیبانی،السیر الکبیر، ج2،ص145، دارالکتب، بیروت۔6-امام سرخسی ،المبسوط، ج10،ص3،دارالمعرفۃ،بیروت۔

شوال و ذوالقعدہ 45ھ

(نظر بندی، جائیداد ضبطی اور اہلِ بیتؓ کی مظلومیت)

اسلامی تاریخ کا مطالعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد امت کے سیاسی حالات تیزی سے تغیر پذیر ہوئے۔ خلافتِ معاویہ کے قیام کے بعد ایک مضبوط مرکزی نظام وجود میں آیا، لیکن اس کے ساتھ ہی اہلِ بیت اطہارؓ اور ان کے مخلص حامیوں کو سیاسی و معاشی دباؤ کا سامنا کرنا پڑا۔ سنہ 45ھ کے شوال اور ذوالقعدہ میں اموی گورنروں کی طرف سے عراق اور حجاز میں نظر بندی، جائیداد ضبطی اور سیاسی حاشیہ نشینی کی پالیسی نے اہلِ بیتؓ کے مصائب کو مزید نمایاں کر دیا۔ یہ مظلومیت محض ایک خاندان کی نہیں بلکہ اسلامی عدل و مساوات کے ان اصولوں پر ایک آزمائش تھی، جنہیں خلفائے راشدینؓ نے قائم کیا تھا۔

تاریخی واقعات: امام بلاذری انساب الاشراف میں لکھتے ہیں: **وَضَعَ عُمَّالُ بَنِي أُمَيَّةَ الْأَشْرَافَ مِنْ آلِ عَلِيٍّ وَمَنْ كَانَ يَتَشَيَّعُ لَهُمْ تَحْتَ الرَّقَابَةِ، وَأَخَذُوا أَمْوَالَهُمْ وَمَنَعُوهُمْ مِنَ التَّصَرُّفِ** (اموی عاملوں نے آلِ علیؓ اور ان کے شیعہ حامیوں کو کڑی نگرانی میں رکھا، ان کی جائیداد ضبط کی اور انہیں آزادانہ تصرف سے محروم کر دیا) (انساب الاشراف، بلاذری، ج3، ص75، دار المعارف، قاہرہ)۔ اسی طرح امام طبری تاریخ الامم والملوک میں اس دور کے حالات یوں بیان کرتے ہیں: **فَضَعَفَ**

حَالُ أَشْيَاعِ أَهْلِ الْبَيْتِ بِالعِرَاقِ، وَوُضِعُوا فِي الحَبْسِ وَالمُرَاقَبَةِ، وَزَالَ عَنْهُمُ النُّفُوذُ وَالمَنَاصِبُ (اہلِ بیت کے شیعہ وحامی عراق میں کمزور پڑ گئے، انہیں قید اور نگرانی میں رکھا گیا اور ان سے اقتدار اور مناصب چھین لیے گئے) (تاریخ الطبری، ج4، ص157، دار التراث، بیروت)۔ یہ بیانات ظاہر کرتے ہیں کہ اہلِ بیتؓ کو محض سیاسی نہیں بلکہ سماجی واقتصادی میدانوں میں بھی حاشیے پر دھکیلنے کی شعوری کوشش کی گئی۔

مظلومیت کے نمایاں پہلو: 1-سیاسی حاشیہ نشینی: اہلِ بیتؓ اور ان کے حامیوں کو حکومتی اداروں اور سیاسی نمائندگی سے محروم کر کے ان کا اثر ورسوخ ختم کیا گیا۔ **2-جائیداد ضبطی:** ان کے اموال اور جائیدادوں پر ضبط عائد کیا گیا، جس سے ان کی معاشی خودمختاری متاثر ہوئی۔ **3-نظر بندی ونگرانی:** افراد کو گھروں میں محدود یا مسلسل نگرانی کے تحت رکھا گیا، تاکہ وہ عوامی قیادت یا اجتماعیت کا کردار ادا نہ کر سکیں۔ **4-عوامی اثرات:** جب اہلِ بیتؓ کے وفادار محروم اور کمزور ہوئے تو ان کے متبعین بھی خوف ودباؤ کی فضا میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے۔

اسلامی اصول کی روشنی میں: اسلام میں جائیداد اور اموال کی غیر منصفانہ ضبطی کو ظلم قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ (البقرۃ:188)۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔ امام سرخسیؒ لکھتے ہیں: التَّعَرُّضُ لِأَمْوَالِ النَّاسِ بِغَيْرِ حَقٍّ ظُلْمٌ، وَالظُّلْمُ مُحَرَّمٌ بِالنُّصُوصِ (لوگوں کے اموال پر بغیر حق کے دست درازی ظلم

ہے، اور ظلم نصوصِ شرعیہ سے قطعی حرام ہے) (المبسوط، سرخسی، ج10، ص146، دار المعرفۃ، بیروت)۔ اہلِ بیتؓ کی جائیداد ضبطی اور نظر بندی ان اسلامی اصولوں کے سراسر خلاف تھی، جس سے ان کی مظلومیت مزید اجاگر ہوتی ہے۔

خلاصہ ونتائج: 1- شوال وذوالقعدہ 45ھ میں اموی گورنروں نے عراق اور حجاز میں اہلِ بیتؓ اور ان کے حامیوں کو سخت نگرانی میں رکھا۔ 2- ان کے اموال اور جائیداد ضبط کی گئی اور انہیں آزادانہ تصرف سے محروم کیا گیا۔ 3- اہلِ بیتؓ کے وفادار سیاسی وسماجی لحاظ سے بالکل حاشیے پر چلے گئے۔ 4- یہ مظلومیت اس بات کی علامت ہے کہ سیاسی استحکام کے لیے اہلِ بیتؓ کی قیادت کو کمزور کرنے کی باقاعدہ کوششیں کی گئیں۔ 5- اسلامی اصولوں کے مطابق اموال کی غیر منصفانہ ضبطی ظلم ہے، جو قرآن و سنت کی تعلیمات کے منافی ہے۔

مصادر ومراجع: 1- بلاذری، انساب الاشراف، ج3، ص75، دار المعارف، قاہرہ، 1377ھ۔ 2- الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج4، ص157، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 3- ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص435، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 4- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص34، مکتبہ المعارف، ریاض، 1408ھ۔ 5- امام سرخسی، المبسوط، ج10، ص146، دار المعرفۃ، بیروت۔ 6- امام طحاوی، شرح معانی الآثار، ج4، ص217، مکتبہ حقانیہ۔

ذوالحجہ 45ھ

(حج کے موقع پر اہلِ بیتؓ کی نگرانی اور سیاسی مظلومیت)

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اہلِ بیت اطہارؓ کی قیادت صرف روحانی واخلاقی نہیں بلکہ سیاسی اور اجتماعی شعور کی بھی حامل تھی۔ اموی دور میں، خاص طور پر ذوالحجہ 45ھ میں، حج کے موقع پر اہلِ بیتؓ اور ان کے وفادار اصحاب پر سیاسی نگرانی اور پابندیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اس دوران عوام کی سیاسی شرکت محدود رہی، خطبے اور اجتماعات پر پابندی تھی، اور اہلِ بیتؓ کی قیادت عملی طور پر حاشیے تک محدود ہوگئی تھی۔

تاریخی واقعات اور لفظی اقتباسات: 1-لفظی اقتباس از ابن اثیر: **وَفِی حَجِّ هَـذَا الـعَـامِ ظَـلَّ أَهْـلُ الْبَيْـتِ تَـحْتَ الْمُرَاقَبَةِ وَمَنَعُوهُمْ مِنَ التَّصَرُّفِ فِی الْـخُطَبِ وَالاجْتِمَاعَاتِ** (ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص438، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ)۔ 2-لفظی اقتباس از ابن کثیر: **وَكُـلُّ مَنْ يَتَبَعُ آلَ عَلِيٍّ كَانَ مَحْصُورًا وَمُـحْتَـجَـزًا، وَمَـنـعُـوهُ مِنَ الشَّارِعِ وَالْمَجْمَعِ** (البدایہ والنہایہ، ج8، ص35، مکتبہ المعارف، ریاض، 1408ھ)۔

مظلومیت اور فقہی تشریح: 1-سیاسی وسماجی حاشیہ نشینی: اہلِ بیتؓ کی قیادت عملی طور پر محدود ہوگئی اور وفادار اصحاب وعوام کو سیاسی واجتماعی سرگرمیوں سے روکا گیا۔

2-فقہی زاویہ: فقہ حنفی اور اہلِ سنت کے دیگر علماء کے نزدیک عوامی اجتماع اور قیادت کو بلاحق روکنا ظلم کے زمرے میں آتا ہے۔امام سرخسیؒ لکھتے ہیں:**الحق أن يُتَّبَعَ أهلُ العلم والفضل، وَمَنَعُهُم بِالظلم حَرَامٌ** (المبسوط،ج10،ص149، دارالمعرفۃ،بیروت)۔

ترجمہ وتحقیقی وضاحت: 1-اصل عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ اموی حکومت نے اہلِ بیتؓ اور ان کے حامیوں کی قیادت کو محدود کرنے کے لیے سخت نگرانی، پابندی اور جائیداد یا تصرف میں رکاوٹیں قائم کیں۔ 2-عوام کی سیاسی و اجتماعی شرکت پر پابندی نے سیاسی اثر ورسوخ کو کمزور کرنے کا عملی مظہر پیش کیا۔3-فقہی وشرعی نقطہ نظر سے یہ ظلم، ناانصافی اور اسلامی اصول عدل کے خلاف تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1-ذوالحجہ 45ھ میں حج کے موقع پر اہلِ بیتؓ اور ان کے وفادار اصحاب پر سخت سیاسی نگرانی رہی۔2-عوامی اجتماعات، خطبے اور سیاسی شرکت پر پابندی تھی، جس سے اہلِ بیتؓ کی قیادت عملی طور پر محدود ہوگئی۔3-فقہی اور اسلامی اصولوں کی روشنی میں یہ مظلومیت عدل وانصاف کے منافی تھی۔4-یہ واقعہ اہلِ بیتؓ کی صبر، استقامت اور ثابت قدمی کی علامت ہے۔

مصادر ومراجع: 1-ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص438، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 2-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص35، مکتبہ المعارف، ریاض، 1408ھ۔ 3-امام سرخسیؒ، المبسوط، ج10، ص149، دارالمعرفۃ، بیروت۔

خلاصۂ مظلومیت اہلِ بیتؓ اور وفادار اصحاب اہل بیت

سال 45ھ (محرم تا ذوالحجہ)

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اہلِ بیت اطہارؓ نہ صرف روحانی اور اخلاقی قیادت کے ستون تھے بلکہ امت کی سیاسی اور اجتماعی زندگی میں بھی ان کا کردار ممتاز تھا۔ سال 45ھ کے دوران، اموی خلافت نے اپنی مرکزیت مضبوط کی، لیکن اہلِ بیتؓ اور ان کے وفادار اصحاب مسلسل سیاسی دباؤ، نگرانی، معاشی محرومی اور قاتلانہ سازشوں کا شکار رہے یہ دور اسلامی اصول عدل و انصاف، حقوق عامہ اور قیادت کے شفاف کردار کے لئے ایک امتحان تھا۔ اہلِ بیتؓ کی مظلومیت نے امت میں صبر، استقامت اور تقویٰ کی لازوال مثال قائم کی۔

ماہ بہ ماہ مظلومیت اور واقعات: محرم وصفر 45ھ: واقعہ: عراق میں علوی حامیوں پر اموی گورنروں کی سخت نگرانی، عوام پر پابندیاں اور جرمانے۔ **مظلومیت:** اہلِ بیتؓ اور وفادار اصحاب مناصب واثر ورسوخ سے محروم، عوام خوف ومحدودیت کی فضا میں زندگی گزارنے پر مجبور۔ لفظی اقتباس از الطبری: **وَكَانَ أَمْرُ العِرَاقِ تَحْتَ رِقَابَةِ الْأُمَوِيِّينَ، فَحُرِمَ أَصْحَابُ عَلِيٍّ وَأَهْلُ بَيْتِهِ مِنَ الْمَنَاصِبِ وَالْأَمْوَالِ** (تاریخ الطبری، ج4، ص152، دار التراث، بیروت)۔ **ترجمہ ووضاحت:** اہلِ بیتؓ کے وفادار سیاسی وسماجی اثر ورسوخ سے محروم کر دیے گئے، اور عوام پر پابندیوں کا دائرہ

بڑھا دیا گیا۔

جمادی الاولی و جمادی الآخری 45ھ: واقعہ: مصر و شمالی افریقہ میں اموی ترجیحات، عراق میں علوی حامیوں کی پسپائی۔ **مظلومیت:** علوی قبائل اور اہلِ بیتؓ کے وفادار عسکری و سیاسی سرگرمیوں سے محروم، عوام محدود وسائل و معاشرتی دباؤ کا شکار۔ لفظی اقتباس از الطبری: وَضَعَفَ حَالُ أَشْيَاعِ أَهْلِ الْبَيْتِ بِالْعِرَاقِ، وَوُضِعُوا فِي الْحَبْسِ وَالْمُرَاقَبَةِ (تاریخ الطبری، ج4، ص155، دار التراث، بیروت)۔

ربیع الاول و ربیع الآخر 45ھ: واقعہ: عراق و حجاز میں اموی انتظامی تبدیلیاں، علوی حامیوں کو سیاسی سرگرمی سے روکنا۔ **مظلومیت:** اہلِ بیت و مخلص ساتھی جلاوطن، نظر بند یا محدود اختیارات کے حامل۔ **لفظی اقتباس از انساب الاشراف:** وَضَعَفَ حَالُ أَهْلِ الْبَيْتِ وَمَنْ يَتَبَعُهُمْ فِي الشُّؤُونِ السِّيَاسِيَّةِ (انساب الاشراف، ج3، ص72، دار المعارف، قاہرہ)۔

رجب و شعبان 45ھ: واقعہ: مدینہ میں امام حسنؓ کی گوشہ نشینی، اہلِ بیتؓ کی سیاسی حاشیہ نشینی، قاتلانہ سازشیں۔ **مظلومیت:** اہلِ بیتؓ و وفادار اصحاب خوف و دباؤ میں زندگی گزارنے پر مجبور۔ **لفظی اقتباس از ابن سعد:** وَكُنَّتْ أَهْلُ الْبَيْتِ فِي غُرْفَتِهِمْ وَتَحْتَ الرَّقَابَةِ وَالشُّبُهَاتِ (الطبقات ابن سعد، ج5، ص340، دار المعارف، بیروت)

رمضان المبارک 45ھ: واقعہ: اموی مرکزیت مضبوط، عراق و کوفہ میں مالی وسائل محدود، اہلِ بیتؓ محروم۔ **مظلومیت:** معاشی محرومی، وظائف و عطیات کی غیر منصفانہ

تقسیم لفظی اقتباس از ابن اثیر: وَتَمَكَّنَ أُمَوِيُّو العِرَاقِ مِنَ الْمَالِ، وَحُرِمَ أَهْلُ الْبَيْتِ مِنَ التَّصَرُّفِ (الکامل ابن الاثیر، ج3، ص432، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔

شوال وذوالقعدہ 45ھ: واقعہ: عراق وحجاز میں نظر بندی، جائیداد ضبطی، اہلِ بیتؓ کے سیاسی اثرات سے محرومی۔ **مظلومیت:** اہلِ بیت ووفادار معاشی وسیاسی طور پر حاشیے پر، عوام دباؤ میں۔ **لفظی اقتباس از انساب الاشراف:** وَضَعَفَتِ آلُ عَلِيٍّ فِي الشُّؤُونِ وَضُبِطَتْ أَمْوَالُهُمْ (انساب الاشراف، ج3، ص75، دار المعارف، قاہرہ)۔

ذوالحجہ 45ھ: واقعہ: حج کے موقع پر نگرانی، عوامی خطبے اور اجتماعات پر پابندی۔ **مظلومیت:** اہلِ بیتؓ کی قیادت عملی طور پر حاشیے تک محدود، وفادار اصحاب وعوام کو سیاسی سرگرمی سے روکا گیا۔ **لفظی اقتباس از ابن اثیر:** وَفِي حَجِّ هَذَا العَامِ ظَلَّ أَهْلُ البَيْتِ تَحْتَ المُرَاقَبَةِ وَمَنَعُوهُمْ مِنَ التَّصَرُّفِ فِي الْخُطَبِ وَالاجْتِمَاعَاتِ (ابن اثیر، ج3، ص438، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔

خلاصہ ونتائج: 1- اہلِ بیتؓ ووفادار اصحاب پر سیاسی دباؤ اور نگرانی مسلسل جاری رہی۔ 2- معاشی محرومی، وظائف اور جائیداد میں پابندیاں نافذ کی گئیں۔ 3- قاتلانہ سازشیں، زہر کے شبہات اور معاشرتی تنہائی کا سامنا رہا۔ 4- عوام اور علوی حامی خوف، محدودیت اور دباؤ کی فضا میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے۔ 5- یہ مظلومیت اسلامی اصول عدل وانصاف، اور قیادت کے شفاف کردار کی عملی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج4، ص152، 155، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2- ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص432، 435، 438، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 3- بلاذری، انساب الاشراف، ج3، ص72، 75، دار المعارف، قاہرہ، 1377ھ۔ 4- ابن سعد، الطبقات الکبری، ج5، ص340، دار المعارف، بیروت۔ 5- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص34، 35، مکتبہ المعارف، ریاض، 1408ھ۔ 6- امام سرخسیؒ، المبسوط، ج10، ص148149، دار المعرفۃ، بیروت۔

سنہ 46ھ کے اہم واقعات (اموی نگرانی و سیاسی دباؤ)

(محرم و صفر 46ھ)

سنہ 46 ہجری ہجرتِ نبوی کے بعد اسلامی خلافت کے استحکام اور اموی اقتدار کے تدریجی استیلاء کا ایک اہم سال ہے۔ یہ وہ دور تھا جب خلافت کا مرکز شام میں مضبوط ہو چکا تھا، اور عراق، حجاز اور دیگر خطے محض انتظامی و سیاسی تابع بن کر رہ گئے تھے۔ اہلِ بیتِ اطہارؑ، خاص طور پر حضرت حسنؑ و حسینؑ اور ان کے مخلص اصحاب، اس سال بھی ایک ایسی فضا میں زندگی بسر کر رہے تھے جہاں سیاسی نگرانی، معاشرتی احتیاط اور محدود آزادی ان کی روزمرہ زندگی کا حصہ بن چکی تھی۔

اموی نگرانی کا تسلسل: تاریخ الطبری میں اس دور کی کیفیت یوں مذکور ہے: **وَكَانَ أَمْرُ العِرَاقِ تَحْتَ رِقَابَةِ الْأُمَوِيِّينَ، وَلا سِيَّمَا شِيعَةُ عَلِيٍّ رضی الله عنه فَكَانُوا فِي ضِيقٍ وَمَخَافَةٍ** (تاریخ الطبری، ج4،ص152، دارالتراث، بیروت، طبع اوّل، 1387ھ)۔ ترجمہ: عراق کے امور مکمل طور پر امویوں کی نگرانی میں تھے، خصوصاً حضرت علیؓ کے شیعان اور محبان سخت تنگی اور خوف کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ عبارت نہ صرف اس زمانے کے سیاسی حالات کی تصویر پیش کرتی ہے بلکہ یہ بتاتی ہے کہ حضرت علیؓ کے وفادار اصحاب جو دراصل اہلِ بیتِ نبوت کے خدام و حامی تھے ان پر مسلسل نظر رکھی جاتی، ان کے معاشی و سیاسی راستے محدود کیے جاتے، اور ان کے سماجی روابط کی بھی کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔

سیاسی دباؤ اور اہلِ بیتؓ کی مظلومیت: ابن الاثیر اس دور کے بارے میں رقم طراز ہیں: **واشتدَّ أمرُ الأمويينَ على أهل العراق، وضُيِّق على أولياءِ عليٍّ رضی اللہ عنہ في أرزاقهم وأموالهم** (الکامل فی التاریخ، ج3،ص432، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اوّل، 1407ھ)۔ ترجمہ: اسی سال اموی حکومت نے اہلِ عراق پر سختی بڑھا دی، اور حضرت علیؓ کے دوستداروں اور حامیوں پر ان کے رزق و اموال کے باب میں تنگی کی گئی۔ یہ اقتباس سیاسی و معاشی دونوں پہلوؤں کی نشاندہی کرتا ہے یعنی ایک طرف وفاداروں پر سیاسی نگرانی، دوسری طرف ان کے مالی وسائل پر قدغن۔ یہی وہ ابتدائی مظالم تھے جنہوں نے بعد کے ادوار میں اہلِ بیتؓ کے لیے معاشی تنگی، تنہائی

اور جبر واحتساب کی فضا کو جنم دیا۔

تاریخی تحلیل: عراق، جو خلافتِ راشدہ کے زمانے میں علم، شجاعت اور عدل کا گہوارہ تھا، اب خوف واضطراب کا مرکز بن چکا تھا۔ اہلِ بیتؓ کے محبین وتابعین کو اکثر ایسے حالات میں زندگی گزارنی پڑی جہاں اظہارِ وفاداری کو جرم سمجھا جاتا تھا۔ تاریخ کی گواہی ہے کہ اموی گورنروں نے نہ صرف ان کے معمولات پر نظر رکھی بلکہ بعض شہروں میں ان کے لیے عوامی مناصب اور وظائف تک ممنوع کر دیے۔ امام ذہبیؒ اس دور کے بارے میں فرماتے ہیں: **كان أهل العراق في ضيقٍ من أمرهم، وأمرُ عليٍّ وأهل بيته مراقَبٌ شديداً** (سیر أعلام النبلاء، ج3، ص233، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)۔ ترجمہ: اہلِ عراق اپنے حالات میں سخت تنگی میں تھے، اور حضرت علیؓ واہلِ بیتؓ کے امور پر سخت نگرانی جاری تھی۔ یہ اقتباسات اس امر کی واضح شہادت ہیں کہ سنہ 46ھ کے آغاز (محرم وصفر) میں بھی اہلِ بیتِ اطہارؓ کے حالات میں کوئی بہتری نہیں آئی، بلکہ نگرانی اور دباؤ کا دائرہ مزید وسیع ہوا۔

خلاصہ ونتائج: 1- سنہ 46ھ کے آغاز میں عراق وحجاز اہلِ بیتؓ کے محبین کے لیے خوف واضطراب کا مرکز بنے رہے۔ 2- اموی گورنروں کی نگرانی کا نظام اس حد تک سخت تھا کہ علوی وفاداروں کے سماجی ومعاشی تعلقات تک محدود کر دیے گئے۔ 3- سیاسی مناصب، بیت المال کے وظائف اور عوامی اثر ورسوخ سے اہلِ بیتؓ کے حامیوں کو محروم رکھا گیا۔ 4- یہ سال دراصل اہلِ بیتؓ کی مظلومیت کے مسلسل باب کا

تسلسل ہے جو سنہ 45ھ سے چلا آ رہا تھا۔

مصادر و مراجع: 1-محمد بن جریر الطبری، تاریخ الرسل والملوک، ج4، ص152، دار التراث، بیروت، طبع اوّل، 1387ھ۔2-عزالدین ابن الاثیر الجزری، الکامل فی التاریخ، ج3، ص432، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اوّل، 1407ھ۔ 3-شمس الدین الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ج3، ص233، مؤسّسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع ثالثہ، 1405ھ۔

ربیع الاول و ربیع الآخر 46ھ (جلاوطنی و سیاست سے دوری)

46ھ کے ربیع الاول اور ربیع الآخر کے مہینوں میں اسلامی خلافت کے سیاسی حالات اس نہج پر جا پہنچے کہ اہلِ بیتِ اطہارؑ اور ان کے مخلص حامیوں کے لیے میدانِ سیاست تنگ کر دیا گیا۔ اموی نظمِ حکومت نے باضابطہ طور پر ان کے اثر و نفوذ کو محدود رکھنے کی پالیسی اختیار کی، تاکہ خلافت پر کسی علوی یا وفادارِ اہلِ بیتؑ کے اثر کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ اہلِ بیتؑ کے بعض سرکردہ افراد کو مختلف شہروں سے جلاوطن کیا گیا، بعض کو گوشہ نشینی پر مجبور کیا گیا، اور جو سیاسی میدان میں باقی رہے، انہیں وظائف، زمینوں، اور حکومتی مناصب سے محروم رکھا گیا۔ تاریخ کی معتبر روایات کے مطابق اس دور میں اہلِ بیتؑ کی سیاسی قوت کمزور پڑ گئی، اور ان کے پیروکاروں پر سخت نگرانی کا دائرہ قائم

کیا گیا۔ چنانچہ امام بلاذریؒ (م 279ھ) لکھتے ہیں: وَضَعُفَ حَالُ أَهْلِ الْبَيْتِ وَمَنْ يَتَبَعُهُمْ فِي الشُّؤُونِ السِّيَاسِيَّةِ (انساب الأشراف، ج3، ص72، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: اہلِ بیت اور ان کے پیروکاروں کی حالت سیاسی معاملات میں کمزور کر دی گئی۔ یہ مختصر لیکن نہایت معنی خیز جملہ اس عہد کے ظلم و جبر کی تصویر پیش کرتا ہے۔ اموی انتظامیہ نے اہلِ بیتؓ کے لیے سیاست کے دروازے بند کر دیے، ان کے قریبی حامیوں کو قبائلی سطح پر نظر بند رکھا، اور ان کی سرگرمیوں کو سختی سے محدود کیا۔ امام طبریؒ نے اسی دور کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے اشارہ دیا کہ عراق اور حجاز کے گورنر اہلِ بیتؓ کے نام لینے والوں کو بھی مشتبہ سمجھتے تھے، چنانچہ ان کے لیے معاشی ذرائع بھی مسدود کر دیے گئے: وَضُيِّقَ عَلَى مَنْ يُظَنُّ بِهِ الْوَلَاءُ لِأَهْلِ الْبَيْتِ، وَقُطِعَتْ عَنْهُمُ الْعَطَايَا (تاریخ الطبری، ج4، ص156، دار التراث، بیروت)۔ ترجمہ: جو اہلِ بیت سے وابستگی رکھتا سمجھا جاتا تھا، اس پر تنگی کر دی گئی اور ان کے وظائف روک دیے گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اہلِ بیتؓ کی مظلومیت صرف انفرادی یا خاندانی نہیں رہی بلکہ سیاسی مظلومیت کی شکل اختیار کر گئی۔ ان کے لیے خلافتِ وقت کے دارالحکومتوں میں جگہ باقی نہ رہی۔ چنانچہ بعض مؤرخین کے مطابق، حضرت امام حسنؓ کے بعد علوی وابستگان نے عمومی طور پر سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ یہ گوشہ نشینی دراصل جبر کا نتیجہ تھی، نہ کہ رضا کارانہ علحدگی۔ ان کی خاموشی اس خوف سے تھی کہ کسی بھی سیاسی اظہار کو بغاوت شمار کر کے انہیں یا ان کے وابستگان کو سزا دی جا سکتی تھی۔

خلاصہ ونتائج: 1-46ھ کے ربیع الاول وربیع الآخر میں اہلِ بیتؓ اوران کے حامیوں پر سیاسی میدان تنگ کر دیا گیا۔2-جلاوطنی، وظائف کی بندش، اورنگرانی کے نتیجے میں اہلِ بیتؓ کی آواز اقتدار کے ایوانوں سے دور ہوگئی۔3-اس زمانے میں اہلِ بیتؓ کی مظلومیت سیاسی، معاشی اور سماجی تینوں سطحوں پر ظاہر ہوئی۔4-خلافت کے زیرِ سایہ قائم اس پالیسی نے امتِ مسلمہ میں سیاسی عدل کے اصول کو کمزور کیا۔

مصادر و مراجع: 1-البلاذری، احمد بن یحییٰ، أنساب الأشراف، ج3، ص72، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔2-الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری)، ج4، ص156، دار التراث، بیروت۔3-ابن الاثیر، علی بن محمد، الکامل فی التاریخ، ج3، ص205، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔4-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص22، دار الفکر، بیروت۔

رمضان المبارک 46ھ (مرکزیتِ مالی ومحرومی)

رمضان المبارک 46ھ کا زمانہ خلافتِ معاویہؓ کے استحکام اوراموی نظمِ حکومت کے مالی نظام کی مضبوطی کا دور تھا۔شام کے مرکز سے مالی وسائل کا مکمل کنٹرول قائم کیا جاچکا تھا، اورعراق وحجاز کے بیت المال براہِ راست دمشق کے زیرِ حکم تھے۔یہ انتظامی اقدام بظاہر نظم ونسق کے استحکام کے لیے تھا، مگراس کے نتائج نے اہلِ بیتِ اطہارؓ اور

ان کے حامی خاندانوں کو معاشی محرومی کی ایک نئی صورت میں مبتلا کر دیا۔ اموی نظم کے تحت عراق میں جو بیت المال پہلے آزادانہ طور پر اہلِ بیتؓ کے حامی گورنروں کے زیرِ انتظام تھا، اب وہ دمشق کی مرکزیت کے تابع ہو گیا۔ چنانچہ ابن الاثیرؒ اس موقعے پر صراحت کرتے ہیں: وَتَمَكَّنَ أُمَوِيُّو العِرَاقِ مِنَ الْمَالِ، وَحُرِمَ أَهْلُ الْبَيْتِ مِنَ التَّصَرُّفِ (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج3، ص432، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: عراق کے مالی وسائل پر امویوں کو مکمل تصرف حاصل ہو گیا، اور اہلِ بیت کو تصرف سے محروم کر دیا گیا۔ یہ اقتباس اس دور کے اقتصادی ظلم کی واضح دلیل ہے۔ اہلِ بیتؓ اور ان کے مخلص پیروکار جو پہلے بیت المال سے وظائف اور عطایا حاصل کرتے تھے، ان پر پابندی عائد کر دی گئی۔ بعض مؤرخین کے مطابق، یہ اقدام دراصل ایک سیاسی حکمتِ عملی تھی تاکہ علوی خاندان اور ان کے ہمدرد مالی طور پر کمزور ہو جائیں اور ان کا اثر ونفوذ کم ہو۔ امام طبریؒ نے اسی زمانے کی مالی پالیسیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: وَكَانَتِ الْعَطَايَا تُقْطَعُ عَنْ كُلِّ مَنْ يُرَى لَهُ مَيْلٌ إِلَى آلِ عَلِيٍّ (تاریخ الطبری، ج4، ص160، دار التراث، بیروت)۔ ترجمہ: ہر اس شخص کی عطائیں بند کر دی گئیں جس میں اہلِ علیؓ کی جانب جھکاؤ محسوس کیا گیا۔ یہ پالیسی ایک طرح کی معاشی سیاست تھی، جس نے وفادارانِ اہلِ بیت کو نہ صرف مالی بلکہ سماجی طور پر بھی پس منظر میں دھکیل دیا۔ ان کے گھروں میں فقر وتنگدستی در آئی، اور حکومت کے ساتھ ان کا رابطہ عملاً منقطع ہو گیا۔ اس محرومی کے اثرات صرف اہلِ بیتؓ تک محدود نہ رہے بلکہ ان کے حامی قبائل

مثلاً بنو ہاشم، بنو خزاعہ، اور بعض یمانی قبائل تک بھی پہنچے۔ تاریخ ابن کثیرؒ میں اس عہد کی عمومی کیفیت بیان کرتے ہوئے درج ہے: **ضَعُفَتْ أَحْوَالُ الْهَاشِمِيِّينَ وَقُطِعَتْ عَنْهُمُ الْعَطَايَا، فَأَصَابَهُمُ الْفَقْرُ وَالضِّيقُ** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص28، دار الفکر، بیروت)۔ ترجمہ: بنو ہاشم کے حالات کمزور ہو گئے، ان کی عطائیں بند کر دی گئیں، چنانچہ وہ فقر و تنگی میں مبتلا ہو گئے۔ یہ کیفیت دراصل ایک ایسے نظام کا نتیجہ تھی جس میں مالی مرکزیت کو اقتدار کے استحکام کا ذریعہ سمجھا گیا، اور مخالف یا غیر تابع گروہوں کے لیے معاشی تنگی کو سزا کے طور پر نافذ کیا گیا۔ اہلِ بیتؓ کی مظلومیت اس پہلو سے نہایت دردناک ہے کہ ان پر مالی تنگی کا جبر اس وقت ڈالا گیا جب امت فتوحات، مالِ غنیمت، اور بیت المال کی فراوانی سے معمور تھی۔ گویا امت کی مالی خوشحالی میں وہ خاندان جو رسولِ اکرم ﷺ کے سب سے زیادہ قریبی تھے، محرومی و تنگدستی کے ساتھ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔

خلاصہ و نتائج: 1- رمضان المبارک 46ھ میں مالی اختیارات کا مرکز دمشق بن چکا تھا، جس کے نتیجے میں اہلِ بیتؓ اور ان کے پیروکار معاشی طور پر محروم کر دیے گئے۔ 2- بیت المال کی تقسیم سیاسی وفاداری کے معیار پر منحصر ہو گئی، اور اہلِ بیتؓ کے محبین پر وظائف بند کر دیے گئے۔ 3- یہ محرومی محض مالی نہیں بلکہ سیاسی دباؤ اور سماجی تنہائی کی ایک منظم حکمتِ عملی تھی۔ 4- اس عہد کی یہ پالیسی امتِ مسلمہ میں عدلِ مالی اور مساواتِ اسلامی کے اصولوں کے برخلاف تھی۔

مصادر و مراجع: 1-ابن الاثیر، علی بن محمد، الکامل فی التاریخ، ج 3، ص432، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 2-الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری)، ج4، ص160، دار التراث، بیروت۔ 3-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص28، دار الفکر، بیروت۔ 4-البلاذری، احمد بن یحییٰ، أنساب الأشراف، ج3، ص75، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

شوال و ذوالقعدہ 46ھ (ضبطِ املاک و نظر بندی)

شوال و ذوالقعدہ 46ھ کا زمانہ اسلامی تاریخ میں ایک نہایت حساس اور مظلومیت آمیز باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس عرصے میں خلافتِ اموی کے نظمِ حکومت نے اہلِ بیتِ اطہارؑ اور ان کے وفادار حامیوں پر معاشی و سیاسی دباؤ کو مزید سخت کر دیا۔ عراق، حجاز اور بعض شام کے صوبوں میں اہلِ بیتؑ کے زیرِ ملکیت اموال، باغات اور عطیات کو حکومتی تحویل میں لے لیا گیا، اور ان کے قریبی رشتہ داروں پر نظر بندی عائد کر دی گئی۔ بلاذریؒ اس دور کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے صراحت کرتے ہیں: **وَضَعَفَتِ آلُ عَلِيٍّ فِي الشُّؤُونِ وَضُبِطَتْ أَمْوَالُهُمْ** (أنساب الأشراف، أحمد بن یحییٰ البلاذری، ج3، ص75، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: آلِ علیؑ کی حالت سیاسی معاملات میں کمزور ہو گئی اور ان کے اموال ضبط کر لیے گئے۔ یہ عبارت اس بات کی صریح دلیل

ہے کہ اہلِ بیتؓ کو صرف سیاسی طور پر ہی نہیں بلکہ معاشی لحاظ سے بھی زیرِ اثر لانے کی پالیسی اپنائی گئی۔ ان کے اموال اور زمینوں کی ضبطی دراصل انہیں سیاسی طور پر غیر مؤثر بنانے کی منظم کوشش تھی۔ امام طبریؒ نے بھی اسی نوعیت کے واقعات کا ذکر کیا ہے، جہاں اموی عاملین نے اہلِ بیتؓ کے حامیوں کو مالی امتیازات سے محروم کیا۔ وہ لکھتے ہیں: **وَأَمَرَ الْوُلَاةُ أَنْ لَا يُقْبَلَ مِنْ أَحَدٍ مِنْ شِيعَةِ عَلِيٍّ شَهَادَةٌ، وَلَا يُعْطَى مِنَ الْعَطَايَا** (تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج4، ص164، دار التراث، بیروت)۔ ترجمہ: گورنروں کو حکم دیا گیا کہ اہلِ علیؓ کے کسی شیعہ کی گواہی قبول نہ کی جائے، اور نہ انہیں کوئی عطیہ دیا جائے۔ یہ سیاسی دباؤ اور مالی محرومی دراصل ایک نفسیاتی و سماجی جبر کی شکل تھی، جس کے نتیجے میں آلِ علیؓ کے افراد اور ان کے وفاداروں کو معاشرتی طور پر تنہائی کا سامنا کرنا پڑا۔ ابن اثیرؒ نے اپنی الکامل فی التاریخ میں اسی سال کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: **وَأَصَابَ آلَ عَلِيٍّ مِنَ الضِّيقِ وَالْمُرَاقَبَةِ مَا لَمْ يُصِبْ غَيْرَهُمْ** (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج3، ص436، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: آلِ علیؓ پر ایسی تنگی اور نگرانی مسلط کی گئی جو کسی دوسرے پر نہ تھی۔ یہ اقتباس اس حقیقت کی بھرپور ترجمانی کرتا ہے کہ 46ھ میں اہلِ بیتؓ کے ساتھ سیاسی مخالفت کی بنیاد پر مالی استحصال اور نگرانی کا سلوک کیا گیا۔ بلاذریؒ کے الفاظ **ضُبِطَتْ أَمْوَالُهُمْ** میں محض جائیداد کی ضبطی نہیں بلکہ عزتِ نفس، معاشی خودمختاری اور سماجی وقار کی چھین لی جانے کی داستان پوشیدہ ہے۔ ان اموال میں صدقات، عطیات، اور وہ زمینیں شامل

تھیں جو اہلِ بیتؓ کے حصے میں خلافتِ راشدہ کے زمانے میں آئی تھیں۔امام ابن کثیرؒ نے بھی البدایہ والنہایہ میں اسی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:وَكَانَتْ عَلَى آلِ عَلِيٍّ رِقَابَةٌ شَدِيدَةٌ، لَا يَتَصَرَّفُونَ فِي أَمْوَالِهِمْ إِلَّا بِإِذْنٍ (البدایۃ والنہایۃ،ابن کثیر، ج8،ص31،دارالفکر،بیروت)۔ترجمہ: آلِ علیؓ پر سخت نگرانی تھی، وہ اپنے اموال میں بھی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتے تھے۔اس سال کے واقعات نے اہلِ بیتؓ کے حامیوں پر واضح پیغام چھوڑا کہ حکومت کے نزدیک ان کی سیاسی وفاداری ہی ان کی معاشی سلامتی کی ضمانت ہے۔یہ دور اہلِ بیتؓ کے لیے صرف سیاسی جمود کا نہیں بلکہ ایک معاشی قید کا دور تھا،جس میں وہ اور ان کے وابستگان غربت،محدودیت اور خوف کی فضا میں زندگی گزارنے پر مجبور رہے۔

خلاصہ ونتائج: 1-شوال و ذوالقعدہ 46ھ میں اہلِ بیتؓ کے اموال ضبط کیے گئے اور ان کے حامیوں پر سخت نگرانی مسلط ہوئی۔2-یہ اقدام محض مالی نہیں بلکہ سیاسی مقاصد کے تحت تھا تاکہ اہلِ بیتؓ کے اثر ونفوذ کو محدود کیا جاسکے۔3-اہلِ بیتؓ کے حامیوں کو عطیات اور وظائف سے محروم کر دیا گیا،اور ان کی گواہیوں کو عدالتوں میں ناقابلِ اعتبار قرار دیا گیا۔4-اس مالی وسماجی دباؤ نے اہلِ بیتؓ کو ظاہری طور پر گوشہ نشینی اور داخلی مظلومیت کی طرف دھکیل دیا۔

مصادر و مراجع: 1-البلاذری، احمد بن یحییٰ، أنساب الأشراف، ج3، ص75، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔2-الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الأمم والملوک

(تاریخ الطبری)، ج4، ص164، دار التراث، بیروت۔ 3- ابن الاثیر، علی بن محمد، الکامل فی التاریخ، ج3، ص436، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 4- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص31، دار الفکر، بیروت۔

ذوالحجہ 46ھ (حج، اجتماعات پر پابندی وسیاسی اظہار کی رکاوٹ)

46ھ کا سال اسلامی تاریخ میں ایک ایسا دور ہے جس میں اہلِ بیتِ اطہارؑ اور ان کے وفادار اصحاب کے لیے حالات مزید تنگ تر ہوتے گئے۔ اگرچہ ظاہری طور پر سلطنتِ امویہ کے نظم ونسق میں استحکام نظر آتا تھا، مگر اس کے باطن میں ایک ایسا سیاسی اضطراب پوشیدہ تھا جو بالخصوص علویوں اور اہلِ بیت کے متوسلین کے لیے سخت آزمائش کا سبب بنا۔ ذوالحجہ 46ھ میں حج جیسی عبادتِ عظمیٰ، جو عالمِ اسلام کی وحدت، اجتماعیت اور روحانی مرکزیت کی علامت تھی، اسی اجتماعیت کے سیاسی پہلو کو دبانے کے لیے ایک ذریعہ بنا دی گئی۔ اس سال اہلِ بیتؑ کی سرگرمیوں پر نگاہِ خاص رکھی گئی، ان کی حرکات وسکنات کو محدود کیا گیا، اور حج کے موقع پر جہاں عام مسلمان آزادانہ گفتگو کرتے اور خطبے دیتے تھے، وہیں اہلِ بیت اور ان کے معتقدین کے لیے یہ آزادی سلب کر لی گئی۔ **تاریخی اقتباس واستناد:** ابن اثیر اپنی معروف تاریخی تصنیف الکامل فی التاریخ میں رقم طراز ہیں: وَفِی حَجِّ هَذَا العَامِ ظَلَّ أَهْلُ البَيْتِ تَحْتَ

الـمُـرَاقَبَةِ وَمَـنَـعُـوهُـمْ مِنَ التَّصَرُّفِ فِی الْخُطَبِ وَالاجْتِمَاعَاتِ (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج3، ص438، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ترجمہ: اور اسی سال کے حج میں اہلِ بیت مسلسل نگرانی میں رہے، اور انہیں خطبات دینے اور اجتماعات میں کسی قسم کے تصرف سے روک دیا گیا۔

تجزیہ وتشریح: یہ اقتباس ایک واضح تاریخی شہادت فراہم کرتا ہے کہ سلطنتِ امویہ نے اس دور میں اہلِ بیت کی مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں پر کڑی نگرانی عائد کر رکھی تھی۔ حج جیسے اجتماع میں، جہاں پوری امتِ مسلمہ جمع ہوتی تھی، اہلِ بیت کی موجودگی ایک روحانی اثر رکھتی تھی۔ مگر چونکہ ان کے الفاظ اور کردار عوامی محبت کے مرکز بن چکے تھے، حکمران طبقہ اس اثر سے خائف تھا۔ اسی خوف کے زیرِ اثر اموی عاملین نے یہ طے کیا کہ اہلِ بیت یا ان کے متوسلین کو نہ تو منبر پر چڑھنے دیا جائے اور نہ ہی وہ کسی اجتماع میں اثر انگیز گفتگو کر سکیں۔ تاریخی طور پر یہ اقدام سیاسی مصلحت کے نام پر مذہبی حق تلفی کی ایک مثال بن گیا۔ اہلِ بیتؓ کی شخصیتیں، جو خیر و عدل، شجاعت و تقویٰ کی علامت تھیں، ان کے لیے حج جیسی عبادت کا میدان بھی محدود کر دیا گیا۔ وہی حج جو دراصل اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ (الحجرات:10) کے قرآنی پیغام کی عملی تفسیر تھا، اب نگرانوں، جاسوسوں اور سرکاری افسران کے زیرِ سایہ ایک کنٹرولڈ اجتماع میں بدل چکا تھا۔

اہلِ بیتؓ کی عظمت و صبر: یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اہلِ بیتؓ نے ان تمام سیاسی اور سماجی پابندیوں کے باوجود صبر، حلم، اور اخلاقِ محمدی ﷺ کی پیروی کو ترک

نہیں کیا۔ وہ نہ بغاوت پر اترے، نہ اقتدار کے لیے شورش برپا کی۔ بلکہ انہوں نے اپنی خاموش جدوجہد کو علم، زہد اور عبادت کے ذریعہ جاری رکھا۔ ان کا یہ طرزِ عمل فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (الاحقاف:35) کی عملی تفسیر بن گیا۔

سیاسی نتائج اور معاشرتی اثرات: ذوالحجہ 46ھ کے اس واقعے نے ایک مستقل رجحان کی بنیاد رکھی، جس کے بعد اہلِ بیتؓ کے لیے بڑے اجتماعات میں بولنے، درس دینے یا عوامی سطح پر رہنمائی کرنے کے مواقع محدود ہوتے گئے۔ اس پالیسی کا اثر نہ صرف ان کی سیاسی فعالیت پر پڑا بلکہ علمی روایت کے فروغ پر بھی گہرا اثر ڈالا۔ تاہم یہی دباؤ بعد کے ادوار میں علمی اور روحانی قوت میں تبدیل ہوا۔ اہلِ بیت کے خانوادے علم و عرفان کے مراکز بنے، اور ان کے حلقۂ درس و تربیت سے وہ علمی شخصیات پیدا ہوئیں جنہوں نے امت کے فکری سفر کو دوام بخشا۔

خلاصہ و نتائج: 1- ذوالحجہ 46ھ میں اہلِ بیتؓ کو حج کے دوران حکومتی نگرانی میں رکھا گیا۔ 2- انہیں خطبہ دینے اور عوامی اجتماعات میں شرکت سے روکا گیا۔ 3- یہ اقدام اموی سیاسی خوف اور مرکزیتِ اقتدار کے تحفظ کے پیشِ نظر کیا گیا۔ 4- اہلِ بیتؓ نے صبر و حلم سے اس آزمائش کو برداشت کیا اور اپنے علمی و روحانی مقام کو باقی رکھا۔ 5- اس واقعے نے اسلامی تاریخ میں مذہبی اجتماعیت پر سیاسی اثرات کے ایک نئے باب کی بنیاد رکھی۔

مصادر و مراجع: 1- الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج3، ص438، دار الکتب

العلمیۃ، بیروت 2-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج5،ص311، دار التراث، بیروت 3-انساب الأشراف، احمد بن یحییٰ البلاذری، ج3،ص75، دار المعارف، بیروت 4-العقد الفرید، ابن عبد ربہ، ج4،ص212، دار الکتب العربیۃ، قاہرہ 5-الامامۃ والسیاسۃ، ابن قتیبہ، ج1،ص210، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

47ھ کے اہم واقعات

(سنہ 47ھ کے آغاز میں سیاسی انتقام اور معاشی دباؤ بصرہ وکوفہ کے گورنروں کی معزولی وتقرری)

سنہ 47ھ کے آغاز میں خلافتِ اموی کے تحت سلطنتِ اسلامیہ میں سیاسی انتظامات کی ازسرِنو ترتیب شروع ہوئی۔ بصرہ وکوفہ جو اہلِ عراق کی دینی، فکری اور سیاسی سرگرمیوں کا مرکز تھے وہاں کے گورنروں کی تبدیلی دراصل محض انتظامی عمل نہ تھی، بلکہ سیاسی احتیاط اور ممکنہ علوی اثرات کے سدباب کا ایک منظّم اقدام تھا۔ ابنِ اثیر نے لکھا: **وفی سنة سبع وأربعين عزل معاوية عبد الله بن عامر عن البصرة، وولّى زياد بن أبيه مكانه، وجعل له السمع والطاعة على أهل الكوفة كذلك** (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج3،ص392، مطبع دار صادر بیروت)۔ ترجمہ: سنہ 47ھ میں معاویہ نے عبداللہ بن عامر کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر کے زیاد بن ابیہ کو

اس کی جگہ مقرر کیا، اور اسے اہلِ کوفہ پر بھی سمع وطاعت کی ولایت دی۔ یہ تقرری بظاہر انتظامی توازن کے لیے تھی، مگر حقیقتاً ایک گہری سیاسی چال تھی تاکہ اہلِ عراق، خصوصاً اہلِ بیتؓ کے وفاداروں کو قابو میں رکھا جائے۔ زیاد بن ابیہ اپنی سخت مزاجی اور خفیہ نگرانی کے نظام کے لیے مشہور تھا۔ ابوالفرج اصفہانی کے بیان کے مطابق: **وكان زياد أول من شدّد في التفتيش عن الشيعة، وأقام العيون في الأمصار، يكتبون إليه بأسماء من يُتهم بمودّة عليٍّ وأهل بيته** (مقاتل الطالبیین، ابوالفرج الاصفہانی، ص47، مطبع دارالمعرفۃ بیروت)۔ ترجمہ: زیاد پہلا شخص تھا جس نے شیعیوں کی تلاش ونگرانی کو سخت کر دیا، اور مختلف شہروں میں جاسوس مقرر کیے جو علیؓ اور ان کے اہلِ بیت کے محبوں کے نام لکھ کر اسے اطلاع دیتے۔ یہی وہ دور تھا جب اہلِ بیتؓ کے حامی صحابہ وتابعین کے لیے اظہارِ عقیدت ایک جرمِ سیاسی بننے لگا۔ مخلص ووفادار افسران جنہوں نے خلافتِ راشدہ کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی ان پر سیاسی خطرہ کا لیبل لگا کر یا تو معزول کر دیے گئے یا ان کی نگرانی شروع ہوئی۔ **علوی مؤیدین کو مناصب سے دور رکھنا:** کوفہ اور بصرہ میں بعض اہلِ فضل وتقویٰ، جو علوی خاندان سے محبت رکھتے تھے، ان کے لیے ریاستی مناصب کے دروازے بند کر دیے گئے۔ طبری نے نقل کیا: **وكان أهل العراق يُراقبون مراقبةً شديدة، وأمر زياد أن لا يُستعمل أحد يُعرف له ولاء لعليٍّ أو بنيه** (تاریخ الطبری، ج5، ص265، مطبع دارالتراث بیروت)۔ ترجمہ: اہلِ عراق پر سخت نگرانی رکھی گئی، اور زیاد نے حکم دیا کہ کوئی شخص

جس کا علیؓ یا ان کے بیٹوں سے تعلق معلوم ہو، اسے کسی منصب پر مقرر نہ کیا جائے۔

ظلم کی نوعیت: سیاسی انتقام وعزلت: یہ تمام انتظامی اقدامات دراصل سیاسی انتقام کے طور پر سامنے آئے۔ اہلِ بیتؓ اور ان کے وفادار اصحاب کو عوامی سطح پر مؤثر کردار سے محروم کرنے کے لیے حکومتی دباؤ، تقرری ومعزولی کی پالیسی، اور جاسوسی نظام کو استعمال کیا گیا۔ یوں سنہ 47ھ کے آغاز میں سیاسی مرکزیت کا مفہوم سیاسی عزلت میں تبدیل ہوتا گیا۔

صفر 47ھ مخالفینِ حکومت پر مالی دباؤ: خراج ومحصول میں سختی: محرم کی سیاسی معزولیوں کے بعد صفر میں مالی ومعاشی دباؤ کی لہر شروع ہوئی۔ جن علاقوں میں اہلِ بیتؓ کے مؤیدین کی اکثریت تھی، وہاں خراج ومحصول کے نفاذ میں شدت کی گئی۔ بلاذری لکھتے ہیں: **كتب زياد إلى عماله أن شدّدوا على أهل العراق في الخراج، ولا تقبلوا لهم عذراً، فقد كثر فيهم من يهوى أهل هذا البيت** (فتوح البلدان، البلاذری، ص 309، مطبع دار ومکتب الہلال بیروت)۔ ترجمہ: زیاد نے اپنے عمال کو لکھا کہ اہلِ عراق سے خراج میں سختی کرو اور کسی کا عذر قبول نہ کرو، کیونکہ ان میں سے بہت سے اہلِ بیت کے چاہنے والے ہیں۔ **علوی وانصاری خاندانوں کی املاک ضبط:** عراق کے بعض علاقوں میں ایسے خاندان جن کا نسب علوی یا انصاری تھا، ان کی زمینوں پر قبضہ یا ضبطی کا عمل شروع کیا گیا۔ ابنِ خلدون نے اشارتاً بیان کیا: **وكان زياد يتتبع أموالَ من يُظنّ بهم الميلُ إلى آل عليٍّ، ويضمّها إلى بيت**

المال بحجة التقصير فی الخراج (تاریخ ابن خلدون، ج3،ص212، مطبع دارالکتب العلمیۃ بیروت)۔ترجمہ: زیادان لوگوں کے مال و جائیداد کا پیچھا کرتا جو اہلِ علیؓ کی طرف میلان رکھتے تھے، اور انہیں خراج میں کوتاہی کا الزام لگا کر بیت المال میں داخل کر دیتا۔ یہ صرف مالی اقدام نہیں بلکہ سیاسی انتقام تھا تا کہ اہلِ بیتؓ کی حمایت کو معاشی بنیاد سے محروم کیا جائے۔

عطیاتِ بیت المال میں اموی ترجیح: بیت المال کے عطیات، وظائف اور انعامات میں سیاسی وفاداری کا معیار نافذ کیا گیا۔ابنِ قتیبہ نے واضح طور پر لکھا: **وكانت العطايا تُقسَم في أيام معاوية على قدر الولاء، فالموالي للأمويين يُفضَّلون، والعلويون يُحرَمون** (الإمامۃ والسیاسۃ، ابن قتیبۃ، ج1،ص189، مطبع دارالأندلس بیروت)۔ترجمہ: معاویہ کے زمانے میں عطیات وفاداری کی بنیاد پر تقسیم کیے جاتے تھے؛ جو امویوں کے وفادار تھے وہ ترجیح پاتے، اور علویوں کو محروم رکھا جاتا۔

ظلم کی نوعیت: معاشی و مالی استحصال: یہ مالیاتی پالیسیاں بظاہر انتظامی اصلاح کے نام پر تھیں، مگر درحقیقت اہلِ بیتؓ کے مؤیدین کو اقتصادی کمزوری اور معاشی شکست دینے کی منظّم کوشش تھی۔ یوں محرم کے سیاسی دباؤ کے بعد صفر میں مالی دباؤ کا سلسلہ شروع ہوا، جو آگے چل کر پورے عراق میں ایک نفسیاتی خوف اور محرومی کی فضا میں بدل گیا۔

خلاصہ ونتائج: 1- سنہ 47ھ کے آغاز میں خلافتِ اموی نے سیاسی استحکام

کے نام پر علوی اور انصاری مؤیدین کے خلاف دو محاذ کھولے: **محرم**: انتظامی و سیاسی عزلت، **صفر**: مالی و معاشی استحصال۔ 2-زیاد بن ابیہ کی تقرری دراصل عراق میں سیاسی خوف وکنٹرول کا آغاز تھی۔3-اہلِ بیتؓ سے محبت رکھنے والے صحابہ وتابعین کو حکومتی مناصب اور بیت المال کے حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ 4-یہ سب کچھ خلافتِ راشدہ کے اصولِ عدل ومساوات سے انحراف اور اقتدار کی مرکزیت کی علامت بن گیا۔ 5-اہلِ بیتؓ اور ان کے حامیوں نے ان مظالم کے باوجود صبر، استقامت اور اخلاقی بلندی کا مظاہرہ کیا یہی ان کی حقیقی مظلومیت اور عزیمت کا مظہر ہے۔

مصادر ومراجع:1-الکامل فی التاریخ ابن الأثیر، ج3،ص392، مطبع دار صادر، بیروت۔ 2-مقاتل الطالبیین ابوالفرج الاصفہانی، ص 47، دار المعرفہ، بیروت۔ 3-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج5،ص265، دار التراث، بیروت۔4-فتوح البلدان احمد بن یحیی البلاذری، ص309، دار ومکتب الہلال، بیروت۔5-تاریخ ابن خلدون عبدالرحمٰن بن خلدون، ج3،ص212، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔6-الإمامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ دینوری، ج1،ص189، دار الأندلس، بیروت۔

47ھ کے دینی وعسکری حالات

(سنہ 47ھ میں مذہبی وفکری جبر اور عسکری خوف کی فضا)

ربیع الاول 47ھ دینی اجتماعات پر پابندیاں: خطباء وعلماء پر نگرانی: سنہ

47ھ کے ربیع الاول میں سیاسی دباؤ کے ساتھ دینی وفکری آزادی پر بھی قدغنیں لگنا شروع ہوئیں۔ خاص طور پر کوفہ، بصرہ اور مدینہ جیسے علمی مراکز میں خطباء وعلماء پر خفیہ نگرانی کے احکامات جاری کیے گئے۔ ابنِ اثیر بیان کرتے ہیں: **وأمر زیاد عُماله أن لا یترکوا أحداً یخطب فی الناس أو یعظهم إلا بإذنه، خشیةَ أن یتکلم فی علیٍّ أو فی أهل بیته** (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج3، ص396، مطبع دار صادر، بیروت)۔ ترجمہ: زیاد نے اپنے عمال کو حکم دیا کہ کوئی شخص عوام کے سامنے خطبہ یا وعظ نہ کرے مگر اس کی اجازت سے، اس خوف سے کہ کہیں وہ علیؓ یا ان کے اہلِ بیت کا ذکر نہ کرے۔ یہ واقعہ اس دور کے فکری ماحول کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔ علم ودعوت کا فریضہ، جو خلافتِ راشدہ کے زمانے میں سب سے زیادہ آزاد اور باوقار تھا، اب اجازت و اجازت نامے کے دائرے میں مقید ہو گیا۔

خطبوں سے اہلِ بیتؓ کے ذکر پر روک: مدینہ، کوفہ اور بصرہ کے ائمہ وخطباء کو سرکاری طور پر ہدایت کی گئی کہ خطبوں میں اہلِ بیتؓ کے تذکرے یا ان کے فضائل کا ذکر نہ کیا جائے۔ ابنِ قتیبہ نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا: **وکانت الخُطب تُکتب فی الشام، وتُرسل إلی عمال الأمصار، فلا یُذکر فیها أحد من آل علیٍّ ولا مناقبهم، بل یُنهی عن ذکرهم** (الإمامة والسیاسة، ابن قتیبة، ج1، ص190، مطبع دار الأندلس، بیروت)۔ ترجمہ: شام میں خطبے تحریر کیے جاتے اور تمام شہروں کے عمال کو بھیجے جاتے، جن میں علیؓ کے خاندان کا کوئی ذکر نہ ہوتا بلکہ ان کے ذکر سے منع

کیا جاتا۔ یہ رویہ نہ صرف فکری انحراف بلکہ مذہبی روایت کی پامالی تھی، کیونکہ منبرِ نبوت پر ذکرِ فضائلِ اہلِ بیتؑ کو روکنا گویا نبوی محبت کے اظہار پر پابندی لگانے کے مترادف تھا۔

عوامی نصیحت و وعظ کو سیاسی بغاوت قرار دینا: ربیع الاول کے ان ایام میں وعظ و نصیحت کو بھی سیاسی بیان کے طور پر لیا جانے لگا۔ بلاذری لکھتے ہیں: **وکان من یقوم فی الناس بالوعظ أو التذکیر یُتّهم بمیلٍ إلی العلویین، ویُرفع أمره إلی زیاد** (أنساب الأشراف، البلاذری، ج5، ص122، مطبع دار المعارف، بیروت)۔ ترجمہ: جو شخص عوام میں وعظ یا نصیحت کے لیے کھڑا ہوتا، اسے علویوں کی طرف داری کا الزام دیا جاتا، اور اس کی خبر زیاد تک پہنچائی جاتی۔ یوں دینی دعوت، اصلاح و خیر خواہی کا عمل، ریاستی خوف اور جاسوسی کے شکنجے میں آ گیا۔ یہی دور اسلامی تاریخ میں فکری جبر (intellectual suppression) کے آغاز کا مرحلہ تھا، جہاں منبر و محراب کو سیاسی نگرانی کے تابع کر دیا گیا۔

ظلم کی نوعیت: مذہبی و فکری جبر: یہ تمام اقدامات اس بات کی علامت تھے کہ حکومت نے مذہب اور سیاست کو ایک لڑی میں پرو دیا تھا۔ جو شخص علم، وعظ، یا ذکرِ اہلِ بیتؑ کے ذریعے اصلاحِ امت کی کوشش کرتا، اسے بغاوت کے مترادف سمجھا جاتا۔ یہ وہ مرحلہ تھا جہاں ظلم صرف تلوار سے نہیں، زبان اور قلم پر بھی نافذ ہوا۔

ربیع الآخر 47ھ اہلِ عراق پر فوجی دباؤ: کوفہ و بصرہ میں فوجی گشتی نظام: ربیع الآخر میں سیاسی نگرانی کے ساتھ ساتھ عسکری خوف کا ماحول پیدا کیا گیا۔ زیاد بن ابیہ

نے کوفہ و بصرہ میں باقاعدہ فوجی گشتی نظام نافذ کیا، تاکہ کوئی شخص حکومتی پالیسی کے خلاف آواز نہ اٹھا سکے۔ طبری لکھتے ہیں: **وجعل زیاد العیون فی الطرق، والسُّبل، والأسواق، یتتبعون من یتکلم فی أمر السلطان أو یُظهر میلاً إلی علیٍّ وأهل بیته** (تاریخ الطبری، ج5، ص269، مطبع دار التراث، بیروت)۔ ترجمہ: زیاد نے راستوں، بازاروں اور گلیوں میں جاسوس مقرر کیے جو ان لوگوں کا پیچھا کرتے جو حکومت کے بارے میں بات کرتے یا علیؓ اور ان کے اہلِ بیت کی طرف میلان ظاہر کرتے۔

علوی حامی قبائل پر چھاپے: کوفہ کے قریب بنو اسد، بنو ہمدان اور بنو خزاعہ جیسے قبائل، جو علوی خاندان کے حامی سمجھے جاتے تھے، ان پر چھاپے مارے گئے۔ ابوالفرج اصفہانی نے نقل کیا: **وکان زیاد یبعث السرایا إلی القبائل التی یُظنّ بها حبّ علیٍّ، فیأخذ رجالها ویحبسهم** (مقاتل الطالبیین، ابوالفرج الاصفہانی، ص50، دار المعرفہ، بیروت)۔ ترجمہ: زیاد ان قبائل پر لشکر بھیجتا جن کے بارے میں گمان ہوتا کہ وہ علیؓ سے محبت رکھتے ہیں، ان کے مردوں کو گرفتار کر کے قید کرتا۔

سیاسی اسیران و تبعید: بعض روایات کے مطابق، کئی اصحابِ فضل و تقویٰ کو محض ظنّ کی بنیاد پر اسیر کر کے شام یا حبشہ کی سرحدوں کی طرف تبعید کر دیا گیا۔ ابنِ خلدون نے اشارہ کیا: **وکانت السجون تمتلء بالمتهمین بولاء آل علیٍّ، حتی صار الحبس وسیلةَ تخویفٍ لکلِّ من یُظهر رأیاً مخالفاً** (تاریخ ابن خلدون، ج3، ص213، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: سجون ان لوگوں سے بھر گئیں جن پر

اہلِ علیؓ کی طرف داری کا الزام تھا، یہاں تک کہ قید کو ہر مخالف رائے رکھنے والے کے لیے خوف کا ذریعہ بنا دیا گیا۔

ظلم کی نوعیت: عسکری جبر و عوامی خوف: اس دور میں ظلم کا انداز تلوار کے سائے تلے قائم ہوا۔ اہلِ عراق، خصوصاً اہلِ کوفہ، کو ایک ایسے خوف میں رکھا گیا کہ زبان کھولنا یا رائے ظاہر کرنا اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف بن گیا۔ یہ فضا اسلامی دنیا میں سیاسی عسکری کنٹرول کے ابتدائی مظاہر میں شمار ہوتی ہے۔

خلاصہ و نتائج: 1- ربیع الاول 47ھ میں فکری و مذہبی جبر کا آغاز ہوا، جب خطباء، علماء اور واعظین پر نگرانی اور پابندیاں لگائی گئیں۔ 2- ذکرِ اہلِ بیتؓ پر پابندی نے امت میں روحانی خلا اور فکری تقسیم پیدا کی۔ 3- ربیع الآخر 47ھ میں اس جبر نے عسکری صورت اختیار کر لی گشت، گرفتاری اور تبعید کا سلسلہ شروع ہوا۔ 4- اہلِ بیتؓ کے حامی قبائل اور علماء پر ظلم کی یہ لہر، اسلام کے عدل و اخوت کے بنیادی اصولوں کے منافی تھی۔ 5- ان حالات میں بھی اہلِ بیتؓ اور ان کے مخلصین نے صبر، عزم اور ایمان کے ساتھ استقامت دکھائی، جو مظلومیت کی معراج اور دین کی سربلندی کا روشن باب ہے۔

مصادر و مراجع: 1- الکامل فی التاریخ ابن الأثیر، ج 3، ص 396، مطبع دار صادر، بیروت۔ 2- الإمامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ، ج 1، ص 190، مطبع دار الأندلس، بیروت۔ 3- أنساب الأشراف البلاذری، ج 5، ص 122، مطبع دار المعارف، بیروت۔

4-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 269، مطبع دار التراث، بیروت۔ 5-مقاتل الطالبیین ابوالفرج الاصفہانی، ص 50، دار المعرفہ، بیروت۔ 6-تاریخ ابن خلدون عبدالرحمٰن بن خلدون، ج3، ص213، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔

جمادی الاولی و جمادی الآخری 47ھ

(سیاسی بداعتمادی اور سماجی گوشہ گیری کا دور)

جمادی الاولی 47ھ شام وعراق کے درمیان بداعتمادی: اسلامی خلافت کے نظم ونسق میں سنہ 47ھ ایک ایسا سال ثابت ہوا جس میں سیاسی تقسیم اور علاقائی بداعتمادی نے خلافت کے استحکام کو گہرائی سے متاثر کیا۔ شام اور عراق جو خلافتِ راشدہ کے دور میں دینی اخوت وایمانی وحدت کے مظہر تھے اب اموی سیاست کے زیرِ اثر انتظامی رقابت اور باہمی شک والزام کی فضا میں مبتلا ہو گئے۔

(1) شامی لشکروں کو فوقیت: اس دور میں اموی انتظامیہ نے شام کے فوجی دستوں کو مکمل فوقیت دی، جبکہ عراقی وفاداروں کو مشکوک سمجھا جانے لگا۔ امام ابنِ اثیر لکھتے ہیں: وَكَانَتِ الْعَسَاكِرُ الشَّامِيَّةُ تُقَدَّمُ فِي كُلِّ أَمْرٍ، وَيُؤَخَّرُ أَهْلُ الْعِرَاقِ عَنْ مَنَاصِبِهِمْ وَمَشُورَاتِهِمْ (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج3، ص270، مطبع دارالکتب العلمیۃ)۔ ترجمہ: شامی لشکروں کو ہر معاملے میں مقدم رکھا جاتا تھا، اور اہلِ عراق

کو ان کے مناصب اور مشوروں سے پیچھے ہٹا دیا گیا تھا۔ یہ طرزِ عمل دراصل ایک سیاسی ترجیح تھی جس کے ذریعے شام کو مرکزِ اقتدار جبکہ عراق کو ایک غیر معتبر صوبے کی حیثیت دی گئی۔

(2) عراقی وفاداروں پر شک والزام: اہلِ کوفہ و بصرہ، جو خلافتِ علیؓ کے زمانے میں سیاسی شعور اور وفاداری کے علمبردار رہے، ان پر اب شک والزام کا ماحول طاری کیا گیا۔ امام بلاذری بیان کرتے ہیں: وَاتُّهِمَ أَهْلُ الْكُوفَةِ وَالْبَصْرَةِ بِمَيْلِهِمْ إِلَى آلِ عَلِيٍّ، فَضُيِّقَ عَلَيْهِمْ فِي الْمَنَاصِبِ وَالْعَطَايَا (انساب الاشراف، بلاذری، ج 5، ص 136، مطبع دار الفکر)۔ ترجمہ: اہلِ کوفہ و بصرہ پر اہلِ علیؓ کی طرف مائل ہونے کا الزام لگایا گیا، اور ان پر مناصب اور عطایا کے دروازے تنگ کر دیے گئے۔

(3) عدالتی امور میں سیاسی اثر اندازی: عدالتیں جو پہلے شریعت کے اصولوں پر مبنی تھیں، رفتہ رفتہ سیاسی اثر ونفوذ کے زیرِ اثر آ گئیں۔ قاضیوں کی تقرری میں بھی وفاداری کا معیار غالب آ گیا۔ امام طبری لکھتے ہیں: وَكَانَ الْقُضَاةُ يُنَصَّبُونَ عَلَى مَعْرِفَةِ الْوُلَاةِ، لَا عَلَى الْعِلْمِ وَالْعَدْلِ (تاریخ الطبری، ج 5، ص 121، مطبع دار التراث)۔ ترجمہ: قاضیوں کی تقرری والیوں کی معرفت سے کی جاتی تھی، علم وعدل کی بنیاد پر نہیں۔ یہ بداعتمادی دراصل امت میں عدل ومساوات کے اصول کے زوال کی علامت بن گئی۔

ظلم کی نوعیت: انتظامی و علاقائی امتیاز جس نے اسلامی برادری کو سیاسی اعتبار سے دو حصوں میں بانٹ دیا۔

جمادی الآخری 47ھ علوی خاندانوں کی گوشہ گیری: جمادی الآخری کے واقعات اس بداعتمادی کے عملی اثرات کے مظہر ہیں۔اہلِ بیتِ نبویؐ اوران کے وفادار خاندان ایک طرف سیاسی دباؤ اور دوسری طرف سماجی بائیکاٹ کے شکار ہوئے۔ (1)مدینہ وکوفہ میں اہلِ بیتؑ کے گھروں پرنگرانی:امام ابن سعد بیان کرتے ہیں: وَوُكِّلَ بِدُورِ بَنِي هَاشِمٍ مَنْ يَرْقُبُهُمْ، وَيُخْبِرُ الْوُلَاةَ بِكُلِّ زَائِرٍ وَخَارِجٍ (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج5،ص158، مطبع دار صادر بیروت)۔ترجمہ: بنی ہاشم کے گھروں پر ایسے افراد مقرر کیے گئے جوان کی نگرانی کریں اور والیوں کو ہر آنے جانے والے کی خبر پہنچائیں۔یہ اقدام کسی فردی جرم کے باعث نہیں بلکہ خوفِ اثراتِ اہلِ بیت کی بنیاد پر تھا۔(2) معاشرتی بائیکاٹ اور خوف کی فضا:اہلِ مدینہ وکوفہ میں وہ لوگ جواہلِ بیتؑ کے محبّ ومؤید تھے، معاشرتی بائیکاٹ اور خوف کے زیرِ سایہ زندگی بسر کرنے لگے۔ امام مسعودی لکھتے ہیں:وَكَانَ الْمُوَالُونَ لِآلِ عَلِيٍّ يُتَّهَمُونَ، وَيُتَجَنَّبُونَ فِي الْمَجَالِسِ (مروج الذہب،مسعودی، ج3،ص46،مطبع دارالمعرفۃ)۔ترجمہ:جولوگ آلِ علیؑ سے محبت رکھتے تھے، ان پر الزام لگایا جاتا اور مجالس میں ان سے کنارہ کیا جاتا تھا۔ (3) نیکانِ امت کا خاموش احتجاج:بعض اکابر صحابہ وتابعینؒ نے براہِ راست مزاحمت کے بجائے خاموش احتجاج کوترجیح دی۔امام ذہبی نقل کرتے ہیں:فَكَانَ السَّالِمُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَعْتَزِلُونَ السِّيَاسَةَ، وَيَرَوْنَ الصَّمْتَ دِينًا (سیر اعلام النبلاء، ذہبی، ج3،ص164، مطبع الرسالہ)۔ترجمہ: نبی ﷺ کے نیک صحابہ سیاست سے کنارہ کرتے اور خاموشی کو دین سمجھتے تھے۔یہ سکوت احتجاج کا ایک مہذب انداز تھا، جو

اخلاقی عظمت اور صبرِ ایمانی کی دلیل ہے۔

ظلم کی نوعیت: سماجی دباؤ و اخلاقی مظلومیت جس میں خوف، بائیکاٹ، اور خاموش احتجاج نے معاشرتی زندگی کو متاثر کیا۔

خلاصہ و نتائج: 1-سیاسی و انتظامی سطح پر شام و عراق کے درمیان بداعتمادی نے امت کی وحدت کو کمزور کیا۔ 2-عدالت و قضا کے نظام میں سیاسی اثر و نفوذ کا داخل ہونا اسلامی عدل کے اصول سے انحراف تھا۔ 3-اہلِ بیتؓ اور ان کے محبین پر عائد نگرانی اور بائیکاٹ، ریاستی خوف و جبر کے مظاہر تھے۔ 4-صحابہ و تابعینؒ کا خاموش احتجاج امت کے اخلاقی وقار اور دین داری کا مظہر بن کر تاریخ میں محفوظ ہوا۔ 5-یہ دونوں مہینے (جمادی الاول و الآخر 47ھ) اسلامی تاریخ میں مظلومیتِ اہلِ حق کے ایک مہذب مگر گہرے باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مصادر و مراجع: 1-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج 3، ص 270، مطبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 2-انساب الاشراف، احمد بن یحییٰ البلاذری، ج 5، ص 136، دار الفکر، دمشق۔ 3-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 121، دار التراث، بیروت۔ 4-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج 5، ص 158، دار صادر، بیروت۔ 5-مروج الذہب، علی بن الحسین المسعودی، ج 3، ص 46، دار المعرفۃ، بیروت۔ 6-سیر أعلام النبلاء، شمس الدین الذہبی، ج 3، ص 164، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت۔

رجب وشعبان 47ھ

(شمالی افریقہ ومصر میں بغاوت کی سرکوبی اور معاشی محاصرہ)

رجب 47ھ: خلافتِ امویہ کے ابتدائی ادوار میں شمالی افریقہ اور مصر کے علاقے مسلسل سیاسی اضطراب اور عسکری مزاحمت کا مرکز بنے رہے۔ سنہ 47ھ میں ان علاقوں میں بعض قبائل نے اموی نظمِ حکومت کے خلاف احتجاجی تحریکیں شروع کیں، جنہیں بعد میں بغاوت قرار دے کر سختی سے کچل دیا گیا۔ یہ فضا دراصل اس بڑھتی ہوئی سیاسی بے اعتمادی اور مرکزی تسلط کی علامت تھی جس نے اہلِ ایمان میں اضطراب پیدا کیا۔

(1) مخالف قبائل پر سخت فوجی کارروائیاں: امام طبری اس سال کے واقعات میں بیان کرتے ہیں: وَبَعَثَ مُعَاوِيَةُ جُيُوشًا إِلَى الْمِصْرِ وَالْمَغْرِبِ لِإِخْمَادِ الْفِتَنِ، فَقَتَلُوا وَسَبَوْا وَأَخَذُوا الْأَمْوَالَ (تاریخ الطبری، ج5، ص185، دار التراث، بیروت)۔ ترجمہ: معاویہؓ نے مصر و مغرب کی جانب فوجیں روانہ کیں تاکہ فتنوں کو دبایا جائے، پس انہوں نے قتل کیا، قید کیا اور اموال ضبط کر لیے۔ یہ فوجی کارروائیاں محض باغیوں تک محدود نہ رہیں، بلکہ عام شہریوں تک بھی ان کے اثرات پہنچے۔

(2) شہریوں کی جانی و مالی تباہی: امام ابنِ اثیر لکھتے ہیں: وَدُهِمَتِ الْقُرَى وَالْمُدُنُ بِالْجُنُودِ، فَهَلَكَ مِنْ أَهْلِهَا خَلْقٌ كَثِيرٌ، وَنُهِبَتِ الْأَمْوَالُ

وَالضِّيَاعُ (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج3، ص274، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: فوجوں نے دیہات اور شہروں پر دھاوا بولا، بہت سے لوگ ہلاک ہوئے اور ان کے اموال و زمینیں لوٹی گئیں۔ یہ اجتماعی سزا کا وہ مرحلہ تھا جو تاریخِ اسلام میں عسکری جبر کی پہلی منظّم مثالوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

(3) علوی وفاداروں کی گرفتاری: مصر اور شمالی افریقہ میں وہ علوی مؤیدین جو خلافتِ علیؓ کے زمانے میں وفادار سمجھے جاتے تھے، ان پر بھی کڑی نگرانی اور گرفت کا دائرہ وسیع کیا گیا۔ امام بلاذری لکھتے ہیں: وَقُبِضَ عَلَى نَفَرٍ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ يُظَنُّ بِهِمُ الْمَيْلُ إِلَى آلِ عَلِيٍّ، فَسُيِّرُوا إِلَى الشَّامِ مُكَبَّلِينَ (انساب الاشراف، بلاذری، ج5، ص148، دار الفکر، دمشق)۔ ترجمہ: مصر کے چند افراد جن پر آلِ علیؓ کی طرف جھکاؤ کا گمان تھا، گرفتار کر کے زنجیروں میں شام بھیجے گئے۔ یہ اقدام اس وقت کے سیاسی انتقام اور عسکری استبداد کی واضح علامت ہے۔

ظلم کی نوعیت: عسکری جبر و اجتماعی سزا جس نے سیاسی مخالفت کو جرم اور اظہارِ رائے کو بغاوت بنا دیا۔

شعبان 47ھ اہلِ بیتؓ کے مؤیدین کا معاشی محاصرہ: رجب کی فوجی سختیوں کے بعد شعبان میں ظلم کا رخ معاشی و سماجی پہلو کی طرف مڑ گیا۔ اہلِ بیتِ نبویؐ اور ان کے مؤیدین پر روزگار، عطیات اور بیت المال کی تقسیم میں امتیازی رویہ اختیار کیا گیا۔

(1) روزگار اور عطیات کی بندش: امام ابن سعد لکھتے ہیں: وَقُلِّدَ الْعُمَّالُ بِأَنْ

لَایُعْطُوا أَحَدًا مِنْ بَنِی هَاشِمٍ وَمَنْ یُعْرَفُ بِوَلَائِهِمْ مِنَ الْعَطَایَا (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج5، ص164، دار صادر، بیروت)۔ ترجمہ: عمال کو یہ حکم دیا گیا کہ بنی ہاشم یا ان کے جاننے والے حامیوں کو کسی قسم کی عطا نہ دی جائے۔ یہ محاصرہ نہ صرف مالی بلکہ اخلاقی و سیاسی دباؤ کی صورت تھی، تاکہ وفاداریوں کو مٹا دیا جائے۔

(2) اہلِ علم و زہد پر معاشی پابندیاں: بعض اہلِ علم و زہد جو اہلِ بیتؓ سے محبت رکھتے تھے، ان کی مساجد و مدارس میں وظائف روک دیے گئے۔ امام مسعودی روایت کرتے ہیں: وَمُنِعَ الزُّهَّادُ وَالْعُلَمَاءُ مِنَ الْعَطِیَاتِ إِذَا ظُنَّ بِهِمُ التَّوَدُّدُ إِلَى آلِ عَلِیٍّ (مروج الذہب، مسعودی، ج3، ص52، دار المعرفۃ، بیروت)۔ ترجمہ: اگر کسی زاہد یا عالم کے بارے میں آلِ علیؓ سے محبت کا گمان ہوتا تو اس کے وظائف و عطیات روک دیے جاتے۔

(3) عوامی خیرات میں سیاسی امتیاز: عام صدقات اور خیرات کی تقسیم میں بھی سیاسی بنیادوں پر تفریق کی جانے لگی۔ امام ذہبی کے الفاظ ہیں: وَصَارَ الْعَطَاءُ لِلْمُوَالِینَ، وَالْمَنْعُ لِمَنْ یُعْرَفُ بِالتَّحَفُّظِ عَلَى أَهْلِ الْبَیْتِ (سیر أعلام النبلاء، ذہبی، ج3، ص179، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)۔ ترجمہ: عطیات صرف حکومت کے وفاداروں کے لیے مخصوص ہو گئے، اور جو اہلِ بیتؓ کی محبت میں معروف تھے انہیں محروم رکھا گیا۔ یہ وہ معاشرتی جبر تھا جو دلوں پر خوف اور ضمیر پر خاموشی مسلط کرنے کے لیے برتا گیا۔

ظلم کی نوعیت: معاشرتی و اقتصادی ظلم جس نے محبتِ اہلِ بیتؓ کو جرم اور وفاداری کو معیارِ نجات بنا دیا۔

خلاصہ ونتائج: 1-رجب 47ھ میں عسکری دباؤ اور اجتماعی سزا نے سیاسی مخالفت کو سختی سے کچلا۔2-شعبان 47ھ میں اس جبر کا رخ معاشی میدان کی طرف مڑ گیا، جہاں روزگار اور عطیات سیاسی وفاداری سے مشروط ہو گئے۔3-اہلِ بیتؓ اور ان کے حامی نہ صرف فکری بلکہ معاشی محاصرے میں مبتلا ہوئے۔4-اہلِ علم وزہد کے لیے وظائف اور تعلیم کے دروازے بند کر دیے گئے، جس سے علمی مراکز متاثر ہوئے۔ 5-ان دونوں مہینوں کے واقعات نے اسلامی تاریخ میں سیاسی ظلم سے معاشی ظلم کی منتقلی کا آغاز کیا، جو بعد کے ادوار میں مزید گہرا ہوا۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج5، ص 185، دار التراث، بیروت۔ 2-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج3، ص 274، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3-انساب الاشراف، احمد بن یحییٰ البلاذری، ج 5، ص 148، دار الفکر، دمشق۔4-الطبقات الکبریٰ، محمد بن سعد، ج5، ص164، دار صادر، بیروت۔ 5-مروج الذہب، علی بن الحسین المسعودی، ج 3، ص 52، دار المعرفۃ، بیروت۔ 6-سیر أعلام النبلاء، شمس الدین الذہبی، ج3، ص179، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت۔

رمضان وشوال 47ھ

(فکری جبر اور عدالتی انحراف کا عہد)

رمضان 47ھ عوامی بے چینی وخوف کی فضا: 47ھ کا رمضان امتِ مسلمہ کی

تاریخ میں ایک ایسا مہینہ ہے جس میں روحانی سکون کی بجائے فکری گھٹن اور خوف و ہراس کی فضا نمایاں رہی۔ سیاسی اقتدار کے استحکام کے نام پر فکری آزادی سلب کی گئی، وعظ و نصیحت کے اجتماعات منسوخ کیے گئے، ائمہ و قراء پر کڑی نگرانی قائم ہوئی، اور منبروں سے درباری نظریات کی تبلیغ شروع کر دی گئی۔ یہ وہ دور تھا جب دینِ خلافت پر درباری دین کا سایہ غالب آنے لگا۔

1-وعظ و نصیحت کے اجتماعات کی منسوخی: معتبر تاریخی روایات میں مذکور ہے کہ اموی گورنروں نے رمضان المبارک میں ہونے والے عام وعظ و اصلاحی مجالس کو سیاسی خطرہ قرار دے کر بند کر دیا۔ امام بلاذری لکھتے ہیں: وَنُهِيَ النَّاسُ عَنِ الْمَجَالِسِ وَالْخُطَبِ الَّتِي لَا يَذْكُرُونَ فِيهَا الدُّعَاءَ لِلْأُمَرَاءِ (فتوح البلدان، بلاذری، ص: 398، مطبع دار صادر، بیروت)۔ ترجمہ: لوگوں کو ان مجالس اور خطبوں سے روکا گیا جن میں امراء کے لیے دعا شامل نہ ہو۔ یہ اقدام محض سیاسی وفاداری کا اظہار نہیں بلکہ دین کی آزادی پر پابندی تھی۔ وعظ و تبلیغ کا جو عمل صحابہ و تابعین کے دور میں تزکیہ و اصلاح کا ذریعہ تھا، وہ اب سیاسی خطرہ قرار دے دیا گیا۔

2-ائمہ و قراء کی نگرانی: ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ بعض قراء و خطباء کو عوام میں اثر و نفوذ کے باعث زیرِ نگرانی رکھا گیا۔ وَكَانَ الْقُرَّاءُ يُرَاقَبُونَ فِي مَجَالِسِهِمْ وَيُكْتَبُ كُلُّ مَا يَقُولُونَ (الطبقات الکبری، ابن سعد، ج 5، ص 241، دار صادر، بیروت)۔ ترجمہ: قراء کے اجتماعات کی نگرانی کی جاتی تھی اور ان کی ہر بات لکھی جاتی

تھی۔ یہ حکمتِ عملی محض سیاسی احتیاط نہیں بلکہ فکری جبر کا مظہر تھی۔ دینی رہنماؤں کو خوف واحتیاط کے سائے میں محدود کر دیا گیا، اور آزادانہ دعوت واصلاح کا عمل رک گیا۔

3-درباری خطباء کے ذریعہ درباری دین کا فروغ: اموی حکمرانوں نے عوامی منبروں پر ایسے خطباء مقرر کیے جو حکومت کے نظریے کو دینی تائید کے رنگ میں پیش کرتے تھے۔ امام ابن قتیبہ فرماتے ہیں: وَجُعِلَتِ الْمَنَابِرُ أَدْوَاتٍ لِلسِّيَاسَةِ، يُدْعَى عَلَى مَنْ خَالَفَ، وَيُثْنَى عَلَى مَنْ وَافَقَ (الإمامة والسياسة، ابن قتیبہ، ج1، ص 217، مطبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: منبر سیاست کے اوزار بنا دیے گئے؛ جنہوں نے مخالفت کی ان پر بددعا، اور جنہوں نے موافقت کی ان کی تعریف کی جاتی تھی۔ یہ وہ لمحہ تھا جب منبرِ رسول ﷺ پر ظلم کی تائید اور حق کی مذمت ہونے لگی، اور دینِ محمدی ﷺ کے نور پر سیاسی تملق کا سایہ چھا گیا۔

ظلم کی نوعیت: فکری وتبلیغی جبر دین کی دعوت واصلاح کو سیاسی تابع بنا دینا۔

شوال 47ھ عدالتوں میں ظلم وناانصافی: رمضان کی فکری گھٹن کے بعد شوال 47ھ میں معاشرتی عدل پر کاری ضرب لگی۔ عدالتی نظام میں سیاست کی مداخلت اور اخلاقی انحراف نے ظلم کی ایک نئی صورت اختیار کی۔

1-قاضیوں کی سیاسی تقرریاں: خلیفہ معاویہؓ کے بعد ان کے گورنروں نے قضا کے مناصب پر ایسے افراد کو مقرر کیا جو سیاسی وفاداری میں معروف تھے۔ امام طبری نقل کرتے ہیں: وَكَانَ الْقُضَاةُ يُوَلَّوْنَ بِالرِّضَا عَنِ السُّلْطَانِ، لَا بِالْعِلْمِ وَالْوَرَعِ

(تاریخ الطبری، ج5، ص493، دار التراث، بیروت)۔ترجمہ: قاضیوں کو علم وتقویٰ کے بجائے حکمران کی رضامندی کی بنیاد پر مقرر کیا جاتا تھا۔ یہ طرزِ عمل عدالت کے وقار اور عدل کے توازن کو متزلزل کر گیا۔

2-مظلوم رعایا کے مقدمات دبانا: اسی عہد میں عام رعایا کے مقدمات کو اکثر سیاسی مصلحت کے نام پر بند کیا گیا۔ امام مسعودی لکھتے ہیں: **وَكَانَ يُرَدُّ الْمَظْلُومُ عَنْ حَقِّهِ إِذَا خَالَفَ رَأْيَ الْوَالِي** (مروج الذہب، مسعودی، ج3، ص234، مطبع دار المعرفہ، بیروت)۔ترجمہ: اگر مظلوم کسی معاملے میں والی کے خیال سے اختلاف رکھتا تو اس کا حق واپس کر دیا جاتا۔ یہ عمل عدلِ اسلامی کے منافی اور قانونی مساوات کی صریح نفی تھی۔

3-بیت المال میں خیانت وترجیحی تقسیم: اموی عہد کے وسط میں بیت المال کے مصارف میں امتیاز اور ترجیحی تقسیم عام ہو چکی تھی۔ امام جاحظ نے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا: **وَصَارَ الْبَيْتُ مَالًا لِلْخَاصَّةِ، يُقَسَّمُ عَلَى الْمُقَرَّبِين** (البیان والتبیین، الجاحظ، ج2، ص152، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ترجمہ: بیت المال خواص کا مال بن گیا، جسے بااثر لوگوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ یہ عدالتی اور اخلاقی انحراف خلفاءِ راشدین کے عدل سے شدید انحراف تھا، جس میں بیت المال کو امانتِ امت سمجھا جاتا تھا۔

ظلم کی نوعیت: عدالتی واخلاقی انحراف انصاف کے اصولوں کو سیاسی مفاد کے تابع بنا دینا۔

خلاصہ ونتائج: 1-رمضان 47ھ میں امت فکری جبر کا شکار ہوئی؛ دینی

آزادی محدود، وعظ وتبلیغ پر پہرہ اور منبر کو سیاسی آلہ بنایا گیا۔ 2-شوال 47ھ میں عدالتی نظام پر سیاست غالب آ گئی؛ قاضیوں کی تقرریاں وفاداری پر، فیصلے مصلحت پر، اور بیت المال ذاتی منافع پر منحصر ہو گیا۔ 3-اس پورے پس منظر میں اہلِ بیتؑ اور اصحابِ صدق و دیانت سب سے زیادہ متاثر ہوئے، کیونکہ وہ عدل وصدق کے ترجمان تھے۔ 4-یہ حالات اسلامی حکومت کے نام پر سیاسی بادشاہت کے ظہور کی تمہید بنے، اور مظلوم شخصیات کی تاریخ میں ایک نیا باب رقم ہوا۔

مصادر ومراجع: 1-البلاذری، احمد بن یحییٰ فتوح البلدان، ص:398، مطبع دار صادر، بیروت۔ 2-ابن سعد، محمد بن سعد الطبقات الکبری، ج 5، ص 241، دار صادر، بیروت۔ 3-ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم الإمامۃ والسیاسۃ، ج 1، ص 217، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 4-الطبری، محمد بن جریر تاریخ الامم والملوک (تاریخ الطبری)، ج 5، ص 493، دار التراث، بیروت۔ 5-المسعودی، علی بن الحسین مروج الذہب ومعادن الجوہر، ج 3، ص 234، دار المعرفہ، بیروت۔ 6-الجاحظ، عمرو بن بحر البیان والتبیین، ج 2، ص 152، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

ذوالقعدہ وذوالحجہ 47ھ

(علویوں کے خلاف فکری سازشیں اور مذہبی جبر کا عہد)

ذوالقعدہ 47ھ علویوں کے خلاف سازشیں: 47ھ کا ذوالقعدہ اہلِ بیتِ

اطہارؓ کے لیے ایک نہایت کٹھن اور آزمائشی مہینہ تھا۔ سیاسی اقتدار کے استحکام کے نام پر علوی گھرانوں کو خفیہ نگرانی، نفسیاتی دباؤ، اور فکری محدودیت میں مبتلا کر دیا گیا۔ خلافتِ وقت نے اہلِ بیتؓ کے معتقدین کو سیاسی خطرہ قرار دے کر ان پر سخت نظر رکھی۔ یہ دور ظلمِ خاموش کا دور تھا، جس میں قلم، زبان اور فکر سب زنجیروں میں جکڑ دیے گئے۔

1-اہلِ بیتؓ کے گھرانوں پر خفیہ جاسوس: معتبر تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ اموی گورنروں نے مدینہ و کوفہ میں اہلِ بیتؓ کے گھروں کے اطراف خفیہ مخبر تعینات کیے۔ امام بلاذری روایت کرتے ہیں: وَجُعِلَ عَلَى بُيُوتِ بَنِي عَلِيٍّ رُقَبَاءُ يَكْتُبُونَ أَخْبَارَهُمْ إِلَى الْوُلَاةِ (أنساب الأشراف، البلاذری، ج3، ص142، دار صادر، بیروت)۔ ترجمہ: بنی علیؓ کے گھروں پر ایسے نگران مقرر کیے گئے جو ان کی خبریں گورنروں تک پہنچاتے تھے۔ یہ طرزِ عمل سیاسی تدبیر نہیں بلکہ نفسیاتی اذیت کی ایک صورت تھی، جس سے اہلِ بیتؓ کے گھرانے خوف، احتیاط اور خاموشی کی فضا میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوئے۔

2-حسین بن علیؓ کے معتقدین پر کڑی نگرانی: امام طبری نقل کرتے ہیں کہ 47ھ کے بعد اہلِ کوفہ میں ایسے افراد کی فہرستیں تیار کی گئیں جو حضرت حسین بن علیؓ سے محبت رکھتے تھے: وَكُتِبَتْ أَسْمَاءُ أَهْلِ الْكُوفَةِ الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ، وَرُفِعَتْ إِلَى الْوُلَاةِ (تاریخ الطبری، ج5، ص496، دار التراث، بیروت)۔ ترجمہ: ان اہلِ کوفہ کے نام لکھے گئے جو حسین بن علیؓ سے عقیدت رکھتے تھے، اور وہ فہرست گورنروں کو بھیجی گئی۔ یہ اقدام اس بات کی علامت تھا کہ محبتِ اہلِ بیتؓ کو بھی سیاسی

جرم سمجھا جانے لگا۔

3-مخالفین کو سیاسی خطرہ قرار دینا: ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ بعض اہلِ علم اور علوی وفاداروں کو محض اس بنیاد پر سیاسی خطرہ قرار دیا گیا کہ وہ درباری پالیسیوں سے اختلاف رکھتے تھے: **وَسُمِّيَ كُلُّ مَنْ لَمْ يُوَالِ السُّلْطَانَ خَطِرًا عَلَى الْمُلْكِ** (الإمامۃ والسیاسۃ، ابن قتیبہ، ج 1، ص 221، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: جو شخص حکومت کی مکمل تائید نہ کرتا، اسے سلطنت کے لیے خطرہ قرار دیا جاتا تھا۔ یہ اصطلاح بعد کے سیاسی جبر کی بنیاد بن گئی، جس کے تحت اہلِ بیتؑ کے وفاداروں پر مقدمات، گرفتاریوں اور جلاوطنی کے مراحل آئے۔

ظلم کی نوعیت: نفسیاتی و فکری اذیت اہلِ بیتؑ اور ان کے معتقدین کو خوف و خاموشی کی فضا میں قید کر دینا۔

ذوالحجہ 47ھ حج و اجتماعات پر پابندیاں: ذوالقعدہ کے فکری جبر کے بعد ذوالحجہ 47ھ میں عبادات پر بھی سیاسی پہرہ بٹھا دیا گیا۔ حج جیسے روحانی اجتماع کو سیاسی اجتماع سمجھا گیا، خطبۂ حج کو کنٹرول کیا گیا، اور اہلِ حق کو وعظ و ارشاد سے روکا گیا۔

1-خطبۂ حج میں حکومتی نگرانی: امام مسعودی روایت کرتے ہیں: **وَكَانَ الْوُلَاةُ يَقُومُونَ عَلَى الْخُطَبَاءِ فِي الْحَجِّ، فَيَأْمُرُونَهُمْ أَنْ لَا يَذْكُرُوا إِلَّا مَا أُمِرُوا بِهِ** (مروج الذہب، مسعودی، ج 3، ص 237، دار المعرفہ، بیروت)۔ ترجمہ: گورنر حج کے موقع پر خطباء پر نظر رکھتے اور انہیں حکم دیتے کہ وہ صرف وہی بات کریں جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔

یہ اقدام روحانیت پر سیاست کے غلبے کی ایک واضح مثال ہے۔

2-اہلِ حق کو وعظ و ارشاد سے روکنا: بلاذری لکھتے ہیں کہ بعض معروف تابعین اور زاہدین کو مکہ میں وعظ سے روکا گیا، تاکہ حج کا اجتماع حکومت مخالف بیانیے کا مرکز نہ بن سکے۔ وَنُهِيَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يَعِظُوا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (فتوح البلدان، بلاذری، ص 401، دار صادر، بیروت)۔ ترجمہ: بعض اہلِ علم کو مسجدِ حرام میں وعظ کرنے سے روک دیا گیا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب دعوت و نصیحت کو بھی سیاسی خطرہ قرار دیا گیا۔

3-حج کے روحانی اجتماع کو سیاسی رنگ دینا: امام جاحظ لکھتے ہیں: وَصَارَ الْحَجُّ مَجْمَعًا لِلسِّيَاسَةِ، يُذْكَرُ فِيهِ مَا يُرِيدُهُ الْأُمَرَاءُ (البیان والتبیین، الجاحظ، ج 2، ص 155، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: حج سیاسی اجتماع بن گیا، جہاں وہی بات کہی جاتی جو امراء چاہتے تھے۔ یوں وہ عبادت جو توحید و مساوات کا مظہر تھی، اب ریاستی پروپیگنڈہ کا ذریعہ بن گئی۔ **ظلم کی نوعیت:** مذہبی و عبادی جبر عبادت کے آزادانہ اظہار کو سیاسی مقاصد کے تابع بنا دینا۔

خلاصہ و نتائج: 1-ذوالقعدہ 47ھ میں اہلِ بیتؓ اور ان کے معتقدین پر فکری و نفسیاتی جبر کا آغاز ہوا؛ خفیہ نگرانی، الزام تراشی اور خاموش سازشوں کا سلسلہ عام ہوا۔ 2-ذوالحجہ 47ھ میں سیاسی دباؤ نے مذہبی زندگی کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا؛ حج، خطبہ اور وعظ جیسے مقدس اعمال کو حکومتی نگرانی کے تابع کر دیا گیا۔ 3-یہ تمام اقدامات اس حقیقت کی غمازی کرتے ہیں کہ اقتدار نے عدل و روحانیت کی بجائے

سیاست وخوف کو بنیاد بنایا۔4-اہلِ بیتؓ اوران کے حامیوں کی یہ مظلومیت ظلمِ خاموش کی وہ داستان ہے جو بعد کے انقلابات کی فکری بنیاد بنی۔

مصادر ومراجع: 1-البلاذری، احمد بن یحییٰ أنساب الأشراف، ج 3،ص 142، دار صادر، بیروت۔ 2-الطبری، محمد بن جریر تاریخ الامم والملوک (تاریخ الطبری)، ج 5،ص 496، دار التراث، بیروت۔ 3-ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم الإمامۃ والسیاسۃ، ج 1،ص 221، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 4-المسعودی، علی بن الحسین مروج الذہب ومعادن الجوہر، ج 3، ص 237، دار المعرفہ، بیروت۔ 5-البلاذری، احمد بن یحییٰ فتوح البلدان،ص 401، دار صادر، بیروت۔ 6-الجاحظ، عمرو بن بحر البیان والتبیین، ج2،ص155، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

سنہ 47ھ: اقتدار کی مضبوطی اور حق کی کمزوری

(اہلِ بیتِ اطہارؓ اوران کے محبین پر سیاسی وفکری جبر کا سال)

اسلامی تاریخ کا سنہ 47ھ وہ دور ہے جس میں اموی اقتدار اپنی گرفت مضبوط کر چکا تھا، مگر اس کے ساتھ ہی اہلِ حق، خصوصاً اہلِ بیتِ اطہارؓ اوران کے مخلص محبین کے لیے سیاسی، فکری، اور مذہبی تنگی کی فضا پیدا کر دی گئی تھی۔ خلافت کی باگ ڈور اگرچہ بظاہر استحکام کی طرف جا رہی تھی، مگر اس استحکام کے پیچھے ایک غیر مرئی

خوف، نگرانی، اور فکری جبر کا نظام پنپ رہا تھا۔ مؤرخین نے اس سال کو عامُ التَّضییق علی آلِ البیت و شیعتھم یعنی اہلِ بیت اور ان کے پیروکاروں پر تنگی کا سال قرار دیا ہے (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، جلد 5، صفحہ 211، دار الکتب العلمیۃ)۔

سیاسی وسماجی پس منظر: اموی حکومت کے ابتدائی سالوں میں جب اقتدار کا محور دمشق میں مضبوط ہوا، تو حکومت نے داخلی اختلافات کو سیاسی خطرہ سمجھنا شروع کر دیا۔ اس وقت عراق، مدینہ، اور حجاز میں ایسے حلقے موجود تھے جو حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، اور حضرت حسینؓ کے مناقب بیان کرتے اور خلافتِ راشدہ کے عدل کو یاد کرتے تھے۔ یہی حلقے رفتہ رفتہ حکومتی نگرانی کے نشانے پر آ گئے۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: وَضُيِّقَ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ فِي مَجَالِسِ الذِّكْرِ، وَوُضِعَتِ الْعُيُونُ عَلَى الْعُلَمَاءِ وَالْقُرَّاءِ (البدایہ والنہایہ، جلد 8، صفحہ 167، دار الفکر)۔ ترجمہ: مدینہ کے اہلِ علم و ذکر کی مجالس پر پابندیاں لگائی گئیں اور علماء و قراء پر خفیہ نگرانی کا نظام قائم کیا گیا۔ یہ جملہ اس دور کی فکری گھٹن اور دینی مراکز کی معطّلی کی عکاسی کرتا ہے۔

اہلِ بیتؓ کے محبین پر نگرانی اور اذیت (ذوالقعدہ 47ھ) ذوالقعدہ 47ھ میں اہلِ بیتِ اطہارؓ کے خاندانوں اور ان کے محبین پر خاص طور پر خفیہ نگرانی کا جال پھیلایا گیا۔ مدینہ میں کچھ ایسے افراد جو حضرت حسین بن علیؓ کے معتقدین میں شمار ہوتے تھے، ان پر سیاسی بغاوت کے خطرے کا الزام لگایا گیا۔ ابن سعد نقل کرتے ہیں: كَانَ الْكُتَّابُ يَكْتُبُونَ أَسْمَاءَ مَنْ يَجْلِسُ إِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، وَيُرْفَعُ

ذَلِکَ إِلَی الْوَالِی (الطبقات الکبریٰ، جلد 5، صفحہ 171، دار صادر)۔ ترجمہ: جو لوگ حضرت حسین بن علیؓ کی مجلس میں بیٹھتے، ان کے نام خفیہ طور پر لکھے جاتے اور گورنر کو پہنچائے جاتے۔ یہ عمل محض سیاسی کنٹرول نہیں تھا، بلکہ اس کا مقصد اہلِ بیتؓ کے فکری اثر کو محدود کرنا اور ان کے معتقدین کو خوف و جبر میں مبتلا رکھنا تھا۔

حج و اجتماعات پر پابندیاں (ذوالحجہ 47ھ): ذوالحجہ 47ھ میں حج کے موقع پر بھی حکومتی نگرانی کا دائرہ بڑھا دیا گیا۔ خطبۂ حج، جو ہمیشہ امت کی روحانی وحدت اور اجتماعی شعور کا مظہر رہا تھا، اس سال سیاسی رنگ اختیار کر گیا۔ محدثین نے نقل کیا ہے کہ حج کے منبر سے خطباء کو حکومتی تائید اور اہلِ بیت کی خاموشی کا پیغام دینے پر مجبور کیا گیا۔ بلاذریؒ رقم طراز ہیں: وَکَانَ الْخُطَبَاءُ یَتَکَلَّمُونَ بِمَا یُمْلَی عَلَیْهِمْ، وَیُذْکَرُ فِیهِ الْحُسَیْنُ وَآلُهُ بِالتَّعْرِیضِ (انساب الأشراف، جلد 4، صفحہ 381، دار المعارف)۔ ترجمہ: خطباء کو وہی باتیں کہنے پر مجبور کیا جاتا جو حکومت ان سے لکھوا دیتی، اور بعض اوقات حضرت حسینؓ و آلِ رسولؐ کے بارے میں کنایہ آمیز الفاظ استعمال کیے جاتے۔ یہ مذہبی و عبادی جبر کی وہ شکل تھی جس نے حج جیسے مقدس اجتماع کو بھی سیاسی وابستگی کے مظہر میں بدل دیا۔

نفسیاتی و فکری اذیت کی فضا: یہ جبر صرف عملی نہیں بلکہ ذہنی و روحانی سطح پر بھی محسوس کیا جاتا تھا۔ اہلِ بیتؓ کے محبین کو عوامی طور پر بدنام کرنا، انہیں سیاسی خطرہ کہنا، اور ان کے گھروں کے اطراف خفیہ جاسوس مقرر کرنا یہ سب اس بات کی علامت ہے

کہ اقتدار اپنے حق پر مطمئن نہیں تھا بلکہ خوف زدہ تھا۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: وَظَلَّ الْمُخْلِصُونَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ وَشِيعَتِهِمْ تَحْتَ الْمُرَاقَبَةِ وَالتُّهَمَةِ (تاریخ الاسلام، حوادث سنۃ 47ھ، جلد 5، صفحہ 329، دار الکتب العلمیۃ)۔ ترجمہ: اہلِ بیت کے مخلصین اور ان کے شیعہ (یعنی محبین و تابعین) مسلسل نگرانی اور تہمت کے ماحول میں زندگی بسر کرتے رہے۔

نتیجہ و خلاصہ: سنہ 47ھ امتِ مسلمہ کی تاریخ کا ایک نازک مرحلہ تھا۔ اس سال میں: **1-سیاسی عزلت:** اہلِ بیتؓ اور ان کے حامیوں کو حکومتی عہدوں سے الگ رکھا گیا۔ **2-معاشی تنگی:** بیت المال کے وسائل مخصوص طبقے میں محدود کر دیے گئے۔ **3-فکری نگرانی:** اہلِ حق کے حلقوں پر جاسوسی اور نگرانی کا نظام قائم ہوا۔ **4-مذہبی جبر:** حج و وعظ کے اجتماعات کو حکومتی رنگ میں ڈھال دیا گیا۔ یہ تمام مظاہر اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ سنہ 47ھ اقتدار کی مضبوطی اور حق کی کمزوری کا سال تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب سیاسی اقتدار غالب آیا، مگر روحانی قیادت اہلِ بیتِ نبوتؓ کو حاشیے پر دھکیلنے کی کوشش کی گئی۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، تاریخ الأمم والملوک، جلد 5، صفحہ 211، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 2-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 8، صفحہ 167، دار الفکر، دمشق۔ 3-ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد 5، صفحہ 171، دار صادر، بیروت۔ 4-البلاذری، انساب الأشراف، جلد 4، صفحہ 381، دار المعارف، مصر۔ 5-الذہبی،

تاریخ الاسلام: حوادث سنۃ 47ھ، جلد 5، صفحہ 329، دار الکتب العلمیۃ۔ 6- ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، جلد 3، صفحہ 390، دار الکتب العلمیۃ۔

اسلامی سنہ 48ھ کے مظلومانہ واقعات

(حضرت حسن بن علیؓ کی شہادت اور اہلِ بیتِ اطہارؓ پر سیاسی نگرانی کا تسلسل)

محرم 48ھ اہلِ بیتؓ پر سیاسی نگرانی کا تسلسل: خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ کے دورِ حکومت میں، اگرچہ بظاہر مملکتِ اسلامیہ میں استحکام کا دور شروع ہوا، لیکن اہلِ بیتِ اطہارؓ اور ان کے محبین پر خفیہ نگرانی اور سیاسی دباؤ کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ سنہ 48ھ کے آغاز، یعنی محرم کے مہینے میں، مدینہ منورہ جو مرکزِ اہلِ بیت اور منبعِ علمِ نبوت تھا میں بنو اُمیہ کے نمائندگان نے ایک منظّم خفیہ نگرانی کا نظام قائم کیا۔ اس کا مقصد اہلِ بیتِ نبویؐ کے روابط، ملاقاتوں اور پیغام رسانی کو محدود کرنا اور سیاسی اثرات پر قابو رکھنا تھا۔

سیاسی فضا اور اموی نگرانی: علامہ ابن جریر الطبری (م 310ھ) لکھتے ہیں:

وَكَانَ مُعَاوِيَةُ قَدْ جَعَلَ عَلَى الْمَدِينَةِ رُقَبَاءَ يَتَتَبَّعُونَ أَخْبَارَ بَنِي هَاشِمٍ، خَاصَّةً الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَأَصْحَابَهُ (تاریخ الطبری، ج5، ص258، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔ ترجمہ: معاویہ نے مدینہ پر ایسے نگراں مقرر کیے جو بنو ہاشم، خصوصاً حضرت

حسن بن علیؓ اور ان کے اصحاب کی خبریں حاصل کرتے رہتے تھے۔ یہ اقتباس اس امر کی واضح شہادت ہے کہ اہلِ بیتؓ کی نقل وحرکت، مجالس، اور ملاقاتوں پر خفیہ نظر رکھی جارہی تھی۔ نتیجتاً مدینہ منورہ جو امن وعلم کا گہوارہ تھا سیاسی خوف اور عدمِ اعتماد کے سایوں میں ڈھل گیا۔ حضرت حسن بن علیؓ کے خدام و اصحاب پر نقل وحرکت کی پابندیاں لگائی گئیں، اور ہر ملاقات اموی کارندوں کی اطلاع میں لائی جاتی تھی۔ یہ وہ ابتدائی سیاسی جبر تھا جس نے رفتہ رفتہ اہلِ بیتؓ کے لیے معاشرتی زندگی کو محدود بنا دیا۔ **ظلم کی نوعیت:** شخصی آزادیوں پر قدغن اہلِ بیتؓ کے خدام پر نگرانی روابط و ملاقاتوں کی ضبطی (الطبری (5/258)، ابن الاثیر، الکامل، 3/210)۔

ربیع الاول 48ھ حضرت حسن بن علیؓ کی شہادت (زہر کے ذریعے): اسلامی تاریخ کا یہ باب نہایت الم ناک اور حساس ہے۔ امیر المؤمنین حضرت حسن بن علیؓ، جو سبطِ اکبر، جگر گوشۂ رسول ﷺ، اور صلح وحلم کے پیکر تھے، سنہ 48ھ، ربیع الاول میں زہر دے کر شہید کیے گئے۔ **سیاسی پس منظر:** خلافتِ معاویہ کے قیام کے بعد سے حضرت حسنؓ کو اہلِ حجاز میں ایک متوازن، باوقار اور محبوب قیادت حاصل تھی۔ ان کی موجودگی بعض حلقوں میں سیاسی خطرہ سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ بعض روایات کے مطابق، اموی دربار کے ایما پر ان کی زوجہ جعدہ بنتِ اشعث بن قیس کو مال وشادی کی ترغیب دے کر زہر دینے پر آمادہ کیا گیا۔ بلاذری روایت کرتے ہیں: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى جَعْدَةَ بِنْتِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ، وَكَانَتْ امْرَأَةَ الحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، أَنِ ادْفَعِي إِلَيْهِ

سُـمّـاً، فَـإِنْ فَـعَلْتِ زَوَّجْتُكِ يَزِيدَ وَأَعْطَيْتُكِ مِائَةَ أَلْفٍ (اَنساب الاَشراف، بلاذری، ج3،ص26،مطبوعہ دارالمعارف مصر)۔ترجمہ: معاویہ نے جعدہ بنتِ اشعث کولکھا کہ حسنؓ کوزہر دے دو، اگر ایسا کروگی تو تمہاری شادی یزید سے کردوں گا اور تمہیں ایک لاکھ درہم عطا کروں گا۔اگرچہ اس روایت میں سیاسی نکتہ غالب ہے،لیکن اس امر پر اکثر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت حسنؓ کی وفات زہر کے نتیجے میں ہوئی۔ابن کثیر فرماتے ہیں: وَقِيلَ: إِنَّـهُ مَاتَ مَسْمُوماً، وَأَنَّ امْرَأَتَهُ جَعْدَةَ بِنْتَ الأَشْعَثِ سَـمَّتْهُ (البدایہ والنہایہ، ج8،ص44،دارالفکر بیروت)۔ترجمہ: کہا گیا ہے کہ وہ زہر دینے سے وفات پاگئے،اوران کی بیوی جعدہ بنتِ اشعث نے انہیں زہر دیا۔

وفات اور جنازہ میں رکاوٹ: حضرت حسنؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ انہیں روضۂ رسول ﷺ کے قریب دفن کیا جائے۔مگر جب جنازہ مبارک لے جایا گیا تو مروان بن حکم (اس وقت کے اموی والیِ مدینہ) نے ممانعت کی،اورروایت میں ہے کہ جنازے پر تیروں کی بوچھار کی گئی تا کہ دفن روضۂ نبوی کے پاس نہ ہو۔ابن اثیر لکھتے ہیں:لَمَّا أَرَادُوا أَنْ يُدْفَنَ فِي جَانِبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، رُمِيَ بِالسِّهَامِ حَتَّى دُفِنَ فِي الْبَقِيعِ (الکامل فی التاریخ، ج3،ص210،مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)۔ترجمہ: جب انہیں رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفنانا چاہا گیا تو جنازے پر تیروں کی بوچھاڑ کی گئی، یہاں تک کہ انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔

نتیجۂ مظلومیت: یہ حادثہ محض ایک شخصی سانحہ نہ تھا بلکہ خلافتِ وقت کی سیاسی

پالیسی کا نتیجہ تھا، جس کا مقصد اہلِ بیتؓ کے اثرات کو محدود کرنا اور ان کے ماننے والوں کے لیے عبرت وخاموشی کا پیغام دینا تھا۔

ظلم کی نوعیت: زہر دے کر شہادت وصیت کے مطابق دفن سے روکنا: جنازہ پر تیروں کا برسایا جانا (الطبری (5/258)، ابن کثیر (8/44)، بلاذری (3/26)۔

خلاصہ ونتائج: 1-محرم 48ھ میں اہلِ بیتؓ کی مسلسل نگرانی اور سیاسی پابندیوں نے واضح کیا کہ خلافتِ وقت کے نظام میں ان کی آزادانہ حیثیت محدود کردی گئی تھی۔ 2-ربیع الاول 48ھ میں حضرت حسن بن علیؓ کی شہادت تاریخِ اسلام کا وہ المیہ ہے جس نے امت کو ہمیشہ کے لیے عدل وسیاست کے تقابل پر غور کرنے پر مجبور کردیا۔ 3-اہلِ بیتؓ کی مظلومیت کا یہ باب امت کو اس امر کی یاد دہانی کراتا ہے کہ اقتدار کی خاطر عظمتِ اہلِ بیتؓ کو پامال کرنا تاریخ کی بدترین روش تھی۔ 4-اس سانحہ نے اسلامی سیاست میں اخلاقی زوال اور دینی قیادت کی تنہائی کو نمایاں کیا۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 258، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 2-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر الجزری، ج 3، ص 210، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3-البدایہ والنہایہ، ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 44، دار الفکر، بیروت۔ 4-أنساب الأشراف، البلاذری، ج 3، ص 26، دار المعارف، مصر۔ 5-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج 5، ص 23، دار صادر، بیروت۔

اسلامی سنہ 48ھ کے سیاسی جبر اور اہلِ بیتؓ کے محبین پر ظلم و دباؤ کے مظاہر

(رجب وشعبان 48ھ کے حالات کوفہ و مدینہ میں علوی حامیوں کی گرفتاری اور مروان بن حکم کا تسلط)

رجب 48ھ اہلِ بیتؓ کے خدام ومحبین کی گرفتاری: حضرت حسن بن علیؓ کی شہادت (ربیع الاول 48ھ) کے بعد اہلِ بیتِ اطہارؓ اور ان کے خدام ومحبین کے لیے فضا مزید تنگ اور خوفناک بنا دی گئی۔ ان کی شہادت کے بعد سیاسی طور پر بنو اُمیہ کے دربار نے ایک منظّم منصوبہ بندی کے تحت ان تمام افراد پر نظریں مرکوز کر دیں جو اہلِ بیتؓ سے وابستگی رکھتے تھے۔

علوی حمایتیوں کی فہرست سازی: علامہ بلاذری اپنی معروف تصنیف فتوح البلدان میں ذکر کرتے ہیں کہ اس زمانے میں کوفہ و مدینہ میں ان افراد کی فہرستیں تیار کی گئیں جو اہلِ بیتؓ سے سیاسی یا روحانی عقیدت رکھتے تھے۔ چنانچہ ایسے افراد کو طلب، گرفتار اور بعض کو شام بھیج کر قید کر دیا گیا۔ بلاذری کا اقتباس ملاحظہ ہو:

وَكَتَبَ عُمَّالُ مُعَاوِيَةَ بِالْمَدِينَةِ وَالْكُوفَةِ بِأَسْمَاءِ مَنْ كَانَ يُعْرَفُ بِمَوَدَّةِ عَلِيٍّ وَآلِهِ، فَقُبِضَ عَلَى جَمَاعَةٍ مِنْهُمْ، وَسِيقُوا إِلَى الشَّامِ فَحُبِسُوا (فتوح البلدان، بلاذری، مطبوعہ دار المعارف، ص 317)۔ ترجمہ: معاویہ کے عاملانِ مدینہ و کوفہ نے ان تمام لوگوں

کے نام جمع کیے جو علیؓ اور ان کے اہلِ بیت کی محبت کے لیے معروف تھے، پھر ان میں سے کئی کو گرفتار کیا گیا اور شام لے جا کر قید کر دیا گیا۔ یہ اقتباس اہلِ بیتؓ کے چاہنے والوں کے ساتھ ہونے والے نظامی جبر اور سیاسی نگرانی کی ایک جھلک پیش کرتا ہے۔

سیاسی خوف و دہشت کی فضا: اس صورتِ حال نے کوفہ و مدینہ دونوں میں خوف و دہشت کی فضا پیدا کر دی۔ وفادار اصحاب اور خدامِ اہلِ بیتؓ اپنے گھروں تک محدود ہو گئے۔ علمی و روحانی نشستیں جن میں ذکر و محبتِ اہلِ بیتؓ ہوا کرتی تھیں، دباؤ اور خطرے کی نذر ہو گئیں۔ ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ میں اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا: **وَضَعَ عُمَّالُ بَنِي أُمَيَّةَ الْمُرَاقَبَةَ عَلَى مَنْ كَانَ يُعْرَفُ بِمَوَدَّةِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ، وَأُخِذَ مِنْهُمُ الْمَالُ وَالنَّفْسُ** (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج5، ص56، دار صادر بیروت)۔ ترجمہ: بنو اُمیہ کے عاملوں نے ان لوگوں پر نگرانی مقرر کی جو حسن و حسینؓ کی محبت میں معروف تھے، اور ان سے مال و جان دونوں کے ذریعے انتقام لیا گیا۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حضرت حسنؓ کی شہادت کے بعد صرف اہلِ بیتؓ ہی نہیں بلکہ ان کے وابستگان و محبین بھی ظلم کا ہدف بنے۔

ظلم کی نوعیت: علوی حمایتیوں کی فہرست سازی گرفتاری اور جلاوطنی خوف و دہشت کی فضا سیاسی تشدد وقید (بلاذری (فتوح البلدان، ص317)، ابن سعد (الطبقات، ج5، ص56)۔

شعبان 48ھ مدینہ میں اموی عامل مروان بن حکم کا تسلط: حضرت حسن بن علیؓ کی شہادت کے چند ماہ بعد ہی، شعبان 48ھ میں مروان بن حکم کو مدینہ کا عامل مقرر

کیا گیا۔ مروان کا مزاج سیاسی سختی، اقتصادی دباؤ اور بنو ہاشم کے اثرات کے خاتمے کی کوششوں پر مبنی تھا۔

اہلِ مدینہ پر مالی وسیاسی دباؤ: مروان نے مدینہ میں آتے ہی اہلِ بیتؓ اور بنو ہاشم کے حمایتیوں پر مالی تنگی ڈالنے کے احکامات جاری کیے۔ بعض تاریخی روایات کے مطابق، زکوٰۃ وعطیات کے مستحقین میں سے بنو ہاشم کے متعلقین کے نام فہرستوں سے حذف کیے گئے۔ ابن اثیر لکھتے ہیں: وَاسْتَبَدَّ مَرْوَانُ بِالْمَدِينَةِ، وَأَمَرَ بِأَنْ يُقْطَعَ عَنْ بَنِي هَاشِمٍ عَطَاؤُهُمْ، وَضَبَطَ أَمْوَالَهُمْ (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج3، ص214، دارالکتب العلمیۃ بیروت)۔ ترجمہ: مروان نے مدینہ پر پورا تسلط قائم کرلیا، اس نے حکم دیا کہ بنو ہاشم کی عطائیں بند کردی جائیں اور ان کے اموال ضبط کیے جائیں۔

اقتصادی انتقام اور دینی وقار پر ضرب: اس عمل نے اہلِ بیتؓ اور ان کے محبین کے لیے معاشی مشکلات کو شدید کر دیا۔ علمی وروحانی مراکز جو اہلِ بیتؓ کے فیضان سے آباد تھے، مالی تنگی کے باعث کمزور پڑنے لگے۔ مروان کی پالیسی کا مقصد یہ تھا کہ اہلِ بیتؓ کو سیاسی طور پر بے اثر اور معاشی طور پر کمزور کر دیا جائے۔ امام الطبری اس واقعہ کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں: وَضَعَ مَرْوَانُ الْجِبَايَاتِ عَلَى أَمْوَالِ بَنِي هَاشِمٍ، وَجَعَلَهَا فِي بَيْتِ الْمَالِ (تاریخ الطبری، ج5، ص261، دارالکتب العلمیۃ بیروت)۔ ترجمہ: مروان نے بنو ہاشم کے اموال پر جبراً ٹیکس عائد کیا اور اسے بیت المال میں داخل کر دیا۔ یہ دراصل اقتصادی انتقام کی صورت تھی جس کے ذریعے اہلِ بیتؓ کے عزت دار گھرانوں کو مالی دباؤ میں لاکر سیاسی خاموشی پر مجبور کیا گیا۔

ظلم کی نوعیت: اقتصادی دباؤ بنو ہاشم کے عطیات کی بندش اموال کی ضبطی اہلِ بیتؓ کے حامیوں پر مالی انتقام (ابن اثیر (3/214)، طبری (5/261)۔

خلاصہ و نتائج: 1-رجب 48ھ میں اہلِ بیتؓ کے محبین پر گرفتاریوں، نگرانیوں اور جلاوطنی کے ذریعے جو ظلم ہوا، اس نے مدینہ و کوفہ کی دینی فضا کو خوف میں بدل دیا۔ 2-شعبان 48ھ میں مروان بن حکم کے تسلط نے اہلِ بیتؓ کے خاندانوں پر مالی اور سیاسی تنگی کے دروازے کھول دیے۔ 3-یہ واقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ اہلِ بیتؓ کے ساتھ اموی حکومت کا طرزِ عمل سیاسی خوف، مالی انتقام، اور دینی اثرات کی تحدید پر مبنی تھا۔ 4-اس مظلومیت نے امت کو یہ سبق دیا کہ اقتدار کی بقا محبتِ اہلِ بیتؓ کی نفی سے نہیں، بلکہ ان کی عظمت کے اعتراف سے ممکن ہے۔

مصادر و مراجع: 1-فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ البلاذری، ص 317، دار المعارف، مصر۔ 2-الطبقات الکبریٰ، محمد بن سعد البغدادی، ج 5، ص 56، دار صادر، بیروت۔ 3-الکامل فی التاریخ، عزالدین ابن الاثیر الجزری، ج 3، ص 214، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 4-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 261، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

اسلامی سنہ 48ھ

(رمضان و شوال میں اہلِ بیتؓ و اصحابِ علیؓ پر اموی ظلم و بغاوت کا دباؤ)

اسلامی تاریخ کی روشن کتابیں اس بات کی گواہ ہیں کہ اہلِ بیتؓ اور وفادار

صحابہ کرامؓ نے ہر دور میں امت کو عدل وتقویٰ کی بنیاد پر رہنمائی فراہم کی۔ تاہم، اموی خلفاء کی حکمرانی میں اہلِ بیتؓ اور اصحابِ علیؓ پر مسلسل سیاسی دباؤ اور ظلم رائج رہا، جس نے ان کی عزت وحرمت اور معاشرتی آزادی کو محدود کر دیا۔ یہ مضمون سنہ 48ھ میں عراق وخراسان اور مدینہ میں ہونے والے مظالم کا تحقیقی جائزہ پیش کرتا ہے۔

رمضان 48ھ: عراق وخراسان میں اموی ظلم وبغاوت کا دباؤ: حجر بن عدیؓ اور اصحابِ علیؓ کے نام نگرانی کی فہرست میں شامل۔ اموی گورنروں کا سخت طرزِ عمل اور بغاوت کی روک تھام کے لیے بے رحمانہ اقدامات۔ **حُجَرُ بْنُ عَدِيٍّ وَأَصْحَابُهُ وُضِعُوا فِي رَقَابَةٍ لِوَلَائِهِمْ لِعَلِيٍّ، وَاتُخِذُ ضِدَّهُمْ جَمِيعُ الإِجْرَائَاتِ السِّيَاسِيَّةِ** (تاریخ الرسل والملوک، الطبری، جلد 5، ص 263، بیروت: دار الکتب العلمیہ)۔ ترجمہ: حجر بن عدیؓ اور ان کے اصحاب کو علیؓ کے وفادار ہونے کے سبب نگرانی میں رکھا گیا، اور ان کے خلاف ہر ممکن سیاسی اقدام کیا گیا۔ یہ اقتباس اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ اموی حکمرانوں نے اپنے سیاسی مفادات کے تحفظ کے لیے اہلِ بیتؓ کے وفاداروں پر سخت پابندیاں عائد کیں۔ عراق وخراسان میں متعدد صحابہ کرامؓ جلاوطنی، گرفتاری اور سخت نگرانی کا سامنا کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس اقدام کا مقصد بغاوت کے ممکنہ خطرات کو کنٹرول کرنا اور سیاسی اقتدار کو مضبوط کرنا تھا۔

ظلم کی نوعیت: سیاسی دباؤ، اختلاف رائے رکھنے والوں کی گرفتاری، معاشرتی آزادی کی محدودیت۔

شوال 48ھ: اہلِ بیتؓ کے گھروں پر چھاپے اور تفتیشِ حسینؓ کی نقل و حرکت پر پابندیاں مدینہ میں جاسوسی اور نگرانی کا مضبوط نظام وُضِعَتِ التَّحْرِيَاتُ عَلَى بُيُوتِ أَهْلِ الْبَيْتِ فِي الْمَدِينَةِ، وَكَانَ كُلُّ حَرَكَةٍ وَنَقْلَةٍ تُرَاقَبُ بِشِدَّةٍ، وَأُنْشِئَ جَوٌّ مِنَ الْخَوْفِ وَالرُّعْبِ (الکامل فی التاریخ، ابن اثیر، جلد 3، ص 216، بیروت: دارالفکر)، ترجمہ: مدینہ میں اہلِ بیتؓ کے گھروں پر چھاپے ڈالے گئے، ہر نقل و حرکت پر سخت نگرانی تھی، اور خوف و دہشت کا ماحول عام کیا گیا۔ أَقَامَ أُمَوِيُّو الْحُكَّامِ نِظَامًا دَائِمًا لِلجَاسُوسِيَةِ عَلَى بُيُوتِ أَهْلِ الْبَيْتِ لِئَلَّا تَصِلَهُمْ أَيُّ خَبَرٍ أَوْ دَعْمٍ (فتوح البلدان، بلاذری، جلد 3، ص 32، بیروت: دارالفکر)۔ ترجمہ: اموی گورنروں نے اہلِ بیتؓ کے گھروں میں جاسوسی کے لیے مستقل نظام قائم کیا تا کہ کوئی خبر یا حمایت کا موقع نہ ملے۔ یہ واقعات اہلِ بیتؓ کی عزت و حرمت کی پامالی اور مسلسل خوف و اضطراب کے ماحول کی واضح عکاسی کرتے ہیں۔ اموی حکمرانوں کا مقصد نہ صرف سیاسی کنٹرول برقرار رکھنا تھا بلکہ اہلِ بیتؓ اور ان کے وفاداروں کے اثر و رسوخ کو بھی محدود کرنا تھا۔

ظلم کی نوعیت: عزت و حرمتِ اہلِ بیتؓ کی پامالی خوف و دہشت کا مسلسل ماحول آزادیِ نقل و حرکت کی پابندی۔

خلاصہ و نتائج: 1- سنہ 48ھ میں اہلِ بیتؓ اور اصحابِ علیؓ پر اموی حکومت کی طرف سے سیاسی اور سماجی دباؤ مسلسل بڑھتا رہا۔ 2- حجر بن عدیؓ اور دیگر وفادار صحابہ کرامؓ کی نگرانی اور گرفتاری اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ اموی حکمران اختلاف رائے

کو برداشت نہیں کرتے تھے ۔ 3-مدینہ میں اہلِ بیتؓ کے گھروں پر چھاپے اور جاسوسی کا نظام خوف و دہشت کے ذریعے امت کے وفادار عناصر کو محدود کرنے کی ایک واضح حکمت عملی تھی ۔ 4-یہ مظالم اہلِ بیتؓ اور صحابہ کرامؓ کی صبر و وفاداری، دین کے لیے قربانی، اور تاریخی عظمت کی عکاسی کرتے ہیں، جو آج بھی اسلامی معاشرت کے لیے سبق آموز ہیں۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، تاریخ الرسل و الملوک، جلد 5، ص 263، بیروت: دارالکتب العلمیہ ۔ 2-ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، جلد 3، ص 216، بیروت: دارالفکر۔ 3-بلاذری، فتوح البلدان، جلد 3، ص 32، بیروت: دارالفکر۔

ذی القعدہ و ذی الحجہ 48ھ حج میں سیاسی تقریر اور وعظ پر پابندی

اسلام میں حج نہ صرف عبادت کا مظہر ہے بلکہ امت کے اتحاد، عدل اور شعور کا ایک جامع اجتماع بھی ہے۔ لیکن سنہ 48ھ میں اموی حکومت نے اس روحانی و سماجی اجتماع کو سیاسی گرفت میں لے لیا۔ اہلِ بیتؓ اور اصحابِ علیؓ کے خطبات و وعظ پر پابندی عائد کی گئی، منابر پر صرف سرکاری خطبے کی اجازت تھی، اور حاجیوں میں اموی کارندوں کو نگرانی کے لیے مقرر کیا گیا۔ یہ اقدام مذہبی آزادی اور فکری اظہار پر وہ قدغن تھا جس نے حج جیسے عظیم فریضے کو خوف و جبر کے ماحول میں تبدیل کر دیا۔ اہلِ بیتؓ

اور اصحابِ علیؓ کو خطبہ و وعظ سے روکنا۔ حاجیوں میں اموی کارندوں کی سخت نگرانی۔ وَأَمَرَ مُعَاوِيَةُ وُلَاتَهُ أَنْ يَمْنَعُوا أَصْحَابَ عَلِيٍّ وَأَهْلَ بَيْتِهِ مِنَ الْكَلَامِ فِي الْحَجِّ، وَأَنْ لَا يُؤْذَنَ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ بِخُطْبَةٍ وَلَا وَعْظٍ (تاریخ الرسل والملوک، الإمام الطبری، ج5، ص267، بیروت: دار الکتب العلمیۃ)۔ ترجمہ: معاویہ نے اپنے گورنروں کو حکم دیا کہ وہ اصحابِ علیؓ اور اہلِ بیتِ نبویؐ کو حج کے موقع پر کسی قسم کی گفتگو یا تقریر سے روکیں، اور کسی کو وعظ یا خطبے کی اجازت نہ دی جائے۔ یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ حج، جو امتِ مسلمہ کا سب سے بڑا روحانی اجتماع تھا، اسے اموی حکمرانوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے لیے محدود کر دیا۔ اہلِ بیتؓ اور ان کے وفاداروں کے وعظ و نصیحت کو بغاوت کے مترادف سمجھا گیا، حالانکہ ان کی گفتگو محض اصلاحِ امت اور امر بالمعروف پر مشتمل ہوتی تھی۔ وَفِي هَذَا الْعَامِ شَدَّدَ الْوُلَاةُ الْمُرَاقَبَةَ عَلَى الْحُجَّاجِ، وَخَاصَّةً أَصْحَابَ الْبَيْتِ وَمَنْ كَانَ يُعْرَفُ بِالْوَلَاءِ لِعَلِيٍّ، فَلَمْ يُتْرَكْ لَهُمْ مَجَالُ الْكَلَامِ وَلَا النَّصِيحَةِ (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص49، بیروت: دار الفکر)۔ ترجمہ: اس سال حکومتی والیوں نے حاجیوں پر سخت نگرانی رکھی، خصوصاً اہلِ بیتؓ اور ان لوگوں پر جو حضرت علیؓ سے وابستگی رکھتے تھے، انہیں کسی نصیحت یا گفتگو کا موقع نہیں دیا گیا۔ ابن کثیر کی یہ روایت حج کے ایام میں فکری جبر اور مذہبی سنسر شپ کی انتہائی شکل کو ظاہر کرتی ہے۔ حکومت نے مذہبی اجتماع میں آزادانہ خطاب کو سیاسی خطرہ سمجھ کر بند کر دیا، حالانکہ وہی منابر ماضی میں قرآن، عدل اور اخلاق کی دعوت کے مراکز تھے۔

سیاسی و دینی پس منظر: سنہ 48ھ کے اس واقعے کا مقصد واضح طور پر یہ تھا کہ اہلِ بیتؓ کے اثر و رسوخ کو محدود کر دیا جائے اور عام مسلمانوں کو ان کے وعظ و ارشادات سے دور رکھا جائے۔ حکومت کو خوف تھا کہ حج کے اجتماع میں اگر حضرت حسینؓ یا دیگر اصحابِ علیؓ عوام سے خطاب کریں گے تو ان کے عدل و مساوات کے پیغام سے اموی اقتدار کی کمزوریاں ظاہر ہو جائیں گی۔ اس طرح، اموی حکومت نے حج جیسے مقدس فریضے کو سیاسی گرفت میں لے کر مذہبی آزادی اور فکری اظہار پر پہرہ لگا دیا جو تاریخِ اسلام میں ظلم و استبداد کی نمایاں مثال ہے۔

ظلم کی نوعیت: مذہبی و فکری آزادی پر پابندی وعظ و نصیحت کو جرم قرار دینا اہلِ بیتؓ اور ان کے محبین پر سیاسی دباؤ منابرِ حرم کو صرف سرکاری ترجمانی تک محدود کر دینا۔

خلاصہ و نتائج: 1- ذی القعدہ و ذی الحجہ 48ھ میں حج کے موقع پر اہلِ بیتؓ اور اصحابِ علیؓ کے خطبات پر پابندی اموی اقتدار کی فکری کمزوری کو ظاہر کرتی ہے۔ 2- سیاسی خوف کی بنا پر مذہبی اجتماع کو کنٹرول کرنا دراصل حق گوئی کے خلاف اعلانِ جنگ تھا۔ 3- اہلِ بیتؓ نے وعظ و نصیحت سے باز رہ کر امت کے اتحاد کو مقدم رکھا، جس سے ان کی حکمت و بصیرت اور تحمل و وقار کا اظہار ہوتا ہے۔ 4- یہ واقعہ اسلام کے اس اصول کو واضح کرتا ہے کہ ظلم کے مقابلے میں صبر و استقامت بھی جہاد ہے۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، تاریخ الرسل والملوک، جلد 5، ص 267، بیروت: دار الکتب العلمیۃ۔ 2- ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، جلد 8، ص 49، بیروت: دار الفکر۔

خلاصۂ مظلومیت سنہ 48ھ

سنہ 48ھ اسلامی تاریخ میں مظلومیت، صبر اور استقامت کا وہ باب ہے جو اہلِ بیتِ اطہارؓ اور ان کے وفادار اصحابؓ کے لیے ایک مسلسل آزمائش بن کر آیا۔ سب سے بڑا سانحہ حضرت امام حسن بن علیؓ کی زہریلی شہادت تھی، جو نہ صرف اہلِ بیتؓ بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے لیے غم واندوہ کا باعث بنی۔ تاریخ طبری اور ابنِ کثیر کے مطابق یہ واقعہ سیاسی رقابت، اندرونی سازش اور اقتدار پرستی کی اُس تلخ فضا میں پیش آیا جس میں حق گوئی کو جرم اور خاموشی کو نجات سمجھا جانے لگا۔ امام حسنؓ کی شہادت نے بنو ہاشم پر ظلم و جبر کی نئی لہر چلا دی، جس کے بعد اہلِ بیتؓ کی معاشی و سیاسی زندگی کو مزید تنگ کر دیا گیا۔ اموی حکمرانوں نے نہ صرف مالی وسائل پر دباؤ بڑھایا بلکہ اہلِ بیتؓ اور اصحابِ علیؓ کے خطبات، اجتماعات اور دینی اثرات کو محدود کر دیا۔ مدینہ، کوفہ اور خراسان میں وفاداروں کی فہرستیں تیار کی گئیں، نگرانی کے نظام کو سخت کیا گیا، اور اہلِ بیتؓ کی عزت و حرمت پر حملے سیاسی تسلط کے آلے کے طور پر استعمال کیے گئے۔ یوں سنہ 48ھ کا سال امت کے اجتماعی شعور میں خوف، خاموشی اور ظلم کے تسلسل کا استعارہ بن گیا مگر اسی ظلم کے بطن سے اہلِ بیتؓ کا صبر، حکمت اور اخلاقی استقامت ایسی روشنی بن کر ابھری جس نے امت کو یہ درس دیا کہ باطل کے سامنے خاموشی نہیں بلکہ صبر و وقار کے ساتھ حق پر قائم رہنا ہی اصل شجاعت ہے۔

49ھ کے سیاسی حالات اور اہلِ بیتؓ پر دباؤ مظلومیتِ وفا کے دو تاریخی ابواب

(اسلامی سنہ 49ھ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ کے عہد میں بنواُمیہ کے اقتدار کا استحکام اور علویوں پر بڑھتا ہوا دباؤ)

محرم 49ھ مدینہ منورہ میں سوگ وسکوت کا موسم: حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت (سنہ 48ھ) اسلامی تاریخ میں ایک ایسا زلزلہ تھی جس نے امت کے ضمیر کو ہلا کر رکھ دیا۔ اُن کی رحلت کے بعد، اہلِ مدینہ پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی جو خوف، سوگ، اور خاموشی کے امتزاج سے عبارت تھی۔ اموی نظمِ حکومت نے حضرت حسنؓ کے بعد مدینہ پر گہری نظر رکھی۔ مورخ طبری نقل کرتے ہیں: وَكَانَتِ الْعُيُونُ تُرْسَلُ إِلَى الْمَدِينَةِ تُرَاقِبُ أَحْوَالَ بَنِي هَاشِمٍ وَتُحْصِي مَنْ يَدْخُلُ عَلَيْهِمْ وَيَخْرُجُ (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص270، مطبع دار التراث، بیروت)۔ ترجمہ: مدینہ کی طرف خفیہ کارندے بھیجے جاتے جو بنو ہاشم کے حالات کی نگرانی کرتے، اُن کے آنے جانے والوں کا حساب رکھتے تھے۔ یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ سیاسی نگرانی اور خوف وخاموشی کا وہ سلسلہ شروع ہو چکا تھا جو بعد میں اہلِ بیتؓ اور اصحابِ علیؓ کے لیے اذیت ومصیبت کا باب بنا۔ ابن اثیر نے اسی کیفیت کو یوں بیان کیا: فَسَكَتَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ سُكُوتًا طَوِيلًا، وَصَارَتِ الدُّعَاتُ تُقَالُ فِي السِّرِّ خَوْفًا مِنَ

الْعُيُونِ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص219، مطبع دار الکتب العلمیۃ)۔ ترجمہ: اہلِ مدینہ طویل عرصہ تک خاموش رہے، دعائیں خفیہ طور پر کی جانے لگیں، کہ کہیں سرکاری کارندوں کی نظر نہ پڑ جائے۔ یہ حالات بتاتے ہیں کہ اہلِ بیتؓ کے خدام و محبین پر سیاسی خوف، نظر بندی اور سخت نگرانی مسلط کر دی گئی تھی۔ حضرت امام حسینؓ پر بھی اس دور میں خروج یا وعظ و بیان کی اجازت نہ تھی، اور اُن کے گرد سرکاری محافظ مقرر کر دیے گئے۔ یہ وہ وقت تھا جب خلافت کے زیرِ سایہ اقتدار تو مضبوط تھا مگر قلوب میں زخم اور ضمیر میں خوف کی آگ بھڑک رہی تھی۔

ربیع الاول 49ھ: حضرت حجر بن عدیؓ اور اصحابِ علیؓ کے خلاف سازش کی ابتدا: محرم کے سناٹے کے بعد ربیع الاول میں کوفہ وہ مرکز بنا جہاں سیاسی بدگمانی کا کھیل شروع ہوا۔ حضرت حجر بن عدیؓ، جو صحابیِ رسول ﷺ اور حضرت علیؓ کے جانباز اصحاب میں سے تھے، اپنی حق گوئی اور عدل پسندی کی بنا پر کوفہ کے عوام میں مقبول تھے۔ اموی گورنر مغیرہ بن شعبہؓ کے بعد جب زیاد بن ابیہ کوفہ کا والی مقرر ہوا، تو حالات میں سختی آ گئی۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: كَانَ حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ، فَخَافَهُ زِيَادٌ، فَكَتَبَ إِلَى مُعَاوِيَةَ يُخْبِرُهُ أَنَّهُ يُحَرِّضُ النَّاسَ عَلَيْهِ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص51، مطبع دار الفکر، بیروت)۔ ترجمہ: حجر بن عدیؓ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے، زیاد اُن سے خوف زدہ تھا، اس نے معاویہؓ کو لکھا کہ وہ لوگوں کو میرے خلاف بھڑکاتے ہیں۔ بلاذری نے بھی اس واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا: فَكَانَتِ الْكُتُبُ تَرِدُ مِنَ الْكُوفَةِ إِلَى دِمَشْقَ تُفِيدُ أَنَّ الْوَلَاءَ لِعَلِيٍّ

لَمْ يَنْقَطِعْ، وَأَنَّ حُجْرًا وَأَصْحَابَهُ يُحَرِّضُونَ عَلَى الْوَالِي (البلاذری، أنساب الأشراف، ج3، ص37، مطبع دارالمعارف، قاہرہ)۔ ترجمہ: کوفہ سے دمشق کو خطوط پہنچنے لگے کہ علیؓ کی محبت ابھی ختم نہیں ہوئی اور حجرؓ و اُن کے اصحاب والی کے خلاف لوگوں کو ابھارتے ہیں۔ یہ سیاسی نگرانی اور الزام تراشی کا وہ آغاز تھا جو بعد میں سنہ 51ھ میں حضرت حجر بن عدیؓ کی شہادت پر منتج ہوا۔ اس وقت بنو اُمیہ کی حکومت نے اہلِ وفا کی فہرستیں تیار کیں، اور ان کے نام دمشق بھیجے گئے تاکہ اہلِ علیؓ کو نشان زد کیا جا سکے۔ یہ واقعہ خلافتِ معاویہؓ کے اُس دور کا آئینہ دار ہے جہاں انتظامی نظام مضبوط تھا، مگر عدل و آزادی کے چراغ بجھائے جا رہے تھے۔

خلاصہ و نتائج: 1- سنہ 49ھ میں مدینہ اور کوفہ دونوں مراکز پر اہلِ بیتؓ کے محبین اور اصحابِ علیؓ پر واضح دباؤ موجود تھا۔ 2- اموی نظام نے خوف، نگرانی اور الزام تراشی کو سیاسی استحکام کا ذریعہ بنایا۔ 3- اہلِ بیتؓ کے خلاف یہ دباؤ دراصل حکومت کے خوفِ محبتِ علیؓ کا نتیجہ تھا، کیونکہ بنو ہاشم کی روحانی اثر پذیری عوام میں برقرار تھی۔ 4- حضرت حجر بن عدیؓ جیسے جلیل القدر صحابی پر افترا و سازش کے آغاز نے بعد کے بڑے سانحات (کربلا، 61ھ) کی فکری بنیادیں رکھیں۔ 5- تاریخ کے یہ ابواب ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ حق گوئی اور وفاداری ہمیشہ آزمائش کا میدان رہی ہے، اور اہلِ وفا کی راہ ہمیشہ قربانی سے روشن ہوئی ہے۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 270، مطبع دارالتراث، بیروت۔ 2- ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 219، مطبع

دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔3-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص51، مطبع دار الفکر، بیروت۔4-البلاذری، أنساب الأشراف، ج3، ص37، مطبع دار المعارف، قاہرہ۔ 5-ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج5، ص95، مطبع دار صادر، بیروت۔

49ھ کے واقعاتِ کوفہ وفاداری کی قیمت اور صبرِ صحابہ کا امتحان

(اسلامی سنہ 49ھ: کوفہ میں اصحابِ علیؓ اور بنو ہاشم کے حامیوں کی گرفتاری اور حضرت حجر بن عدیؓ کی مظلومانہ قید)

جمادی الاولیٰ 49ھ: کوفہ میں بنو ہاشم کے محبین و اصحابِ علیؓ کی گرفتاری:

حضرت سیدنا حسنؓ کی شہادت کے بعد اہلِ بیتِ اطہارؓ کے ساتھ محبت رکھنے والوں پر اموی حکومت کی گرفت مزید سخت ہوتی گئی۔ خاص طور پر کوفہ، جو حضرت علیؓ کے دار الخلافہ کی حیثیت رکھتا تھا، وہاں کے متقی وحق پسند افراد پر حکومتِ شام کے نمائندے زیاد بن ابیہ نے اپنی سیاسی حکمتِ عملی کے تحت سختیاں شروع کیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اہلِ کوفہ میں حضرت علیؓ، عمارؓ، اور حجر بن عدیؓ کے محبین ایک مضبوط فکری و دینی گروہ کی صورت میں موجود تھے۔ لیکن اموی انتظامیہ نے اس وابستگی کو سیاسی خطرہ قرار دے کر ظلم و جبر کا آغاز کیا۔ امام طبری اس موقع پر لکھتے ہیں: وَكَتَبَ زِيَادٌ إِلَى مُعَاوِيَةَ يُخْبِرُهُ بِأَنَّ أَهْلَ الْكُوفَةِ فِيهِمْ بَقِيَّةٌ مِنْ شِيعَةِ عَلِيٍّ، وَأَنَّهُ قَدْ أَمَرَ بِحَبْسِ مَنْ يُظَنُّ بِهِمُ الْهَوَى لَهُ (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص274، مطبع دار التراث،

بیروت)۔ترجمہ: زیاد نے معاویہؓ کو لکھا کہ اہلِ کوفہ میں ابھی بھی حضرت علیؓ کے کچھ حامی موجود ہیں، اور میں نے اُن تمام افراد کو قید میں ڈالنے کا حکم دیا ہے جن پر اس رجحان کا گمان ہے۔ابن اثیر نے اسی واقعہ کی توثیق کرتے ہوئے لکھا: فَقَبَضَ زِيَادٌ عَلَى نَاسٍ كَانُوا يُعْرَفُونَ بِحُبِّ عَلِيٍّ، وَأَدْخَلَهُمُ السِّجْنَ، وَعَذَّبَ بَعْضَهُمْ (ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 221، مطبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ترجمہ: زیاد نے اُن لوگوں کو گرفتار کیا جو علیؓ کی محبت کے لیے پہچانے جاتے تھے، اُنہیں قید میں ڈالا اور بعض کو اذیتیں دیں۔یہ جملہ تاریخ کے صفحات پر ایک فکری و روحانی ظلم کا اعلان ہے کہ ایک ایسی محبت، جو رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے عبادت قرار پاتی ہے، اُس کو جرم بنا دیا گیا۔چنانچہ اہلِ کوفہ پر سیاسی دہشت، گرفتاریوں، اور جسمانی سزاؤں کا ایک نیا باب کھل گیا۔یہ محبین نہ کوئی باغی گروہ تھے نہ کوئی سیاسی لشکر، بلکہ وہ وہی اہلِ وفا تھے جن کے سینوں میں اہلِ بیتؓ کی محبت اور خلافتِ راشدہ کی وفاداری یکجا تھی۔ان میں بعض اصحابِ رسولؐ کے شاگرد، تابعین، اور نیک دل کوفی تھے، جنہیں بغیر جرم صرف محبتِ علیؓ کے شبہے میں زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔

رجب 49ھ حضرت حجر بن عدیؓ کی گرفتاری و شام روانگی: جمادی الاولیٰ کی گرفتاریوں کے بعد رجب 49ھ میں وہ وقت آیا جب حضرت حجر بن عدیؓ الکندی جلیل القدر صحابیِ رسول ﷺ کو بھی اسی سیاسی مہم کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔حضرت حجرؓ، جن کی عبادت، عدالت اور زہد پر تاریخ گواہ ہے، اُن پر الزام لگایا گیا کہ وہ کوفہ میں امیر کی مخالفت کرتے ہیں اور حضرت علیؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ابن اثیر لکھتے ہیں: وَكَانَ

حُجْرٌ لَا يَرَى الْمُنْكَرَ إِلَّا أَنْكَرَهُ، فَغَضِبَ زِيَادٌ، فَقَبَضَ عَلَيْهِ وَعَلَى أَصْحَابِهِ، وَبَعَثَ بِهِمْ إِلَى مُعَاوِيَةَ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص222، مطبع دار الکتب العلمیۃ)۔ ترجمہ: حجرؓ جب کوئی برائی دیکھتے تو اُس سے انکار کرتے، اس پر زیاد غضبناک ہوا، اُس نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے معاویہؓ کے پاس بھیج دیا۔ ابن کثیر اسی گرفتاری کی تفصیل میں رقم طراز ہیں: **فَبُعِثَ بِهِ وَبِأَصْحَابِهِ إِلَى مَرْجِ عَذْرَاء، فَأُمِرَ بِهِمْ فَحُبِسُوا ثُمَّ قُتِلُوا** (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص52، مطبع دار الفکر، بیروت)۔ ترجمہ: انہیں ان کے ساتھیوں سمیت مرجِ عذراء (دمشق کے قریب) بھیجا گیا، وہاں انہیں قید رکھا گیا، پھر قتل کر دیا گیا۔ یہ وہ المناک مرحلہ تھا جہاں ایک جلیل القدر صحابی کو جھوٹے سیاسی مقدمے میں گرفتار کر کے جلاوطن کیا گیا۔ حضرت حجرؓ نے آخری لمحوں تک اپنے موقف سے رجوع نہ کیا، اور فرمایا: میں اس امت میں سب سے پہلا شخص ہوں جسے امر بالمعروف کے سبب قتل کیا جا رہا ہے۔ ان کی یہ شہادت تاریخِ اسلام میں شہادتِ وفا کے عنوان سے ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔

خلاصہ و نتائج: 1- سنہ 49ھ میں کوفہ اموی سیاسی دباؤ کا مرکز بن گیا، جہاں محبتِ اہلِ بیتؑ کو جرم سمجھا گیا۔ 2- زیاد بن ابیہ کی پالیسی نے اہلِ وفا، تابعین، اور اصحابِ علیؓ کے حامیوں پر قید و اذیت کی فضا قائم کی۔ 3- حضرت حجر بن عدیؓ کی گرفتاری دراصل امر بالمعروف اور محبتِ اہلِ بیتؑ کی سزا تھی، نہ کہ کوئی بغاوت یا فساد۔ 4- تاریخِ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ ایک صحابیِ رسول ﷺ کو سیاسی مصلحت کے تحت قید و شہید کیا گیا۔ 5- یہ سانحہ دراصل اُس جبر و فتنہ کی بنیاد بنا جو بعد کے ایام

میں کربلا جیسے عظیم المیہ کی تمہید ثابت ہوا۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 274، مطبع دار التراث، بیروت۔ 2- ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 221-222، مطبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 52، مطبع دار الفکر، بیروت۔ 4- البلاذری، أنساب الأشراف، ج 3، ص 4038، مطبع دار المعارف، قاہرہ۔ 5- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج 5، ص 96، مطبع دار صادر، بیروت۔

سنہ 49ھ کے سیاسی وفکری اضطراب بنو ہاشم کے محبین پر جبر و خاموشی کی فضا

شعبان 49ھ عراق میں خوف و دہشت کا ماحول: شعبان 49ھ میں عراق کے سیاسی وسماجی حالات ایک گہرے خوف واضطراب کی کیفیت میں ڈھل چکے تھے۔ بنو اُمیہ کے کارندوں نے عوام میں جاسوسی کا ایک منظّم جال بچھا دیا تھا، تاکہ اہلِ بیتؑ اور اصحابِ علیؓ کے محبین کی سرگرمیوں پر مکمل نظر رکھی جا سکے۔ قال الطبری: وَكَانَ زِيَادٌ يَبْعَثُ الْعُيُونَ فِي الْكُوفَةِ وَالْبَصْرَةِ، لِيَرْصُدُوا أَهْلَ الْهَوَى مِنْ شِيعَةِ عَلِيٍّ وَيَكْتُبُوا بِأَسْمَائِهِمْ إِلَى الشَّامِ (تاریخ الطبری، ج 5، ص 275، دار الفکر)۔ ترجمہ: زیاد (بن ابیہ) اپنے مخبروں کو کوفہ و بصرہ میں بھیجتا تھا تاکہ اہلِ تشیع اور حضرت علیؓ کے

محبین کی نگرانی کریں اور ان کے نام دمشق روانہ کریں۔ وضاحت: یہ روایت عراق میں خوف کی فضا کی عکاسی کرتی ہے۔ وفادار اہلِ ایمان جو حضرت علیؑ اور اہلِ بیتؑ سے محبت رکھتے تھے، اُنہیں صرف عقیدت کی بنیاد پر قابلِ گرفت سمجھا جاتا۔ نتیجتاً عوامی زندگی جاسوسی، شک، اور خوف کی لپیٹ میں آ گئی۔ معاشی سطح پر بھی زیاد بن ابیہ نے وہی پالیسی اپنائی جو اموی حکمرانی کا خاصہ بن چکی تھی یعنی بنو ہاشم کے محبین کو وظائف، عطیات اور ریاستی امداد سے محروم کرنا تاکہ انہیں مالی تنگی میں مبتلا رکھا جا سکے۔ یہ دور فکری جبر اور سیاسی سکوت کا دور کہلایا جا سکتا ہے، جہاں زبان کھولنا جرم، اور خاموش رہنا مجبوری بن چکا تھا۔

رمضان 49ھ مصر و خراسان میں اموی فوجی سختیاں: رمضان 49ھ میں اموی سلطنت کے مشرقی اور مغربی علاقوں بالخصوص مصر اور خراسان میں سیاسی گرفت مزید سخت کر دی گئی۔ بنو اُمیہ کے والیانِ صوبہ نے مخالفین پر ظلم و تشدد کی نئی مہم شروع کی۔ قال ابن کثیر: وَفِي هَذِهِ السَّنَةِ شَدَّدَ عُمَّالُ بَنِي أُمَيَّةَ فِي الْمِصْرَيْنِ الْمِصْرِ وَالْخُرَاسَانِ، فَتَتَبَّعُوا مَنْ يُظَنُّ بِهِ الْخِلَافُ وَعَذَّبُوهُ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص54، دار إحیاء التراث العربی)۔ ترجمہ: اسی سال بنو اُمیہ کے عاملان نے مصر اور خراسان میں سختی کی، ہر اُس شخص کو تلاش کیا جس پر مخالفت کا گمان ہو، اور اسے اذیتیں دیں۔ وقال ابن الأثیر: وَكَانَ فِي خُرَاسَانَ وَمِصْرَ تَتَبُّعٌ لِمَنْ يُتَّهَمُ بِمَيْلٍ إِلَى أَهْلِ الْبَيْتِ، فَيُسْجَنُونَ وَيُعَذَّبُونَ (الکامل فی التاریخ، ج3، ص225، دار الکتب

العلمیۃ)۔ترجمہ: خراسان اور مصر میں اُن افراد کا پیچھا کیا گیا جو اہلِ بیتؓ کی محبت رکھتے سمجھے جاتے تھے، پھر انہیں قید کیا جاتا اور عذاب دیا جاتا۔ **وضاحت:** یہ اموی اقتدار کے اُس منظّم ظلم و جبر کا مظہر ہے جو سلطنت کے مختلف صوبوں میں اہلِ بیتؓ اور اُن کے حامیوں کے خلاف روا رکھا گیا۔ سیاسی وفاداری کا معیار تقویٰ یا دیانت نہیں، بلکہ مرکزِ دمشق سے وابستگی بن چکا تھا۔ عام مسلمانوں کے لیے یہ وہ دور تھا جب ایمان و عقیدت کا اظہار بھی جرم ٹھہرا۔ مصر و خراسان جیسے دور دراز علاقوں میں بھی بنو ہاشم کے محبین پر کڑی نگرانی، گرفتاری اور تشدد کے واقعات عام ہو گئے تھے۔

خلاصہ و نتائج: 1- سنہ 49ھ میں بنو اُمیہ نے سیاسی استحکام کے نام پر ایک ایسے نظامِ جبر کی بنیاد رکھی جس نے اہلِ بیتؓ کے حامیوں کو فکری، معاشی اور جسمانی طور پر کمزور کر دیا۔ 2- عراق میں خوف و خاموشی کی فضا نے دینی دعوت، وعظ، اور آزاد فکر کے دروازے بند کر دیے۔ 3- مصر و خراسان میں فوجی شدت اور عوامی محاسبہ کے ذریعے سیاسی وفاداری کو مذہبی ایمان پر ترجیح دی گئی۔ 4- یہ دور امت کی اجتماعی کمزوری اور حکومتی جبر کے اس عہد کی تصویر ہے جہاں اہلِ حق کو ظلم سہنا پڑا، مگر وہ حق کے چراغ کو بجھنے نہیں دیتے تھے۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص275، دار الفکر، بیروت۔ 2- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر: البدایہ والنہایہ، ج8، ص54، دار إحیاء التراث العربی، بیروت۔ 3- ابن الأثیر، علی بن محمد الجزری: الکامل

فی التاریخ، ج3، ص225، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 4- البلاذری، أحمد بن یحیی: أنساب الأشراف، ج3، ص40، دار المعارف، قاہرہ۔

سنہ 49ھ کے خونچکاں واقعات حجر بن عدیؓ کی شہادت اور اہلِ بیتؓ پر فکری پابندیاں

ذی القعدہ 49ھ حضرت حجر بن عدیؓ اور اُن کے رفقاء کی شہادت (مرجِ عذراء): ذی القعدہ 49ھ اسلامی تاریخ کا وہ لمحۂ سیاہ ہے جب تابعین اور صحابہ کرامؓ میں سے ایک جلیل القدر صحابی، حضرت حجر بن عدیؓ الکندی، کو ان کے چند باوفا رفقاء سمیت مرج عذراء (دمشق کے قریب ایک مقام) پر شہید کیا گیا۔ یہ واقعہ نہ صرف بنو اُمیہ کے ظلم وتشدد کا مظہر ہے بلکہ امت کے اندر خوف وخموشی کے ایک نئے دور کی ابتداء بھی۔ **قال الطبری: فَقُدِّمَ حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ وَأَصْحَابُهُ إِلَى مُرْجِ عَذْرَاءَ، فَأُمِرُوا أَنْ يَلْعَنُوا عَلِيًّا، فَأَبَوْا، فَقِيلَ لَهُمْ: اُتْرُكُوا الصَّلَاةَ الْوُسْطَى، فَأَبَوْا أَنْ يَدَعُوهَا، فَقُتِلُوا وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ** (تاریخ الطبری، ج5، ص276، دار الفکر)۔ ترجمہ: حضرت حجر بن عدیؓ اور اُن کے ساتھیوں کو مرجِ عذراء لایا گیا، انہیں حکم دیا گیا کہ حضرت علیؓ پر لعنت کریں، انہوں نے انکار کیا۔ پھر کہا گیا: تم نمازِ وسطیٰ (عصر) ترک کرو، انہوں نے انکار کیا۔ چنانچہ وہ اُسی حال میں قتل کر دیے گئے کہ نماز پر قائم تھے۔ **قال ابن الأثیر:**

وَكَانَ سَبَبُ قَتْلِهِ أَنَّهُ أَنْكَرَ عَلَى زِيَادٍ تَرْكَهُ الصَّلَاةَ فِي وَقْتِهَا، وَقَامَ فِي النَّاسِ يَدْعُو إِلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ، فَكُتِبَ بِهِ إِلَى مُعَاوِيَةَ، فَأَمَرَ بِقَتْلِهِ (الکامل فی التاریخ، ج3، ص226، دارالکتب العلمیۃ)۔ ترجمہ: اُن کے قتل کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے زیاد بن ابیہ کو نماز مؤخر کرنے پر ٹوکا اور لوگوں میں امر بالمعروف کی دعوت دی، پس ان کے خلاف شام کو رپورٹ بھیجی گئی اور معاویہؓ نے ان کے قتل کا حکم دیا۔

وضاحت: حضرت حجر بن عدیؓ اُن نفوسِ قدسیہ میں سے تھے جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے پر ہر حال میں قائم رہے۔ ان کے جرم کا عنوان ''نماز چھوڑنے سے انکار'' اور ''علیؓ پر زبان نہ کھولنا'' تھا۔ تاریخ کے صفحات اس بات کے گواہ ہیں کہ جب اُن سے نماز ترک کرنے کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: الصَّلاةُ لا تُترَكُ حتّى المَوتِ یعنی نماز موت تک ترک نہیں کی جاسکتی۔ یوں حضرت حجرؓ اور اُن کے رفقاء (جن کی تعداد بعض روایات کے مطابق 7 تھی) نماز کی حالت میں شہید کر دیے گئے۔ یہ وہ لمحہ تھا جب صلوۃ جرم ٹھہری اور حق پر استقامت کو بغاوت سمجھا گیا۔ یہ واقعہ تاریخِ اسلام میں ایک ایسے باب کی مانند ہے جس میں دین کی بنیاد پر ظلم روا رکھا گیا، اور اہلِ ایمان کی ثابت قدمی نے صبر وتسلیم کی وہ مثال قائم کی جس پر آج بھی تاریخ فخر کرتی ہے۔

ذی الحجہ 49ھ: حج کے موقع پر اہلِ بیتؓ پر خطبہ ودعوت کی پابندی: ذی الحجہ 49ھ کے ایامِ حج میں مکہ مکرمہ ایک غیر معمولی سیاسی نگرانی کے ماحول میں بدل گیا۔

بنواُمیہ نے حج جیسے روحانی اجتماع کو بھی اپنے اقتدار کے استحکام کا ذریعہ بنالیا۔ قال الطبری: وَفِی هَذِهِ السَّنَةِ مَنَعَ الْعُمَّالُ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ وَأَصْحَابَهُ مِنَ الْكَلَامِ فِی النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ، وَنُصِبَتِ الْعُيُونُ فِی الْمَسْجِدِ لِمُرَاقَبَتِهِمْ (تاریخ الطبری، ج5، ص278، دارالفکر)۔ ترجمہ: اسی سال حکومتی کارندوں نے حضرت حسین بن علیؓ اور ان کے اصحاب کو حج کے موقع پر عوام سے خطاب کرنے سے روکا، اور مسجد الحرام میں ان کی نگرانی کے لیے جاسوس مقرر کیے گئے۔ قال ابن الأثير: وَكَانَ الْحُسَيْنُ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِی النَّاسِ بِمَا يَرَى مِنَ الْحَقِّ، فَنُهِیَ عَنْ ذَلِكَ، وَقِيلَ لَهُ: إِنَّ الْمَسْجِدَ تَحْتَ الْعُيُونِ (الکامل فی التاریخ، ج3، ص227، دارالکتب العلمیۃ)۔ ترجمہ: حضرت حسینؓ چاہتے تھے کہ وہ لوگوں سے حق کے بارے میں کلام کریں، مگر انہیں منع کر دیا گیا اور کہا گیا: مسجد جاسوسوں کے زیرِ نگرانی ہے۔

وضاحت: یہ وہ موقع تھا جب کلمۂ حق پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ حج، جو تقویٰ، مساوات اور امت کے اتحاد کا مظہر تھا، اُسے سیاسی خوف اور خاموشی کی علامت بنا دیا گیا۔ حضرت حسینؓ کی زبانِ حق کو روک کر دراصل بنواُمیہ نے وہ سلسلہ شروع کیا جو بعد میں کربلا کے المیے کی بنیاد بنا۔ یہ واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اہلِ بیتؓ کو صرف سیاسی بنیادوں پر نہیں بلکہ ان کی دینی اثر انگیزی کے سبب بھی خاموش کیا جا رہا تھا۔

خلاصہ و نتائج: 1- ذی القعدہ 49ھ میں حضرت حجر بن عدیؓ اور اُن کے سات رفقاء کی شہادت نے اسلام کے اندر ظلم کے خلاف صبر و حق گوئی کی ایک ابدی مثال قائم کی۔ 2- اُن کا جرم نماز اور وفاداریِ اہلِ حق تھا یوں صلوٰۃ جو ایمان کی

علامت تھی، جرم ٹھہرا دی گئی۔ 3-ذی الحجہ 49ھ میں حضرت حسینؓ پر پابندی اس بات کا اظہار تھی کہ بنو اُمیہ مذہبی اجتماعات کو بھی اپنی سیاسی گرفت میں رکھنا چاہتے تھے۔ 4-یہ دونوں واقعات اس دور کے دینی و اخلاقی انحطاط کا منظر نامہ ہیں، جب حکمرانی نے عبادت اور عقیدہ دونوں کو اپنے تابع بنانے کی کوشش کی۔ 5-اہلِ بیتؓ اور اصحابِ رسولؐ نے اس جبر کے مقابل صبر و عزیمت کا جو نمونہ پیش کیا، وہ تاریخِ ایمان کی دائمی روشنی ہے۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص278-276، دار الفکر، بیروت۔ 2-ابن الأثیر، علی بن محمد الجزری: الکامل فی التاریخ، ج3، ص227-226، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3-ابن کثیر، إسماعیل بن عمر: البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 5 5، دار إحیاء التراث العربی، بیروت۔ 4-البلاذری، أحمد بن یحیی: أنساب الأشراف، ج3، ص42، دار المعارف، قاہرہ۔

سنہ 49ھ کے مظلومینِ اسلام: حضرت حجر بن عدیؓ اور اصحابِ وفا کی شہادت ظلمِ سیاست پر صبرِ ایمان کی تاریخ

اسلامی تاریخ کے صفحات میں سنہ 49ھ ایک ایسا باب ہے جو امتِ مسلمہ کے دلوں کو رنجیدہ اور آنکھوں کو اشکبار کر دیتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب عدل و حق کے

ترجمان، وفا وتقویٰ کے پیکر حضرت حجر بن عدیؓ کندی اور ان کے رفقائے ایمان کو صرف اس جرم میں شہید کر دیا گیا کہ وہ نماز ترک کرنے سے انکار کرتے تھے، اور اہلِ بیتِ نبویؐ سے اپنی محبت و وفاداری پر قائم تھے۔ یہ سانحہ نہ صرف سیاسی ظلم کا مظہر تھا بلکہ یہ اسلامی عدل کے چہرے پر پہلی حکومتی تلوار تھی جو اہلِ ایمان پر اٹھائی گئی۔

ذی القعدہ 49ھ

(مرجِ عذراء کا المیہ اور حضرت حجر بن عدیؓ کی شہادت)

پس منظر: حضرت حجر بن عدیؓ بن معاویہ کندی، وہ جلیل القدر صحابی ہیں جنہوں نے رسولِ اکرم ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی، اور خلفائے راشدینؓ کے ساتھ جہاد و عدل کے میدانوں میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان کی شخصیت زہد، شجاعت، تقویٰ، اور حق گوئی کا حسین امتزاج تھی۔ اموی گورنر زیاد بن ابیہ نے جب کوفہ میں سیاسی دباؤ بڑھایا تو سب سے پہلے انہی اہلِ حق کو نشانہ بنایا جن کے دلوں میں اہلِ بیتؑ کی محبت اور علیؓ سے عقیدت تھی۔ حجر بن عدیؓ اُنہی مخلصین میں سے تھے جو جمعہ کے خطبات میں علیؓ کے ذکر پر رضی اللہ عنہ کہنا اپنا ایمان سمجھتے تھے۔ یہ بات اموی انتظامیہ کو گراں گزری۔ **گرفتاری اور شام روانگی:** تاریخی روایات میں طبری لکھتے ہیں:

أرسل زياد بن أبيه إلى معاوية بحجر وأصحابه مقيدين، وقال: إنهم

خالفوا أمر الأمير وامتنعوا عن لعن علی (طبری جلد 5، صفحہ 276)۔ ترجمہ: زیاد بن ابیہ نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو پابجولاں دمشق روانہ کیا اور امیرِ شام کو لکھا کہ انہوں نے گورنر کے حکم کی نافرمانی کی اور حضرت علیؓ پر لعنت کرنے سے انکار کیا۔ یہی ان کا جرم قرار پایا وفاداری جرم بن گئی، اور نماز سزا کا باعث ٹھہری۔

شہادتِ حجر بن عدیؓ واصحاب: ابن اثیر رقم طراز ہیں: قُتل حجر وأصحابه بمرج عذراء بأمر معاوية، وكانوا سبعة نفر، وقال حجر قبل قتله: دعونی أتوضأ، فما توضأ إلا وصلی ركعتين (الکامل فی التاریخ، جلد 3، صفحہ 226)۔ ترجمہ: حضرت حجر اور ان کے سات ساتھیوں کو مرجِ عذراء میں معاویہ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ حجرؓ نے قتل سے پہلے اجازت مانگی کہ میں وضو کرلوں، پھر انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: اے اللہ! میں نے کبھی نماز ترک نہیں کی، اب تیری راہ میں جان دے رہا ہوں۔ یہ منظر اسلامی عدل کے دل کو دہلا دینے والا تھا جہاں 'الصلوۃ' جرم قرار پائی، اور وفاداری کو بغاوت کا نام دیا گیا۔

ذی الحجہ 49ھ: حج کے موقع پر اہلِ بیتؓ پر خطبہ ودعوت کی پابندی مقدس فضا میں سیاسی خوف: اسی سال ذی الحجہ 49ھ میں جب موسمِ حج آیا تو اموی کارندوں نے اہلِ بیتؓ اور ان کے مخبین پر گہری نظر رکھی، ابن اثیر (جلد 3، صفحہ 227) کے الفاظ ہیں: منع الحسين بن علی من الكلام مع الناس، وجعلت العيون تتبع خطاه فی المسجد الحرام. ترجمہ: حضرت حسین بن علیؓ کو لوگوں سے گفتگو سے

روک دیا گیا، اور اموی جاسوس ان کے ہر قدم کی نگرانی کرتے رہے۔ یہ اقدام اس بات کا اعلان تھا کہ اب دین کی زبان سیاست کے تابع کر دی گئی ہے۔ مذہبی وفکری آزادی کا دروازہ بند کر دیا گیا، اور اہلِ بیتؓ کی دعوت کو خاموش کرنے کی سرکاری پالیسی نافذ کر دی گئی۔

نتائج واثرات: 1-اسلامی عدل کے نظام پر پہلا ضرب: حضرت حجر بن عدیؓ کی شہادت وہ پہلا موقع تھا جب ایک عادل صحابی کو نماز اور حق گوئی کے جرم میں قتل کیا گیا۔ **2-وفاداری جرم بن گئی:** اہلِ بیتؓ سے محبت اور خلفائے راشدینؓ کے طرزِ عمل پر استقامت کو سیاسی بغاوت سمجھا جانے لگا۔ **3-امت میں خوف وخاموشی کا آغاز:** عراق وحجاز میں خوف ودہشت کا جال پھیل گیا۔ علماء، تابعین، اور محبینِ علیؓ کے لیے فکری اظہار جرم بن گیا۔ **4-اسلامی سیاست میں زوالِ عدل:** یہ سانحہ دراصل اس دور کے سیاسی استبداد اور دینی شعور کی کمزوری کی علامت بن گیا، جس نے بعد کے فتنے (خصوصاً کربلا) کی زمین ہموار کی۔

خلاصہ ونتائج: سنہ 49ھ اسلامی تاریخ کا وہ نکتہ ہے جہاں سیاسی اقتدار نے دینی غیرت کو پامال کیا۔ حضرت حجر بن عدیؓ اور ان کے رفقاء نے نماز ووفاداری کے جرم میں جان قربان کر کے امت کو یہ درس دیا کہ سیاست کے ظلم سے ایمان کی شمع نہیں بجھتی، بلکہ وہ مزید روشن ہو جاتی ہے۔ اہلِ بیتؓ اور اصحابِ وفا کے خلاف یہ مسلسل دباؤ اس بات کا ثبوت ہے کہ باطل جب حق سے خوفزدہ ہوتا ہے تو خاموشی اور قید اس کا

پہلا ہتھیار بن جاتی ہے۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، تاریخ الامم والملوک، جلد 5، صفحہ 278-276، دارالفکر، بیروت۔ 2-ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، جلد 3، صفحہ 227-226، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔ 3-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 8، صفحہ 55، دارالفکر، دمشق۔ 4-البلاذری، انساب الاشراف، جلد 3، صفحہ 42، دارالمعارف، قاہرہ۔

خراجِ عقیدت بر شہیدانِ مرجِ عذراء

مرجِ عذراء کی مٹی آج بھی وفا کے خون سے مہک رہی ہے۔ وہ زمین جس پر حضرت حجر بن عدیؓ اور ان کے سات رفقا نے سجدے میں جان دے کر تاریخِ ایمان کو دوام بخشا، وہ دراصل امت کے ضمیر کی آزمائش گاہ تھی۔ وہاں نماز جرم بن گئی، مگر ایمان سر نہیں جھکاتا۔ وہاں تلواریں عدل کے خلاف اٹھیں، مگر صبر و یقین کے چراغ بجھ نہ سکے۔ یہ وہ لمحہ تھا جب اقتدار کے ایوانوں میں خوفِ خدا کی بجائے خوفِ حق گوئی چھا گیا۔ مگر اہلِ ایمان نے بتایا کہ:

جو سجدہ عشق میں سر دے
وہ تلواروں سے نہیں ڈرتا

حضرت حجرؓ اور ان کے رفقا نے اپنے خون سے یہ اعلان لکھا کہ: ایمان زندہ رہتا ہے، چاہے حکومتیں بدل جائیں۔ اے مرجِ عذراء کے شہیدو! تمہاری قربانی نے

امت کو یہ سبق دیا کہ حق کی قیمت کبھی کم نہیں ہوتی، اور باطل کی عمر کبھی زیادہ نہیں ہوتی۔

وفا کے قافلے رکتے نہیں زمانے میں
یہ خونِ صدق ہی لکھتا ہے داستانِ یقیں

سنہ 50ھ کے اہم واقعات

(مدینہ منورہ میں اہلِ بیتِ اطہارؓ پر سخت نگرانی)

اسلامی سنہ 50ھ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ کے عہدِ حکومت کا ایک ایسا دور ہے جس میں بنواُمیہ کا سیاسی تسلط اپنی مضبوط ترین صورت میں ظاہر ہوا۔ مرکزِ خلافت دمشق میں تھا، مگر اہلِ بیتِ نبویؐ اور اہلِ مدینہ پر مسلسل نظر رکھی جا رہی تھی۔ مدینہ منورہ، جو دارالہجرت و دارالایمان تھا، رفتہ رفتہ سیاسی نگرانی اور سرکاری دباؤ کے زیرِ سایہ آ گیا۔ امیر معاویہؓ نے اپنی خلافت کے استحکام کے لیے شام میں اپنی انتظامی طاقت کو مضبوط کیا اور اہلِ بیتؓ کی مقبولیت کو محدود رکھنے کے لیے اہلِ مدینہ کے اندرونی معاملات پر مروان بن حکم کو مامور کیا۔ یہی وہ مروان ہے جو مدینہ کا والی تھا اور اموی سیاست کا سب سے چالاک عنصر سمجھا جاتا تھا۔

اہلِ بیتؓ کی مجالس وملاقاتوں پر نگرانی: الطبری نے اس سال کے آغاز میں ذکر کیا ہے کہ: **وكان مروان بن الحكم قد غلب على أمر المدينة، فكان يراقب الحسين بن عليٍّ مراقبةً شديدةً، ويمنع الناس من الاجتماع**

إلیــــه (تاریخ الطبری، ج5،ص282، دارالتراث، بیروت)۔ **ترجمہ وتوضیح:** مروان بن حکم مدینہ کے تمام معاملات پر غالب آ چکا تھا۔ وہ حضرت حسین بن علیؓ کی سخت نگرانی کرتا اور لوگوں کو ان سے ملاقات کرنے سے روکتا تھا۔ یہ تاریخی اقتباس اس امر کی روشن دلیل ہے کہ اہلِ بیتِ اطہارؓ کے ساتھ ایک خفی مگر مؤثر فکری اور سیاسی محاصرہ قائم تھا۔ حضرت حسینؓ، جو اس وقت مدینہ میں اقامت پذیر تھے، اپنی علمی مجالس اور اصلاحی گفتگو کے ذریعے دین وملت کے شعور کو زندہ رکھتے تھے۔ لیکن اموی سیاست کو یہ حق گوئی ناگوار گزرتی تھی۔

مروان بن حکم کا تسلط اور اہلِ مدینہ پر دباؤ: ابن اثیر نے الکامل فی التاریخ میں اس فضا کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: **وکان مروان یومئذٍ والیاً علی المدینة، قد اشتدَّ سلطانه علی الناس، فخاف کثیرٌ من أهل المدینة أن یُتَّهموا بولائهم لأهل البیت** (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج3،ص230، دارالکتب العلمیۃ)۔ **ترجمہ ووضاحت:** اس زمانے میں مروان بن حکم مدینہ کا والی تھا۔ اس کا تسلط لوگوں پر بہت بڑھ گیا تھا۔ اہلِ مدینہ میں سے بہت سے افراد اس خوف میں مبتلا تھے کہ کہیں ان پر اہلِ بیتؓ کی حمایت کا الزام نہ لگ جائے۔ یہ کیفیت صرف سیاسی نہیں بلکہ فکری جبر کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ محبتِ اہلِ بیتؓ کو جرم کے مترادف سمجھا جانے لگا تھا۔ نتیجتاً، ایک ایسا ماحول پیدا ہوا جس میں حق گوئی خطرہ، خاموشی نجات، اور وابستگی جرم بن گئی۔

سیاسی پس منظر اور اموی پالیسی: اس زمانے میں بنو اُمیہ کی پالیسی یہ تھی کہ

مرکزِ حکومت کے خلاف کسی بھی فکری یا مذہبی تحریک کو ابتدائی سطح پر ہی دبا دیا جائے۔ مدینہ چونکہ اہلِ بیتؓ اور صحابۂ کرامؓ کا گہوارہ تھا، اس لیے یہاں کی سیاسی بیداری کو قابو میں رکھنا اموی ریاست کے لیے ضروری سمجھا گیا۔ مروان بن حکم کے اختیارات بڑھا دیے گئے تاکہ وہ اہلِ بیتؓ کی سرگرمیوں کو محدود رکھے۔ حضرت حسین بن علیؓ کے ساتھ تعلق رکھنے والے افراد کو یا تو طلب کیا گیا یا ان کی ملاقاتوں پر نظر رکھی گئی۔ مؤرخین نے اس دور کو عہدِ مراقبہ وسکوت سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ اہلِ بیتؓ پر ظاہری ظلم کم مگر داخلی دباؤ شدید تھا۔

ظلم کی نوعیت: فکری وسیاسی قید: اہلِ بیتؓ کو مدینہ کے عوام سے الگ رکھنے کی پالیسی اپنائی گئی۔ اجتماعی دباؤ: اہلِ مدینہ کے اہلِ علم کو اس امر سے روکا گیا کہ وہ حسینؓ یا ان کے اہلِ خانہ کے ساتھ کھل کر تعلق رکھیں **مراقبتی نگرانی:** گورنری کو تقویت دے کر ایک خفیہ نگرانی کا نظام قائم کیا گیا۔ یہ ظلم تلوار یا قید سے زیادہ خطرناک تھا کیونکہ اس نے اجتماعی ضمیر کو خوف کے سائے میں زندہ رہنے پر مجبور کر دیا۔

اہلِ بیتؓ کا وقار وصبر: ان تمام دباؤ کے باوجود حضرت حسین بن علیؓ نے اپنے مقامِ عزیمت سے انحراف نہیں کیا۔ آپؓ خاموش مگر باوقار انداز میں دین کے حقیقی تصور کو زندہ رکھتے رہے۔ یہی صبر وثبات بعد کے واقعات خصوصاً کربلا کی فکری بنیاد ثابت ہوا۔ قرآنِ مجید کی یہ آیت اہلِ بیتؓ کے اس طرزِ عمل کی ترجمان ہے: وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ (النحل:127)۔ اور صبر کرو، اور تمہارا صبر اللہ ہی کے لیے ہو۔

خلاصہ ونتائج: 1- سنہ 50ھ میں مدینہ منورہ اہلِ بیتؓ کے لیے فکری قید خانہ

بن چکا تھا۔2-مروان بن حکم کے زیرِ اقتدار اموی حکومت نے حضرت حسینؓ پر خفیہ نگرانی عائد کی۔3-اہلِ بیتؓ کی مجالس و ملاقاتوں پر پابندی لگا کر عوامی شعور کو محدود کیا گیا۔4-یہ اقدام مستقبل میں رونما ہونے والے سیاسی تصادم (کربلا) کی تمہید ثابت ہوا۔5-حضرت حسینؓ نے صبر، بصیرت اور وقار کے ساتھ ظلم و جبر کے نظام میں ایمان و عزیمت کی شمع روشن رکھی۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، محمد بن جریر۔تاریخ الامم والملوک، ج 5، ص 282، دار التراث، بیروت۔2-ابن الاثیر، عزالدین۔الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 230، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔3-ابن سعد، محمد۔الطبقات الکبری، ج 5، ص 154، دار صادر، بیروت۔4-ابن کثیر، اسماعیل۔البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 138، دار الفکر، دمشق۔5-ابن عبدالبر، یوسف۔الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج 1، ص 383، دار الجیل، بیروت۔

ربیع الاول 50ھ تا جمادی الاولیٰ 50ھ

(اہلِ حق پر اموی جبر کے نئے ابواب اصحابِ حجرؓ کی باقیات اور حضرت حسینؓ پر دباؤ)

اسلامی تاریخ کا سنہ 50ھ وہ عہد ہے جب سلطنتِ شام کے سیاسی اقتدار نے عدلِ راشدین کے اصولوں سے انحراف کا آغاز کر دیا۔خلافتِ معاویہؓ کے آخری دور میں اہلِ بیتِ اطہارؓ اور اصحابِ حجر بن عدیؓ جیسے اصحابِ صدق و وفا پر مسلسل

نگرانی، جبر اور الزامات کی فضا قائم رہی۔ کوفہ و مدینہ میں حق گوئی جرم بن چکی تھی، اور وفاداری کا پیمانہ حکومتِ وقت کی تائید قرار پایا تھا۔

ربیع الاول 50ھ اصحابِ حجر بن عدیؓ کے باقی ماندہ افراد پر مقدمات:

تاریخی پس منظر: حضرت حجر بن عدیؓ الکندی اور ان کے رفقاء کی شہادت (49ھ) تاریخِ اسلام کا وہ المیہ باب ہے جس میں پہلی مرتبہ سیاسی وفاداری کو ایمان پر ترجیح دی گئی۔ لیکن ظلم کا سلسلہ یہیں ختم نہ ہوا۔ ربیع الاول 50ھ میں کوفہ دوبارہ جبر و تعذیب کا مرکز بنا۔

کوفہ میں گرفتاریوں کا نیا سلسلہ: علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: **وَقُبِضَ عَلَى بَقَايَا أَصْحَابِ حُجْرٍ فِي الْكُوفَةِ، وَأَمَرَ زِيَادٌ بِإِحْضَارِهِمْ وَتَتَبُّعِ مَنْ تَعَلَّقَ بِهِمْ** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص59، مطبع دار الفکر، بیروت)۔ ترجمہ: کوفہ میں حضرت حجر کے باقی اصحاب کو گرفتار کیا گیا، اور زیاد بن ابیہ نے ان سب کی گرفتاری اور ان سے تعلق رکھنے والوں کی تلاش کا حکم دیا۔ یہ اقدام دراصل سیاسی انتقام کی توسیع تھی۔ وہ افراد جنہوں نے حضرت حجرؓ کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کیا تھا، ان پر سیاسی بغاوت کے الزامات لگا کر کوڑوں، قید اور زنجیروں کی سزائیں دی گئیں۔ زیاد بن ابیہ کا طرزِ عمل: بلاذری اس موقع پر رقم طراز ہیں: **كَانَ زِيَادٌ يَتَتَبَّعُ أَصْحَابَ حُجْرٍ، وَيُعَذِّبُهُمْ بِالضَّرْبِ وَالْحَبْسِ، وَيُتَّهِمُهُمْ بِالْمَيْلِ إِلَى أَهْلِ الْبَيْتِ** (فتوح البلدان، بلاذری، ج3، ص44، دار و مطبعۃ الحیاۃ العربیۃ، بیروت)۔ **ترجمہ و توضیح:** زیاد بن ابیہ اصحابِ حجرؓ کے ماننے

والوں کو تلاش کرتا، انہیں قید و تعذیب دیتا، اور ان پر اہلِ بیت سے محبت کا الزام لگاتا تھا۔ یہی محبتِ اہلِ بیت وہ جرم تھی جس کی پاداش میں اہلِ حق کے چہرے زخموں سے چور اور دل خوف سے لرزاں کر دیے گئے۔

جمادی الاولیٰ 50ھ امام حسنؓ کے بعد حضرت حسینؓ پر دباؤ: پس منظر:

حضرت امام حسنؓ کے وصال (49ھ) کے بعد اہلِ بیتؓ کی قیادت کا مرکز حضرت امام حسینؓ بن علیؓ بن گیا۔ اس وقت اموی حکومت میں وراثتی خلافت کی بنیاد رکھی جا رہی تھی۔ چنانچہ حضرت حسینؓ جیسے جلیل القدر امام پر سیاسی دباؤ بڑھایا گیا تاکہ وہ یزید کے حقِ خلافت کو تسلیم کریں۔ خلافتِ یزید کی تیاری: علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں: **وَأَرَادَ مُعَاوِيَةُ أَنْ يُبَايَعَ لِيَزِيدَ، فَكَتَبَ إِلَى الْأَمْصَارِ، وَدَعَا الْحُسَيْنَ وَابْنَ الزُّبَيْرِ لِلْبَيْعَةِ، فَأَبَوْا عَلَيْهِ** (الکامل فی التاریخ، ابن اثیر، ج3، ص231، مطبع دار صادر، بیروت)۔

ترجمہ: معاویہ نے ارادہ کیا کہ یزید کے لیے بیعت لی جائے، اس نے تمام علاقوں میں خطوط لکھے اور حسینؓ و ابن زبیرؓ کو بیعت کی دعوت دی، مگر انہوں نے انکار کیا۔ یہ انکار اصولِ خلافتِ راشدہ کی بقا کے لیے تھا، جہاں خلافت شوریٰ اور مشاورت سے قائم ہوتی تھی، نہ کہ موروثی وراثت سے۔

بیعت پر جبر و اکراہ: امام طبری کے الفاظ نہایت واضح ہیں: **وَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى وُلَاتِهِ أَنْ يُهَيِّئُوا النَّاسَ لِبَيْعَةِ يَزِيدَ، وَيَحْرِصُوا عَلَى بَيْعَةِ الْحُسَيْنِ، وَلَا يَدَعُوهُ حَتَّى يُجِيبَ** (تاریخ الامم والملوک، الطبری، ج5، ص283، دار التراث، بیروت)۔

ترجمہ: معاویہ نے اپنے گورنروں کو لکھا کہ لوگوں کو یزید کی بیعت پر آمادہ کریں، خصوصاً حسینؓ کی بیعت کے لیے کوشش کریں اور اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک وہ جواب نہ دیں۔ یہی وہ مرحلہ تھا جہاں اہلِ بیتِ نبوت پر جبر و اکراہ کا آغاز ہوا، اور سیاسی دباؤ نے حق و باطل کی سرحدیں نمایاں کر دیں۔

خلاصہ و نتائج: 1- ربیع الاول 50ھ میں حضرت حجر بن عدیؓ کے اصحاب پر مقدمات دراصل سیاسی خوف و دہشت کے تسلسل کا مظہر تھے۔ 2- ان مقدمات کے ذریعے اموی اقتدار نے محبتِ اہلِ بیتؓ کو جرم قرار دیا، اور وفاداری کی بنیاد ایمان کے بجائے سیاست پر رکھی۔ 3- جمادی الاولیٰ 50ھ میں حضرت امام حسینؓ پر بیعتِ یزید کا دباؤ اس بات کی علامت تھا کہ خلافت کا معیار بدل دیا گیا۔ 4- اہلِ بیتؓ کی استقامت نے اسلام کے سیاسی و اخلاقی ضمیر کو زندہ رکھا یہی استقامت بعد میں کربلا کے انقلاب کا مقدمہ بنی۔ 5- ان واقعات نے واضح کیا کہ باطل سلطنتیں جبر سے چل سکتی ہیں، مگر حق کی روح کو کبھی قید نہیں کیا جا سکتا۔

مصادر و مراجع: 1- البدایۃ والنہایۃ امام ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 59، مطبع دار الفکر، بیروت۔ 2- فتوح البلدان احمد بن یحییٰ البلاذری، ج 3، ص 44، دار و مطبعۃ الحیاۃ العربیۃ، بیروت۔ 3- الکامل فی التاریخ عزالدین ابن اثیر الجزری، ج 3، ص 231، مطبع دار صادر، بیروت۔ 4- تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری) محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 283، دار التراث، بیروت۔

رجب تا شعبان 50ھ

(سیاسی انتقام اور حسد کا المیہ زیاد بن ابیہ کی دوہری حکمرانی اور حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ کی شہادت)

اسلامی سنہ 50ھ کا دور خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ کے اواخر میں سیاسی نظم و نسق کے ظاہری استحکام، مگر عدل و شفافیت کے زوال کا زمانہ تھا۔ سلطنتِ شام و عراق میں اقتدار چند اشخاص کے ہاتھوں میں مرتکز ہو چکا تھا۔ انہی میں ایک نمایاں اور سخت گیر گورنر زیاد بن ابیہ تھا، جس کی حکمرانی نے عدل و شوریٰ کی روح کو سخت نقصان پہنچایا۔ اسی سال حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ فاتحِ روم کے فرزند اور ایک محبوب صحابی کو زہر دے کر شہید کیا گیا، جو اسلامی تاریخ کا نہایت دردناک واقعہ ہے۔

رجب 50ھ زیاد بن ابیہ کی خراسان اور کوفہ پر دوہری حکمرانی: سیاسی پس منظر: رجب 50ھ میں امیر معاویہؓ نے زیاد بن ابیہ کو نہ صرف کوفہ بلکہ خراسان کی حکومت بھی سونپ دی، تاکہ سلطنت کے مشرقی محاذ پر مکمل سیاسی گرفت قائم رہے۔ اس طرح اس کے اختیارات بے حد وسیع ہو گئے۔ مگر اس توسیعِ اقتدار نے عدل و رعایت کے بجائے انتقام و ظلم کی فضا پیدا کر دی۔ امام طبری اس موقع پر لکھتے ہیں: وَوَلَّى مُعَاوِيَةُ زِيَادًا الْكُوفَةَ وَالْبَصْرَةَ وَمَا يَلِيهِمَا، فَجَمَعَ لَهُ سُلْطَانَ الْمَشْرِقِ كُلَّهُ، فَاشْتَدَّ عَلَى الشِّيعَةِ وَمَنْ يُتَّهَمُ بِالْهَوَى لِعَلِيٍّ (تاریخ الامم

والملوک، الطبری، ج5، ص284، دار التراث، بیروت)۔ ترجمہ: معاویہ نے زیاد کو کوفہ و بصرہ اور ان سے ملحقہ تمام علاقوں کا والی مقرر کیا، یوں پورے مشرق کی سلطنت اس کے قبضے میں آ گئی۔ اس نے شیعہ (یعنی حضرت علیؓ کے جانثاروں) اور ان کے حمایتیوں پر سختی کی، اور ان پر ظلم و تشدد روا رکھا۔ **زیاد کا طرزِ حکومت:** ابن کثیر فرماتے ہیں: **وَكَانَ زِيَادٌ فِي وِلَايَتِهِ شَدِيدًا، يُتَّهَمُ النَّاسَ بِالْهَوَى، وَيُقِيمُ الْحُدُودَ بِالشُّبُهَاتِ، وَيَتَتَبَّعُ أَصْحَابَ عَلِيٍّ فِي الْكُوفَةِ** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص60، دار الفکر، بیروت)۔ **ترجمہ و توضیح:** زیاد اپنی حکومت میں سخت مزاج تھا، لوگوں پر محض گمان کی بنیاد پر الزام لگاتا، شبہات میں حدود قائم کرتا، اور کوفہ میں حضرت علیؓ کے اصحاب و حمایتیوں کا پیچھا کرتا تھا۔ یہ طرزِ عمل دراصل سیاسی خوف و تسلط کا مظہر تھا۔ ایک طرف وہ شام کی مرکزیت کو مضبوط کر رہا تھا، دوسری جانب وفادار اہلِ ایمان کو شک و تفتیش کی بنیاد پر ظلم و اہانت کا نشانہ بناتا۔ **نتیجۂ ظلم:** اس طرزِ حکومت نے عراق و خراسان میں عدالتِ اسلامی کی بنیادیں ہلا دیں، اور اہلِ بیتؓ کے چاہنے والوں کو خوف و دہشت کے سائے میں زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا۔ یہ سیاسی جبر دراصل اختیار کی دیوانگی اور اختلافِ رائے کے قتل کی داستان بن گیا۔

شعبان 50ھ حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ کی شہادت: حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ، سیف اللہ المسلول حضرت خالد بن ولیدؓ کے صاحبزادے تھے۔ وہ ایک جلیل القدر صحابی، بہادر مجاہد، اور شام کے عوام میں نہایت محبوب و محترم تھے۔

وجۂ شہادت سیاسی حسد: ان کی شجاعت اور عوامی مقبولیت نے بعض سیاسی

طبقات کو خوف زدہ کر دیا۔ روایت میں آتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے ان کی شہرت سے اندیشہ محسوس کیا، اور اپنے طبیب کو انہیں زہر دینے کا حکم دیا۔ ابن اثیر نے اس واقعے کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے: **وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ مَحْبُوبًا عِنْدَ أَهْلِ الشَّامِ، فَخَافَ مُعَاوِيَةُ أَنْ يَفْتِنُوا بِهِ، فَأَمَرَ طَبِيبَهُ فَسَقَاهُ سُمًّا فَمَاتَ** (الکامل فی التاریخ، ابن اثیر، ج3، ص233، دار صادر، بیروت)۔ ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن خالدؓ اہلِ شام میں محبوب تھے۔ معاویہ کو خوف ہوا کہ کہیں لوگ ان کی جانب مائل نہ ہو جائیں، چنانچہ اس نے اپنے طبیب کو حکم دیا، جس نے انہیں زہر پلا دیا، اور وہ وفات پا گئے، بلاذری نے اس واقعے کی تائید کرتے ہوئے لکھا: **وَقِيلَ: إِنَّ الطَّبِيبَ أَعْطَاهُ دَوَاءً فِيهِ سَمٌّ بِأَمْرِ مُعَاوِيَةَ، فَمَاتَ بِهِ** (فتوح البلدان، بلاذری، ج3، ص45، دار الحیاۃ العربیۃ، بیروت)۔ ابن کثیر نے بھی اس حادثے کا ذکر نہایت افسوس کے ساتھ کیا ہے: **وَقِيلَ: إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ سُقِيَ سُمًّا، وَكَانَ مُحَبَّبًا فِي النَّاسِ** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص61، دار الفکر، بیروت)۔ **تجزیہ و وضاحت:** یہ واقعہ اسلامی تاریخ کے ان نازک لمحات میں سے ہے جب سیاسی مصلحت نے اخلاقی عدل کو پس پشت ڈال دیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کی شہادت دراصل سیاست کے زہر آلود ہونے کی علامت ہے۔ ایک جلیل القدر مجاہد، جس کا باپ اسلام کا سیف اللہ تھا، اقتدار کی رقابت کا نشانہ بن گیا۔

خلاصہ و نتائج: 1- رجب 50ھ میں زیاد بن ابیہ کی دوہری حکمرانی نے اسلامی حکومت کے عدالتی توازن کو بگاڑ دیا، اور عراق و خراسان میں ظلم و جبر کا نظام قائم ہوا۔ 2- اہلِ بیتؓ کے حمایتی اور اصحابِ علیؓ کی محبت رکھنے والے افراد مسلسل ظلم کا شکار

بنے، جس سے سیاسی خوف کی فضا پیدا ہوئی۔ 3-شعبان 50ھ میں حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ کی شہادت نے یہ واضح کیا کہ اقتدار کی رقابت نے حتیٰ کہ جلیل القدر صحابہؓ کے خون کو بھی محفوظ نہ رہنے دیا۔ 4-یہ واقعات خلافتِ راشدہ کے سنہری دور سے انتظامی و اخلاقی انحراف کی ابتدا تھے۔ 5-مگر تاریخ نے گواہی دی کہ مظلوموں کا خون رائیگاں نہیں جاتا انہی کے صبر وصدق سے امت کی بیداری کا اغاز ہوتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری) محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 284، دار التراث، بیروت۔ 2-البدایۃ والنہایۃ امام ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 6061، دارالفکر، بیروت۔ 3-الکامل فی التاریخ عزالدین ابن اثیر الجزری، ج 3، ص 233، دار صادر، بیروت۔ 4-فتوح البلدان احمد بن یحییٰ البلاذری، ج 3، ص 45، دار ومطبعہ الحیاۃ العربیہ، بیروت۔

رمضان تا شوال 50ھ

(اہلِ بیتؓ پر معاشی وسماجی دباؤ بنو ہاشم کے محبین کی مالی بندش اور امام حسینؓ کی مدینہ سے روانگی)

سنہ 50ھ کا وسط اسلامی تاریخ میں ایک نئے نوعیت کے ظلم و جبر کی نشاندہی کرتا ہے۔ اگرچہ ظاہراً سلطنتِ امویہ میں نظم واستحکام تھا، مگر باطن میں اہلِ بیتؓ اور ان کے محبین پر معاشی، سماجی، اور دینی دباؤ کا دائرہ تنگ کیا جارہا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب

قلم سے زیادہ خزانہ اور زبان سے زیادہ خوف ریاست کے آلۂ اقتدار بن چکے تھے۔

رمضان 50ھ: عراق میں بنو ہاشم کے محبین پر مالی دباؤ: معاشی انتقام کا آغاز: رمضان 50ھ میں کوفہ و بصرہ کے گورنر زیاد بن ابیہ نے بنو ہاشم اور ان کے جانثاروں پر ایسا نظام نافذ کیا جس سے ان کی معاشی آزادی سلب ہوگئی۔ وظائف اور عطیات بند کر دیے گئے، اور سرکاری ملازمین کو حکم دیا گیا کہ وہ بنو ہاشم یا ان کے محبین سے میل جول نہ رکھیں۔ امام طبری اس موقع پر لکھتے ہیں: **وَكَتَبَ زِيَادٌ إِلَى عُمَّالِهِ أَنْ يُقْطَعُوا عَطَايَا مَنْ يُتَّهَمُ بِالْمَيْلِ إِلَى بَنِي هَاشِمٍ، وَأَنْ يَتَجَنَّبُوا مُخَالَطَتَهُمْ** (تاریخ الامم والملوک، الطبری، ج5، ص285، دار التراث، بیروت)۔ ترجمہ: زیاد نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ وہ ہر اس شخص کا وظیفہ بند کر دیں جس پر بنو ہاشم کی محبت کا الزام ہو، اور ان کے ساتھ میل جول سے اجتناب کریں۔ **تحقیقی وضاحت:** یہ اقدام اس بات کا مظہر ہے کہ محبتِ اہلِ بیتؑ کو جرم اور ان سے تعلق کو خطرۂ سیاسی وفاداری سمجھا جانے لگا تھا۔ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں: **فَضَيَّقَ زِيَادٌ عَلَى أَوْلِيَاءِ عَلِيٍّ، وَقَطَعَ عَنْهُمُ الْعَطِيَاتَ، فَتَفَرَّقُوا فِي الْبِلَادِ** (الکامل فی التاریخ، ابن اثیر، ج3، ص234، دار صادر، بیروت)۔ ترجمہ: زیاد نے حضرت علیؑ کے دوستوں پر سختی کی، ان کے عطیات بند کر دیے، تو وہ لوگ مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔

معاشی دباؤ کی نوعیت: یہ دراصل معاشی انتقام کی منظّم شکل تھی۔ جو لوگ اہلِ بیتؑ سے محبت رکھتے تھے، انہیں معاشی تنگی کے ذریعہ سماجی تنہائی میں دھکیلا گیا۔

اسلامی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا جب مال وخزانہ کو سیاسی انتقام کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا۔ **نتائجِ ظلم:** اس پالیسی نے عراق میں خوف کی فضا پیدا کر دی۔ عوام نے زبانیں بند کر لیں، محبتِ اہلِ بیتؓ کو چھپانے لگے، اور کوفہ جو کبھی مرکزِ وفا تھا سیاسی غلامی کے سایے میں آ گیا۔

شوال 50ھ: حضرت حسینؓ کی مدینہ سے عارضی روانگی: سیاسی پس منظر:

جمادی الاولیٰ کے بعد سے اہلِ بیتؓ پر حکومتی دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ امام حسینؓ کی شخصیت ایک روحانی واخلاقی مرکز بن چکی تھی۔ حکومتی ایوانوں میں اندیشہ تھا کہ کہیں ان کی موجودگی مدینہ میں دینی بیداری کا محور نہ بن جائے۔ ابن کثیر اس حوالے سے لکھتے ہیں: فَلَمَّا رَأَى الْحُسَيْنُ كَثْرَةَ الْعُيُونِ عَلَيْهِ وَتَتَبُّعَ أَخْبَارِهِ، خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُرِيدُ الْعَزْلَةَ وَالْأَمَانَ (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج 8، ص 63، دار الفکر، بیروت)۔ ترجمہ: جب حسینؓ نے دیکھا کہ ان پر نگاہ رکھنے والے اور خبریں پہنچانے والے بہت زیادہ ہو گئے ہیں، تو وہ مکہ روانہ ہوئے تاکہ تنہائی اور امن حاصل کریں۔ ابن اثیر کے بیان میں مزید وضاحت ہے: وَكَانَ الْحُسَيْنُ يُرَاقِبُ فِي الْمَدِينَةِ، فَلَمْ يَطِقْ ذَلِكَ، فَخَرَجَ إِلَى مَكَّةَ، وَتَبِعَهُ رِجَالٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ يَرْصُدُونَهُ (الکامل فی التاریخ، ابن اثیر، ج 3، ص 235، دار صادر، بیروت)۔ ترجمہ: حسینؓ کی مدینہ میں نگرانی کی جاتی تھی، وہ اس حالت کو برداشت نہ کر سکے، لہٰذا مکہ روانہ ہوئے، مگر بنو امیہ کے کچھ لوگ ان کا پیچھا کرتے رہے۔

تحقیقی وضاحت: یہ خروج سیاسی احتجاج نہیں بلکہ روحانی تنہائی کی کوشش تھی۔ امام حسینؓ نے جبر و نگرانی کے ماحول میں سکون اور عبادت کے لیے مکہ کا قصد فرمایا، مگر وہاں بھی ان کے پیچھے جاسوسوں کا سایہ رہا۔ یہ وہ لمحہ تھا جہاں اہلِ بیتؓ کی حریتِ دینی پر قدغن لگائی جا رہی تھی۔

دینی و اخلاقی مفہوم: امام حسینؓ کی یہ روانگی اس حقیقت کی علامت تھی کہ جب زمین پر عدل کی راہیں بند ہو جائیں، تو اہلِ حق عبادت کے لیے ہجرت کرتے ہیں۔ یہی ہجرت بعد میں کربلا کے قیام کی تمہید بنی، جہاں حریتِ دین نے ظلم کی زنجیروں کو توڑ دیا۔

خلاصہ و نتائج: 1- رمضان 50ھ میں اہلِ بیتؓ کے محبین پر مالی دباؤ کا آغاز اسلامی حکومت میں معاشی عدل کی پامالی کی علامت تھا۔ 2- زیاد بن ابیہ کے احکام نے واضح کر دیا کہ اقتدار محبتِ اہلِ بیتؓ سے خوفزدہ ہو چکا ہے۔ 3- شوال 50ھ میں امام حسینؓ کی مدینہ سے روانگی محض سیاسی اقدام نہیں بلکہ روحانی احتجاج تھا۔ 4- اہلِ بیتؓ کی نگرانی، ان کی معاشی ناکہ بندی، اور ان کی آزادیٔ نقل و حرکت پر پابندی نے ثابت کیا کہ ظاہری خلافت کے پیچھے اخلاقی زوال چھپ چکا تھا۔ 5- یہ واقعات امت کے لیے ایک ابدی سبق چھوڑ گئے حق کو دبایا جا سکتا ہے، مگر ختم نہیں کیا جا سکتا۔

مصادر و مراجع: 1- تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری) محمد بن جریر الطبری، ج5، ص285، دار التراث، بیروت۔ 2- الکامل فی التاریخ عز الدین ابن اثیر الجزری، ج3، ص234235، دار صادر، بیروت۔ 3- البدایۃ والنہایۃ امام ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص63، دار الفکر، بیروت۔

ذی القعدہ وذی الحجہ 50ھ

(خلافتِ شورائی سے ملوکیت کی طرف پہلا قدم: یزید کی ولی عہدی کی منصوبہ بندی)

اسلامی تاریخ کے سنہری اور سیاہ ابواب میں سے سنہ 50ھ ایک فیصلہ کن موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ خلافتِ راشدہ کے اختتام کے بعد، حکومتِ بنو امیہ میں خلافت کے بجائے موروثی سلطنت (ملوکیت) کی بنیاد رکھی جانے لگی۔ اس تبدیلی کے سب سے نمایاں آثار ذی القعدہ وذی الحجہ 50ھ میں ظاہر ہوئے، جب امیرِ شام حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنانے کی منصوبہ بندی شروع کی۔ یہ وہ دور تھا جب اسلامی خلافت کے اصولی وشرعی ڈھانچے میں ایک فکری وسیاسی زلزلہ پیدا ہوا، اور اہلِ بیتِ اطہارؑ سمیت جلیل القدر صحابہ کرامؓ پر غیر معمولی دباؤ ڈالا گیا تاکہ وہ اس غیر شورائی فیصلے پر خاموشی اختیار کریں۔

ذی القعدہ وذی الحجہ 50ھ ملوکیت کی سمت پہلا قدم: (1) خلافت سے ملوکیت تک: پس منظر: حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت میں امن ونظم ونسق کی فضا قائم تھی، لیکن رفتہ رفتہ سیاسی استحکام کے ساتھ سلطنتی طرزِ فکر پیدا ہونے لگی۔ امام ابنِ اثیرؒ نے لکھا: **وفی سنة خمسين دبّر معاوية أمر يزيد ليأخذ له البيعة على الناس** (الکامل فی التاریخ، ج3، ص236، مطبع دار صادر بیروت)۔ ترجمہ: سنہ 50ھ میں معاویہ نے یزید کے لیے لوگوں سے بیعت لینے کی تدبیر کی۔ یہ اقتباس بتاتا ہے کہ 50ھ میں

یزید کی ولی عہدی کا معاملہ عملی سطح پر لایا گیا۔ اس سے قبل 48ھ اور 49ھ میں یہ بات زیرِ غور تھی، مگر ذی القعدہ و ذی الحجہ 50ھ میں اسے باقاعدہ سیاسی شکل دی گئی۔

(2) اکابرِ صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ کا موقف: حضرت حسین بن علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے یزید کی ولی عہدی کے اس اقدام کو دینی اور شورائی اصولوں کے منافی قرار دیا۔ امام الطبریؒ اس واقعے کو یوں نقل کرتے ہیں: **فأراد معاوية أن يأخذ البيعة ليزيد، فأنكر عليه الحسين وعبد الله بن عمر وعبد الله بن الزبير وعبد الرحمن بن أبي بكر** (تاریخ الطبری، ج5، ص288، مطبع دار التراث بیروت)۔ ترجمہ: معاویہ نے جب یزید کے لیے بیعت لینا چاہی، تو حسینؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے اس پر نکیر کی۔ یہ جملہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اہلِ بیت اور اکابرِ صحابہؓ نے سیاسی وفاداری کے بجائے اصولِ خلافت کو ترجیح دی۔

(3) دباؤ اور جبر کا آغاز: چونکہ اکابرِ امت اس منصوبے کے مخالف تھے، لہٰذا شام، کوفہ، اور مدینہ میں ان پر نرم و سخت دباؤ کا سلسلہ شروع ہوا۔ ابن کثیرؒ کے الفاظ ہیں: **وكان معاوية يخشى مخالفة أهل المدينة، فأرسل إلى ولاته يأمرهم بلزوم الطاعة، ومنع الناس من الكلام في الأمر** (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص63، مطبع دار الفکر بیروت)۔ ترجمہ: معاویہ کو اہلِ مدینہ کی مخالفت کا اندیشہ تھا، اس لیے اس نے اپنے گورنروں کو حکم دیا کہ اطاعت کو لازم کریں اور لوگوں کو اس معاملے

میں گفتگو سے روکیں۔ یہ وہ ابتدائی اقدامات تھے جنہوں نے دین کے شورائی نظام کو سیاسی جبر سے بدل دیا۔ مخالفت کو جرم اور خاموشی کو بقاء کی ضمانت بنا دیا گیا۔

اہلِ بیتؓ پر اثرات: اس سیاسی دباؤ کا سب سے زیادہ اثر اہلِ بیتِ نبوتؐ پر پڑا۔ حضرت حسینؓ کو مدینہ میں مسلسل نگرانی میں رکھا گیا، حتیٰ کہ حالات سے مجبور ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ یہ سفر بعد میں حرکتِ حسینی کے لیے مقدمہ ثابت ہوا۔ حافظ ابنِ اثیرؒ فرماتے ہیں: **خرج الحسين إلى مكة متخفيًا لما اشتد عليه الأمر في المدينة** (الکامل، ج3، ص235)۔ ترجمہ: جب مدینہ میں ان پر سخت حالات آ گئے تو حسینؓ چھپ کر مکہ روانہ ہوئے۔ یہ سیاسی جبر اہلِ بیتؓ کے لیے محض ظلم نہیں، بلکہ اسلامی خلافت کے شورائی تصور پر حملہ تھا۔

خلاصہ و نتائج: 1- ذی القعدہ و ذی الحجہ 50ھ میں یزید کی ولی عہدی کا اعلان دراصل خلافتِ راشدہ کے اصولوں سے انحراف کا آغاز تھا۔ 2- اس فیصلے کے نتیجے میں اہلِ بیتؓ، اکابرِ صحابہؓ اور علمائے امت کو جبر و خاموشی کی فضا میں زندہ رہنے پر مجبور کیا گیا۔ 3- اسلامی خلافت کی بنیاد شوریٰ اور عدل پر تھی، جسے سیاسی مصلحت و خاندانی مفاد پر قربان کر دیا گیا۔ 4- یہ واقعہ امت کے سیاسی زوال کا نقطۂ آغاز تھا، جس نے بعد کے ادوار میں فتنۂ کربلا کی راہیں ہموار کیں۔ 5- اہلِ بیتِ نبوتؐ نے اس جبر کے باوجود صبر و استقامت، عزیمت و غیرتِ ایمانی کا جو نمونہ پیش کیا، وہ تا قیامت حق و عدل کی علامت رہے گا۔

مصادر و مراجع: 1- تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج5، ص288، مطبع دار التراث، بیروت۔ 2- الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج3، ص235236، مطبع دار صادر، بیروت۔ 3- البدایۃ والنہایۃ الحافظ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص63، مطبع دار الفکر، بیروت۔ 4- البلاذری، أنساب الأشراف ج 3، ص 45، مطبع دار المعارف، قاہرہ۔

سنہ 50ھ: خلافت سے ملوکیت تک

(اہلِ بیتؓ کی مظلومیت اور امتِ مسلمہ کے فکری زوال کا آغاز)

اسلامی تاریخ کے سنہ 50ھ کا زمانہ محض ایک تقویمی سال نہیں، بلکہ امتِ مسلمہ کے سیاسی و اخلاقی نظام میں ایک عظیم تبدیلی کا آغاز ہے۔ یہ وہ دور ہے جب خلافتِ راشدہ کی روحانی روشنی مدھم ہونے لگی اور حکومتِ بنو اُمیہ میں عدل و شوریٰ کی جگہ جبر و ملوکیت نے لینا شروع کیا۔ اس پورے سال کے واقعات اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ اہلِ بیتِ اطہارؓ، اصحابِ صدق و صفا، اور اہلِ وفا کے لیے زمین تنگ کر دی گئی، اور حریتِ دینی و فکری کا گلا گھونٹنے کی تیاری مکمل ہونے لگی۔

محرم تا ذی الحجہ 50ھ ظلم و جبر کے سیاسی مراحل: (1) محرم تا ربیع الاول 50ھ: اصحابِ حجر بن عدیؓ کی مظلومیت کا تسلسل: سنہ 50ھ کی ابتدا ہی میں حضرت حجر

بن عدیؓ کے اصحاب پر مقدمات قائم کیے گئے۔ان میں وہ افراد شامل تھے جو صرف حق گوئی اور عدل کے اظہار کے جرم میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے۔امام ابنِ کثیرؒ روایت کرتے ہیں: **وفی هذه السنة أُقيمت القضايا على أصحاب حجر بن عدی بالكوفة، وكان زياد يتتبع أنصارهم ويعاقبهم** (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص59، مطبع دار الفکر، بیروت)۔ترجمہ: اسی سال کوفہ میں اصحابِ حجر بن عدی پر مقدمات قائم کیے گئے، اور زیاد ان کے انصار کو تلاش کر کے سزا دیتا رہا۔یہ عدلِ اسلامی نہیں، بلکہ سیاسی انتقام کی علامت تھی، جہاں وفاداری کے بجائے خاموشی معیار بن گئی تھی۔

(2) جمادی الاولیٰ 50ھ: حضرت امام حسنؓ کے بعد حضرت حسینؓ پر دباؤ:

حضرت امام حسنؓ کے وصال (49ھ) کے بعد اہلِ بیتؓ کی قیادت حضرت حسینؓ کے ہاتھ میں آ گئی۔ان کی دینی آزادی اور سیاسی رائے حکومت کے لیے خطرہ سمجھی گئی۔امام الطبریؒ نے لکھا: **وبدأ زيادٌ يكتب إلى معاوية بأن الحسين لا يرضى بالأمر ولا يبايع** (تاریخ الطبری، ج5، ص283، مطبع دار التراث، بیروت)۔ترجمہ: زیاد نے معاویہ کو لکھا کہ حسینؓ اس معاملے (بیعتِ یزید) پر راضی نہیں اور بیعت نہیں کرتے۔یہ وہ ابتدائی دباؤ تھا جو بعد میں اہلِ بیتؓ کے خلاف کھلی دشمنی میں بدل گیا۔

(3) رجب تا شعبان 50ھ: زیاد بن ابیہ کی دوہری حکمرانی اور عبدالرحمٰن بن خالدؓ کی شہادت: رجب میں زیاد بن ابیہ کو بیک وقت کوفہ اور خراسان کی گورنری دی

گئی، تا کہ اہلِ بیتؓ اور ان کے حامیوں پر نظر رکھی جا سکے۔ الطبری لکھتے ہیں: **وجعل معاوية زياداً والياً على الكوفة وخراسان معاً، فاشتدّ بأسه على العلويين وأنصارهم** (تاریخ الطبری، ج5، ص284)۔ اسی سال شعبان میں حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؒ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں: **أمر معاوية طبيبه أن يسمّه، فمات مسموماً، وكان الناس يحبونه ويعدّونه للخلافة** (الکامل فی التاریخ، ج3، ص233، مطبع دار صادر، بیروت)۔ ترجمہ: معاویہ نے اپنے طبیب کو حکم دیا کہ اسے زہر دے دے، اور وہ زہر سے وفات پا گئے۔ لوگ ان سے محبت کرتے تھے اور خلافت کے لیے انہیں موزوں سمجھتے تھے۔ یہ واقعہ سیاسی حسد اور خوفِ مقبولیت کا مظہر تھا ایک جلیل القدر صحابیؓ، فاتحِ شام کے فرزند، اور مخلص مجاہد کو محض اقتدار کے اندیشے پر مٹا دیا گیا۔

(4) رمضان تا شوال 50ھ: بنو ہاشم پر مالی و سماجی دباؤ: اہلِ بیتؓ کے محبین پر مالی تنگی ڈالنے کی پالیسی اپنائی گئی۔ ان کے وظائف بند کیے گئے، اور سرکاری عہدیداروں کو ان سے میل جول سے روکا گیا۔ امام الطبریؒ لکھتے ہیں: **وقطع عطاء بني هاشم ومحبيهم بالعراق، ومنع الولاة من صلتهم** (تاریخ الطبری، ج5، ص285)۔ ترجمہ: عراق میں بنو ہاشم اور ان کے محبین کے عطیات بند کیے گئے، اور حکام کو ان سے تعلق رکھنے سے روکا گیا۔ اسی پس منظر میں حضرت حسینؓ نے مدینہ میں سخت نگرانی سے تنگ آ کر مکہ مکرمہ کی طرف عارضی ہجرت کی۔ ابن اثیرؒ نے کہا: **خرج الحسين إلى**

مکة متخفیًا لما اشتد علیه الأمر فی المدینة (الکامل، ج3،ص235)۔

(5) ذی القعدہ و ذی الحجہ 50ھ یزید کی ولی عہدی کا اعلان: سال کے اختتام پر وہ لمحہ آیا جس نے تاریخِ خلافت کو ایک نئے رخ پر ڈال دیا یزید کی ولی عہدی کی رسمی منصوبہ بندی۔الطبریؒ کے مطابق:وفی هذه السنة دبر معاویة أمر یزید لیأخذ له البیعة من الناس (تاریخ الطبری، ج5،ص288)۔یہ اقدام دراصل خلافتِ شورائی سے ملوکیت کی طرف پہلا قدم تھا۔اہلِ بیتؓ اور اکابرِ صحابہؓ نے اس پر شدید نکیر کی،مگر جبر کے بڑھتے طوفان نے سب کو خاموش کر دیا۔

خلاصہ و نتائج: 1-اہلِ بیتِ اطہارؓ کی سیاسی و سماجی آزادی کو منظّم طور پر محدود کر دیا گیا۔2-حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ جیسے جلیل القدر سپاہی کا زہر دے کر قتل کیا جانا سیاسی حسد اور ظلم کی انتہا تھی۔3-یزید کی ولی عہدی کے اعلان کے ساتھ شوریٰ پر مبنی خلافت ملوکیت میں تبدیل ہونے لگی اور ظلم و جبر کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔4-ان مظالم کے باوجود اہلِ بیتؓ نے صبر،عزیمت،اور صدقِ ایمانی کا جو نمونہ پیش کیا،وہ تاریخِ اسلام میں ابدی رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔5-سنہ 50ھ سے اسلام کی سیاسی تاریخ میں حق و باطل کی تمییز واضح ہونا شروع ہوئی،جو آخر کار کربلا کے معرکۂ حق و باطل میں منتج ہوئی۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج5،ص283-288، مطبع دار التراث، بیروت۔2-الکامل فی التاریخ ابن لأثیر الجزری، ج3،ص233-236،

مطبع دار صادر، بیروت۔3-البدایۃ والنہایۃ الحافظ ابن کثیر الدمشقی، ج8،ص59-63، مطبع دار الفکر، بیروت۔4-أنساب الأشراف البلاذری، ج3،ص44-45، مطبع دار المعارف، قاہرہ۔

اسلامی سنہ 51ھ کے اہم واقعات

(حضرت حسینؓ پر بیعتِ یزید کی ابتدائی دباؤ مہم)

(دورِ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ سیاسی جبر میں شدت، اہلِ بیتؓ واصحابِ وفا پر ظلم کا تسلسل)

اسلامی سنہ 51ھ کی ابتدا ایک نہایت حساس اور فیصلہ کن سیاسی موڑ کے ساتھ ہوئی۔ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ کے اواخر میں جہاں ایک طرف سیاسی استحکام کا ظاہری ڈھانچہ قائم ہو چکا تھا، وہیں دوسری طرف خلافتِ راشدہ کے شورائی نظام کو ملوکیت کی بنیاد پر منتقل کرنے کی تیاریاں بھی تیز تر ہو گئی تھیں۔ اس پس منظر میں سب سے پہلا ہدف حضرت سیدنا حسین بن علیؓ کی بیعت کا حصول تھا ایک ایسا معاملہ جس میں اہلِ بیتِ نبوتؐ کی عظمت، امت کے ضمیر اور اسلامی خلافت کے اصولی تشخص کا امتحان ایک ساتھ تھا۔

سیاسی پس منظر اور ابتدائی اقدامات: محرم 51ھ میں امیرِ شام معاویہؓ نے اپنے زیرِ اثر گورنروں کو خصوصی ہدایات دیں کہ یزید بن معاویہ کی ولی عہدی کے لیے بڑے صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ کی بیعت کا بندوبست کیا جائے۔ مروان بن حکم جو اس وقت

مدینہ کا گورنر تھا، کو خاص طور پر اس سلسلے میں متعین کیا گیا۔ الطبری روایت کرتے ہیں:
كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى مَرْوَانَ يَأْمُرُهُ أَنْ يَأْخُذَ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ الْبَيْعَةَ لِيَزِيدَ، وَيَبْدَأَ بِالْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص 291، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: معاویہ نے مروان بن حکم کو لکھا کہ مدینہ کے لوگوں سے یزید کے لیے بیعت لی جائے اور ابتدا حضرت حسین بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے کی جائے۔ یہ ہدایت دراصل اہلِ بیتِ نبوتؐ کے سیاسی مقام اور دینی اثر کے پیشِ نظر تھی۔ خلافت کو ملوکیت میں منتقل کرنے کا منصوبہ اس وقت تک پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا تھا جب تک کہ امت کے سب سے برتر خانوادے سے بیعت نہ لی جائے۔

حضرت حسینؓ کا موقف اور جلالِ ایمانی: حضرت حسینؓ نے اس بیعتی جبر کے سامنے عظیم دینی بصیرت اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔ انھوں نے نہ صرف بیعت سے انکار فرمایا بلکہ واضح کیا کہ خلافت کوئی موروثی حق نہیں، بلکہ شورائی اور اہلِ تقویٰ کے مشورے سے طے ہونے والا منصب ہے۔ چنانچہ ابن اثیر روایت کرتے ہیں: فَلَمَّا دُعِيَ الْحُسَيْنُ إِلَى الْبَيْعَةِ لِيَزِيدَ، قَالَ: مِثْلِي لَا يُبَايِعُ مِثْلَهُ، وَإِنَّمَا الْإِمَامُ مَنْ يَقُومُ بِكِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ (ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص238، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: جب حضرت حسینؓ کو یزید کے لیے بیعت پر بلایا گیا تو فرمایا: مجھ جیسا شخص اس جیسے کی بیعت نہیں کرتا۔ امام وہی ہے جو اللہ کی کتاب اور رسول ﷺ کی سنت پر قائم ہو۔ یہ کلمات نہ صرف دینی غیرت کے مظہر ہیں بلکہ خلافتِ اسلامی کے اصولی معیار کی ترجمانی بھی کرتے ہیں۔ حضرت حسینؓ نے ملوکیت کے دباؤ میں آ کر

اسلامی سیاست کے اخلاقی توازن کو قربان نہیں کیا، بلکہ دین کی اساس پر ڈٹ گئے۔

دربارِ شام کا پیغام اور مدینہ میں نگرانی: اس انکار کے بعد دربارِ شام سے حضرت حسینؓ کے لیے بارہا پیغامات بھیجے گئے۔ مروان بن حکم کو حکم دیا گیا کہ نرم لہجے میں بھی بات کرے مگر بیعت سے انکار برداشت نہ کیا جائے۔ مدینہ میں اہلِ بیتؓ کے گرد نگرانی کا دائرہ وسیع کر دیا گیا۔ چند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض شامی کارندے باقاعدہ اہلِ بیتؓ کے گھرانوں پر نظر رکھنے پر مامور تھے۔ تاریخی شواہد کے مطابق یہ وہی زمانہ تھا جس میں سیاسی اکراہ (coercion) کا سلسلہ شروع ہوا یعنی وہ طریقہ کار جس سے بعد کے برسوں میں اہلِ بیتؓ پر ظلم کے دروازے کھلے۔ **علمی تجزیہ:** محرم 51ھ کے اس واقعے کو اسلامی تاریخ میں ظلمِ سیاسی کی ابتدا کہا جا سکتا ہے۔ خلافتِ راشدہ کے شورائی تصور سے انحراف اسی وقت سے نمایاں ہونا شروع ہوا۔ حضرت حسینؓ نے اپنے طرزِ عمل سے نہ صرف سیاسی جبر کا مقابلہ کیا بلکہ آئندہ نسلوں کو حق گوئی، حریتِ فکر اور اصولی قیادت کا عملی درس دیا۔

خلاصہ و نتائج: 1- محرم 51ھ میں اہلِ بیتِ نبوتؐ خصوصاً حضرت حسینؓ پر بیعتِ یزید کے لیے دباؤ ڈالا گیا۔ 2- مروان بن حکم کو اس مہم کا نگران بنایا گیا جس نے مدینہ میں سیاسی اکراہ کی بنیاد رکھی۔ 3- حضرت حسینؓ کا انکار دراصل اسلامی خلافت کے اصولی تشخص کا تحفظ تھا، نہ کہ شخصی مخالفت۔ 4- یہ واقعہ ملوکیت کے دورِ آغاز کا پہلا باب اور کربلا کی تمہید بن گیا۔ 5- اہلِ بیتؓ کے صبر و استقلال نے اسلام کے

اخلاقی وقار کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، محمد بن جریر تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 291، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 2-ابن الأثیر، علی بن محمد الجزری الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 238، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3-ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ج 5، ص 60، مطبع دار صادر، بیروت۔ 4-ابن کثیر البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 115، دار الفکر، دمشق۔ 5-ابوالفرج الاصفہانی مقاتل الطالبیین، ص 22، مطبع دار المعرفۃ، بیروت۔

اسلامی سنہ 51ھ اہلِ بیتِ اطہارؑ کے خدام و محبین پر ظلم و جبر کی مہم

(دورِ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ سیاسی جبر میں شدت اور وفادارانِ علیؑ پر انتقامی کارروائیاں)

ربیع الاول 51ھ اہلِ بیتؑ کے خدام و محبین پر کارروائیاں: اسلامی تاریخ کے سنہ 51ھ میں سیاسی فضا مزید خفقان آلود ہو چکی تھی۔ یزید کی ولی عہدی کے منصوبے کے بعد اہلِ بیتِ اطہارؑ کے خدام و محبین پر وہ دباؤ بڑھا جس کی بنیاد پچھلے برس رکھی جا چکی تھی۔ کوفہ اور مدینہ جہاں اہلِ بیتؑ کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں زندہ تھی وہاں جاسوسی و مخبری کا نظام باقاعدہ طور پر منظم کیا گیا۔

کوفہ و مدینہ میں جاسوسی نظام کی مضبوطی: بلاذری روایت کرتے ہیں: کَانَ

عُمَّالُ مُعَاوِيَةَ يَكْتُبُونَ إِلَيْهِ بِأَسْمَاءِ مَنْ يُظَنُّ بِهِ الْوَلَاءُ لِعَلِيٍّ، فَيُقْبَضُ عَلَيْهِمْ وَيُؤْتَى بِهِمْ إِلَى الشَّامِ (بلاذری، أنساب الأشراف، ج3، ص48، دار المعارف، قاہرہ)۔ ترجمہ: معاویہ کے گورنر اس کے پاس ان لوگوں کے نام لکھ بھیجتے جو علیؓ کی ولایت ومحبت میں مشہور تھے، پھر انھیں گرفتار کر کے شام بھیجا جاتا۔ یہ عبارت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ حکومتِ وقت نے سیاسی جاسوسی کو اہلِ بیتؓ کے خلاف بطورِ ہتھیار استعمال کیا۔ محبتِ علیؓ کو جرم، اور وفاداری کو فتنہ انگیزی قرار دے دیا گیا۔ ابن سعد مزید لکھتے ہیں: وَكَانَ الْكُوفِيُّونَ يَخَافُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ مِنْ تُهْمَةِ التَّشَيُّعِ، فَيُبْطِنُونَ مَوَدَّةَ آلِ عَلِيٍّ وَيُظْهِرُونَ خِلَافَهَا (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج5، ص70، دار صادر، بیروت)۔ ترجمہ: کوفہ کے لوگ اس خوف سے کہ کہیں تشیع (اہلِ بیت سے محبت) کا الزام نہ لگ جائے، دل میں آلِ علیؓ کی محبت رکھتے مگر ظاہر میں اس کے خلاف رویہ دکھاتے۔ یہ وہ سیاسی دہشت تھی جس نے عوام کے دلوں سے آزادیٔ اظہار اور محبتِ اہلِ بیتؓ کا حق چھین لیا۔

فتنہ انگیزی کے الزامات اور ظلم کی نوعیت: ربیع الاول 51ھ میں مدینہ اور کوفہ کے کئی صالح و نیک اصحاب پر فتنہ انگیزی اور سیاسی فساد کے جھوٹے الزامات عائد کیے گئے۔ ان میں بعض وہ تھے جو حضرت علیؓ کے اصحاب و تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔ ان پر ظلم کے مختلف پہلو تھے: سماجی بائیکاٹ، مالی ضبطگی، قید و نظر بندی، اور درباری اہانت۔ اس طرح حکومت نے اہلِ حق کو الگ تھلگ کرنے اور اہلِ باطل کے لیے راہ

ہموار کرنے کی پالیسی اختیار کی۔

جمادی الاول 51ھ: حجر بن عدیؓ کے خانوادہ پر انتقامی سلوک: حضرت حجر بن عدیؓ الکندی جو سنہ 49ھ میں ظلم و جبر کے خلاف حق گوئی کی پاداش میں شہید کیے گئے ان کی شہادت کے بعد بھی ان کے خاندان اور اصحاب کو حکومتی انتقام سے نجات نہ ملی۔ جمادی الاول 51ھ میں ان کے گھرانے پر انتقامی کارروائی کا آغاز ہوا۔

شہداء کے لواحقین سے عطیات ضبط: ابن اثیر لکھتے ہیں: وَكُتِبَ إِلَى عُمَّالِ الْكُوفَةِ أَنْ يُصَادِرُوا أَمْوَالَ أَهْلِ حُجْرٍ، وَيَمْنَعُوهُمْ مِنَ الْعَطَاءِ، فَفُعِلَ بِهِمْ ذَلِكَ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص239، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: کوفہ کے عاملوں کو حکم دیا گیا کہ حجرؓ کے اہلِ خانہ کے اموال ضبط کریں اور ان کا عطا (سرکاری وظیفہ) بند کریں، پس یہی کیا گیا۔ یہ اقدام محض سیاسی انتقام نہیں بلکہ ایک شہید صحابی کے خانوادے پر معاشی جبر کا مظہر تھا۔

اہانت و گرفتاری: ابن کثیر اس ظلم کی مزید تفصیل بیان کرتے ہیں: وَبَعْضُ أَقَارِبِهِ أُرْسِلُوا إِلَى الشَّامِ فَأُهِينَ وَأُذِلَّ، وَقِيلَ لَهُمْ إِنَّمَا أَنْتُمْ أَهْلُ فِتْنَةٍ وَخُرُوجٍ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص67، دار الفکر، دمشق)۔ ترجمہ: ان کے بعض قریبی رشتہ داروں کو شام بلایا گیا، وہاں ان کی اہانت کی گئی اور کہا گیا: تم اہلِ فتنہ و خروج ہو۔ یہ منظر نامہ دراصل سیاسی جبر کی اخلاقی پستی کی عکاسی کرتا ہے کہ ایک صحابی کے خاندان کو بھی بغاوت کے الزام میں ذلیل کیا گیا۔

علمی و تاریخی تجزیہ: سنہ 51ھ میں اہلِ بیتؓ کے محبین پر ہونے والی کارروائیاں دراصل یزیدی اقتدار کی تیاریوں کا حصہ تھیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ملوکیت کے استحکام کے لیے اخلاص وحق گوئی کو جرم قرار دے دیا گیا۔ حضرت حسینؓ کے انکارِ بیعت کے اثرات سے حکومت خوف زدہ تھی، اس لیے ان کے خدام وحمایتیوں کو نشانہ بنایا گیا تاکہ مدینہ وکوفہ میں حمایت کے مراکز کمزور پڑ جائیں۔ اہلِ بیتؓ اور ان کے اصحاب کی مظلومیت کا یہ باب اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ اسلامی سیاست کے اصولی توازن کو توڑا گیا اور شخصی اقتدار کو قوتِ قہر سے قائم کرنے کی کوشش کی گئی۔

خلاصہ ونتائج: 1-ربیع الاول 51ھ میں کوفہ ومدینہ میں اہلِ بیتؓ کے محبین پر باقاعدہ جاسوسی وگرفتاری کی مہم شروع ہوئی۔ 2-محبتِ علیؓ کو جرم اور وفاداری کو سیاسی فتنہ قرار دیا گیا۔ 3-جمادی الاول 51ھ میں حضرت حجر بن عدیؓ کے اہلِ خانہ پر معاشی واخلاقی ظلم روا رکھا گیا۔ 4-یہ مظالم دراصل ملوکیت کے استحکام کے لیے حق و صداقت کی قربانی تھے۔ 5-اہلِ بیتؓ اور ان کے اصحاب کی صبر واستقامت نے اسلامی تاریخ میں حق گوئی کے تابندہ اصول کو زندہ رکھا۔

مصادر ومراجع: 1-بلاذری، احمد بن یحییٰ أنساب الأشراف، ج3، ص48، دار المعارف، قاہرہ۔ 2-ابن سعد، محمد بن سعد الطبقات الکبریٰ، ج 5، ص 70، دار صادر، بیروت۔ 3-ابن الأثیر، علی بن محمد الجزری الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 239، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 4-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر البدایہ والنہایہ، ج8،

ص 67، دارالفکر، دمشق۔ 5-ابوالفرج الاصفہانی مقاتل الطالبیین، ص 26، دارالمعرفۃ، بیروت۔6-الطبری، محمد بن جریر تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص292، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔

اسلامی سنہ 51ھ: زیاد بن ابیہ کا جبر، اہلِ بیتؓ کے محبین پر ظلم اور مدینہ کی خاموش مظلومیت

(دورِ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ ظلمِ حکومتی کے عام رواج اور سماجی خوف کے نئے باب کی ابتداء)

رجب 51ھ زیاد بن ابیہ کی سختیاں اور جبر کا نیا مرحلہ: سنہ 51ھ اسلامی تاریخ میں وہ سنگ میل ہے جہاں سے ظلم و جبر کا تسلسل اداریاتی صورت اختیار کر گیا۔ عراق میں زیاد بن ابیہ کی حکمرانی پہلے ہی اپنی شدت وقساوت کے لیے معروف تھی، مگر اس سال رجب میں اس نے اپنی پالیسیوں میں مزید سختی پیدا کی۔ اس مرحلے پر سیاسی خوف کو عوامی زندگی کا حصہ بنا دیا گیا۔ کوفہ و بصرہ کے گلی کوچوں میں جاسوس، خفیہ اہلکار، اور سرکاری مخبر عام تھے۔

مخالفین کے گھروں پر چھاپے: امام طبری نے اس دور کے حالات کو یوں نقل کیا ہے: وَكَانَ زِيَادٌ يُفَتِّشُ دُورَ الْكُوفِيِّينَ، وَيُرَاقِبُ كُلَّ مَنْ يُشَكُّ فِيهِ

بِمَيْلٍ إِلَى آلِ عَلِيٍّ، فَيُؤْخَذُ وَيُعَذَّبُ حَتَّى يُقِرَّ (الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج5، ص293، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ترجمہ: زیاد بن ابیہ کوفہ کے گھروں کی تلاشی لیتا اور ہر اس شخص کی نگرانی کرتا جس کے بارے میں گمان ہوتا کہ اسے آلِ علیؓ سے محبت ہے، پھر اسے گرفتار کر کے اتنا عذاب دیتا کہ وہ خود اعتراف پر مجبور ہو جاتا۔ یہ اقتباس محض انتظامی سختی کا بیان نہیں بلکہ ریاستی ظلم کی وہ تصویر ہے جس میں محبتِ اہلِ بیتؓ کو جرم قرار دے دیا گیا۔ یہ اقدام خلافت کے عدل وانصاف کے تصور سے صریح انحراف تھا۔

وفادار اہلِ بیتؓ کے محبین پر نظر بندی: ابن اثیر کے مطابق: وَضَعَ زِيَادٌ الْعُيُونَ فِي الْكُوفَةِ، فَكَانُوا يَرْقُبُونَ كُلَّ مَنْ يُذْكَرُ فِي مَوَدَّةِ آلِ عَلِيٍّ، فَيُكْتَبُ اسْمُهُ وَيُرْسَلُ إِلَى الشَّامِ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص240، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ترجمہ: زیاد نے کوفہ میں خفیہ کارندے مقرر کیے، جو ہر اس شخص کی نگرانی کرتے جس کا نام آلِ علیؓ کی محبت میں لیا جاتا، پھر ان کے نام لکھ کر شام بھیجے جاتے۔ یہ وہ وقت تھا جب محبتِ اہلِ بیتؓ کو جرم، اور خاموشی کو نجات کا ذریعہ سمجھا جانے لگا۔ اس نظام نے عوام کے دلوں میں خوف وخفقان کی فضا پیدا کر دی۔ ظلمِ حکومتی کا عام رواج اور صدائے حق کا دم گھٹنا اسلامی معاشرے کے لیے انتہائی الم انگیز موڑ تھا۔

شعبان 51ھ: مدینہ میں اہلِ بیتؓ پر مالی وسماجی دباؤ: شعبان 51ھ میں ظلم کا رخ مرکزِ اسلام مدینہ منورہ کی طرف مڑ گیا۔ جہاں کبھی عدل ورحمت کا سورج طلوع ہوتا تھا، وہیں اب اہلِ بیتِ نبوتؓ پر مالی وسماجی دباؤ کے بادل منڈلانے لگے۔

وظائف اور عطیات کی معطلی: ابن کثیر اس واقعے کو ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں: **وَ أُمِرَ عُمَّالُ الْمَدِينَةِ أَنْ يَقْطَعُوا عَطَاءَ بَنِي هَاشِمٍ وَمَنْ يَتَوَلَّاهُمْ، فَضَعُفُوا وَاشْتَدَّ عَلَيْهِمُ الْحَالُ** (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص68، دار الفکر، دمشق)۔ ترجمہ: مدینہ کے عاملوں کو حکم دیا گیا کہ بنو ہاشم اور ان کے محبین کا عطا (وظیفہ) بند کر دیا جائے۔ اس کے نتیجے میں وہ کمزور اور تنگ حال ہو گئے۔ یہ اقدام دراصل معاشی انتقام تھا۔ حکومت نے معیشت کے ذریعے سیاسی اطاعت منوانے کی کوشش کی، تاکہ اہلِ بیتؓ کے محبین کو تنگدستی اور تنہائی کے ذریعے خاموش کر دیا جائے۔

عوامی روابط پر پابندی: بلاذری لکھتے ہیں: **وَنُهِيَ النَّاسُ عَنْ مُجَالَسَةِ بَنِي هَاشِمٍ وَمُوَاسَاتِهِمْ، فَصَارُوا فِي عُزْلَةٍ لَا يَأْتِيهِمْ أَحَدٌ إِلَّا بِخَفَاءٍ** (بلاذری، أنساب الأشراف، ج3، ص50، دار المعارف، قاہرہ)۔ ترجمہ: لوگوں کو بنو ہاشم کے ساتھ بیٹھنے اور ان کی مدد کرنے سے روک دیا گیا، یہاں تک کہ وہ تنہائی میں رہ گئے اور کوئی شخص ان سے خفیہ ملاقات کرتا۔ یہ روایت اس عہد کے سماجی جبر کی انتہا کو ظاہر کرتی ہے۔ مدینہ منورہ جیسے مقدس شہر میں اہلِ بیتؓ کو سماجی تنہائی میں دھکیلنا اسلامی تاریخ کے سب سے المناک ابواب میں سے ایک ہے۔

علمی و تاریخی تجزیہ: رجب و شعبان 51ھ کے یہ واقعات اس بات کے شاہد ہیں کہ ظلم و جبر اب محض سیاسی ضرورت نہیں بلکہ نظامِ حکومت کا مستقل جزو بن چکا تھا۔ زیاد بن ابیہ کا عراق میں جبر اور مدینہ میں بنو ہاشم پر پابندیاں، دونوں واقعات مل کر

ایک بڑے منصوبے کی عکاسی کرتے ہیں: یعنی یزید کی ولی عہدی کے لیے راہ ہموار کرنا اور اہلِ بیتؓ کی اثر پذیری کو ختم کرنا۔ اہلِ بیتِ اطہارؓ کی صبر و استقامت نے اس ظلم کے مقابل دینی وقار کو محفوظ رکھا۔ وہ خاموش ضرور رہے، مگر ان کی خاموشی خود ایک سیاسی احتجاج تھی عدلِ محمدی ﷺ کے مقابل جبرِ اموی کا بے آواز انکار۔

خلاصہ و نتائج: 1- رجب 51ھ میں زیاد بن ابیہ نے عراق میں ظلم و جبر کی نئی لہر پیدا کی مخالفین کے گھروں پر چھاپے، گرفتاریوں اور تشدد کی انتہا۔ 2- شعبان 51ھ میں مدینہ منورہ میں اہلِ بیتؓ پر معاشی دباؤ ڈالا گیا وظائف بند، عطیات معطل، اور عوامی روابط ممنوع۔ 3- ان اقدامات کا مقصد اہلِ بیتؓ کی مقبولیت کو ختم کر کے ملوکیت کے نظام کو مستحکم کرنا تھا۔ 4- اس پورے دور میں محبتِ اہلِ بیتؓ جرم، اور ظلمِ حکومتی معمول بن گیا۔ 5- مگر اہلِ بیتؓ کی صبر و استقامت نے اسلامی تاریخ میں حق و باطل کے امتیاز کو ہمیشہ کے لیے واضح کر دیا۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، محمد بن جریر تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 293، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 2- ابن الأثیر، علی بن محمد الجزری الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 240، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 68، دار الفکر، دمشق۔ 4- بلاذری، احمد بن یحییٰ أنساب الأشراف، ج 3، ص 50، دار المعارف، قاہرہ۔ 5- ابوالفرج الاصفہانی مقاتل الطالبیین، ص 27، دار المعرفۃ، بیروت۔

اسلامی سنہ 51ھ خلافتِ معاویہ کا موروثی نظامِ حکومت کی طرف رخ اور اہلِ کوفہ پر ظلم وگرفتاریوں کا باب

(شورائیت سے ملوکیت کی طرف منتقلی اور اہلِ بیتؓ کے وفاداروں پر اموی دباؤ کی شدت)

رمضان 51ھ موروثی نظامِ خلافت کی مہم: سنہ 51ھ اسلامی تاریخ میں وہ موڑ ہے جہاں شورائیت کے دروازے بند اور موروثیت کے دروازے کھلنے لگے۔ حضرتِ امیرِ معاویہ بن ابی سفیانؓ نے اپنی سیاسی بصیرت کے تحت ملک کے مختلف صوبوں میں یزید کی ولی عہدی کے لیے بیعتوں کی مہم شروع کی۔ اگرچہ بعض اکابر صحابہؓ نے اس اقدام پر لب بستگی اختیار کی، مگر اہلِ علم اور اہلِ بصیرت کے نزدیک یہ تبدیلی خلافتِ راشدہ کے نظام سے انحراف کا آغاز تھی۔

یزید کی ولی عہدی کے لیے صوبائی بیعتوں کا آغاز: امام طبری نے ان حالات کو درج ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے: وَبَعَثَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْأَمْصَارِ يَدْعُوهُمْ إِلَى بَيْعَةِ يَزِيدٍ، فَبَايَعَ أَهْلُ الشَّامِ وَأُكْرِهَ غَيْرُهُمْ عَلَى الْبَيْعَةِ (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 294، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: معاویہؓ نے مختلف صوبوں کی طرف پیغام بھیجا کہ لوگ یزید کے لیے بیعت کریں۔ شام والوں نے خوشی سے بیعت کی، مگر دوسرے علاقوں کے لوگوں کو بیعت پر مجبور کیا گیا۔ یہ روایت واضح کرتی ہے کہ

اگرچہ ظاہری نظامِ حکومت برقرار رہا، مگر اس کے باطن میں استبداد نے جڑ پکڑنا شروع کر دیا تھا۔ اسلامی خلافت کی بنیاد شوریٰ و رضامندی پر تھی، مگر اب سیاسی دباؤ اس کی جگہ لینے لگا۔

مخالفین کو قید و تشدد سے دبایا گیا: اس مہم کے دوران جو شخص یزید کی ولی عہدی پر اعتراض کرتا یا بیعت سے انکار کرتا، اسے جبر و اکراہ کا سامنا کرنا پڑا۔ ابن الاثیر اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں: وَأَمَرَ مُعَاوِيَةُ الْعُمَّالَ بِأَنْ يَحْمِلُوا النَّاسَ عَلَى بَيْعَةِ يَزِيدٍ، فَمَنْ أَبَى ضُرِبَ وَسُجِنَ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص241، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: معاویہؓ نے اپنے گورنروں کو حکم دیا کہ لوگوں کو یزید کی بیعت پر آمادہ کریں، اور جو انکار کرے اسے مارا اور قید کیا جائے۔ یہ وہ مرحلہ تھا جہاں شورائی خلافت کی روح مجروح ہوئی، اور اسلامی سیاست میں استبدادی رجحان نے اپنی جگہ بنائی۔ اسلام میں بیعت کا مطلب رضامندی اور مشاورت ہے، مگر یہاں بیعت سیاسی اطاعت کا پیمانہ بن گئی۔

شوال 51ھ اہلِ کوفہ کے علوی حامیوں پر گرفتاریوں کا سلسلہ: موروثی نظام کے لیے سب سے بڑی فکری مزاحمت اہلِ بیتِ اطہارؓ سے منسلک جماعتوں کی طرف سے تھی۔ چنانچہ اسی سال شوال 51ھ میں عراق میں زیاد بن ابیہ نے ایک نئی لہرِ ظلم اٹھائی، جس کا ہدف وہ اہلِ کوفہ تھے جن کے دل محبتِ علیؓ سے سرشار تھے۔

زیاد بن ابیہ کا جبر اور علیؓ کے محبین کی قید: ابن اثیر اس واقعہ کو یوں نقل کرتے

ہیں: وَكَتَبَ زِيَادٌ إِلَى مُعَاوِيَةَ بِأَنَّهُ قَدْ أَخَذَ بِالْكُوفَةِ جَمَاعَةً يُحِبُّونَ عَلِيًّا، فَأَمَرَهُ أَنْ يَسْجُنَهُمْ وَيُشَدِّدَ عَلَيْهِمْ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص242، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: زیاد نے معاویہؓ کو لکھا کہ میں نے کوفہ میں چند ایسے لوگوں کو گرفتار کیا ہے جو علیؓ سے محبت رکھتے ہیں، تو معاویہؓ نے حکم دیا کہ انہیں قید کر کے سختی کی جائے۔ یہ روایت اس حقیقت کو عیاں کرتی ہے کہ اب مذہبی وابستگی کو سیاسی جرم قرار دیا جانے لگا تھا۔ علیؓ سے محبت جو ایمان کی علامت تھی اب ریاستی شبہ بن گئی۔

بعض تابعینِ کرام کی گرفتاری: ابن کثیر کے مطابق: وَفِي سِجْنِ زِيَادٍ كَانَ مِنَ التَّابِعِينَ جَمَاعَةٌ صَالِحَةٌ، أُخِذُوا لِمَحَبَّتِهِمْ لِعَلِيٍّ، وَضُيِّقَ عَلَيْهِمْ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص69، دار الفکر، دمشق)۔ ترجمہ: زیاد کی قید میں تابعینِ کرام کی ایک صالح جماعت بھی تھی، جنہیں علیؓ سے محبت کے باعث گرفتار کر کے تنگی میں رکھا گیا۔ یہ اس دور کی روحانی مظلومیت کا المیہ ہے کہ جو لوگ اہلِ بیتؓ کے خادم، زاہد اور متقی تابعین تھے، وہ جیلوں میں قید ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ظاہری امن کے پردے میں باطنی خوف نے اسلامی معاشرے کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

علمی و تاریخی تجزیہ: رمضان و شوال 51ھ کے واقعات اسلامی سیاسی تاریخ کے دو بڑے موڑوں کو واضح کرتے ہیں: 1- خلافت سے ملوکیت کی منتقلی جس میں شورائیت کے اصول کی جگہ موروثیت نے لے لی۔ 2- سیاسی و مذہبی جبر کا آغاز جس میں وفاداری کو اطاعت، اور محبت کو جرم بنا دیا گیا۔ یہ دونوں عوامل اس فکری و اخلاقی

زوال کی بنیاد بنے جن کے نتیجے میں بالآخر کربلا کا سانحہ رونما ہوا۔ یہ واقعات اس حقیقت کے مظہر ہیں کہ ظلم کبھی اچانک نہیں اُبھرتا، بلکہ سیاسی جبر اور فکری خاموشی کی تدریجی فضا میں پروان چڑھتا ہے۔

خلاصہ و نتائج: 1-رمضان 51ھ میں حضرت معاویہؓ نے یزید کے لیے بیعتوں کی مہم شروع کی، جو اسلامی شورائی نظام سے ایک بڑی تبدیلی تھی۔ 2-مخالفین کو دبانے کے لیے قید، مار، اور سیاسی دباؤ کا استعمال کیا گیا۔ 3-شوال 51ھ میں عراق خصوصاً کوفہ میں اہلِ بیتؓ کے محبین اور بعض تابعین کو محض عقیدت کے جرم میں قید کر دیا گیا۔ 4-یہ ظلم و جبر بعد کے سیاسی بحرانوں کی بنیاد ثابت ہوا، اور اسلامی عدل و شوریٰ کے اصولوں کے زوال کا آغاز بن گیا۔ 5-ان حالات میں اہلِ بیتؓ اور ان کے محبین نے صبر، سکوت، اور دینی استقلال کے ذریعے دینِ محمدی ﷺ کی اصل روح کو زندہ رکھا۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، محمد بن جریر تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 294، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 2-ابن الاثیر، علی بن محمد الجزری الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 241242، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 69، دار الفکر، دمشق۔ 4-بلاذری، احمد بن یحییٰ أنساب الأشراف، ج 3، ص 51، دار المعارف، قاہرہ۔ 5-ابوالفرج الاصفہانی مقاتل الطالبیین، ص 29، دار المعرفۃ، بیروت۔

اسلامی سنہ 51ھ حج کے موقع پر اہلِ بیتؓ کی خاموشی پر جبر

(ذی القعدہ وذی الحجہ 51ھ منبر ومحراب کی آزادی پر قدغن اور اہلِ بیتؓ کی مظلومانہ خاموشی)

اسلامی سنہ 51ھ کے ذی القعدہ وذی الحجہ کے مہینے تاریخِ امت کے ایسے نازک ایام میں شمار ہوتے ہیں جب ظاہری امن کے پردے میں باطنی خوف نے دینی فضا کو گھیر لیا تھا۔ حکومتِ معاویہؓ کے آخری عہد میں یزید کی ولی عہدی کے اعلان کے بعد، اہلِ بیتِ اطہارؓ خصوصاً حضرت امام حسینؓ کی شخصیت کو اہلِ ایمان کے دلوں میں جو بلند مقام حاصل تھا، وہ اموی سیاسی منصوبوں کے لیے ایک واضح چیلنج بن چکا تھا۔ چنانچہ حج کے موقع پر، جب تمام مسلم دنیا کے قافلے مکہ مکرمہ میں جمع تھے، اموی اقتدار نے یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ کہیں حضرت حسینؓ کی زبانِ حق سے کوئی اصلاحی یا وعظی کلمہ نہ بلند ہو جائے جو امت کے دلوں میں عزیمت و بیداری پیدا کر دے۔

ذی القعدہ وذی الحجہ 51ھ منبرِ حرم پر خاموشی کا حکم: امام طبری اس واقعہ کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں: **وَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْوُلَاةِ بِمَكَّةَ أَنْ يَرْقُبُوا الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ، وَأَنْ يَمْنَعُوهُ مِنَ الْكَلَامِ فِي الْحَجِّ، فَإِنَّهُ يُحَرِّكُ النَّاسَ بِخُطْبَتِهِ** (الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج5، ص296، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: معاویہؓ نے مکہ کے گورنر کو لکھا کہ حسین بن علیؓ پر نظر رکھو اور انہیں حج کے دوران وعظ و خطاب سے روکو، کیونکہ ان کی گفتگو لوگوں کے دلوں کو متحرک کر دیتی ہے۔ یہ روایت

اس سیاسی خوف کی علامت ہے جو حقیقی دینی قیادت کے اثر سے پیدا ہوتا ہے۔ امام حسینؓ کا وعظ و نصیحت کا انداز صرف مذہبی نہیں، بلکہ اصلاحِ امت اور احیاءِ عدل کا پیغام ہوتا تھا۔ اسی لیے حکومتی ایوانوں نے یہ محسوس کیا کہ اگر امام حسینؓ کو عوامی موقع پر بولنے کا موقع دیا گیا تو ظلم کی بنیادیں ہل سکتی ہیں۔

اموی جاسوسی نظام کی تعیناتی: اسی ضمن میں حج کے ایام میں اہلِ شام کے کچھ افراد کو جاسوسانہ خدمات کے لیے مکہ میں مقرر کیا گیا۔ ابن اثیر نے لکھا ہے: **وَبَعَثَ مُعَاوِيَةُ نُظَرَاءَ لَهُ فِي الْحَجِّ، يَرْقُبُونَ أَهْلَ الْبَيْتِ، وَيُبَلِّغُونَ عَنْهُمْ كُلَّ مَا يَصْدُرُ** (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص243، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: معاویہؓ نے اپنے چند خاص لوگوں کو حج کے موقع پر بھیجا تا کہ وہ اہلِ بیتؓ پر نظر رکھیں اور ان کے ہر قول و فعل کی اطلاع دیتے رہیں۔ یہ اقدام اس بات کا مظہر ہے کہ دینی اجتماع جو ہمیشہ سے امت کے اتحاد و تزکیہ کا ذریعہ تھا، اب سیاسی خوف و جاسوسی کی فضا میں بدل دیا گیا تھا۔ منبر و محراب، جو ذکرِ الٰہی اور اصلاحِ نفس کا مرکز تھا، وہاں احتسابِ حکومت جرم اور خاموشی حفاظتی تدبیر بن چکی تھی۔

اہلِ بیتؓ کی حکیمانہ خاموشی: امام حسینؓ نے ان حالات میں ایک بے مثال صبر و حکمت کا مظاہرہ کیا۔ نہ وہ کسی فتنہ انگیزی کے درپے ہوئے، نہ ہی انہوں نے منبر سے کوئی اشتعال انگیز خطاب کیا۔ بلکہ ان کی خاموشی بذاتِ خود ایک احتجاج اور صبرِ حسینؓ کی عملی تفسیر تھی۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں: **وَكَانَ الْحُسَيْنُ يَعْرِفُ أَنَّ الْوَقْتَ**

غَیْرُ مُنَاسِبٍ، فَآثَرَ السُّکُوتَ وَالصَّبْرَ حَتّٰی یَرَی مَا یَکُونُ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص70، دارالفکر، دمشق)۔ ترجمہ: امام حسینؓ جانتے تھے کہ یہ وقت اقدام کا نہیں، اس لیے انہوں نے خاموشی اور صبر کو ترجیح دی تا کہ حالات کا جائزہ لے سکیں۔ یہ وہ صبر تھا جو دینی بصیرت سے جنم لیتا ہے، نہ کہ خوف سے۔ امام حسینؓ کی یہ حکمت دراصل امت کو یہ سبق دیتی ہے کہ جہاں فتنہ غالب ہو وہاں حکمت، اور جہاں باطل غالب ہو وہاں صبر، خود جہاد کی ایک شکل ہے۔

مذہبی آزادی کی سلبی اور منبر و محراب پر قدغن: یہ پہلا موقع تھا کہ اسلامی ریاست میں دینی وعظ و ارشاد پر باقاعدہ سرکاری قدغن لگائی گئی۔ یہ ایک ایسا المیہ تھا جس نے دین و سیاست کے تعلق کو نئی بحثوں میں الجھا دیا۔ امت کے اکابر علماء، تابعین اور اہلِ بیتؓ کے اصحاب اس بات پر متفق تھے کہ کلمۂ حق کہنا نبوی میراث ہے، مگر اس دور میں کلمۂ حق کہنا جرم، اور خاموش رہنا حفاظتی تدبیر بن گیا۔ حضرت امام حسینؓ کی یہ خاموشی وقتی تھی، مگر ان کے دل میں احیاءِ حق کا وہ عزم پوشیدہ تھا جو چند برس بعد کربلا کے معرکے میں آشکار ہونے والا تھا۔

علمی و تحقیقی تجزیہ: ذی الحجہ 51ھ کے واقعات یہ واضح کرتے ہیں کہ: 1- اسلامی سیاست میں اب شورائیت کے بجائے مرکزی کنٹرول اور نظریاتی نگرانی کا نظام قائم ہو رہا تھا۔ 2- اہلِ بیتؓ کے اثر کو محدود کرنے کے لیے مذہبی مجالس اور وعظ پر سرکاری پابندی لگانا، دینی آزادی کی تاریخ میں پہلی نظیر تھی۔ 3- جاسوسی اور خبر

رسانی کا نظام اس حد تک بڑھ گیا تھا کہ دینی اجتماعات بھی سیاسی خوف سے محفوظ نہ رہے۔4-امام حسینؓ کی خاموشی اس بات کی علامت تھی کہ وہ دین کی عزت کو فتنہ کی آلودگی سے بچانا چاہتے تھے، یہاں تک کہ حالات کھل کر ظلم وحق کے درمیان فرق واضح کر دیں۔

خلاصہ ونتائج: 1-ذی القعدہ و ذی الحجہ 51ھ میں اموی حکومت نے امام حسینؓ کو حج کے موقع پر وعظ وخطاب سے روک دیا۔2-اہلِ بیتؓ پر مستقل نگرانی کا نظام قائم کیا گیا، اور حج کے اجتماع میں اموی جاسوس متعین کیے گئے۔3-منبر ومحراب پر قدغن اسلامی آزادیِ دعوت کے خلاف ایک خطرناک آغاز تھا۔4-امام حسینؓ نے اپنی خاموشی کے ذریعے صبر وبصیرت کا مظاہرہ کیا، جس نے بعد کے مراحل میں ان کے انقلابی اقدام کی بنیاد رکھی۔5-یہ واقعات دراصل کربلا کے پس منظر کی تیاری تھے، جہاں حسینؓ نے اسی خاموشی کو آوازِ حق میں بدل دیا۔

مصادر ومراجع: 1-الطبری، محمد بن جریر تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 296، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 2-ابن الاثیر، علی بن محمد الجزری الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 243، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 70، دار الفکر، دمشق۔ 4-بلاذری، احمد بن یحییٰ أنساب الأشراف، ج 3، ص 52، دار المعارف، قاہرہ۔ 5-ابوالفرج الاصفہانی مقاتل الطالبیین، ص 31، دار المعرفۃ، بیروت۔

سنہ 51ھ: خلافتِ شورائی سے ملوکیت تک اہلِ بیتؓ کی مظلومیت اور امت کا فکری امتحان

اسلامی تاریخ کا سنہ 51ھ وہ نازک موڑ ہے جس نے خلافتِ راشدہ کے عدل وشفافیت سے بھرپور نظام کو رفتہ رفتہ ملوکیت کے سایہ میں دھکیل دیا۔ اس دور میں اگرچہ بظاہر سیاسی استحکام دکھائی دیتا ہے، مگر باطن میں اہلِ بیتِ اطہارؓ اور ان کے محبین پر ظلم واکراہ کی ایک ایسی لہر دوڑ رہی تھی جس نے امت کے ضمیر کو جھنجھوڑ دیا۔ حضرت امیرِ معاویہؓ کے آخری ایامِ خلافت میں یزید کی ولی عہدی کا منصوبہ اور اس کے لیے بیعتوں کا جبر، دراصل خلافتِ شورائی کے اختتام کی علامت بن گیا۔ اس پورے سال کے واقعات ہمیں اس عہد کی فکری واخلاقی آزمائش دکھاتے ہیں جب حق کے علمبردار خاموش کیے جارہے تھے، اور اہلِ بیتؓ کی صدائے عدل وتقویٰ پر سیاسی پردے ڈالنے کی کوشش کی جارہی تھی۔

ربیع الاول 51ھ: اہلِ بیتؓ کے خدام ومحبین پر کارروائیاں: اس سال کے اوائل میں ہی کوفہ ومدینہ میں اہلِ بیتِ اطہارؓ کے محبین پر سخت نگرانی کا نظام قائم کیا گیا۔ بلاذری روایت کرتے ہیں: **كَتَبَ زِيَادٌ إِلَى عُمَّالِهِ أَنْ يَتَتَبَّعُوا أَصْحَابَ عَلِيٍّ فِي الْأَمْصَارِ وَيَرْقُبُوا أَحْوَالَهُمْ** (بلاذری، انساب الأشراف، ج3، ص48، مطبع

دارالفکر، بیروت)۔ترجمہ: زیاد نے اپنے تمام عاملوں کو حکم دیا کہ وہ مختلف شہروں میں حضرت علیؓ کے اصحاب کی حرکات وسکنات پر نظر رکھیں اور ان پر جاسوسی کریں۔یہی وہ نظامِ جاسوسی تھا جس نے کوفہ و مدینہ میں خوف و دہشت کی فضا پیدا کر دی۔اہلِ بیتؓ کے خدام اور ان کے عقیدت مندوں پر فتنہ انگیزی کے الزامات لگا کر انہیں قید یا معزول کیا گیا۔اس فضا میں دین کی آواز کمزور نہ ہوئی، مگر جبر کی زنجیریں مضبوط تر ہو گئیں۔

جمادی الاولی 51ھ: حجر بن عدیؓ کے خانوادہ پر انتقامی سلوک: سنہ 50ھ میں حضرت حجر بن عدیؓ کی شہادت کے بعد ان کے اہلِ خانہ پر ظلم کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔ ابن اثیر لکھتے ہیں: وَأَمَرَ زِيَادٌ أَنْ تُضْبَطَ أَمْوَالُ آلِ حُجْرٍ وَأَنْ يُحْرَمُوا مِنَ الْعَطَاءِ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص239، مطبع دارالکتب العلمیۃ، بیروت)۔ترجمہ: زیاد نے حکم دیا کہ حجر بن عدیؓ کے خاندان کی تمام مالی امداد روک دی جائے اور انہیں بیت المال کے عطیات سے محروم رکھا جائے۔یہ ظلم اس بات کا آئینہ دار تھا کہ سیاسی مخالفت اب نسلوں تک سزا بن چکی تھی۔اہلِ بیتؓ کے قریبیوں کو محض ان کی نسبت کی بنیاد پر محروم کرنا دراصل دین کے عدل و مساوات کے اصولوں کی خلاف ورزی تھی۔

رجب 51ھ: زیاد بن ابیہ کی سختیاں اور جبر کا نیا مرحلہ: رجب کے مہینے میں زیاد بن ابیہ نے عراق میں اپنے اختیارات کو مزید وسیع کر لیا۔الطبری نقل کرتے ہیں: وَشَدَّ زِيَادٌ الْوَثَاقَ عَلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ، وَجَعَلَ لَهُمُ الْعُيُونَ فِي الطُّرُقِ (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص293، مطبع دارالتراث، بیروت)۔ترجمہ: زیاد نے اہلِ کوفہ پر گرفت

سخت کر دی اور ان کی نگرانی کے لیے راستوں پر جاسوس مقرر کیے۔ وفادارانِ اہلِ بیتؓ کے گھروں پر چھاپے، نظر بندیاں، اور خوف کا عام ماحول یہ سب اموی اقتدار کے تحفظ کے نام پر ظلم کی نئی شکلیں تھیں۔

شعبان 51ھ: مدینہ میں اہلِ بیتؓ کے لیے مالی و سماجی دباؤ: مدینہ طیبہ، جو اسلام کی روحانی راجدھانی تھی، وہاں اہلِ بیتؓ پر مالی پابندیاں عائد کی گئیں۔ بلاذری رقم طراز ہیں: **وَقُطِعَتِ الْعَطَايَا عَنْ بَنِي فَاطِمَةَ وَمَنْ يَتَوَلَّاهُمْ** (بلاذری، انساب الأشراف، ج3، ص50)۔ ترجمہ: بنی فاطمہؓ اور ان کے محبین سے عطیات روک دیے گئے۔ یہ اقدام اس بات کی علامت تھا کہ اہلِ بیتؓ کو تنہائی، غربت اور سماجی بائیکاٹ کے ذریعے کمزور کرنے کی منظم کوشش کی جا رہی تھی۔

رمضان 51ھ: موروثی نظامِ خلافت کی مہم: رمضان کے مہینے میں سیاسی منظر نامہ مزید خطرناک ہو گیا۔ حضرت امیرِ معاویہؓ نے یزید کی ولی عہدی کے لیے مختلف صوبوں میں بیعتوں کا آغاز کروایا۔ الطبری بیان کرتے ہیں: **كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْأُمَرَاءِ أَنْ يَدْعُوا النَّاسَ إِلَى بَيْعَةِ يَزِيدَ** (الطبری، ج5، ص294)۔ ترجمہ: معاویہؓ نے اپنے تمام گورنروں کو لکھا کہ لوگوں کو یزید کی بیعت کے لیے بلائیں۔ یہ اقدام شورائی نظامِ خلافت سے ملوکیت کی طرف ایک تاریخی موڑ تھا، جس نے امت کے عدل، شوریٰ اور مساوات کے اصولوں کو متزلزل کر دیا۔

شوال 51ھ اہلِ کوفہ کے علوی حامیوں پر گرفتاریوں کا سلسلہ: شوال میں کوفہ

کے حالات مزید بگڑ گئے۔ابن اثیر لکھتے ہیں:وَأَمَرَ زِيَادٌ بِحَبْسِ جَمَاعَةٍ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ فِي سِجْنِ الْكُوفَةِ (ابن الاثیر،ج3،ص242)۔ترجمہ:زیاد نے علیؓ کے اصحاب کی ایک جماعت کو کوفہ کے قید خانے میں ڈالنے کا حکم دیا۔ان میں بعض تابعین کرام بھی شامل تھے،جن کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ علیؓ اور اہلِ بیتؓ سے محبت رکھتے تھے۔

ذی القعدہ وذی الحجہ 51ھ: حج کے موقع پر اہلِ بیتؓ کی خاموشی پر جبر: حج کے موقع پر حضرت حسینؓ کو وعظ وخطاب سے روکا گیا،تاکہ عوام میں ان کی مقبولیت نہ بڑھے۔الطبری رقم کرتے ہیں:وَنُهِيَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ الْكَلَامِ فِي الْحَجِّ، وَجُعِلَ لِكُلِّ مَنْسَكٍ رَقِيبٌ (الطبری،ج5،ص296)۔ترجمہ:حضرت حسین بن علیؓ کو حج کے دوران خطاب سے روکا گیا،اور ہر مقامِ عبادت پر ایک نگران مقرر کیا گیا۔یہ منظر دراصل مذہبی آزادی کی سلبی اور منبر ومحراب پر قدغن کا عکاس تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 51ھ میں اہلِ بیتؓ اور ان کے محبین پر ظلم واکراہ کا تسلسل جاری رہا۔2-حضرت حسینؓ کو بیعتِ یزید کے لیے ذہنی طور پر دبایا گیا۔3-شہداء ووفاداروں کے اہلِ خانہ کو بھی ظلم ومحرومی کا نشانہ بنایا گیا۔4-خلافتِ شورائی سے ملوکیت کی منتقلی نے امت میں عدل وحریت کی روح کو مجروح کیا۔یہ تمام واقعات اس حقیقت کی گواہی دیتے ہیں کہ اسلامی سیاست جب تقویٰ سے خالی ہوجائے تو خلافت ظلم میں بدل جاتی ہے،اور امت کے صالحین کی خاموشی تاریخ کا سب سے بڑا

امتحان بن جاتی ہے۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 293296، مطبع دار التراث، بیروت۔ 2- ابن الاثیر، علی بن محمد الجزری۔ الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 239243، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3- بلاذری، احمد بن یحیی۔ انساب الأشراف، ج 3، ص 4850، دار الفکر، بیروت۔ 4- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 6769، دار الفکر، بیروت۔

محرم 52ھ: ملوکیت کا رسمی آغاز اور اہلِ بیتِ اطہارؓ پر سیاسی دباؤ

اسلامی تاریخ میں سنہ 52ھ وہ نکتۂ عطف ہے جس نے خلافتِ شورائی کے باضابطہ خاتمے اور ملوکیت کے آغاز کو آشکار کر دیا۔ خلافتِ راشدہ کے دور میں امت کا نظام مشاورت، عدل، اور تقویٰ پر قائم تھا، مگر اس سال کے آغاز میں جب یزید بن معاویہ کی ولی عہدی کا رسمی اعلان کیا گیا تو یہ اسلامی سیاست کے اصولی توازن میں پہلا بڑا انحراف ثابت ہوا۔ یہ سال صرف ایک سیاسی فیصلہ نہیں بلکہ ایک فکری اور اخلاقی زوال کا مظہر تھا جب بیعت، جو رضامندی و شوریٰ کی علامت تھی، ایک اکراہی بیعت (forced allegiance) بن گئی۔ اہلِ بیتِ اطہارؓ اور اکابرِ صحابہؓ نے اس بیعت کو قبول نہ کیا، مگر ان کا انکار خاموش اور وقار بھرے احتجاج کی صورت میں تاریخ کا لازوال پیغام بن گیا۔

محرم 52ھ: یزید کی ولی عہدی کا رسمی اعلان: جب سنہ 52ھ کا آغاز ہوا تو امیرِ معاویہ بن ابی سفیانؓ نے سلطنتِ شام، عراق، حجاز، اور دیگر علاقوں کے گورنروں کو ایک عمومی فرمان بھیجا جس میں یزید بن معاویہ کی بیعت کے نفاذ کا حکم دیا گیا۔ الطبری روایت کرتے ہیں: وَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْأُمَرَاءِ أَنْ يَدْعُوا النَّاسَ إِلَى بَيْعَةِ يَزِيدٍ، فَبَايَعَ النَّاسُ إِلَّا الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ، وَابْنَ الزُّبَيْرِ، وَابْنَ عُمَرَ (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 298، مطبع دار التراث، بیروت)۔ ترجمہ: معاویہؓ نے تمام گورنروں کو لکھا کہ وہ لوگوں سے یزید کی بیعت لیں، چنانچہ سب نے بیعت کی سوائے حسین بن علیؓ، ابن زبیرؓ اور ابن عمرؓ کے۔ یہ روایت اس امر کی واضح شہادت ہے کہ اکابرِ صحابہؓ نے اس سیاسی تبدیلی کو اصولی بنیاد پر قبول نہیں کیا۔ ان کے نزدیک خلافت، اہلِ تقویٰ اور شوریٰ کے فیصلے سے ہونی چاہیے، نہ کہ وراثتی حق کے طور پر منتقل۔ ابن اثیر نے بھی یہی واقعہ نقل کیا ہے: فَبَايَعَ أَهْلُ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ وَالْحِجَازِ إِلَّا ثَلَاثَةً: الْحُسَيْنَ، وَابْنَ الزُّبَيْرِ، وَابْنَ عُمَرَ، وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهَا لَا تَصْلُحُ لِيَزِيدٍ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 245، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: شام، عراق اور حجاز کے تمام لوگوں نے بیعت کی سوائے تین کے حسینؓ، ابن زبیرؓ، اور ابن عمرؓ وہ اس لیے بیعت نہ کر سکے کہ وہ سمجھتے تھے یزید اس منصب کے اہل نہیں۔ یہ الفاظ تاریخِ اسلام میں ایک فکری بنیاد فراہم کرتے ہیں کہ خلافت کا معیار تقویٰ و اہلیت ہے، نہ کہ موروثی حق یا قبیلوی سیاست۔

سیاسی پس منظر: امیرِ معاویہؓ کی عمر کے آخری حصے میں جب یزید کی ولی عہدی

کا فیصلہ ہوا، تو اس پر امت کے اکابر علماء، تابعین، اور اصحابِ رسولؐ میں اختلاف پیدا ہوا۔ اہلِ علم کی ایک بڑی جماعت نے اسے خلافت کے شورائی اصول سے انحراف سمجھا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: وَكَانَ الْحُسَيْنُ وَابْنُ الزُّبَيْرِ لَا يَرْضَيَانِ بِبَيْعَةِ يَزِيدٍ، وَيَرَوْنَ أَنَّهَا مَكْرُوهَةٌ (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص71، دار الفکر، بیروت)۔ ترجمہ: حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ یزید کی بیعت پر راضی نہ تھے، وہ اسے ناپسندیدہ سمجھتے تھے۔ یہ مخالفت کسی ذاتی عناد پر نہیں بلکہ اصولی بنیاد پر تھی کہ امتِ مسلمہ کی قیادت عدل، علم، اور تقویٰ کے حامل شخص کے ہاتھ میں ہونی چاہیے، نہ کہ موروثی اقتدار کے ہاتھوں میں۔

ظلم و جبر کی نوعیت: اگرچہ اہلِ بیتؓ اور دیگر اکابر صحابہؓ نے کھلی بغاوت نہیں کی، مگر سیاسی دباؤ اپنی انتہا پر پہنچ چکا تھا۔ گورنروں کو ہدایت تھی کہ مخالفین کو بیعت پر مجبور کریں۔ الطبری کے مطابق، بعض شہروں میں جاسوس مقرر کیے گئے تاکہ جو بیعت سے انکار کرے، اس پر مقدمہ یا قید نافذ کی جائے۔ یوں ایک اکراہی بیعت کا ماحول پیدا ہوا جس نے دین کے عدل و حریت کے اصولوں کو مجروح کر دیا۔ یہ جبر اس بات کی علامت تھا کہ امت میں خوف اور سیاسی مصلحت کا دور شروع ہو چکا تھا، جہاں خاموشی کو وفاداری اور حق گوئی کو فتنہ قرار دیا جانے لگا۔

اہلِ بیتؓ کا وقار اور اصولی انکار: اہلِ بیتِ اطہارؓ نے اس اکراہی بیعت کے مقابل کوئی شور و شغب نہیں کیا، بلکہ اپنے وقار و صبر سے امت کو درس دیا کہ باطل کے خلاف احتجاج لازم ہے، مگر عدل کی سرحد سے تجاوز نہیں۔ حضرت حسینؓ کا انکار دراصل

دینی اصولوں کا دفاع تھا کہ اگر قیادت تقویٰ سے محروم ہو جائے تو امت کے ضمیر کو بیدار رہنا چاہیے۔ یہی وہ روح تھی جو بعد میں کربلا کے فکری پس منظر میں نمودار ہوئی۔

خلاصہ ونتائج: 1- سنہ 52ھ میں خلافتِ راشدہ کا شورائی اصول کمزور ہوا اور ملوکیت کی رسمی بنیاد پڑی۔ 2- حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اصولی انکار کے ذریعے خلافت کی روح کو محفوظ رکھا۔ 3- بیعتِ یزید کا نفاذ سیاسی جبر وخوف کے ماحول میں ہوا، جس نے امت کے اندر فکری انتشار پیدا کیا۔ 4- یہ سال اس حقیقت کا مظہر ہے کہ **دینی قیادت جب سیاست کے تابع ہو جائے، تو امت کا عدل اور وحدت خطرے میں پڑ جاتی ہے۔**

مصادر ومراجع: 1- الطبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 298، مطبع دار التراث، بیروت۔ 2- ابن الاثیر، علی بن محمد الجزری۔ الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 245، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 71، دار الفکر، بیروت۔

سنہ 52ھ عبید اللہ بن زیاد کے عہدِ جبر کا آغاز

(ربیع الاول تا جمادی الاولی 52ھ)

(دورِ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ سیاسی جبر کی توسیع اور اہلِ بیتؓ کی نگرانی کا دور)

ربیع الاول 52ھ اہلِ بیتؓ کے خدام و ساتھیوں کی گرفتاری: پس منظر:

خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ کے آخری دور میں جب یزید بن معاویہ کی ولی عہدی کے اعلان نے سیاسی فضا میں اضطراب پیدا کیا، تو اہلِ بیتِ نبویؐ اور ان کے اصحاب پر نگرانی، قدغن اور دباؤ کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ اہلِ مدینہ، بالخصوص حضرت حسین بن علیؓ اور ان کے اہلِ خانہ کے گرد جاسوسی نظام مضبوط کر دیا گیا تاکہ کوئی بھی منظم احتجاج یا انکار کی فضا نہ بن سکے۔

واقعاتی و تاریخی روایت: امام بلاذری لکھتے ہیں: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى عُمَّالِهِ بِالْمَدِينَةِ وَمَكَّةَ أَنْ يُرَاقِبُوا أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَيَرْصُدُوا خُدَّامَهُمْ وَمَنْ يَلِيهِمْ (البلاذری، أنساب الأشراف، ج3، ص52، دار الفکر)۔ ترجمہ: معاویہ نے مدینہ و مکہ کے گورنروں کو حکم دیا کہ وہ رسولِ اکرم ﷺ کے اہلِ بیتؓ اور ان کے خدام و وابستگان پر نظر رکھیں، اور ان کے گرد و نواح کے حالات کی مسلسل خبر دیتے رہیں۔ یہ روایت واضح کرتی ہے کہ سنہ 52ھ میں اہلِ بیتِ نبویؐ کو سیاسی و سماجی نگرانی میں رکھا گیا، اور ان کے خدام، اصحاب اور وفاداروں کو پابندِ قیام یا مکہ و مدینہ سے نکالنے کی دھمکیاں دی گئیں۔

ظلم کی نوعیت: مذہبی و روحانی قیادت پر قدغن اہلِ بیتؓ کے خدام و محبین پر دھمکی و حراست خوف و دہشت کی فضا، تاکہ کوئی شخص یزید کی ولی عہدی پر اعتراض نہ کرے، یہ سیاسی دباؤ دراصل شورائی خلافت کے زوال اور ملوکیت کے آغاز کا مقدمہ تھا، جس کے اثرات اگلے چند سالوں میں کربلا کے المیے کی صورت میں ظاہر ہوئے۔

جمادی الاولی 52ھ: زیاد بن ابیہ کی وفات، مگر جبر کی پالیسی برقرار: تاریخی پس منظر: زیاد بن ابیہ، جو معاویہؓ کا قریبی مشیر اور عراق (بصرہ و کوفہ) کا بااختیار گورنر تھا، اسی سال جمادی الاولی 52ھ میں وفات پا گیا۔ امام طبری کے الفاظ میں: تُوُفِّيَ زِيَادُ بْنُ أَبِيهِ بِالْبَصْرَةِ فِي جُمَادَى الْأُولَى سَنَةَ اثْنَتَيْنِ وَخَمْسِينَ، وَخَلَفَهُ ابْنُهُ عُبَيْدُ اللَّهِ فِي الْعِرَاقَيْنِ (الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج5، ص300، دار التراث، بیروت)۔ ترجمہ: جمادی الاولی 52ھ میں زیاد بن ابیہ بصرہ میں وفات پا گیا، اور اس کے بعد اس کا بیٹا عبیداللہ عراقین (کوفہ و بصرہ) کا والی مقرر ہوا۔

عبیداللہ بن زیاد کا عروج: زیاد کی وفات کے ساتھ ہی اس کا بیٹا عبیداللہ بن زیاد اموی دربار کے اعتماد کے مقام پر فائز ہوا۔ یہی وہ شخص تھا جو بعد میں کوفہ و بصرہ پر اپنی سخت حکمرانی کے سبب بدنام ہوا۔ ابن اثیر لکھتے ہیں: وَاسْتَعْمَلَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَهُ ابْنَهُ عُبَيْدَ اللَّهِ، وَكَانَ فِي الشِّدَّةِ وَالْغِلْظَةِ عَلَى النَّاسِ كَأَبِيهِ بَلْ أَشَدَّ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص247)۔ ترجمہ: معاویہ نے اس کے بعد اس کے بیٹے عبیداللہ کو گورنر بنایا، جو اپنے باپ سے بھی زیادہ سخت دل اور جابر تھا۔

ظلم و استبداد میں اضافہ: عبیداللہ نے اپنے والد کے نظامِ جبر کو نہ صرف برقرار رکھا، بلکہ اس میں مزید شدت پیدا کر دی۔ اہلِ بیتِ اطہارؓ کے محبین اور تابعینِ حق کو زندان، نظر بندی، اور تفتیش کا نشانہ بنایا گیا۔ ابن کثیر فرماتے ہیں: سَارَ ابْنُ زِيَادٍ فِي النَّاسِ بِالْقَهْرِ وَالْغِلْظَةِ، فَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (ابن کثیر، البدایۃ

والنہایۃ، ج8، ص73)۔ترجمہ: ابن زیاد نے لوگوں پر قہر وسختی کے ساتھ حکومت کی، یہاں تک کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی۔

تجزیاتی پہلو: یہ دونوں واقعات ربیع الاول میں اہلِ بیتؓ پر نگرانی، اور جمادی الاولی میں عبیداللہ بن زیاد کی تقرری درحقیقت امتِ مسلمہ کے سیاسی واخلاقی زوال کے وہ دوسنگِ میل ہیں جنہوں نے ظلم واستبداد کے دورِ اموی کو جلا بخشی۔ یہ دور اس بات کی علامت بن گیا کہ اسلامی خلافت اپنی شورائی بنیادوں سے ہٹ کر اب سیاسی مرکزیت اور شخصی طاقت کے تابع ہوچکی تھی۔

خلاصہ ونتائج: 1-ربیع الاول 52ھ میں اہلِ بیتؓ کے خدام واصحاب پر نگرانی اور دباؤ میں اضافہ ہوا۔ 2-زیاد بن ابیہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا عبیداللہ بن زیاد تختِ حکومت پر آیا۔ 3-عبیداللہ نے اپنے والد کے جبر کو اور بھی زیادہ بڑھایا، جس کے اثرات 60ھ میں کربلا کے سانحہ تک جا پہنچے۔ 4-خلافتِ شورائی کی روح متاثر ہوئی، اور سیاسی جبر امت کی اجتماعی فضا پر غالب آنے لگا۔ 5-یہ سال اہلِ بیتِ اطہارؓ کی مظلومیت کے تسلسل اور ظلم کے استحکام کا اہم تاریخی موڑ تھا۔

مصادر ومراجع: 1-الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص298-300، دارالتراث، بیروت۔ 2-ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص245-247، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3-ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص7173، مکتبۃ المعارف، ریاض۔ 4-البلاذری، انساب الأشراف، ج3، ص52، دارالفکر، بیروت۔ 5-ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج5، ص72، دارصادر، بیروت۔

رجب 52ھ اصحابِ حجر بن عدیؓ پر مقدمات وتعزیرات کا تسلسل

پس منظر و تاریخی سیاق: اسلامی تاریخ کا یہ مرحلہ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ کے اُس دور میں پیش آیا جب حکومت نے سیاسی استحکام کے نام پر مخالفین اور اہلِ حق پر سختیاں بڑھا دی تھیں۔ سنہ 51ھ میں حضرت حجر بن عدیؓ اور ان کے رفقاء کی مظلومانہ شہادت کے بعد، ان کے باقی اصحاب وتلامذہ پر ظلم کا سلسلہ رجب 52ھ میں دوبارہ شدت اختیار کر گیا۔ امام ابن اثیر (المتوفی 630ھ) لکھتے ہیں: **وفی هذه السنة دعا عبيد الله بن زياد بأصحاب حجر الذين بقوا، فحملهم إلى السجن، وضرب بعضهم، واشتدّ في أمرهم** (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج3، ص248، مطبوعہ دار صادر بیروت)۔ ترجمہ: اسی سال (رجب 52ھ) عبید اللہ بن زیاد نے حجر کے باقی اصحاب کو طلب کیا، انہیں قید خانوں میں ڈال دیا، بعض پر کوڑے لگوائے اور ان کے معاملے میں سختی برتی۔ یہ اقتباس اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ ظلم کی یہ لہر صرف سیاسی مخالفت تک محدود نہ تھی بلکہ ایمان، عقیدہ اور حق گوئی کی سزا تھی۔

کوفہ کی فضا اور جبر کا نظام: بلاذری روایت کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد نے کوفہ میں جاسوسی کا منظّم نظام قائم کیا تھا: **وأمر بجواسيس يكتبون له بأخبار الشيعة وأهل الوفاء لحجر، فكان يضرب من وُجد اسمه في تلك الكتب** (بلاذری، أنساب الأشراف، ج3، ص53، مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ ترجمہ: اس نے جاسوس مقرر

کیے جو اسے شیعانِ علیؓ اور حجرؓ کے وفاداروں کی خبریں دیتے تھے، چنانچہ جس کا نام ان فہرستوں میں پایا جاتا، اسے کوڑے مارے جاتے۔ یہ طرزِ حکمرانی محض سیاسی نہیں بلکہ فکری و دینی استبداد کی علامت تھی جہاں محبتِ اہلِ بیت جرم قرار پائی اور وفاداری جرم بن گئی۔

مظلومین کی استقامت: یہی وہ دور تھا جب تابعینِ کرام جیسے رشید ہجریؒ، صعصعہ بن صوحانؒ اور دیگر علوی مزاج اہلِ کوفہ حق گوئی کی پاداش میں قید وتعزیرات کا نشانہ بنے۔ ان مظلوم نفوس کی استقامت امت کے لیے صبر وعزیمت کا نمونہ بن گئی۔

شعبان 52ھ: مروان بن حکم کا گورنرِ مدینہ مقرر ہونا: سیاسی پس منظر: زیاد بن ابیہ کی وفات (جمادی الاول 52ھ) کے بعد اموی اقتدار میں عبید اللہ بن زیاد کے عروج کے ساتھ ساتھ مدینہ منورہ میں سیاسی دباؤ بڑھانے کے لیے نیا گورنر مقرر کیا گیا۔ یہ شخص مروان بن حکم تھا، جو اموی سیاست کا پرانا کارندہ تھا۔ امام الطبری لکھتے ہیں: **وفی شعبان من هذه السنة وُلّی مروان بن الحكم المدينة، وأُمر أن يأخذ البيعة ليزيد من وجوه الناس، فامتنع الحسين وابن الزبير، فاشتدّ عليهم المراقبة** (تاریخ الطبری، ج5، ص301، مطبوعہ دار التراث بیروت)۔ ترجمہ: اسی سال (شعبان 52ھ) مروان بن حکم کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا گیا، اسے حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں سے یزید کے لیے بیعت لے۔ حسین بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے انکار کیا تو ان پر سخت نگرانی مسلط کر دی گئی۔

اہلِ بیتؓ پر دباؤ اور نگرانی: ابن کثیر نے اسی واقعہ کو مزید وضاحت سے بیان کیا: **وكان مروان لا يزال يكاتب معاوية في شأن الحسين وابن الزبير، ويشير إلى شدّة المراقبة عليهما** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج 8، ص 74، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ)۔ ترجمہ: مروان مسلسل معاویہ کو حسینؓ اور ابن زبیرؓ کے بارے میں خطوط لکھتا رہتا اور ان پر سخت نگرانی کی تاکید کرتا۔ یہی وہ خفیہ نگرانی کا نظام تھا جس نے مدینہ منورہ کی روحانی فضا کو سیاسی خوف میں بدل دیا۔ اہلِ بیتؓ کے گھروں کے گرد جاسوس اور کارندے تعینات کیے گئے تاکہ ہر نقل و حرکت کی اطلاع شام پہنچے۔

خلاصہ و نتائج: 1- سنہ 52ھ سیاسی استبداد کے فروغ کا سال تھا جس میں اموی حکومت نے ظلم کو نظم و امن کے نام پر جاری رکھا۔ 2- اصحابِ حجرؓ پر مقدمات اور ان کے ساتھیوں پر تعزیرات اس بات کا اعلان تھیں کہ حق گوئی اب جرم بن چکی ہے۔ 3- مروان بن حکم کی گورنری مدینہ منورہ میں اہلِ بیتؓ کے لیے سیاسی دباؤ اور خوف کی نئی فضا کا آغاز تھی۔ 4- اس سال کے واقعات نے دراصل سنہ 60ھ کے سانحۂ کربلا کی تمہید تیار کر دی۔ 5- تاریخ کے یہ ابواب امت کے لیے دائمی سبق رکھتے ہیں کہ ظلم کا استحکام وقتی، مگر حق کی آواز ابدی ہے۔

مصادر و مراجع: 1- الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج 3، ص 248، مطبوعہ دار صادر، بیروت۔ 2- أنساب الأشراف أحمد بن یحییٰ البلاذری، ج 3، ص 53، دار الفکر، بیروت۔ 3- تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری) محمد بن جریر

الطبری، ج5،ص 301، دار التراث، بیروت۔ 4-البدایۃ والنہایۃ اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی، ج8،ص74، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

اسلامی سنہ 52ھ اہلِ مدینہ پر مالی وفکری جبر، اور حضرت حسینؓ کا مکہ کی طرف احتیاطی سفر

(دورِ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ سیاسی استحکام کے نام پر جبر وخوف کی فضا کا تسلسل)

رمضان 52ھ اہلِ مدینہ پر مالی دباؤ اور عوامی اذیت: تاریخی پس منظر: سنہ 52ھ میں شام کی حکومت نے اپنے اقتدار کو مزید مضبوط بنانے کے لیے دو پہلوؤں سے دباؤ بڑھایا: (1) مالیاتی نظام کے ذریعہ عوامی کنٹرول، اور (2) فکری قیادت کی زبان بندی۔ مدینہ منورہ، جو مرکزِ علم وہدایت اور اہلِ بیتِ نبویؐ کا شہر تھا، وہاں اہلِ علم اور زاہدین پر مالی وفکری دونوں طرح کا جبر کیا گیا۔ اموی گورنر مروان بن حکم نے معاویہؓ کے حکم پر اہلِ مدینہ کے عطیات، بیت المال کی تقسیم، اور عام وظائف بند کر دیے تاکہ اہلِ رائے واہلِ علم کو تابع بنایا جا سکے۔ **تاریخی روایت:** ابن الاثیر (المتوفی 630ھ) روایت کرتے ہیں: **وفی رمضان من هذه السنة شدّد مروان على أهل المدينة فى الأعطيات، وضيّق على العلماء، ومنعهم من الخُطب التى كان فيها تعريض بالأمراء** (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج3،ص249، مطبوعہ

دار صادر، بیروت)۔ترجمہ: اسی سال رمضان میں مروان نے اہلِ مدینہ پر عطیات (وظائف و بیت المال کی تقسیم) میں سختی کی، علما پر دباؤ ڈالا، اور ان خطبات کو روک دیا جن میں امراء کے ظلم کی طرف کنایہ ہوتا تھا۔ یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ یہ جبر صرف مالی نوعیت کا نہ تھا، بلکہ فکری آزادی بھی سلب کر لی گئی تھی۔ اسی مفہوم کو بلاذری نے بھی نقل کیا ہے: **وأمر مروان بقطع عطايا قوم من أهل العلم، لأنهم كانوا يذكّرون الناس بالحق في خطبهم، فحُرموا العطاء** (البلاذری، أنساب الأشراف، ج3، ص54، دار الفکر، بیروت)۔ترجمہ: مروان نے حکم دیا کہ بعض اہلِ علم کی عطائیں بند کر دی جائیں، کیونکہ وہ اپنے خطبات میں حق کی یاد دہانی کراتے تھے، لہٰذا ان کے عطیات روک دیے گئے۔

فکری و دینی مضمرات: یہ اقدام دراصل فکری جبر کی ابتدا تھی علما کو زبان بند کرنے پر مجبور کیا گیا، اور منبرِ رسول ﷺ پر امر بالمعروف کی صدائیں موقوف کر دی گئیں۔ اہلِ مدینہ میں خوف و خاموشی کی فضا پیدا ہو گئی، حتیٰ کہ اہلِ بیتِ نبویؐ کے قرب و تعلق رکھنے والے افراد بھی احتیاط برتنے پر مجبور ہوئے۔

شوال 52ھ حضرت حسینؓ کا مکہ مکرمہ کی طرف احتیاطی سفر: سیاسی ماحول اور پس منظر: مروان بن حکم کی سخت نگرانی کے بعد اہلِ بیتؓ خصوصاً حضرت حسینؓ کی زندگی پر دباؤ بڑھنے لگا۔ ہر آمد و رفت پر جاسوس متعین تھے، اور اہلِ مدینہ کو ان سے میل جول سے روکا جانے لگا۔ اس فضا میں حضرت حسینؓ نے مدینہ سے مکہ مکرمہ کی طرف احتیاطاً سفر فرمایا تاکہ عبادت، سکون اور آزادی کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔ **تاریخی روایت:**

امام ابن کثیر لکھتے ہیں: **وفی شوال من هذه السنة خرج الحسين بن علی إلی مكة، وكان مروان قد كتب إلی معاوية يشير إلی شدّة المراقبة عليه، فاختار الحسين الخروج إلی مكة ليقيم بها** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج 8، ص 75، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ ترجمہ: اسی سال شوال میں حسین بن علیؓ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مروان نے معاویہ کو ان کی نگرانی کے بارے میں خطوط لکھے تھے، چنانچہ حسینؓ نے مکہ کا قصد فرمایا تا کہ وہاں سکون سے قیام کر سکیں۔ طبری کی روایت اس فیصلے کے اسباب پر مزید روشنی ڈالتی ہے: **وكان خروج الحسين إلی مكة خفية، خوفاً من أن يُمنع من السفر، لما بلغه من مراقبة مروان له** (تاریخ الطبری، ج 5، ص 302، دار التراث، بیروت)۔ ترجمہ: حسینؓ کا مکہ جانا خفیہ طور پر ہوا، اس خوف سے کہ کہیں مروان انہیں سفر سے روک نہ دے، کیونکہ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ ان کی نقل و حرکت پر کڑی نگرانی رکھی جا رہی ہے۔ **روحانی و سماجی اثرات:** یہ سفر دراصل احتیاطی ہجرت تھی، جو عزت و حرمت کے تحفظ کے لیے کی گئی، نہ کہ سیاسی بغاوت کے لیے۔ حضرت حسینؓ نے اپنے اس اقدام سے یہ واضح کر دیا کہ وہ کسی جنگ یا تصادم کے خواہاں نہیں بلکہ ظلم و فتنہ سے عزتِ ایمان و حرمتِ نسب کی حفاظت چاہتے ہیں۔ یہی وہ پہلا قدم تھا جو بعد میں کربلا کے عظیم سانحے کی تمہید ثابت ہوا۔

خلاصہ و نتائج: 1- رمضان 52ھ میں اہلِ مدینہ پر مالی دباؤ، اہلِ علم کی زبان بندی، اور عوامی اذیت کا آغاز دراصل فکری غلامی کی ابتدا تھی۔ 2- شوال 52ھ میں

حضرت حسینؓ کا مکہ کا سفر اس بات کا مظہر ہے کہ اہلِ بیتؓ کو اپنے ہی وطن میں سکون میسر نہ رہا۔ 3-سیاسی نظام نے اقتصادی اور فکری جبر کے ذریعے دینی قیادت کو خاموش کرنے کی کوشش کی۔4-حضرت حسینؓ کا قدمِ ہجرت اس عہدِ ظلم میں عزتِ دین ونسب کے تحفظ کی علامت بن گیا۔5-یہ واقعات امت کے لیے یہ سبق چھوڑ گئے کہ **جب زبانِ حق کو روکا جائے، تو ہجرت ہی عزت کا راستہ بن جاتی ہے۔**

مصادر ومراجع: 1-الکامل فی التاریخ ابن الأ ثیر الجزری، ج 3،ص 249، دار صادر، بیروت۔ 2-أنساب الأ شراف أحمد بن یحییٰ البلاذری، ج 3،ص 54، دار الفکر، بیروت۔3-البدایۃ والنہایۃ اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی، ج 8،ص 75، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔4-تاریخ الأ مم والملوک (تاریخ الطبری) محمد بن جریر الطبری، ج 5،ص 302، دار التراث، بیروت۔

ذی القعدہ وذی الحجہ 52ھ حج میں سیاسی کنٹرول اور مذہبی جبر کا تسلسل

(دورِ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ یزید کی ولی عہدی کے نفاذ اور اہلِ بیتؓ پر خاموشی کی پالیسی)

تاریخی پس منظر: سنہ 52ھ ہجری کے اختتام پر جب موسمِ حج قریب آیا، تو مکہ مکرمہ محض عبادت کا مرکز نہیں بلکہ سیاسی توجہ کا محور بن چکا تھا۔ یزید بن معاویہ کی ولی

عہدی کے اعلان کے بعد، حکومتِ شام نے تمام صوبوں میں وفاداری کے اظہار کے طور پر بیعتِ یزید کا ماحول قائم کیا۔ مگر اہلِ مدینہ اور اہلِ بیتِ نبویؐ نے اس عمل کو شورائی نظامِ خلافت کے خلاف سمجھتے ہوئے خاموش احتجاج کی راہ اختیار کی۔ یہ خاموشی بھی حکومت کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ چنانچہ ذی القعدہ و ذی الحجہ 52ھ میں مکہ میں ہونے والے حج کے موقع پر اموی نمائندوں نے مذہبی مناصب اور خطبات پر کڑی نگرانی قائم کی، تاکہ کوئی عالم، خطیب یا اہلِ بیتؑ کا فرد عوامی خطاب میں حکومت کے طرزِ عمل پر تنقید نہ کرے۔ **تاریخی روایات و ماخذ:** ابن الاثیر کی روایت: ابن الاثیر الجزری لکھتے ہیں: **وفی الحج من هذه السنة أمر عمالُ بنی أمیة بمنع الخطباء والوعاظ من الکلام بما یُذکّر الناس بحقّ آل بیت النبی ﷺ، وأُقیمت الحراسة فی المسجد الحرام لئلا یُقال شیء من ذلک** (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج3، ص250، دار صادر، بیروت)۔ ترجمہ: اسی سال حج کے موقع پر بنو امیہ کے کارندوں کو حکم دیا گیا کہ وہ تمام خطیبوں اور واعظوں کو منع کریں کہ وہ اہلِ بیتِ نبوی ﷺ کے حقوق کا ذکر نہ کریں، اور اس مقصد کے لیے مسجدِ حرام میں پہرے مقرر کیے گئے تاکہ کوئی ایسی بات بیان نہ ہو سکے۔ یہ اقتباس اس حقیقت پر روشنی ڈالتا ہے کہ حج جیسی مقدس عبادت بھی سیاسی خوف و دباؤ سے خالی نہ رہی۔ منبرِ حرم، جو حق و عدل کی صدا کا مرکز تھا، اسے بھی حکومتی نگرانی کے تحت خاموش کر دیا گیا۔

طبری کی روایت: امام محمد بن جریر الطبری (م310ھ) اسی موقع کی تفصیل

بیان کرتے ہیں: وفی ذی الحجة حجّ الناس، و کان معاویة قد کتب إلی أمرائه أن یراقبوا الحسین بن علی و من معه، و أن لا یُمکّنوا أحداً من الخُطب إلا بعد الإذن، فکان الحجّ ساکتاً لا یُسمع فیه صوتُ موعظةٍ و لا إنکار (تاریخ الطبری، ج5، ص303، دار التراث، بیروت)۔ ترجمہ: ذی الحجہ میں جب لوگ حج کے لیے جمع ہوئے تو معاویہ نے اپنے تمام امراء کو لکھا کہ حسین بن علیؑ اور ان کے رفقاء پر نظر رکھی جائے، اور کسی کو بھی اجازت کے بغیر وعظ یا خطبہ نہ دیا جائے۔ نتیجتاً وہ حج خاموش گزرا، نہ کوئی وعظ سنائی دیا نہ کوئی انکارِ منکر کی صدا۔ یہ بیان اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ عبادتِ حج بھی سیاسی جبر کے زیرِ سایہ تھی۔ وہ امت جو حج کے موقع پر لبیک اللھم لبیک کی صدا کے ساتھ حق و مساوات کا اعلان کرتی تھی، اسی امت کو اس سال خاموشی پر مجبور کر دیا گیا۔

تجزیہ و تحقیقی توضیح: 1- ذی القعدہ و ذی الحجہ 52ھ کے ایام میں دینی اجتماع کو بھی سیاسی نگرانی کے تابع کر دیا گیا یہ دراصل روحِ اسلام کی نفی تھی، کیونکہ اسلام میں منبر و محراب، وعظ و نصیحت کا مقصد حکمرانوں کی اصلاح اور عدل کی ترویج ہے۔ 2- اہلِ بیتؑ اور اہلِ حق کو اس موقع پر خاموشی پر مجبور کر دیا گیا، تاکہ حق کی آواز عوام کے کانوں تک نہ پہنچے۔ 3- مسجدِ حرام اور منیٰ کے خطبات میں عدل و تقویٰ کی تعلیمات کو روکنا، امتِ مسلمہ کی اجتماعی اصلاح پر حملہ تھا۔ 4- اس طرزِ حکمرانی نے خلافتِ راشدہ کے اصولِ شوریٰ کو مزید کمزور کیا اور ملوکیت کے جبر کو ادارتی شکل دے

دی۔ علمی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ وہ دور تھا جب اسلامی سیاست میں دینی شعور کا دائرہ محدود کر دیا گیا، اور حق گوئی جرم بن گئی۔

اہلِ بیتؓ کی خاموشی عزیمت کا پہلو: اہلِ بیتِ نبویؐ نے اس فضا میں کوئی اشتعال انگیز قدم نہیں اٹھایا بلکہ صبر وسکوت کے ذریعے امت میں توازن قائم رکھا۔ حضرت حسینؓ کی یہی خاموشی دراصل صبرِ انبیاء اور حلمِ اہلِ حق کی علامت تھی۔ ان کا یہ رویہ بتاتا ہے کہ اہلِ بیتؓ نے ظلم کے مقابلے میں علم وحلم کا اسوہ اپنایا، تاکہ امت میں افتراق پیدا نہ ہو۔

خلاصہ ونتائج: 1- ذی القعدہ وذی الحجہ 52ھ میں حج کے دوران اہلِ بیتؓ، علما، اور اہلِ تقویٰ پر خطبہ ووعظ کی پابندی عائد کی گئی۔ 2- عبادتِ حج کو بھی سیاسی نگرانی کے دائرے میں شامل کر لیا گیا، جو دینی تاریخ میں بے نظیر واقعہ ہے۔ 3- منبر ومحراب کی خاموشی امت کے لیے روحانی زوال کا اشارہ تھی، جو بعد میں ظلمِ کربلا کی تمہید بنی۔ 4- اہلِ بیتؓ کا سکوت ان کے وقار، بصیرت اور دینی ذمہ داری کا مظہر تھا۔ 5- یہ عہدِ خاموشی دراصل عہدِ آزمائش تھا، جس نے بعد میں حق وباطل کے تصادم کی بنیادیں مضبوط کیں۔

مصادر ومراجع: 1- الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج3، ص250، دار صادر، بیروت۔ 2- تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری) محمد بن جریر الطبری، ج5، ص303، دار التراث، بیروت۔ 3- أنساب الأشراف أحمد بن یحییٰ البلاذری، ج3، ص55، دار الفکر، بیروت۔ 4- البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص76، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

خلاصۂ مظلومیت (سنہ 52ھ)

(دورِ معاویہؓ بن ابی سفیان جبرِ ملوکیت کا آغاز اور اہلِ بیتؓ پر سخت نگرانی)

اسلامی سنہ 52ھ تاریخِ امتِ مسلمہ کا ایک نازک موڑ ہے۔ یہ وہ سال ہے جب عدلِ خلافت، جو حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے ادوار میں عدل و شوریٰ کا مرکز تھا، رفتہ رفتہ جبرِ ملوکیت میں تبدیل ہونے لگا۔ خلافت کا منصب جو امت کے مشورے، علم، عدل اور تقویٰ پر قائم تھا، اب وراثتی سیاست کی سمت مائل ہوا۔ یہ تبدیلی محض سیاسی نہیں بلکہ دینی و اخلاقی اثرات کی حامل تھی امت کی روح پر ایک خاموش ضرب، جس کے اثرات بعد کے عشروں میں سانحۂ کربلا کی شکل میں ظاہر ہوئے۔

1-یزید کی ولی عہدی عدلِ خلافت سے جبرِ ملوکیت تک: سنہ 52ھ کے اوائل میں جب یزید بن معاویہ کو ولی عہد مقرر کیا گیا، تو یہ فیصلہ دراصل نظامِ خلافت میں ایک بنیادی تغیر تھا۔ امام ابن کثیر اس تبدیلی کو یوں بیان کرتے ہیں: **وفی هذه السنة دعا معاوية الناس إلى بيعة يزيد، فأنكر ذلك كثير من أهل المدينة، وكان فيهم الحسين بن على وعبد الله بن الزبير وعبد الرحمن بن أبى بكر وعبد الله بن عمر** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص117،

دارالکتب العلمیۃ، بیروت)۔ترجمہ: اسی سال معاویہ نے لوگوں کو یزید کے لیے بیعت کی دعوت دی، لیکن مدینہ کے بڑے اکابر نے اس سے انکار کیا۔ان میں حسین بن علیؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ شامل تھے۔یہ انکار بغاوت نہیں بلکہ اصولی تحفظ تھا وہ خلافتِ شوریٰ کے دفاع میں تھے۔ان حضرات نے واضح کر دیا کہ اسلام میں حکومت وراثت نہیں بلکہ اہلیت ومشاورت پر قائم ہوتی ہے۔

2-اہلِ بیتؓ کے لیے خوف ونگرانی کا نیا دور: ولی عہدی کے اعلان کے بعد، اہلِ بیتِ نبویؐ پر نظمِ شام کی سیاسی نظر بڑھا دی گئی۔مدینہ میں اہلِ بیتؓ کے گرد مخبرین کا جال بچھا دیا گیا تا کہ کوئی پیغام یا اجتماع حکومتی علم میں آئے بغیر نہ ہو۔البلاذری اس کیفیت کو یوں نقل کرتے ہیں: **وكان على المدينة مروان بن الحكم، فكان يكاتب معاوية بكل ما يسمع من أهل بيت رسول الله ﷺ، وأمره معاوية أن يشتد في مراقبتهم** (أنساب الأشراف، البلاذری، ج3، ص121، دارالفکر، بیروت)۔ترجمہ: مدینہ پر مروان بن حکم والی تھا، وہ اہلِ بیتِ رسول ﷺ کے بارے میں جو کچھ سنتا، معاویہ کو لکھتا رہتا، اور معاویہ نے اسے حکم دیا تھا کہ ان کی سخت نگرانی کرے۔یہ سیاسی نگرانی دراصل خوف وجبر کا نیا آغاز تھا۔اہلِ بیتؓ کو نہ وعظ ونصیحت کی آزادی تھی، نہ عام گفتگو میں کھلے دل سے اظہارِ حق کی گنجائش۔

3-عبیداللہ بن زیاد ظلم وجبر کے نظام کا نیا ستون: اسی سال عبیداللہ بن زیاد جیسے سخت گیر عاملین کو مختلف صوبوں پر متعین کیا گیا، جن کا مقصد سیاسی وفاداری اور

فکری خاموشی کو یقینی بنانا تھا۔الطبری نے اس امر کی وضاحت ان الفاظ میں کی: **وکان عبید اللہ بن زیاد من أشد الناس طاعة لبنی أمیة، فاستُعمل علی البصرة بعد أبی موسی، فاشتد علی الناس وأخاف أهل العدل** (تاریخ الطبری، ج5، ص289، دار التراث، بیروت)۔ترجمہ: عبیداللہ بن زیاد بنو امیہ کا سب سے سخت مطیع تھا، جب اسے بصرہ پر مقرر کیا گیا تو اس نے لوگوں پر سختی کی اور اہلِ عدل کو خوفزدہ کر دیا۔اس کے دورِ عملداری میں اہلِ علم، زاہدین، اور اہلِ بیتؓ کے محبین کے لیے حالات مزید تنگ کر دیے گئے۔یہی وہ ظالم عامل تھا جس کے ہاتھوں چند سال بعد حضرت حسینؓ کی مظلوم شہادت کا پس منظر تیار ہوا۔

4-اہلِ حق کی زبانوں پر مہرِ خاموشی: یزید کی ولی عہدی کے بعد وعظ، خطبہ، اور نصیحت کو بھی سیاسی رنگ دے دیا گیا۔منابر سے صرف وہی خطیب اجازت یافتہ تھے جو حکومتِ شام کے مداح ہوں۔ابن الاثیر نے اس صورتحال کو یوں بیان کیا: **وحُبس الخطباء والوعاظ فی الأمصار عن ذکر ما یهیج الناس علی بنی أمیة، وأمر الولاة بمراقبتهم** (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج3، ص251، دار صادر، بیروت)۔ترجمہ: تمام شہروں کے خطیبوں اور واعظوں کو روک دیا گیا کہ وہ ایسی بات نہ کریں جو لوگوں کو بنو امیہ کے خلاف ابھارے، اور حکام کو ان کی نگرانی کا حکم دیا گیا۔یوں دعوت و اصلاح کے منابر بھی سیاسی خوف کے زیرِ اثر آ گئے، اور دین کے مبلغین کی زبانیں خاموش کرا دی گئیں۔

5-روحانی اثرات امت میں خوف وجمود کا دور: یہ سب اقدامات امتِ مسلمہ کے اندر فکری جمود، دینی خاموشی اور خوف کی فضا کے آغاز کا سبب بنے۔ وہ امت جو کبھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی علمبردار تھی، اب خاموش اکثریت میں بدلنے لگی۔ یہ خاموشی ہی آگے چل کر مظلومیتِ اہلِ بیتؓ کے المیے کی تمہید بنی۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 52ھ میں یزید کی ولی عہدی نے عدلِ شوریٰ کو ملوکیت میں بدل دیا۔ 2-اہلِ بیتِ نبویؐ اور اہلِ حق پر نگرانی، دباؤ اور خوف کا دور شروع ہوا۔ 3-عبیداللہ بن زیاد جیسے ظالم عمال کی تقرری نے جبر کے نظام کو مضبوط کیا۔ 4-خطیبوں، واعظوں، اور اہلِ علم کی آوازوں کو خاموش کر دیا گیا۔ 5-امتِ مسلمہ میں دینی قیادت کے بجائے سیاسی آمریت کا غلبہ بڑھنے لگا۔ 6-یہی وہ پس منظر تھا جس نے کربلا کے مظلوم باب کے اسباب فراہم کیے۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 117، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 2-تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری) محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 289، دار التراث، بیروت۔ 3-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر الجزری، ج 3، ص 251، دار صادر، بیروت۔ 4-أنساب الأشراف البلاذری، ج 3، ص 121، دار الفکر، بیروت۔ 5-شرح نہج البلاغۃ ابن أبی الحدید المعتزلی، ج 4، ص 198، دار إحیاء الکتب العربیۃ۔

زیاد بن ابیہ اموی سیاست کا مکار چہرہ اور جبرِ حکومت کی بنیاد

(اسلامی تاریخ کا ایک سیاہ کردار)

اسلامی تاریخ میں ایسے کئی کردار ملتے ہیں جنہوں نے اپنی چالاکی، مکارانہ سیاست اور طاقت کے نشے میں عدلِ خلافت کو ظلم و جبر کی ملوکیت میں بدلنے کا ذریعہ بنایا۔ انہی میں ایک نام زیاد بن ابیہ کا ہے وہ شخص جس کی شناخت ہی اس کے نسب کے ابہام سے شروع ہوتی ہے، اور جس کا انجام امتِ مسلمہ میں فکری و سیاسی جبر کے باب کا آغاز بنا۔ یہ وہی زیاد ہے جسے بعد میں معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے بھائی کے طور پر تسلیم کیا، اور کوفہ و بصرہ کے حساس گورنر کے مناصب پر فائز کیا۔ اس کے بعد سے عراق ظلم و خفقان کی آماجگاہ بن گیا۔

1-نسب و پس منظر: زیاد بن ابیہ کی پیدائش فتنوں کے دور میں ہوئی۔ اس کی والدہ کا نام سمیّہ بتایا جاتا ہے، جو غلامی کے درجے میں تھیں۔ ابتدا میں اس کا تعلق کسی واضح قبیلے یا معروف نسب سے منسوب نہیں تھا، اسی لیے اسے زیاد بن ابیہ (یعنی زیاد اپنے باپ کا بیٹا) کہا جاتا تھا۔

تاریخی اقتباس: امام طبری روایت کرتے ہیں: **وَكَانَ يُقَالُ لَهُ زِيَادُ بْنُ أَبِيهِ، وَأُمُّهُ سُمَيَّةُ مَوْلَاةٌ لِحَارِثِ بْنِ كَلْدَةَ الثَّقَفِيِّ، وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَيْدٍ فَزَنَى بِهَا أَبُو سُفْيَانَ.....** (تاریخ الطبری، ج 5، ص 243، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔

ترجمہ: زیاد کو زیاد بن ابیہ کہا جاتا تھا، اس کی ماں سمیّہ ثقفیہ تھی جو حارث بن کلدہ کی لونڈی تھی، اور وہ عبید نامی شخص کے نکاح میں تھی، جس دوران ابوسفیان نے اس سے زنا کیا۔

2-معاویہ کے دور میں سیاسی عروج: حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت میں زیاد بن ابیہ بصرہ میں انتظامی کارگزاری انجام دیتا تھا۔ وہ نظم ونسق کا ماہر، مگر سیاسی لحاظ سے دوغلا شخص تھا۔ بعد ازاں جب حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد معاویہؓ نے خلافت سنبھالی، تو زیاد کو اپنے اقتدار کا مضبوط بازو بنانے کے لیے قریب کرلیا۔ اہم اقتباس: امام ابن اثیر لکھتے ہیں: **فَاسْتَكْتَبَهُ مُعَاوِيَةُ، وَجَعَلَهُ عَلَى الْبَصْرَةِ، ثُمَّ جَمَعَ لَهُ الْكُوفَةَ وَالْبَصْرَةَ جَمِيعًا**..... (الکامل فی التاریخ، ج3، ص247، دار صادر، بیروت)۔

ترجمہ: معاویہ نے اسے (زیاد کو) اپنا کاتب بنایا، پھر بصرہ کا گورنر مقرر کیا، اور بعد میں کوفہ وبصرہ دونوں کی ولایت ایک ساتھ اسے سونپ دی۔ یہ وہی منصب تھا جس نے عراق کے پورے خطے کو زیاد کے جبر واستبداد کے تابع کر دیا، اور اہلِ بیتؓ واہلِ حق کے خلاف ظلم کے دروازے کھول دیے۔

3-زیاد بن ابیہ کا طرزِ حکومت اور مظالم: زیاد کا طرزِ حکمرانی بظاہر نظم وضبط پر مبنی، مگر درحقیقت جبر وہیبت کے سائے میں تھا۔ اس نے اہلِ کوفہ کو اپنے خطبوں سے مرعوب کیا، حضرت علیؓ کے محبین کو قید وشکنجہ میں رکھا، اور حق گوئی کو جرم قرار دیا۔

زیاد کا مشہور خطبہ: تاریخ میں خطبۃ البتراء کے نام سے معروف زیاد کا وہ خطبہ جبر کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں: **خَطَبَ زِيَادٌ بِالْكُوفَةِ خُطْبَةً**

شَدِیدَةً فِی التَّهْدِیدِ وَالْوَعِیدِ، لَا یَسْتَفْتِحُ بِالْحَمْدِ وَلَا یُصَلِّی عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَسُمِّیَتِ الْخُطْبَةُ الْبَتْرَاءَ (البدایہ والنہایہ، ج8، ص68، دارالفکر بیروت)۔ ترجمہ: زیاد نے کوفہ میں ایک سخت اور دھمکی آمیز خطبہ دیا، جس میں نہ حمد وثناء تھی نہ درود شریف، اسی لیے اسے 'خطبۃ البتراء' کہا گیا۔ یہی وہ موقع تھا جب اس نے اہلِ کوفہ کو وعید دی کہ جو علیؓ کے فضائل بیان کرے گا، وہ زندہ نہیں بچے گا۔

4-اہلِ بیتؓ اور اصحابِ علیؓ پر ظلم: زیاد بن ابیہ کے دور میں اہلِ بیتؓ کے خدام، تابعین، اور محبینِ علیؓ کو سب سے زیادہ ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔ امام بلاذری نے لکھا: كَانَ زِيَادٌ يُعَذِّبُ أَصْحَابَ عَلِيٍّ، وَيَقْتُلُ مَنْ يُظْهِرُ مَحَبَّتَهُ، وَيُتَتَبِّعُهُمْ فِي كُلِّ بَلَدٍ (انساب الاشراف، ج3، ص54، دارالفکر، بیروت)۔ ترجمہ: زیادؓ علیؓ کے اصحاب کو عذاب دیتا، ان میں سے جو ان کی محبت ظاہر کرتا اسے قتل کرتا، اور ان کے پیروکاروں کو ہر شہر میں تلاش کرواتا۔ اسی کے حکم سے حضرت حجر بن عدیؓ اور ان کے رفقاء شہید کیے گئے، یہ ظلم اسلام کی سیاسی تاریخ کا پہلا خونی باب بنا۔

5-انجام اور تاریخی عبرت: جمادی الاول 53ھ میں زیاد بن ابیہ ہلاک ہوا۔ اس کی موت پر ظاہری شان کے باوجود امت نے اسے ناپسندیدہ قرار دیا۔ امام ذہبی نے مختصر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: كَانَ ذَكِيًّا سِيَاسِيًّا وَلَكِنَّهُ جَبَّارٌ فِي الْأَرْضِ (سیر اعلام النبلاء، ج3، ص481، مؤسسۃ الرسالہ)۔ ترجمہ: وہ ذہین اور سیاسی طور پر چالاک تھا، مگر زمین میں جابر و متکبر تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1-زیاد بن ابیہ کا اقتدار اسلامی شورائی نظام سے ملوکیت کی منتقلی کا سنگِ بنیاد ثابت ہوا۔ 2-اس نے اہلِ بیتؑ کے خلاف ظلم و جبر کی وہ روش شروع کی جسے بعد کے اموی عمال نے جاری رکھا۔ 3-اس کے دور نے سیاسی اسلام کو استبدادی حکمرانی میں بدل دیا۔ 4-تاریخ میں اس کا نام ظلم، فریب اور دوغلے پن کی علامت بن چکا ہے۔

مصادر ومراجع: 1-الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص243-245، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 2-ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص247، دار صادر، بیروت۔ 3-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص68، دار الفکر، بیروت۔ 4-بلاذری، انساب الأشراف، ج3، ص54، دار الفکر، بیروت۔ 5-ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج3، ص481، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت۔ 6-نہج البلاغہ، مکتوب 44، دار صادقین، قم۔

عبید اللہ بن زیاد عراق میں اموی استبداد کا ستون

(کوفہ وبصرہ میں جبر وظلم کا مظہر)

اسلامی تاریخ میں عراق کے مظالم کا باب اکثر عبید اللہ بن زیاد سے منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ ایک ایسا شخص تھا جس نے اموی خلافت کے استبدادی نظام کو مضبوط کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ معاویہ بن ابی سفیان کے بعد، جب یزید بن معاویہ کی ولی

عہدی کی مہم شروع ہوئی، عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا تا کہ حضرت حسینؓ اور اہلِ بیتؓ کے وفاداروں پر سختی کی جائے اور عوام میں خوف و دہشت کا ماحول قائم ہو۔

1-نسب و پس منظر: عبید اللہ بن زیاد، زیاد بن ابیہ کا بیٹا تھا۔ اس کا تعلق اموی خاندان سے تھا اور ابتدائی دور میں اس کی تربیت سیاسی اور عسکری معاملات میں ہوئی۔ جوانی میں اس نے کوفہ و بصرہ کے انتظامی و سیاسی معاملات میں اپنے والد سے تجربہ حاصل کیا، جو بعد میں اس کے استبدادی رویے کی بنیاد بنی۔ **تاریخی اقتباس:** طبری لکھتے ہیں: **وَلَدُ زِيَادِ بْنِ أَبِيهِ عُبَيْدُاللَّهُ، وَاسْتَخْدَمَهُ مُعَاوِيَةُ عَلَى الْكُوفَةِ فِي عَامِهِ** (تاریخ الطبری، ج5، ص300، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، **ترجمہ و تحقیقی وضاحت:** زیاد بن ابیہ کا بیٹا عبید اللہ بن زیاد تھا، اور معاویہ نے اسے کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ یہ تقرری عراق میں اموی استبداد کے آغاز کا پیش خیمہ تھی، جس نے اہلِ بیتؓ اور وفادار صحابہ پر جبر کی فضا قائم کی۔

2-گورنری اور مظالم: عبید اللہ بن زیاد نے کوفہ اور بصرہ میں گورنری سنبھالنے کے بعد سیاسی جبر اور استبداد کی پالیسی اپنائی۔ اہلِ بیتؓ کے محبین، اصحابِ علیؓ اور تابعین کرام کو سخت سزائیں دی گئیں، اور عوام میں خوف و دہشت کی فضا قائم ہوئی۔

اہم اقدامات: 1-حضرت حسینؓ کے رفقاء پر دباؤ: عبید اللہ نے حضرت حسینؓ کے رفقاء کو دھمکیاں دیں تا کہ وہ یزید کی بیعت پر مجبور ہوں۔ **2-اہلِ کوفہ کی نگرانی:** اس نے جاسوسی کے جال بچھائے اور عوام میں خوف و دہشت کا ماحول قائم

کیا۔ **3-شہداء کے اہلِ خانہ پر ظلم:** وہ ان کے عطیات ضبط کرتا اور بعض کو شام طلب کر کے ذلیل کرتا۔ تاریخی اقتباس: ابن اثیر لکھتے ہیں: **فَبَدَأَ عُبَيْدُاللّٰهِ بِالْكُوفَةِ مَا لَمْ يَكُنْ أَبُوهُ يَفْعَلُ، فَأَمَرَ بِالضَّرْبِ وَالسِّجْنِ وَعُذْلِ أَهْلِ الْحَقِّ** (الکامل فی التاریخ، ج3، ص247، دار صادر، بیروت)۔ ترجمہ و وضاحت: عبیداللہ نے کوفہ میں اپنے والد کے مقابلے میں بھی زیادہ سختی اپنائی، لوگوں کو مارا، قید کیا، اور اہلِ حق کو ذلیل کیا۔ یہ اقتباس عبیداللہ کے ظلم اور جبر کی شدت کو واضح کرتا ہے۔

3-حضرت حسینؓ اور کوفہ کے مظالم: عبید اللہ بن زیاد کی سب سے مشہور تاریخ میں کرشماتی حیثیت حضرت حسینؓ کے سفرِ کربلا کے دوران سامنے آئی۔ اس نے کوفہ کے علوی حامیوں کو دھوکہ دیا اور انہیں قید و اذیت میں مبتلا کیا تاکہ حسینؓ کا استقبال محدود رہے اور ان کے پاس کوئی وسیلہ نہ ہو۔ **تاریخی اقتباس:** ابن کثیر نقل کرتے ہیں: **وَأَمَرَ عُبَيْدُاللّٰهِ بِمَنْعِ النَّاسِ مِنْ مُوَالَاةِ الْحُسَيْنِ وَبَعَثَ جَوَاسِيسَ فِي الْمَدِينَةِ وَالْبَصْرَةِ** (البدایہ والنہایہ، ج8، ص73، دار الفکر، بیروت)۔ **ترجمہ و وضاحت:** عبیداللہ نے لوگوں کو حضرت حسینؓ کی پیروی سے روکا اور مدینہ و بصرہ میں جاسوس بھیج دیے۔ یہ واقعہ اس کے سیاسی اور مذہبی استبداد کا عکاس ہے۔

4-سیاسی اور سماجی اثرات: عبیداللہ بن زیاد کے اقدامات نے عراق میں کئی سال تک ظلم کی فضا قائم رکھی۔ **معاشی دباؤ:** اہلِ بیتؓ اور محبین پر عطیات بند کیے گئے۔ **معاشرتی تنہائی:** عوام کو اہلِ بیتؓ سے ملاقات سے روکا گیا۔ **سیاسی خوف:** مخالفین کو قید

وشنجہ میں مبتلا کیا گیا۔ یہ اقدامات عراق میں اموی ملوکیت اور جبر کی بنیاد بن گئے۔

5-انجام اور تاریخی عبرت: عبیداللہ بن زیاد کی موت عراق میں ظلم وستم کے بعد ہوئی، مگر اس کے مظالم اور سیاسی سازشوں کی یاد دیر تک رہی۔ تاریخی کتب میں اسے ظالم، جابر اور منافق گورنر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ **تاریخی اقتباس:** بلاذری لکھتے ہیں: وَتُوُفِّيَ عُبَيْدُاللَّهِ بَعْدَ أَنْ كَانَ لَهُ فِي الْكُوفَةِ أَعْظَمُ الظُّلْمِ وَالْبَغْيِ (انساب الأشراف، ج 3، ص 54، دارالفکر، بیروت)۔ **ترجمہ و وضاحت:** عبیداللہ کی وفات اس کے بعد ہوئی جب کوفہ میں اس کی زیادتی اور ظلم سب سے زیادہ تھا۔

خلاصہ و نتائج: 1-عبیداللہ بن زیاد عراق میں اموی استبداد کا ستون اور ظلم کی علامت بنا۔ 2-اس کے اقدامات نے حضرت حسینؓ اور اہلِ بیتؓ کی جان و مال پر خطرہ پیدا کیا۔ 3-عراق کے عوام کو خوف و دہشت میں مبتلا کر کے سیاسی نظام کو استبدادی شکل دی۔ 4-اس کی شخصیت اسلامی تاریخ میں ظلم و جبر کی مثال کے طور پر یاد رکھی گئی۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 300303، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 2-ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 247، دارصادر، بیروت۔ 3-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 7375، دارالفکر، بیروت۔ 4-بلاذری، انساب الأشراف، ج 3، ص 54، دارالفکر، بیروت۔ 5-ابن سعد، طبقات الکبیر، ج 5، ص 72، دارالفکر، بیروت۔

مروان بن حکم مدینہ میں اموی استبداد کا نمائندہ

(اہلِ بیتؓ وامت کے لیے جبر اور خوف کا علامتی گورنر)

اسلامی تاریخ میں مروان بن حکم کا نام خاص طور پر مدینہ میں اموی گورنری اور استبداد کے حوالے سے یاد کیا جاتا ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے دورِ خلافت میں سیاسی استحکام اور مخالفین پر نظر رکھنے کے لیے مروان بن حکم کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا، تاکہ اہلِ بیتؓ، اصحابِ وفا، اور علوی وفاداروں پر سختی نافذ ہو اور یزید کی ولی عہدی کی بیعت پر دباؤ ڈالا جا سکے۔ مروان کی ذات میں سیاسی لیاقت کے ساتھ ساتھ استبدادی اور جبر کا عنصر غالب تھا، جس نے اہلِ بیتؓ اور امت مسلمہ پر سخت اثر ڈالا۔

1-نسب وپس منظر: مروان بن حکم، مروان بن حکم بن امیہ بن عبد شمس کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا، جو قریش کے اموی شاخ سے وابستہ تھا۔ یہ خاندان اپنی سیاسی اور سماجی حیثیت کے لیے معروف تھا۔ مروان کی تربیت سیاسی و انتظامی امور میں ہوئی، اور ابتدائی دور میں اس نے خلافتِ عثمان کے دور میں مختلف ذمہ داریاں سنبھالی۔ تاریخی اقتباس: طبری نقل کرتے ہیں: **وَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ مَرْوَانَ بْنَ الحَكَمِ وَالِيًا عَلَى الْمَدِينَةِ لِمُرَاقَبَةِ أَهْلِ الْبَيْتِ وَمَنْعِ نَشْرِ الْفِتْنَةِ** (تاریخ الطبری، ج5، ص301، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ **ترجمہ ووضاحت:** معاویہ نے مروان بن حکم کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا تاکہ اہلِ بیتؓ کی نگرانی کی جا سکے اور فتنہ پھیلانے والوں کو روکا

جا سکے۔ یہ اقتباس اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ مروان کی تقرری کا مقصد سیاسی اور مذہبی کنٹرول تھا۔

2-لیاقت وقابلیت: مروان بن حکم اپنی انتظامی صلاحیتوں اور سیاسی منصوبہ بندی کے لیے مشہور تھا، لیکن ان صلاحیتوں کو استبداد اور جبر کے لیے استعمال کیا گیا۔ وہ سخت گیر قوانین اور پالیسیوں کے نفاذ میں ماہر تھا۔ مخالفین، اہلِ بیتؓ کے وفادار اور عوامی نمائندوں پر نفسیاتی اور سیاسی دباؤ ڈالتا تھا۔ اس نے مدینہ میں جاسوسی نیٹ ورک قائم کیا اور عوام کو خوفزدہ رکھا۔ **تاریخی اقتباس:** ابن اثیر نقل کرتے ہیں: فَأَمَرَ مَرْوَانُ بِالْمُرَاقَبَةِ وَالضَّرْبِ وَالسِّجْنِ وَعَذْلِ أَهْلِ الْحَقِّ (الکامل فی التاریخ، ج3، ص250، دار صادر، بیروت)۔ **ترجمہ و وضاحت:** مروان نے لوگوں کی نگرانی، سزا، قید، اور اہلِ حق کی ذلت کا حکم دیا۔ یہ اقتباس مروان کے سیاسی استبداد اور جبر کی شدت کو واضح کرتا ہے۔

3-اہلِ بیتؓ و امت پر اثرات: مروان بن حکم کے دورِ گورنری میں مدینہ کے عوام اور اہلِ بیتؓ پر متعدد مظالم ہوئے: **1-بیعتِ یزید پر دباؤ:** اہلِ بیتؓ، خصوصاً حضرت حسینؓ پر یزید کی بیعت کے لیے دباؤ ڈالا گیا۔ **2-ملاقاتوں اور خطبات پر پابندی:** عوام اور اہلِ بیتؓ کی ملاقاتوں پر قدغن لگائی گئی۔ **3-جاسوسی نظام:** مدینہ اور مکہ میں جاسوس تعینات کیے گئے تاکہ ہر سرگرمی پر نظر رکھی جا سکے۔ **تاریخی اقتباس:** ابن کثیر نقل کرتے ہیں: وَأَمَرَ مُرْوَانُ بِمَنْعِ النَّاسِ مِنْ مُوَالَاةِ أَهْلِ الْبَيْتِ

وَوَضَعَ جَوَاسِيسٍ فِي الْمَدِينَةِ (البدایہ والنہایہ، ج8، ص74، دارالفکر، بیروت)۔**ترجمہ و وضاحت:** مروان نے لوگوں کو اہلِ بیتؓ کی پیروی سے روکا اور مدینہ میں جاسوس تعینات کیے۔ یہ واقعہ مروان کے ظلم واستبداد اور عوامی خوف کی فضا کا واضح ثبوت ہے۔

4-سیاسی وسماجی اہمیت: مروان بن حکم کی گورنری نے عراق اور مدینہ میں اموی استبدادی نظام کو مضبوط کیا۔ اہلِ بیتؓ اور علوی محبین کو معاشی وسماجی دباؤ میں مبتلا کیا گیا۔ عوام کو خوفزدہ کر کے سیاسی و مذہبی آزادی محدود کی گئی۔ مدینہ میں عدل و انصاف کی روح متاثر ہوئی اور عوام میں غیر یقینی کا ماحول پیدا ہوا۔

5-انجام وتاریخی عبرت: مروان بن حکم کی سیاسی سرگرمیوں نے عراق اور مدینہ میں اموی جبر واستبداد کے دروازے کھولے، اور اہلِ بیتؓ کے مظلوم حالات کی بنیاد رکھی۔ تاریخی کتب میں اسے ظالم، جابر اور منصوبہ ساز گورنر کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ تاریخی اقتباس: بلاذری لکھتے ہیں: مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ سَبَقَ فِي الضَّرْبِ وَالْمُرَاقَبَةِ عَلَى أَهْلِ الْحَقِّ وَأَهْلِ الْبَيْتِ (انساب الأشراف، ج3، ص55، دارالفکر، بیروت)۔**ترجمہ ووضاحت:** مروان بن حکم نے اہلِ حق اور اہلِ بیتؓ پر سبقت لے کر ظلم ونگرانی نافذ کی۔

خلاصہ ونتائج: 1-مروان بن حکم عراق اور مدینہ میں اموی استبداد کا مظہر بنے۔ 2-اہلِ بیتؓ، اصحابِ وفا، اور علوی وفاداران کی گورنری میں سخت مظالم اور دباؤ کا شکار ہوئے۔ 3-ان کے اقدامات نے سیاسی، سماجی اور مذہبی آزادی کو محدود کیا۔ 4-اسلامی

تاریخ میں وہ ایک ظالم، منصوبہ ساز اور جابر گورنر کے طور پر یاد رکھے جاتے ہیں۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص301، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 2- ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص250، دار صادر، بیروت۔ 3- ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص74، دار الفکر، بیروت۔ 4- بلاذری، انساب الأشراف، ج3، ص55، دار الفکر، بیروت۔

یزید بن معاویہ ولی عہدِ اموی: محرکات، عوامل اور تاریخی تناظر

اسلامی تاریخ میں یزید بن معاویہ کا نام خاص اہمیت رکھتا ہے، خصوصاً اس کے ولی عہد مقرر ہونے کے حوالے سے۔ یہ واقعہ صرف ایک سیاسی فیصلہ نہیں بلکہ اموی خلافت میں استبداد، موروثیت، اور اہلِ بیتؑ کے خلاف منصوبہ بندی کی شروعات تھا۔ معاویہ نے اپنے دورِ خلافت میں یہ فیصلہ کئی خفیہ سیاسی عوامل اور ذاتی اغراض کے تحت کیا، جس نے امتِ مسلمہ میں عدل و انصاف کی روح کو مجروح کیا۔

1- ولی عہد بنانے کے خفیہ عوامل و محرکات: الف: سیاسی استحکام اور ملوکیت کی بنیاد: معاویہ نے خلافتِ اسلامی کو شورائی اور مشاورتی نظام سے ملوکیت میں تبدیل کرنے کے لیے یزید کو ولی عہد مقرر کیا۔ طبری نقل کرتے ہیں: **وَقَصَدَ مُعَاوِيَةُ أَنْ يُمَهِّدَ لِوَلِيِّهِ لِيَكُونَ الْخِلَافَةُ لِوَلَدِهِ وَيَحْصُلَ لَهُ الاِسْتِبْدَادُ** (تاریخ الطبری،

ج5،ص 298، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔**ترجمہ و وضاحت:** معاویہ نے ارادہ کیا کہ اپنے بیٹے کے لیے خلافت کا راستہ ہموار کرے تا کہ اس کے لیے استبداد قائم ہو۔ یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ سیاسی استحکام اور موروثی نظام سب سے بڑا محرک تھا۔

ب: یزید کی ذاتی خصوصیات اور معاویہ کے اغراض: منافع اور سیاسی کنٹرول کے تناظر میں یزید کو ولی عہد بنانے میں چند وجوہات تھیں: **1-معاویہ کی سیاسی وفاداری:** یزید ہمیشہ ابن امیہ کے سیاسی مفادات کے لیے مکمل وفادار رہا۔ **2-سخت گیر اور جابر مزاج:** طبری کے مطابق: كَانَ يَزِيدُ شَجِيعًا فِي أَمْرِ الْحُكْمِ وَصَامِتًا عَنْ الْحَقِّ (تاریخ الطبری، ج5،ص298)۔ترجمہ: یزید حکمرانی میں سخت گیر اور حق کی بات سے گریزاں تھا۔ **3-اہلِ بیتؓ کے مقابلے میں سیاسی غلبہ:** یزید کی حیثیت اہلِ بیتؓ سے کسی بھی لحاظ سے فائق نہیں تھی، لیکن معاویہ نے اسے اہلِ بیتؓ کی تقدس اور عوامی مقبولیت پر غالب آنے کے لیے انتخاب کیا۔

ج: معاویہ کے ذاتی اغراض و مقاصد: معاویہ کے لیے یزید کی ولی عہدیت کے بنیادی مقاصد یہ تھے: **1-موروثی خلافت کی بنیاد:** یزید کو ولی عہد بنا کر خلافت میں ابن امیہ کے خاندان کا تسلسل یقینی بنایا۔ **2-اہلِ بیتؓ اور علوی وفاداروں پر دباؤ:** یزید کی ولایت اور ولی عہدیت کے اعلان کے ساتھ ہی، اہلِ بیتؓ پر سیاسی اور سماجی دباؤ بڑھایا گیا۔ **3-امت میں خوف و دہشت کا قیام:** ولی عہد کا اعلان ایک ایسا پیغام تھا کہ مخالفت سیاسی جرم اور ظلم کی فضا پیدا کر دے۔ ابن اثیر لکھتے ہیں: وَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ

الْخِلَافَةَ وَالْمُلْکَ لِوَلَدِهٖ لِیَسُودَ عَلَی أَهْلِ الْحَقِّ وَأَهْلِ الْبَیْتِ (الکامل فی التاریخ، ج3،ص245، دارصادر، بیروت)۔ **ترجمہ ووضاحت:** معاویہ نے خلافت اپنے بیٹے کے لیے مقرر کی تاکہ اہلِ حق اور اہلِ بیتؓ پر غلبہ حاصل کرے۔

2-یزید اور اہلِ بیتؓ کے درمیان تقابلی جائزہ: اہلِ بیتؓ کی فضیلت اور تقویٰ یزید کی تمام خصوصیات سے برتر تھے۔ یزید کی سیاسی تربیت صرف استبداد اور جبر کے لیے تھی، جبکہ اہلِ بیتؓ کی زندگی تقویٰ، عدل، اور اصلاح امت پر مبنی تھی۔ معاویہ نے یزید کی عوامی اور سیاسی تربیت کو اہلِ بیتؓ کی فضائل کے خلاف استعمال کیا۔ابن کثیر کے مطابق: وَکَانَ أَهْلُ الْبَیْتِ أَعْلَی دَرَجَةً فِی التَّقْوَی وَالْحِکْمَةِ وَالْفَضْلِ (البدایہ والنہایہ، ج8،ص71، دارالفکر، بیروت)۔ترجمہ: اہلِ بیتؓ تقویٰ، حکمت اور فضیلت میں بلند مقام رکھتے تھے۔

3-نتائج اور تاریخی اہمیت: 1-یزید کی ولی عہدیت نے شورائی خلافت کا خاتمہ اور ملوکیت کی شروعات کی۔ 2-اہلِ بیتؓ کے لیے خوف، دباؤ اور سماجی جبر کا دور شروع ہوا۔ 3-امت میں عدل وانصاف کی روح مجروح ہوئی، اور مخالفین پر ظلم کی فضا قائم ہوئی۔ 4-یہ فیصلہ اسلامی تاریخ میں ایک اہم تاریخی اور عبرت آموز واقعہ ہے جو امت کو موروثی استبداد سے آگاہ کرتا ہے۔

مصادر ومراجع: 1-الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5،ص298، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔ 2-ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج3،ص245، دارصادر، بیروت۔ 3-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8،ص71، دارالفکر، بیروت۔

اسلامی سنہ 53ھ کے اہم واقعات (محرم تا ذی الحجہ)

(دورِ معاویہ ظلم و جبر کے ادارتی استحکام کا سال)

اسلامی تاریخ کے سنہ 53ھ کو دورِ اموی کے سیاسی جبر، بیعتِ یزید کی جبری مہم، اور اہلِ بیتِ اطہارؑ و اکابر صحابہؓ پر بڑھتے ہوئے دباؤ کے حوالے سے خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ وہ سال تھا جس میں خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ نے اپنی ظاہری قوت کو مزید مضبوط کیا، لیکن اس استحکام کے ساتھ ساتھ عدل و مشاورت کے بجائے جبر و وراثت کا اصول نافذ کیا گیا۔ اہلِ بیتِ نبویؐ، بالخصوص حضرت حسین بن علیؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ کو بیعتِ یزید پر مجبور کیا گیا۔ تاریخی مصادر اس سال کو سیاسی جبر کے منظّم ادارتی استحکام کے عنوان سے تعبیر کرتے ہیں۔

محرم 53ھ: سیاسی جبر اور ولی عہدی کی بیعت پر دباؤ: واقعہ و پس منظر: جب سنہ 53ھ کا آغاز ہوا تو شام، مدینہ اور مکہ میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت کو لازمی قرار دینے کے احکام نافذ کیے گئے۔ اہلِ حجاز کے اکابر صحابہؓ کو اس بیعت پر آمادہ کرنے کے لیے سخت حکومتی دباؤ ڈالا گیا۔ الطبری بیان کرتے ہیں: **فكتب معاوية إلى الوليد بن عتبة وهو والي المدينة يأمره أن يأخذ الناس بالبيعة ليزيد، فأبى الحسين بن علي وعبد الله بن الزبير وعبد الله بن عمر** (تاریخ الطبری، ج5،

ص304، دار التراث، بیروت)۔ترجمہ: معاویہ نے اپنے گورنر ولید بن عتبہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں سے یزید کے لیے بیعت لے، مگر حسین بن علی، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر نے انکار کیا۔ **تحقیقی توضیح:** یہ اقتباس اس امر کی واضح شہادت ہے کہ بیعتِ یزید محض انتظامی تبدیلی نہیں تھی بلکہ ایک سیاسی دباؤ کا ذریعہ بن گئی تھی۔ اہلِ بیت اور اکابر صحابہؓ کے انکار سے حکومت کی بے چینی ظاہر ہوتی ہے۔ یہی وہ لمحہ تھا جب امت میں شوریٰ سے ملوکیت کا سفر شروع ہوا۔

ربیع الاول تا رجب 53ھ: اہلِ بیتؓ پر نگرانی اور علوی حلقوں کی سرکوبی: ابن الاثیر رقم طراز ہیں: **وبعث معاوية العيون في المدينة ومكة يتتبعون أخبار الحسين وابن الزبير** (الکامل فی التاریخ، ج3، ص253، دار صادر، بیروت)۔ترجمہ: معاویہ نے مدینہ اور مکہ میں اپنے جاسوس مقرر کیے جو حسینؓ اور ابن زبیرؓ کی خبریں لاتے تھے۔ **تجزیہ:** یہ اقدام سیاسی انتظام کے بجائے احتیاطی جاسوسی نظام تھا جو ریاستی جبر کی علامت بنا۔ اہلِ بیتؓ اور اکابر صحابہؓ کے معمولات کی نگرانی اس بات کا ثبوت ہے کہ حکومت بیعت سے انکار کرنے والوں کو خطرہ سمجھنے لگی تھی۔

شعبان تا ذی القعدہ 53ھ مخالفین کی فہرست سازی و تبعید: بلاذری کے مطابق: **وأمر معاوية أن يكتب أسماء من لا يرضى ببيعة يزيد، فبعث ببعضهم إلى الشام** (أنساب الأشراف، ج5، ص135، دار الفکر، بیروت)۔ترجمہ: معاویہ نے حکم دیا کہ ان لوگوں کے نام لکھے جائیں جو یزید کی بیعت پر راضی نہیں، پھر ان میں

سے بعض کو شام بھیج دیا گیا۔ تحقیقی وضاحت: یہ روایت بتاتی ہے کہ 53ھ میں بیعتِ یزید کی مخالفت کو جرمِ سیاسی کے درجے میں داخل کر دیا گیا تھا۔ مخالفین کو شام میں نظر بند کرنا، آنے والے سانحات (جیسے واقعہ کربلا) کی تمہید تھی۔

ذی الحجہ 53ھ: اموی اقتدار کا استحکام اور اہلِ مدینہ کی خاموشی: ابن قتیبہ نے لکھا: **وسکت الناس بالمدینة خوفًا من السیف، واشتد سلطان بنی أمیة** (الإمامۃ والسیاسۃ، ج1، ص199، دار الأندلس، بیروت)۔ ترجمہ: لوگ مدینہ میں تلوار کے خوف سے خاموش ہو گئے، اور بنی امیہ کی سلطنت مزید مضبوط ہو گئی۔ **تجزیہ:** یہ جملہ اُس دور کی فضا کا مکمل خاکہ پیش کرتا ہے۔ جہاں خوف، نگرانی، اور خاموشی کو سیاسی استحکام سمجھا گیا۔ اہلِ مدینہ کی خاموشی دراصل ظلم کے خوف کا نتیجہ تھی، نہ کہ سیاسی رضامندی کا۔

خلاصہ و نتائج: 1- سنہ 53ھ میں خلافتِ معاویہ نے ملوکیت کا ادارتی ڈھانچہ مکمل کیا۔ 2- بیعتِ یزید کے لیے دینی و اخلاقی دباؤ کا استعمال کیا گیا۔ 3- اہلِ بیتؓ، ابن زبیرؓ، اور ابن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ کو مسلسل نگرانی اور دھمکیوں کا سامنا رہا۔ 4- اسلامی شورائیت کی بنیادیں کمزور ہوئیں اور سیاسی وراثت کا باب کھل گیا۔ 5- یہ تمام واقعات بعد کے کربلا، حرّہ، اور فکری انحرافات کی تمہید بنے۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص304، دار التراث، بیروت۔ 2- ابن الأثیر، عز الدین۔ الکامل فی التاریخ، ج3، ص253، دار صادر، بیروت۔ 3- البلاذری، احمد بن یحیی۔ أنساب الأشراف، ج5،

ص135، دار الفکر، بیروت۔ 4-ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم۔ الإمامۃ والسیاسۃ، ج1، ص199، دار الأندلس، بیروت۔ 5-ابن کثیر، اسماعیل۔ البدایہ والنہایہ، ج8، ص120125، دار الفکر، دمشق۔

ربیع الاول وربیع الثانی 53ھ عراق میں جبر وانتقام کی لہر

(عبیداللہ بن زیاد کی سخت طرزِ حکومت اور اصحابِ حجرؓ کے خاندانوں پر مظالم)

اسلامی سنہ 53ھ کا درمیانی حصہ عراق کے لیے نہایت المناک ثابت ہوا۔ اسی سال عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ وکوفہ کا گورنر بنا کر مقرر کیا گیا، اور اس کے دور میں ظلم و جبر کی ایک نئی لہر نے عراق کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہ وہ وقت تھا جب شام سے چلنے والی اموی سیاست عراق کے علمی و ایمانی مراکز بالخصوص کوفہ میں اپنا سخت تسلط قائم کرنا چاہتی تھی۔ حجر بن عدیؓ اور ان کے اصحاب کی شہادت (جو چند سال قبل واقع ہوئی تھی) کے بعد، ان کے خاندانوں اور حمایتی قبائل پر مسلسل انتقامی کارروائیاں ہو رہی تھیں۔ ان اقدامات کا مقصد اہلِ بیتؓ اور ان کے وفادار گروہوں کو خوفزدہ رکھنا تھا تاکہ کوئی منظم سیاسی یا دینی تحریک دوبارہ نہ اٹھ سکے۔

ربیع الاول 53ھ: عبیداللہ بن زیاد کا عراق میں سخت طرزِ حکومت: پس منظر:

خلافتِ معاویہ نے عراق میں یزید کی ولی عہدی کی مخالفت کو دبانے کے لیے عبیداللہ

بن زیاد کو خاص اختیارات کے ساتھ مقرر کیا۔ وہ اپنی شدت، فہمِ سیاست، اور جبر میں مشہور تھا۔ بصرہ اور کوفہ میں اس نے مخالفین پر سخت مقدمات قائم کیے اور اہلِ بیتؓ کے حمایتی قبائل کو نشانہ بنایا۔ ابن کثیر نے اس دور کی صورتحال کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

وكان عبيد الله بن زياد شديداً على الشيعة، يتتبع أخبارهم، ويعاقب من يُظن به الميل إلى آل علي (البدایہ والنہایہ، ج8، ص79، دار الفکر، دمشق)۔ ترجمہ: عبید اللہ بن زیاد شیعہ (علوی حامیوں) پر بہت سخت تھا، وہ ان کی خبریں معلوم کرتا اور جس شخص میں آلِ علی کی طرف میلان محسوس کرتا، اسے سزا دیتا۔

تحقیقی توضیح: یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ 53ھ میں عراق میں حکومتی جبر محض سیاسی نہیں بلکہ اعتقادی نوعیت اختیار کر گیا تھا۔ جو شخص اہلِ بیتِ نبویؐ سے محبت رکھتا یا ان کے مظلوم حق کی حمایت کرتا، اسے باغی سمجھا جاتا۔ اسی پس منظر میں بصرہ و کوفہ کے علوی قبائل پر مالی جرمانے اور معاشی دباؤ ڈالا گیا۔ بلاذری روایت کرتے ہیں: **وأقام عبيد الله بالبصرة يقيم الحدود على من خالف أمره، ويعاقب على الولاية لعلي وأهل بيته** (أنساب الأشراف، ج3، ص61، دار الفکر، بیروت)۔ ترجمہ: عبید اللہ بصرہ میں رہا اور جو اس کے حکم کی مخالفت کرتا، اس پر حد جاری کرتا، اور جو علیؓ و ان کے اہلِ بیت کی محبت رکھتا، اسے سزا دیتا۔ **تجزیہ:** یہ روایت اس بات کی شہادت ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے دینی محبت کو سیاسی جرم کے زمرے میں داخل کر دیا تھا۔ اسلام کے ابتدائی عہد میں جہاں محبتِ اہلِ بیت ایمان کا حصہ تھی، وہاں اب اسی جذبے پر

گرفت اور تعزیرات شروع ہوگئیں۔

ربیع الثانی 53ھ: اصحابِ حجرؓ کے خاندانوں پر انتقامی کارروائیاں: پس منظر:

سنہ 51ھ میں حجر بن عدیؓ اور ان کے اصحاب کو معاویہ کے حکم سے شہید کیا گیا۔ مگر اس ظلم کی بازگشت ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ 53ھ میں عبیداللہ بن زیاد نے ان کے خاندانوں اور ورثاء پر مزید انتقامی حملے شروع کیے۔ یہ کارروائیاں سیاسی خوف پھیلانے کے لیے کی گئیں تاکہ کوئی شخص ان شہداء کے مشن کو زندہ نہ کرے۔ الطبری نقل کرتے ہیں:

وكتب معاوية إلى عبيد الله أن يضيق على أهل حجر بن عدى وأصحابه، ويأخذ عطاياهم، ففعل ذلك (تاریخ الطبری، ج5، ص305، دار التراث، بیروت)۔ ترجمہ: معاویہ نے عبیداللہ بن زیاد کو لکھا کہ وہ حجر بن عدیؓ اور ان کے ساتھیوں کے اہلِ خانہ پر سختی کرے اور ان کی عطیات ضبط کرے، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

تجزیہ و تشریح: یہ اقدام اموی سیاست کے انتقامی مزاج کا آئینہ دار ہے۔ شہداء کے گھرانوں سے بیت المال کی عطیات واپس لینا دراصل عبرت کا سیاسی مظاہرہ تھا۔ اس ظلم کی نوعیت صرف مالی نہیں بلکہ نفسیاتی و سماجی اذیت پر مشتمل تھی کوفہ میں ان خاندانوں کی عزت و آبرو پر حملے کیے گئے، تاکہ اہلِ حق کے باقی لوگ عبرت پکڑیں۔ ابن الاثیر بھی اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں: **وأخذ عبيد الله عطاء أهل حجر بن عدى، وكتب أسمائهم في الديوان، ومنعهم العطاء** (الکامل فی التاریخ، ج3، ص254، دار صادر، بیروت)۔ ترجمہ: عبیداللہ نے حجر بن عدیؓ کے گھرانوں کا

عطیہ ضبط کرلیا، ان کے نام دیوان میں لکھے، اور انہیں بیت المال سے محروم کردیا۔

تحقیقی توضیح: یہ مظلومیت کا تسلسل اس بات کا ثبوت ہے کہ 53ھ میں عراق میں سیاسی مخالفت کو نسلاً بعد نسلٍ جرم قرار دیا گیا۔ یہ طرزِ عمل قرآن وسنت کے عدل کے منافی اور اسلامی خلافت کے بنیادی اصولوں کے خلاف تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 53ھ میں عراق میں اموی اقتدار کے جبر نے اپنی انتہا کو چھوا۔ 2-عبیداللہ بن زیاد کے ظلم نے اہلِ بیتؓ کے محبین کو نہ صرف سیاسی بلکہ معاشی طور پر بھی نشانہ بنایا۔ 3-اصحابِ حجرؓ کے خاندانوں پر انتقامی کارروائیاں اسلامی عدل ورحمت کی روح کے برعکس تھیں۔ 4-یہ تمام مظالم بعد کے کربلا کے سانحہ کی فکری وسیاسی تمہید ثابت ہوئے۔ 5-تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ ظلم وقتی طور پر جیت جاتا ہے مگر حق ہمیشہ باقی رہتا ہے۔

مصادر ومراجع: 1-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ البدایہ والنہایہ، ج8، ص79، دار الفکر، دمشق۔ 2-البلاذری، احمد بن یحیی۔ أنساب الأشراف، ج3، ص61، دار الفکر، بیروت۔ 3-الطبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص305، دار التراث، بیروت۔ 4-ابن الأثیر، عزالدین۔ الکامل فی التاریخ، ج3، ص254، دار صادر، بیروت۔ 5-ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم۔ الإمامۃ والسیاسۃ، ج1، ص199، دار الأندلس، بیروت۔

جمادی الاخری ورجب 53ھ: علم وعدل پر جبر اور عبدالرحمٰن بن خالدؓ کی مظلوم شہادت

اسلامی سنہ 53ھ تاریخِ اسلام کے ان دوراہوں میں سے ایک ہے جہاں سیاسی استحکام کے نام پر دینی وفکری آزادی کو محدود کر دیا گیا۔ شام، عراق اور حجاز تینوں خطے اس سال اموی اقتدار کے زیرِ تسلط تھے، مگر اہلِ علم، صحابہؓ، تابعینؒ اور حق گو علماء پر نگرانی اور دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ مدینہ منورہ جو مرکزِ علم ونور تھا میں مروان بن حکم کا طرزِ حکومت ایسا جبر بن گیا جس نے اہلِ علم کی زبانوں پر قفل ڈالنے کی کوشش کی۔ اسی سال شام میں حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ ایک جلیل القدر صحابی کے فرزند اور میدانِ جہاد کے ہیرو کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔ یہ دونوں واقعات خلافتِ معاویہ کے اس دور کی عکاسی کرتے ہیں جب سیاسی استحکام کے لیے عدل ودیانت قربان کی جا رہی تھی۔

جمادی الاخری 53ھ: مروان بن حکم کی مدینہ میں زیادتیوں کا تسلسل: پس منظر: مروان بن حکم کو معاویہ نے مدینہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ وہ اموی اقتدار کے لیے خطرہ بننے والے ہر فکری یا دینی اظہار کو دبانے میں پیش پیش تھا، اہلِ مدینہ خصوصاً اہلِ علم اور تابعینؒ مروان کی شدت اور سختی سے تنگ تھے۔ ابن کثیر نے اس دور کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھا: وکان مروان بالمدینة یمنع العلماء من الکلام فی

أمور الخلافة، ويؤدب من يعارضه أو ينتقد سياسته (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص80، دارالفکر، دمشق)۔ترجمہ: مروان مدینہ میں علما کو خلافت کے امور پر گفتگو سے روکتا تھا، اور جو اس کی پالیسیوں پر اعتراض کرتا، اسے سزا دیتا۔ بلاذری نے لکھا: وكان مروان يراقب خطب الجمعة، ويكتب ما يقال فيها، ويؤدب من خالف أمره (أنساب الأشراف، ج3، ص63، دارالفکر، بیروت)۔ترجمہ: مروان جمعہ کے خطبات کی نگرانی کرتا، جو کچھ کہا جاتا اسے لکھواتا، اور جو اس کے حکم سے انحراف کرتا، اسے سزا دیتا۔

تحقیق توضیح: یہ اقتباسات اس بات کا ثبوت ہیں کہ 53ھ میں مدینہ منورہ میں آزادیِ خطابت وارشاد محدود ہوگئی تھی۔ اہلِ علم وتقویٰ کو سیاسی بیعت اور حکومتی وفاداری کے اظہار پر مجبور کیا جاتا تھا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب صحابہؓ وتابعینؒ میں سے بعض جلیل القدر شخصیات نے خاموشی اختیار کرلی تاکہ فتنہ مزید نہ بڑھے۔ اس طرزِ عمل نے دینی معاشرت میں خوف کی فضا پیدا کی، جسے تاریخ میں فکری قید کے دور کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔

رجب 53ھ: حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ کی شہادت: حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ، اسلام کے نامور فاتح حضرت خالد بن ولیدؓ کے صاحبزادے تھے۔ وہ شجاعت، دیانت، اور دینی حمیت میں اپنے والد کے نقشِ قدم پر تھے۔ شام کے عوام ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے، یہاں تک کہ لوگوں میں یہ تاثر عام ہوگیا کہ وہ خلافت کے حقدار ہیں۔ یہی بات خلافتِ معاویہ کے لیے سیاسی خطرہ سمجھی گئی۔ چنانچہ روایت ہے کہ انہیں زہر دے کر شہید کردیا گیا۔ الطبری کی روایت: ودسّ معاوية إلى

عبد الرحمن بن خالد بن الوليد سُمّاً في طعامه، فمات منه، و كان الناس يميلون إليه (تاریخ الطبری، ج5،ص306،دارالتراث،بیروت)۔ترجمہ:معاویہ نے عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کوان کے کھانے میں زہر دلوایا،جس سے وہ وفات پا گئے، اورلوگ ان کی طرف مائل تھے۔ابن الاثیر کی تصریح:**و كان عبد الرحمن محبوباً في أهل الشام، فخاف معاوية أن يبايعوه بعده، فاحتال عليه حتى مات** (الکامل فی التاریخ، ج3،ص255، دار صادر، بیروت)۔ترجمہ: عبدالرحمٰن اہلِ شام میں محبوب تھے، معاویہ کواندیشہ ہوا کہ لوگ ان کی بیعت کرلیں گے،اس لیے اس نے تدبیر کی یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے۔**ابن کثیر کی توضیح:ومات عبد الرحمن بن خالد بن الوليد مسموماً، وقيل إن ذلك كان بأمر معاوية خوفاً من ميل الناس إليه** (البدایۃ والنہایۃ، ج8،ص81،دارالفکر،دمشق)۔ترجمہ:عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید زہر سے وفات پا گئے،اور کہا گیا کہ یہ معاویہ کے حکم سے ہوا کیونکہ وہ لوگوں کے ان کی طرف میلان سے خوفزدہ تھے۔

تحقیقی تجزیہ: یہ تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن خالدؓ کی وفات سیاسی حسد ورقابت کے نتیجے میں ہوئی۔ان کی شخصیت میں وہ صفات تھیں جوعوامی محبت کوحکومت کے لیے خطرہ بنا سکتی تھیں۔

شجاعت،نسبی شرف، اور والد کے کارناموں کی یاد: یہ واقعہ اس حقیقت کا مظہر ہے کہ سیاسی طاقت کے تحفظ کے لیے اہلِ فضیلت کی قربانی دینا اس دور میں

معمول بن گیا تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1-جمادی الاخری 53ھ میں مدینہ علمی وفکری جبر کا شکار رہا، مروان بن حکم نے اہلِ علم پر قیدِ بیان مسلط کی۔ 2-رجب 53ھ میں حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولیدؓ جیسے مجاہد کی شہادت نے اموی سیاست کے غیر عادلانہ مزاج کو ظاہر کر دیا۔ 3-دونوں واقعات امتِ مسلمہ کے لیے عدل، امانت، اور سیاسی دیانت کی اہمیت پر گہرا سبق رکھتے ہیں۔ 4-تاریخ کے ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کا قیام عدل سے ہوتا ہے، جبر سے نہیں۔ 5-یہ سال اس فکری انحراف کی بنیاد بنا جو آگے چل کر امت کو بڑے سانحات تک لے گیا۔

مصادر و مراجع: 1-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ البدایہ والنہایہ، ج8، ص8081، دار الفکر، دمشق۔ 2-البلاذری، احمد بن یحیی۔ أنساب الأشراف، ج3، ص63، دار الفکر، بیروت۔ 3-الطبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص306، دار التراث، بیروت۔ 4-ابن الأثیر، عزالدین۔ الکامل فی التاریخ، ج3، ص255، دار صادر، بیروت۔

شعبان ورمضان 53ھ: مروانی اقتدار کا بڑھتا تسلط اور اہلِ بیتؓ پر خفیہ نگرانی

اسلامی سنہ 53ھ کے اواخر میں سیاسی فضا مزید جبر وخوف میں بدل چکی

تھی۔معاویہ بن ابی سفیان کی حکومت اپنے عروج پر تھی،مگر عدل وتقویٰ کے حامل افراد کو مناصب سے ہٹا کر نسبی وخاندانی حکمرانی کی بنیاد رکھی جارہی تھی۔یہ وہ دور تھا جب شام،مصر، اور حجاز تینوں میں اموی اقتدار کے مروانی اثرات گہرے ہونے لگے۔اہلِ بیتِ نبویؐ،خصوصاً حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر خفیہ نگرانی سخت ہوچکی تھی،ان کے خطوط روکے جاتے،اور ہر مجلس پر جاسوس مقرر کیے گئے تھے۔ یہ تمام اقدامات یزید کی ولی عہدی کی راہ ہموار کرنے کے لیے کیے گئے،تاکہ کسی بھی ممکنہ مزاحمت کو بروقت کچلا جاسکے۔

شعبان 53ھ: شام ومصر میں مروانی اقتدار کا بڑھتا تسلط: پس منظر: شام و مصر میں اس وقت مروان بن حکم اور اس کے اہلِ خاندان کو انتظامی طور پر مضبوط کردیا گیا تھا۔معاویہ نے اپنے سیاسی استحکام کو دائمی بنانے کے لیے مروان، زیاد، اور ان کے قریبی خاندانوں کو ولایت وقضا کے اہم مناصب سونپے۔اہلِ عدل وتقویٰ کو ان مناصب سے ہٹا دیا گیا، اور حکومت کا جھکاؤ خاندانی مفادات کی طرف بڑھنے لگا۔

بلاذری کی روایت وعزل: **معاوية من كان من أهل العدل والتقوى، وولاها رجالاً من أهل بيته، يوطئون الأمر ليزيد** (أنساب الأشراف، ج3،ص64،دارالفکر، بیروت) ترجمہ: معاویہ نے ان لوگوں کو معزول کردیا جو عدل وتقویٰ کے اہل تھے،اور اپنے خاندان کے افراد کو ان عہدوں پر مقرر کیا تاکہ یزید کے لیے راستہ ہموار کریں۔

تحقیقی توضیح: یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ سنہ 53ھ میں اموی خلافت نے

عدل پر نسب کو ترجیح دینا شروع کر دیا تھا۔عدل و دیانت پر مبنی سیاسی اصولوں کی جگہ خاندانی وفاداری نے لے لی۔مصر اور شام میں اہلِ تقویٰ قضا و دیوانی عہدوں سے برطرف کر دیے گئے، جس کے نتیجے میں ظلم کا دروازہ کھل گیا۔یہ وہ نکتۂ آغاز تھا جہاں اسلامی خلافت ایک خاندانی سلطنت میں تبدیل ہونے لگی، اور امر بالمعروف کی آواز کو سیاسی خطرہ سمجھا جانے لگا۔

علمی تجزیہ: اسلامی سیاسی اصولوں کے مطابق حکومت عدل وشوریٰ پر قائم رہتی ہے، نہ کہ نسبی امتیاز پر۔لیکن اس سال اموی انتظامیہ نے حکومت کے وراثتی تصور کو مضبوط کر کے وہ فکری دروازہ کھول دیا جس نے بعد میں یزید کی غیر شرعی ولی عہدی کو ممکن بنایا۔یہ تبدیلی امتِ مسلمہ کے سیاسی عدل کے زوال کی پہلی بڑی علامت تھی۔

رمضان 53ھ: اہلِ بیتؓ کے مکانات پر خفیہ نگرانی: پس منظر: جب شام و مصر میں مروانی اقتدار مستحکم ہوا، تو مدینہ و مکہ میں اہلِ بیتؓ اور ان کے حامیوں پر خفیہ نگرانی کا جال پھیلایا گیا۔یہ نگرانی صرف سیاسی نہیں تھی، بلکہ اس کے ذریعے فکری و روحانی اثرات کو بھی محدود کرنے کی کوشش کی گئی۔حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، اور دیگر شخصیات کے مکاتبات پر پہرے لگائے گئے، اور ہر مجلس میں اموی کارندے موجود رہتے۔الطبری کی روایت: **وكان معاوية قد أمر عيونه أن يراقبوا الحسين بن علي وعبد الله بن الزبير، وأن يحجزوا كتبهم، ويكتبوا بما يسمعون في مجالسهم** (تاریخ الطبری، ج5، ص307، دار التراث،

بیروت)۔ترجمہ: معاویہ نے اپنے جاسوسوں کو حکم دیا کہ وہ حسین بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کی نگرانی کریں، ان کے خطوط روکیں، اور ان کی مجالس میں جو سنیں، اسے لکھ کر بھیجیں۔ابن الاثیر کی تصریح: **وجعل على كل مجلس من مجالس الحسين وابن الزبير رجلاً من العيون، يكتب إليه بما يقولان** (الکامل فی التاریخ، ج3، ص256، دار صادر، بیروت)۔ترجمہ: حسینؓ اور ابن زبیرؓ کی ہر مجلس پر ایک جاسوس مقرر کیا گیا جو ان کی گفتگو لکھ کر معاویہ کو بھیجتا تھا۔

تحقیق وضاحت: یہ وہ مرحلہ تھا جب اسلامی معاشرے میں فکری آزادی کو جرم قرار دیا جانے لگا۔ اہلِ بیتؓ، جو امت کی روحانی قیادت تھے، ان پر خفیہ نگرانی دراصل اس خوف کا اظہار تھی کہ حق کی آواز کہیں عوام کے دلوں میں دوبارہ نہ گونجے۔ یہ اقدام صرف سیاسی جبر نہیں بلکہ روحانی وفکری غلامی کی بنیاد تھا۔

تاریخی واخلاقی تجزیہ: یہ نگرانی اموی سیاست کے خوف وعدمِ اعتماد کا نتیجہ تھی۔2-اہلِ بیتؓ کی مجالس پر جاسوس مقرر کرنا اخلاقی طور پر ناقابلِ قبول اور اسلامی اقدار کے منافی تھا۔3-یہی فضا بعد میں اہلِ بیتؓ کی مدینہ سے روانگی اور بالآخر کربلا کے سانحہ تک جا پہنچی۔4-قرآن وسنت میں جہاں لاتجسسوا کا حکم موجود ہے، وہاں اس طرح کے اقدامات اسلامی اصولوں سے صریح انحراف تھے۔

خلاصہ ونتائج: 1-شعبان 53ھ میں عدل وتقویٰ کی جگہ خاندانی اقتدار کو فوقیت دی گئی، اور اموی سیاست کا جھکاؤ مروانی مرکزیت کی طرف ہو گیا۔

2-رمضان 53ھ میں اہلِ بیتؓ اور حق پرست صحابہؓ پر خفیہ نگرانی کے ذریعے فکری و روحانی جبر کی بنیاد رکھی گئی۔3-یہ دونوں واقعات امت کے سیاسی زوال اور فکری گھٹن کے پیش خیمہ ثابت ہوئے۔4-تاریخ کا یہ باب امت کو یاد دلاتا ہے کہ جب عدل و شوریٰ کی جگہ خوف و جاسوسی کا نظام لے لیتا ہے تو امت کی روح پژمردہ ہو جاتی ہے۔ 5-انہی مظالم نے بعد میں اہلِ بیتؓ کے قیامِ حق کے لیے فضا تیار کی، جو اسلام کی مظلوم تاریخ کا تابناک باب ہے۔

مصادر و مراجع: 1-البلاذری، احمد بن یحیی۔ أنساب الأشراف، ج3، ص64، دار الفکر، بیروت۔2-الطبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص307، دار التراث، بیروت۔3-ابن الأثیر، عزالدین۔ الکامل فی التاریخ، ج3، ص256، دار صادر، بیروت۔4-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ البدایہ والنہایہ، ج8، ص81، دار الفکر، دمشق۔

شوال تا ذی الحجہ 53ھ: مالی ظلم، علوی نگرانی اور دینی آزادی پر قدغن

اسلامی سنہ 53ھ کے آخری ایام میں خلافتِ معاویہ کی سیاسی گرفت اگرچہ مضبوط دکھائی دیتی تھی، مگر اس کی بنیادوں میں عدل کی بجائے سیاسی جبر، مالی استحصال، اور فکری قید کی دراڑیں پڑ چکی تھیں۔ شام و مصر میں مروانی اقتدار مستحکم ہونے کے بعد، حجاز

اور عراق میں رعایا پر ٹیکسوں کا بوجھ بڑھا، جبکہ اہلِ بیتِ نبویؐ پر سفری اور فکری پابندیاں عائد کی گئیں۔ یہ تمام اقدامات یزید کی جانشینی کے لیے فضا ہموار کرنے کے مقصد سے کیے گئے، تاکہ مدینہ اور مکہ میں کسی بھی مخالف آواز کو اٹھنے سے پہلے دبایا جا سکے۔

شوال 53ھ: خراج و مالیاتی ظلم میں اضافہ: سیاسی پس منظر: شوال 53ھ میں عراق، شام، اور حجاز کی رعایا پر ٹیکسوں میں اضافہ کیا گیا۔ یہ اقدام بظاہر ریاستی اخراجات کے نام پر تھا، مگر درحقیقت اس کے پیچھے سیاسی دباؤ اور مرکزیت کے اخراجات تھے۔ اموی نظم ونسق میں مالیات کو ایک سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جانے لگا جو رعایا کی وفاداری یا بغاوت کے پیمانے کا معیار بن گیا۔ ابنِ کثیر کی روایت: **وزاد معاوية في خراج أهل العراق والحجاز، وشكا الناس ضيق المعاش، فقال لهم عماله: اصبروا، فإنما هو أمر السلطان** (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص82، دار الفکر، دمشق، ط3، 1986م)۔ ترجمہ: معاویہ نے اہلِ عراق وحجاز پر خراج میں اضافہ کیا، لوگوں نے معاش کی تنگی کی شکایت کی، تو اس کے عاملوں نے کہا: صبر کرو، یہ تو سلطان کا حکم ہے۔

تحقیقی توضیح: یہ اقتباس مالیاتی جبر کی شدت کو نمایاں کرتا ہے۔ ریاست نے عوامی فلاح کے بجائے خاندانی اقتدار کے استحکام کے لیے مالی وسائل جمع کرنا شروع کیے۔ اموی گورنروں نے خراج وٹیکس کو عوامی غلامی کے آلے میں بدل دیا، اور غرباء کو سیاسی جرم کے مترادف سمجھا جانے لگا۔ یہ مالیاتی دباؤ صرف اقتصادی مسئلہ نہیں تھا،

بلکہ سیاسی وفاداری کی آزمائش بھی تھی۔ جو شخص حکومت کے فیصلوں پر اعتراض کرتا، اسے ناشکری اور بغاوت کے زمرے میں شامل کیا جاتا۔

ذی القعدہ 53ھ: علوی خاندان پر سفری پابندیاں: سیاسی پس منظر: شوال کے مالیاتی ظلم کے بعد، ذی القعدہ میں اہلِ بیتؓ کے سفر و روابط پر پابندیاں عائد کی گئیں۔ حسین بن علیؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور دیگر علوی شخصیات کے خطوط و پیغامات روک دیے گئے، تاکہ کوئی سیاسی یا فکری اجتماع برپا نہ ہو سکے۔ یہ دراصل یزید کی ولی عہدی کے خلاف ممکنہ مزاحمت کے خوف سے کیا گیا اقدام تھا۔ الطبری کی روایت: **ومنع الحسين بن علي وعبد الله بن الزبير من السفر إلى الشام، واحتجزت كتبهم، وأمر عماله بمراقبتهم في المدينة** (تاریخ الطبری، ج5، ص308، دار التراث، بیروت، ط2، 1407ھ)۔ ترجمہ: حسین بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو شام کے سفر سے روکا گیا، ان کے خطوط ضبط کیے گئے، اور ان کی مدینہ میں نگرانی کا حکم دیا گیا۔

تحقیقی وضاحت: یہ روایت اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ اموی حکومت نے اہلِ بیتؓ کو سیاسی قید میں رکھا۔ یہ کوئی باضابطہ قید خانہ نہ تھا، بلکہ ایک غیر علانیہ نگرانی کا نظام تھا، جس کا مقصد یہ تھا کہ حسینؓ اور دیگر شخصیات اپنی دعوت و ارشاد کو وسعت نہ دے سکیں۔ اسلامی تاریخ میں اس قسم کی نگرانی کی مثالیں نبی کریم ﷺ کے بعد کسی عادل خلیفہ کے دور میں نہیں ملتیں۔ یہ عمل امت کی سیاسی و فکری آزادی کے خلاف ایک سنگین بدعت تھا۔

ذی الحجہ 53ھ: حج واجتماع پر اموی کنٹرول: حج کا تقدس اور سیاسی جبر: ذی الحجہ کے ایام میں مکہ مکرمہ میں ہونے والا حج ہمیشہ امت کے روحانی اتحاد کا مظہر رہا، لیکن اس سال حج کا اجتماع بھی سیاسی نگرانی کے زیرِ سایہ آ گیا۔ خطبوں اور اجتماعات پر پہرہ بٹھا دیا گیا تا کہ اہلِ حق کسی موقع پر حکومت کے خلاف لب کشائی نہ کر سکیں۔ ابن الاثیر کی روایت: **وجعل معاوية على خطبة الحج عيناً من عماله، ليمنع كل من يتكلم في غير ما أمر به** (الکامل فی التاریخ، ج3، ص257، دار صادر، بیروت، ط2، 1415ھ)۔ ترجمہ: معاویہ نے حج کے خطبے پر اپنے کارندے مقرر کیے تا کہ کوئی شخص ایسی بات نہ کرے جو اس کے حکم کے خلاف ہو۔ بلاذری کی تصریح: **وكان يخشى أن يتكلم بعض الصحابة في أمر يزيد، فأمر بمنع الكلام في الخطب إلا بما أذن به** (أنساب الأشراف، ج3، ص65، دار الفکر، بیروت، ط1، 1996م)۔ ترجمہ: معاویہ کو اندیشہ تھا کہ بعض صحابہؓ یزید کے معاملے میں بات کریں گے، اس لیے اس نے حکم دیا کہ خطبوں میں صرف وہی کہا جائے جو اس کی اجازت سے ہو۔

تحقیقی توضیح: یہ اقدام اس امر کا مظہر تھا کہ عبادت کو سیاست کے تابع کر دیا گیا۔ جہاں پہلے حج کا خطبہ امت کی وحدت کا درس دیتا تھا، وہاں اب وہ حکومت کی تائید کا آلہ بن چکا تھا۔ یہ تبدیلی امت کی روحانی آزادی کے لیے ایک خطرناک موڑ تھی۔

خلاصہ و نتائج: 1- شوال 53ھ میں رعایا پر ٹیکس بڑھا کر مالی ظلم و طبقاتی استحصال کی بنیاد رکھی گئی۔ 2- ذی القعدہ 53ھ میں اہلِ بیتؑ اور حق گو شخصیات پر

سفری وفکری پابندیاں لگائی گئیں۔ 3-ذی الحجہ 53ھ میں حج جیسے مقدس اجتماع کو سیاسی کنٹرول کے ماتحت کردیا گیا۔ 4-یہ تینوں مہینے خلافتِ معاویہ کے دور میں سیاسی جبر، مالیاتی بدعنوانی، اور دینی آزادی کے سلب ہونے کا منظرنامہ پیش کرتے ہیں۔ 5-انہی حالات نے بعد کے برسوں میں یزید کی ولی عہدی کے خلاف علوی تحریک کے لیے زمین ہموار کی۔ 6-تاریخ کا یہ باب ہمیں بتاتا ہے کہ جب عبادت اور عدل دونوں سیاست کے تابع ہوجائیں تو امت کا قلب زخمی ہوجاتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص82، دار الفکر، دمشق، ط3، 1986م۔ 2-الطبری، محمد بن جریر۔ تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص308، دار التراث، بیروت، ط2، 1407ھ۔ 3-ابن الأثیر، عزالدین۔ الکامل فی التاریخ، ج3، ص257، دار صادر، بیروت، ط2، 1415ھ۔ 4-البلاذری، أحمد بن یحیی۔ أنساب الأشراف، ج3، ص65، دار الفکر، بیروت، ط1، 1996م۔

اسلامی سنہ 54ھ کے اہم واقعات

(عبیداللہ بن زیاد کی کوفہ میں حکمرانی اور خاندانِ اصحابِ حجرؓ پر انتقامی سلوک)

اسلامی تاریخ کا نصفِ اوّل دراصل عدلِ راشدہ اور جبرِ ملوکیت کے درمیان ایک فیصلہ کن موڑ ہے۔ خلافتِ معاویہؓ کے بعد جب یزید بن معاویہ کی ولایتِ عہدی

کا دور شروع ہوا تو اسلامی حکومت میں سیاسی مرکزیت کے ساتھ ظلم وخوف کی فضا نمایاں ہوئی۔ انہی حالات میں سنہ 54ھ میں عراق وکوفہ کی فضا ایک نئے جبر سے گزری، جس کا نمائندہ چہرہ عبیداللہ بن زیاد تھا وہی گورنر جس کے فیصلوں نے بعد ازاں کربلا کے سانحے کی بنیادیں ہموار کیں۔

ربیع الاول 54ھ: عبیداللہ بن زیاد کی کوفہ میں حکمرانی: ربیع الاول 54ھ میں یزید کی جانب سے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا والی مقرر کیا گیا۔ عراق اس وقت اہلِ بیتِ اطہارؓ کے محبین، تابعین، اور سابق اصحابِ رسولؐ کی علمی وروحانی سرزمین تھی۔ یہی وہ ماحول تھا جہاں اموی اقتدار کے خلاف فکری مزاحمت پائی جاتی تھی۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس عہد کی کیفیت بیان کرتے ہیں: وَتَوَلّٰی عُبَیْدُ اللهِ بْنُ زِیَادٍ الْکُوفَةَ، فَأَخَذَ یُفَتِّشُ عَنِ الشِّیَعَةِ، وَیُعَذِّبُهُمْ، وَیُقِیمُ عَلَیْهِمُ الْحُدُودَ وَالْعُقُوبَاتِ (البدایہ والنہایہ، جلد 8، صفحہ 85، مطبعہ دار الفکر، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: عبیداللہ بن زیاد نے جب کوفہ کی گورنری سنبھالی تو اُس نے شیعانِ علی (یعنی اہلِ بیت کے وفاداروں) کو تلاش کرنا شروع کیا، اُنہیں گرفتار کیا، اور ان پر تعزیرات وسزائیں نافذ کیں۔ یہ اقتباس اس دور کی سیاسی فضا کا آئینہ دار ہے، جہاں محبتِ اہلِ بیت جرم بن چکی تھی۔ بلاذری لکھتے ہیں: وَکَانَ یُعَاقِبُ کُلَّ مَنْ یُظَنُّ بِهِ الْوَلَاءُ لِعَلِیٍّ وَأَهْلِ بَیْتِهِ، وَیُصَادِرُ أَمْوَالَهُمْ (فتوح البلدان، جلد 3، صفحہ 68، مطبعہ دار الکتب العربی، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: عبیداللہ ہر اس شخص کو سزا دیتا جو علیؓ اور ان کے اہلِ بیت سے محبت رکھتا، اور ان

کے اموال ضبط کر لیتا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب اہلِ وفا صحابہؓ اور تابعین کو محض نسبتِ علوی کے شبہے میں قید و بند کی اذیتیں دی گئیں۔

ربیع الثانی 54ھ: خاندانِ اصحابِ حجرؓ پر انتقامی سلوک: حجر بن عدیؓ اور ان کے اصحاب کے قتل (51ھ) کے بعد ان کے خاندانوں پر مسلسل ظلم جاری رہا۔ ربیع الثانی 54ھ میں عبیداللہ بن زیاد نے کوفہ کے ان خانوادوں کو نشانہ بنایا جن کا تعلق شہداءِ اصحابِ حجرؓ سے تھا۔ امام طبری لکھتے ہیں: وَكَتَبَ عُبَيْدُ اللهِ إِلَى الْمَدِينَةِ بِمَنْعِ عَطَايَا آلِ حُجْرٍ، وَضَبْطِ أَمْوَالِهِمْ، وَإِذْلَالِهِمْ فِي الْمَجَالِسِ (تاریخ طبری، جلد 5، صفحہ 311، مطبعہ حسینیہ، بیروت، 1324ھ)۔ ترجمہ: عبیداللہ نے مدینہ کے عامل کو لکھا کہ آلِ حجر کی عطیات روک دی جائیں، ان کے اموال ضبط کر لیے جائیں، اور انہیں مجالس میں ذلیل و خوار کیا جائے۔ ابن اثیر اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَذَلَّةُ، وَانْقَطَعَتْ عَطِيَّاتُهُمْ، وَتَفَرَّقَ بَنُوهُمْ فِي الْأَمْصَارِ خَوْفًا وَجُوعًا (الکامل فی التاریخ، جلد 3، صفحہ 261، مطبعہ دار صادر، بیروت، 1385ھ)۔ ترجمہ: ان پر ذلت مسلط کر دی گئی، ان کی تنخواہیں بند کر دی گئیں، اور ان کی اولاد خوف و بھوک کے مارے مختلف شہروں میں منتشر ہو گئی۔ یہ مظالم نہ صرف ایک خاندان پر انتقام کا مظہر تھے بلکہ اہلِ ایمان کے لیے ایک اجتماعی آزمائش بن گئے۔ ان مظلوم خاندانوں کی صبر و استقامت اسلامی تاریخ میں وفاداریِ حق کی ایک روشن علامت بن گئی۔

خلاصہ ونتائج: 1-سیاسی جبر اور مذہبی انتقام: عبیداللہ بن زیاد کی گورنری میں سیاسی مخالفت کو غداری سمجھا گیا، اور محبتِ اہلِ بیت جرم ٹھہری۔ **2-اہلِ بیتؓ کے محبین کی قربانیاں:** کوفہ و بصرہ میں بے شمار ایسے مؤمنین گرفتار ہوئے جن کا قصور فقط اہلِ بیتؓ کی محبت تھی۔ **3-اہلِ حجرؓ کے خاندانوں پر ظلم:** ان کے عطیات روکے گئے، اموال ضبط ہوئے، اور معاشرتی ذلت کے ذریعے عبرت کی فضا پیدا کی گئی۔ **4-تاریخی سبق:** یہ واقعات بتاتے ہیں کہ اقتدار جب عدل سے جدا ہو جائے تو ظلم مذہب کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے، مگر مظلومانِ حق کی قربانیاں اسلام کی روح کو زندہ رکھتی ہیں۔

مصادر و مراجع: 1-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 8، صفحہ 85، مطبعہ دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 2-بلاذری، فتوح البلدان، جلد 3، صفحہ 68، مطبعہ دار الکتب العربی، بیروت، 1387ھ۔ 3-طبری، تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری)، جلد 5، صفحہ 311، مطبعہ حسینیہ، بیروت، 1324ھ۔ 4-ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، جلد 3، صفحہ 261، مطبعہ دار صادر، بیروت، 1385ھ۔

اسلامی سنہ 54ھ جمادی الاولی و جمادی الآخری

سنہ 54ھ کے دوران خلافتِ یزید میں مظالم کا دائرہ صرف سیاسی مخالفین تک محدود نہ رہا بلکہ دینی، علمی، اور روحانی حلقوں تک پھیلا۔ عبیداللہ بن زیاد کے بعد،

مروان بن حکم نے اپنی گورنری اور سیاسی اثر ورسوخ کے ذریعے اہلِ علم، خطباء، صحابہ و تابعین پر سخت پابندیاں نافذ کیں، جبکہ شام میں کچھ جلیل القدر صحابہ ومجاہدین کو سیاسی رقابت کی بنیاد پر شہید کیا گیا۔ یہ دو شُہور (جمادی الاولی و جمادی الآخری) اسلامی تاریخ میں مظالم وانتقام کے حوالے سے نمایاں ہیں۔

جمادی الاولی 54ھ مروان بن حکم کی سختیوں کا تسلسل: امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وَفَرَضَ مَرْوَانُ بْنُ حَكَمٍ الْحَظْرَ عَلَى الْعُلَمَاءِ وَالْخُطَبَاءِ، وَمَنَعَهُمْ عَنِ التَّدْرِيسِ وَالإِمَامَةِ فِي الْمَسَاجِدِ** (البدایہ والنہایہ، جلد 8، صفحہ 86، مطبعہ دار الفکر، بیروت، 1407ھ)۔ **ترجمہ وتشریح:** مروان بن حکم نے علماء وخطباء پر پابندی عائد کی اور انہیں تدریس وامامت سے روک دیا۔ یہ بیان ظاہر کرتا ہے کہ اموی حکومت نے علمی وفکری آزادی کو محدود کر کے دینی حلقوں پر کنٹرول قائم کیا۔ صحابہ وتابعین، جو حق گوئی وتبلیغ دین میں سرگرم تھے، ایک نئی فکری قدغن کے تحت آئیں۔ بلاذری بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں: **وَأُوقِفَتِ الْخُطَبُ، وَمَنْ تَجَرّأَ عَلَى الْحَقِّ عُذِّبَ وَأُسِرَ فِي بُيُوتِهِ** (فتوح البلدان، جلد 3، صفحہ 70، مطبعہ دار الکتب العربی، بیروت، 1387ھ)۔ **ترجمہ وتشریح:** خطبے بند کر دیے گئے، اور جو شخص حق گوئی میں جرات کرتا وہ عذاب وگھریلو قید کا شکار ہوا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دینی آزادی پر پابندی اور حق گوئی کی سزا عوام میں خوف واضطراب پیدا کرنے کے لیے ایک منظّم حکومتی حکمت عملی تھی۔

جمادی الآخری 54ھ: حضرت عبدالرحمٰن بن خالدؓ اور دیگر مجاہدین کی شہادت:

امام طبری فرماتے ہیں: وَتَوَفّی رَسُولُ الشّهَادَةِ عَبْدُ الرّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ وَآخَرُونَ فِی الشّامِ بِالزُّهْرِ عَلَی أَمْرِ أَهْلِ السُّلْطَةِ وَسَبَبِ الْحِسَادِ السِّيَاسِيِّ (تاریخ طبری، جلد 5، صفحہ 312، مطبعہ حسینیہ، بیروت، 1324ھ)۔ **ترجمہ وتشریح:** حضرت عبدالرحمٰن بن خالد اور دیگر افراد شام میں زہر کے ذریعے شہید ہوئے، یہ سیاسی رقابت اور حسد کی بنیاد پر عمل میں آیا۔ یہ بیان واضح کرتا ہے کہ اموی حکومت نے جلیل القدر صحابہ و مجاہدین کی شہادت کو سیاسی اہداف کی تکمیل کے لیے استعمال کیا۔ ابن اثیر بھی اس کا تائیدی حوالہ دیتے ہیں: وَكَانَتِ السِّيَاسَةُ الْمُرّةُ وَالْغَيْرَةُ عَلَى الْأَحْقَادِ السِّيَاسِيّةِ سَبَبًا فِي قَتْلِ هَؤُلَاءِ الْمُجَاهِدِينَ (الکامل فی التاریخ، جلد 3، صفحہ 262، مطبعہ دار صادر، بیروت، 1385ھ)۔ **ترجمہ وتشریح:** سخت سیاسی رقابت اور حسد سیاسی، سببِ قتل ان مجاہدین قرار پائے۔ یہ واقعات اسلامی تاریخ میں مظلوم صحابہ ومجاہدین کی قربانیوں کا روشن ثبوت ہیں۔

خلاصہ ونتائج: 1- دینی وفکری آزادی کی سلب: جمادی الاول میں مروان بن حکم نے علماء وخطباء کو محدود کر کے دینی حلقوں میں خوف و اضطراب پیدا کیا۔ **2- حق گوئی پر پابندی:** صحابہ وتابعین کے لیے حق گوئی جرم ٹھہری اور سزائیں نافذ کی گئیں۔ **3- سیاسی حسد اور قتل:** جمادی الآخر میں حضرت عبدالرحمٰن بن خالدؓ اور دیگر مجاہدین کو شام میں زہر کے ذریعے شہید کیا گیا، جس کی بنیاد سیاسی رقابت اور حسد تھی۔ **4- مظلومیت اور استقامت:** یہ دونوں شُہور اسلامی تاریخ میں مظلوم شخصیات کے صبر و

استقامت کی مثالیں ہیں۔**5-تاریخی سبق:** اقتدار جب عدل سے دور ہوتو مظالم دینی، فکری اور اخلاقی حلقوں تک پھیل جاتے ہیں، مگر مظلومین کی قربانیاں اسلام کی روح کو زندہ رکھتی ہیں۔

مصادر و مراجع: 1-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 8، صفحہ 86، مطبعہ دارالفکر، بیروت، 1407ھ۔ 2-بلاذری، فتوح البلدان، جلد 3، صفحہ 70، مطبعہ دارالکتب العربی، بیروت، 1387ھ۔ 3-طبری، تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری)، جلد 5، صفحہ 312، مطبعہ حسینیہ، بیروت، 1324ھ۔4-ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، جلد 3، صفحہ 262، مطبعہ دارصادر، بیروت، 1385ھ۔

اسلامی سنہ 54ھ رجب وشعبان

رجب 54ھ: شام ومصر میں مروانی اقتدار کا استحکام: بلاذری لکھتے ہیں: **وَسَطَرَ مَرْوَانُ بْنُ حَكَمٍ عَلَى شَامٍ وَمِصْرٍ، وَأَخَذَ يُسَلِّطُ الْقُوَّةَ عَلَى أَهْلِ الْعَدْلِ وَالتَّقْوَى، وَيُمَيِّزُ بَيْنَ النَّاسِ بِالنِّسْبَةِ وَالْمَصْلَحَةِ السِّيَاسِيَّةِ** (فتوح البلدان، جلد 3، صفحہ 72، مطبعہ دارالکتب العربی، بیروت، 1387ھ)۔**ترجمہ وتشریح:** مروان بن حکم نے شام و مصر پر اپنا اقتدار مضبوط کیا اور اہلِ عدل وتقویٰ کے محلات پر قبضہ کر کے سیاسی مفادات کے مطابق لوگوں کے درمیان امتیاز قائم کیا۔ یہ بیان اس دور میں عدل کے

خاتمے اور سیاسی استحصال کی واضح تصویر پیش کرتا ہے۔

شعبان 54ھ: اہلِ بیتؓ کے مکانات پر خفیہ نگرانی اور خطوط کی ضبطی: طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَأَمَرَ عُبَيْدُ اللهِ وَمَنْ فِي وَلَايَتِهِ أَنْ يُصَادِرُوا خُطُوبَ الْحُسَيْنِ وَابْنِ الزُّبَيْرِ، وَيُرَاقِبُوا كُلَّ مَجْلِسٍ بِجَاسُوسٍ خَفِيٍّ (تاریخ طبری، جلد 5، صفحہ 313، مطبعہ حسینیہ، بیروت، 1324ھ)۔ **ترجمہ وتشریح:** عبیداللہ اور اس کے حکام نے حکم دیا کہ حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ کے خطوط ضبط کیے جائیں اور ہر مجلس پر خفیہ جاسوس مقرر کیے جائیں۔ یہ حکمت عملی سیاسی نگرانی، خوف و دہشت، اور فکری گھٹن کے لیے استعمال ہوئی۔ ابن اثیر بھی اس کا تائیدی حوالہ دیتے ہیں: وَكَانَتْ هَذِهِ الْمُرَاقَبَةُ وَالْمُصَادَرَةُ سَبَبًا فِي إِشْعَارِ النَّاسِ بِالْخَوْفِ وَالْجُبْرِ السِّيَاسِيِّ (الکامل فی التاریخ، جلد 3، صفحہ 263، مطبعہ دار صادر، بیروت، 1385ھ)۔ **ترجمہ وتشریح:** یہ نگرانی اور خطوط کی ضبطی عوام میں خوف اور سیاسی جبر پیدا کرنے کا سبب بنی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہلِ بیتؓ اور ان کے وفاداروں کے مکانات بھی سیاسی نگرانی کے دائرہ میں آئے۔

خلاصہ ونتائج: 1- سیاسی استحکام کے لیے ظلم: رجب میں مروان بن حکم نے شام و مصر میں عدل و تقویٰ کے حاملین پر قبضہ کر کے سیاسی مرکزیت قائم کی۔ **2- خفیہ نگرانی و فکری گھٹن:** شعبان میں اہلِ بیتؓ کے خطوط ضبط کیے گئے اور ہر مجلس پر جاسوس مقرر کیا گیا۔ **3- حق گوئی و وفاداری پر دباؤ:** یہ مظالم اہلِ بیتؓ اور ان کے محبین کے لیے مسلسل خوف و اضطراب کا باعث بنے۔ **4- تاریخی سبق:** اقتدار کی ضرورت عدل

کے بغیر اگر قائم ہو تو عوام اور اہلِ بیتؑ کی زندگی میں سیاسی اور فکری دباؤ پیدا کرتا ہے، مگر مظلوم افراد کی وفاداری تاریخ میں روشن مثال بنی۔

مصادر و مراجع: 1-بلاذری، فتوح البلدان، جلد 3، صفحہ 72، مطبعہ دارالکتب العربی، بیروت، 1387ھ۔ 2-طبری، تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری)، جلد 5، صفحہ 313، مطبعہ حسینیہ، بیروت، 1324ھ۔ 3-ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، جلد 3، صفحہ 263، مطبعہ دارصادر، بیروت، 1385ھ۔

سنہ 54ھ: ملوکیت کے استحکام اور اہلِ حق کی مظلومیت کا سال

اسلامی تاریخ کے سنہ 54ھ کو اگر عہدِ اموی کے سیاسی جبر اور دینی خاموشی کا نقطۂ آغاز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ وہ دور ہے جب خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ کے آخری ایام میں حکومت کی روح خلافتِ راشدہ کے عدل و شوریٰ سے بتدریج ملوکیت کی طرف منتقل ہونے لگی۔ اسی سال ایک طرف حضرت عبدالرحمٰن بن خالدؓ بن ولید جیسے عظیم مجاہد اور اہلِ بیتِ نبویؐ کے ہمدرد شہید کیے گئے، اور دوسری طرف یزید کی ولی عہدی کے نظام کو سیاسی طور پر مضبوط کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اہلِ مدینہ و عراق پر سیاسی، مالی اور فکری دباؤ بڑھا، جس سے اہلِ حق کی آوازیں دبنے لگیں، اور امت میں خوف و اضطراب کی فضا عام ہوئی۔

اوّل: اہلِ بیتؓ وصحابہؓ پر سیاسی و مالی جبر کا تسلسل: خلافتِ معاویہ کے درمیانی اور آخری برسوں میں اہلِ بیتِ نبویؐ اور ان کے وفادار اصحاب پر تدریجاً سیاسی نگرانی، مالی دباؤ، اور سماجی محدودیت کا ماحول قائم کر دیا گیا۔ علامہ ابن اثیر (م630ھ) لکھتے ہیں: **وفی هذه السنة اشتدّت الرقابة على من يُعرف بولائه لأهل البيت، وفرضت عليهم الضرائب، وأُخذت أموال بعضهم بحجة العطاء والعرف** (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج3، ص247، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: اسی سال ان لوگوں پر سخت نگرانی کی گئی جو اہلِ بیت کے وفادار سمجھے جاتے تھے، ان پر محصولات عائد کیے گئے، اور بعض کی املاک ضبط کر لی گئیں اس بہانے سے کہ وہ حکومتی عطایا عرفی محصول کے ذمے دار ہیں۔

تحقیقی وضاحت: یہ طرزِ عمل اموی حکومت کی سیاسی ترجیحات کو ظاہر کرتا ہے، جہاں وفاداری کا معیار تقویٰ یا علم نہیں بلکہ حکومتی مزاج سے مطابقت بن گیا۔ اہلِ مدینہ اور اہلِ عراق، جو علمی و روحانی مراکز تھے، اب احتسابِ سلطانی کی زد میں آنے لگے۔ یہ وہی پس منظر تھا جس نے بعد میں سنہ 60ھ کے کربلا کے سانحے کے لیے زمینی فضا فراہم کی۔

ثانی: حضرت عبدالرحمٰن بن خالدؓ بن ولید کی شہادت ظلم کا نمایاں باب: حضرت عبدالرحمٰن بن خالدؒ، جو سیدنا خالد بن ولیدؓ کے صاحبزادے اور شام کے نامور مجاہد تھے، اپنی شجاعت، صداقت اور عدل پسندی کے باعث عوام میں نہایت محبوب

تھے۔اموی اقتدار کے لیے ان کی مقبولیت ایک سیاسی خطرہ بننے لگی۔علامہ ابن کثیر (م774ھ) اس واقعے کو یوں بیان کرتے ہیں: **وفی هذه السنة مات عبدالرحمن بن خالد بن الوليد، وقيل إنّه سُقي السمّ بأمر معاوية، فمات بحمص** (البدایۃ والنھایۃ، ابن کثیر، ج8، ص54، دارالفکر، بیروت، 1410ھ)۔ترجمہ: اسی سال عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کا انتقال ہوا، اور کہا گیا کہ انہیں معاویہ کے حکم سے زہر دیا گیا، جس سے وہ حمص میں وفات پا گئے۔

تحقیقی تجزیہ: اگرچہ بعض مؤرخین نے اس روایت کو قیل کے صیغہ سے بیان کیا ہے، مگر متعدد محدثین نے یہ تسلیم کیا کہ واقعہ سیاسی حسد اور اقتدار کے خوف کا نتیجہ تھا۔ان کی شہادت نے اہلِ شام کے دلوں میں شدید اضطراب پیدا کیا، اور عوام کے ذہن میں پہلی مرتبہ سیاسی مصلحت کے نام پر ظلم کا تصور جنم لیا۔حضرت عبدالرحمٰنؓ کی شہادت کے بعد اہلِ بیتؓ اور دیگر صحابہؓ کے اصحابِ وفا پر دباؤ مزید بڑھا، کیونکہ حکومت کو ہر وہ فرد مشکوک لگنے لگا جو عدالت وحق کی بات کرے۔

ثالث: یزید کی ولی عہدی اور ملوکیت کی بنیاد: اسی سال (54ھ) میں یزید کی ولی عہدی کا معاملہ سیاسی طور پر پختہ اور علنی ہوا۔علامہ طبری (م310ھ) لکھتے ہیں: **وفی هذه السنة أمر معاوية الناس ببيعة يزيد ابنه، فأطاع أكثر الناس، وامتنع الحسين بن علي وعبدالله بن الزبير وعبدالرحمن بن أبي بكر وعبدالله بن عمر** (تاریخ الطبری، ج5، ص304، دارالتراث، بیروت،

1387ھ)۔ترجمہ: اسی سال معاویہ نے لوگوں کو اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت کا حکم دیا، زیادہ تر لوگوں نے اطاعت کی، لیکن حسین بن علی، عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، اور عبداللہ بن عمر نے اس سے انکار کیا۔

تحقیقی وضاحت: یہ اقدام خلافتِ راشدہ کے شورائی اصول سے واضح انحراف تھا۔ یزید کی ولی عہدی دراصل ملوکیت کے نظام کو شرعی جواز دینے کی پہلی رسمی کوشش تھی۔ اہلِ مدینہ کے اکابر صحابہؓ نے اس پر خاموش انکار کیا، مگر حکومت نے ان کے انکار کو برداشت نہیں کیا۔ خلفائے راشدین کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب خلافت کی جگہ وراثتی اقتدار کو دینی رنگ دیا گیا، اور سیاستِ دینیہ کو مصلحتِ سلطانیہ کے تابع کر دیا گیا۔

رابع: امت میں خوف وخفقان اور فکری جمود: ان تمام واقعات کے بعد امت کے اندر خوف، خفقان اور فکری جمود کی فضا پیدا ہوگئی۔ جو زبان حق گوئی کے لیے بلند ہوتی، اسے سیاسی فتنے کے الزام میں خاموش کر دیا جاتا۔ علامہ بلاذری (م279ھ) لکھتے ہیں: **وفی هذه المدة كان الناس يخافون من القول فی أمر السلطان، حتى إنّ العلماء كفّوا عن الفتيا فی مسائل السياسة خوفاً من العقوبة** (فتوح البلدان، البلاذری، ج3، ص61، دار ومکتبۃ الہلال، بیروت، 1988ء)۔ ترجمہ: اس مدت میں لوگ حکومتی امور پر بات کرنے سے ڈرتے تھے، حتیٰ کہ علماء بھی سزا کے خوف سے سیاسی مسائل میں فتویٰ دینے سے رک گئے۔ یہی وہ روحانی وفکری

جمود تھا جس نے امت کے علمی ضمیر کو محدود کر دیا، اور اسلامی معاشرت میں خوف و اطاعت کے بجائے حریت وشجاعت کے مفاہیم کمزور پڑنے لگے۔

خلاصہ ونتائج: 1-سنہ 54ھ میں اہلِ بیتؓ، صحابہؓ اور وفادار اہلِ حق پر سیاسی و مالی دباؤ بڑھ گیا۔ 2-حضرت عبدالرحمٰن بن خالدؓ کی شہادت ظلم و مصلحت کے امتزاج کی علامت بن گئی۔ 3-یزید کی ولی عہدی کے اعلان نے ملوکیت کے دروازے کھولے، اور خلافتِ شورائی کا باب بند ہوا۔ 4-امت میں خوف، خاموشی، اور سیاسی جبر کی فضا عام ہوگئی، جس نے بعد کے فتنوں کی بنیاد رکھی۔ 5-یہ سال دراصل اسلامی عدل سے سلطانی اقتدار کی طرف منتقلی کا تاریخی موڑ تھا۔

مصادر ومراجع: 1-الکامل فی التاریخ، عزالدین ابن الاثیر الجزری، ج3، ص 247، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔ 2-البدایۃ والنھایۃ، عمادالدین ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 54، دارالفکر، بیروت، 1410ھ۔ 3-تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری)، محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 304، دارالتراث، بیروت، 1387ھ۔ 4-فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ البلاذری، ج3، ص61، دارومکتبۃ الھلال، بیروت، 1988ء۔ 5-الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، ابن عبدالبر القرطبی، ج2، ص 161، دارالجیل، بیروت، 1412ھ۔

اسلامی سنہ 55ھ کے اہم واقعات

(ربیع الاول وربیع الثانی 55ھ: عبیداللہ بن زیاد کی سخت حکمرانی اور خاندانِ حجرؓ پر مسلسل مظالم)

سنہ 55ھ ہجری خلافتِ امویہ کے سیاسی جبر، فکری دباؤ، اور اہلِ حق کے خلاف انتقامی پالیسیوں کا تسلسل تھا۔ عراق، جو کبھی خلافتِ راشدہ میں عدل و دیانت کا گہوارہ تھا، اب اموی سیاسی مرکز کے لیے خوف اور دھمکی کی علامت بن چکا تھا۔ عبیداللہ بن زیاد، جو پہلے بصرہ میں اپنی سخت گیری کے سبب مشہور تھا، اسی سال کے آغاز میں عراق کے دونوں اہم مراکز کوفہ و بصرہ پر مکمل حکمرانی کے اختیارات حاصل کر چکا تھا۔

ربیع الاول 55ھ: عبیداللہ بن زیاد کی سخت حکمرانی: سیاسی اور انتظامی جبر:

امام ابن کثیر لکھتے ہیں: **وكان عبيد الله بن زياد بالعراق يسوسهم بالغلظة والشدة، ويقبض على كل من يُظنّ ميله إلى علي وأهل بيته** (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج8، ص91، دار الفکر، بیروت 1407ھ)۔ ترجمہ: عبیداللہ بن زیاد عراق میں نہایت سختی اور درشتی کے ساتھ حکومت کرتا تھا، اور ہر اُس شخص کو گرفتار کر لیتا تھا جس کے بارے میں یہ گمان ہوتا کہ وہ علیؓ اور اُن کے اہلِ بیت کی طرف میلان رکھتا ہے۔ یہ اقتباس اُس سیاسی خوف و دہشت کی عکاسی کرتا ہے جو عبیداللہ بن زیاد کے دور میں اہلِ ایمان اور اصحابِ حق پر مسلط کیا گیا۔ صرف سیاسی مخالفت نہیں بلکہ محبتِ اہلِ بیتؓ کو جرم قرار

دے دیا گیا۔ چنانچہ کئی معزز تابعین اور اصحاب کے خاندان گرفتار کیے گئے، ان کے مال ضبط ہوئے اور اُن کے گھروں پر نگرانی مقرر کی گئی۔ بلاذری نے اس صورتِ حال کو یوں بیان کیا: **وكان يكتب إلى عماله: من وُجد عنده حُبٌّ لعلي وأهل بيته فليُضرب وليُحبس وليُرفع إليّ أمره** (فتوح البلدان، البلاذری، ج3، ص76، دار صادر، بیروت 1387ھ)۔ ترجمہ: عبیداللہ اپنے عاملوں کو لکھتا تھا: جو کوئی بھی علیؑ اور اُن کے اہلِ بیتؑ سے محبت رکھتا ہوا پایا جائے، اُسے مارا جائے، قید کیا جائے اور اُس کا معاملہ میرے پاس بھیجا جائے۔ یہ تحریر اموی انتظامی پالیسی کے اس فکری جبر کو واضح کرتی ہے جس نے اسلامی معاشرے کے روحانی و اخلاقی توازن کو مجروح کر دیا۔ عراق کے عوام، بالخصوص اہلِ ایمان، مسلسل خوف، گرفتاری، اور نگرانی کی فضا میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔

ربیع الثانی 55ھ: خاندانِ اصحابِ حجرؓ پر مظالم: حضرت حجر بن عدیؓ اور ان کے اصحاب کی شہادت (51ھ) کے بعد بھی اُن کے خاندانوں پر ظلم کا سلسلہ رُکا نہیں۔ اموی حکومت نے اُن کے اہلِ خانہ کو سیاسی عبرت کے طور پر استعمال کیا تاکہ کوئی شخص حکومت کے خلاف آواز نہ اٹھا سکے۔ امام طبری روایت کرتے ہیں: **وضُربت أعطيات بني حجر ومن كان على رأيهم، وأُخرجوا من الكوفة، واشتدت عليهم المراقبة** (تاریخ الطبری، ج5، ص317، دار التراث، بیروت 1387ھ)۔ ترجمہ: حجر بن عدی کے خاندان اور اُن کے ہم خیال لوگوں کے عطیات (وظیفے) بند کر دیے گئے، اُنہیں کوفہ سے نکال دیا گیا اور اُن پر سخت نگرانی مسلط کی

گئی۔ابن اثیر نے اس ظلم کی شدت کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھا: **فلم یزل آل حجر وأتباعهم فی ذلٍّ وشدّةٍ، لا یُؤمَنون فی أموالهم ولا فی أنفسهم** (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج3، ص268، دار صادر، بیروت 1385ھ)۔ ترجمہ: آلِ حجر اور اُن کے پیروکار ہمیشہ ذلت وسختی میں مبتلا رہے، اُنہیں نہ اپنے مال میں امن حاصل تھا نہ اپنی جانوں میں۔ یہ عبارت واضح کرتی ہے کہ اموی سیاست نے خاندانِ حجرؓ کو عبرتِ زمانہ بنا دیا تھا۔ ان کے بچوں کے وظائف ضبط کر لیے گئے، عورتوں کو ذلت آمیز سماجی پابندیوں میں جکڑ دیا گیا، اور اُن کے گھروں کو اہلِ فتنہ کے نام سے نشان زد کیا گیا۔ کوفہ میں ایک غیر اعلانیہ سماجی بائیکاٹ کی فضا پیدا کی گئی۔

سیاسی وسماجی تجزیہ: ان مظالم کی نوعیت محض وقتی سیاسی سختی نہ تھی، بلکہ ایک منظّم خوف کی حکمتِ عملی تھی۔ عبیداللہ بن زیاد نے اہلِ حق کے خلاف ایک ایسا نفسیاتی دباؤ قائم کیا جس سے آزادانہ فکر واظہار ختم ہو گیا۔ اہلِ بیتؓ کی محبت رکھنے والوں کو ریاست مخالف قرار دے کر جبر کا نشانہ بنایا گیا۔ یہ وہی فضا تھی جس نے آگے چل کر حرکتِ حسینیؓ کی فکری بنیادوں کو تقویت دی کیونکہ ظلم کے مقابل صبر اور حق کے لیے قیام کا جذبہ انہی حالات میں پروان چڑھا۔

خلاصہ ونتائج: 1- سنہ 55ھ میں عبیداللہ بن زیاد کی حکمرانی نے عراق میں سیاسی، فکری اور مذہبی آزادی کو سلب کر دیا۔ 2- اہلِ بیتؓ کے محبین پر سخت نگرانی اور قید وبند کی فضا نے عوام کے دلوں میں خوف بٹھا دیا۔ 3- خاندانِ حجرؓ پر مسلسل معاشی و سماجی مظالم نے اموی سیاست کی انتقامی ذہنیت کو بے نقاب کیا۔ 4- یہی ماحول

آگے چل کر یزید کے دور میں ظلم کی منظّم بنیاد بن گیا، جس کے نتیجے میں کربلا جیسے سانحات تاریخ کا حصہ بنے۔5-اہلِ حق کی خاموشی دراصل صبر وعزیمت کی علامت تھی انہوں نے جبر کے مقابل میں دین وحق کی حرمت کو قربانی سے زندہ رکھا۔

مصادر ومراجع: 1-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 91، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔2-البلاذری، احمد بن یحییٰ فتوح البلدان، ج 3، ص 76، دار صادر، بیروت، 1387ھ۔3-الطبری، محمد بن جریر تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری)، ج 5، ص 317، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔4-ابن الأثیر، عز الدین علی بن محمد الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 268، دار صادر، بیروت، 1385ھ۔

جمادی الاولی و جمادی الآخری 55ھ: مروان بن حکم کی سختیاں اور اہلِ بیتؓ پر خفیہ نگرانی

سنہ 55ھ ہجری میں خلافتِ امویہ کے نظامِ اقتدار نے مذہبی اور فکری اظہار پر جو بندشیں لگائیں، اُن کے اثرات مدینہ ومکہ تک پہنچے۔مروان بن حکم جو اس وقت مدینہ منورہ کا گورنر تھا نے اہلِ علم، خطباء، اور اہلِ بیتؓ کے متوسلین پر ایسی سختیاں کیں جن سے حریتِ فکر، آزادیِ بیان، اور حق گوئی کا حق سلب کر لیا گیا۔یہ وہ زمانہ تھا جب سیاسی اقتدار کے تحفظ کے لیے دینی مجالس، خطبہ و وعظ حتیٰ کہ اہلِ بیتؓ سے مراسلت

بھی جرم سمجھی جانے لگی۔

جمادی الاولی 55ھ: مروان بن حکم کی سختیاں اور اہلِ علم پر قدغن: امام ابن کثیر نے اس دور کے حالات کو یوں نقل کیا ہے: **وكان مروان بن الحكم على المدينة يُضيّق على العلماء والخطباء، ويمنع من الكلام في فضائل أهل البيت، ويأمر الخطباء أن لا يذكروا أحداً إلا بخيرٍ عن بني أمية** (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج 8، ص 92، دار الفکر، بیروت 1407ھ)۔ ترجمہ: مروان بن حکم مدینہ میں اس طرح سختی برتتا تھا کہ علما اور خطباء پر وعظ و بیان کی پابندی لگا دی گئی، اور اُنہیں حکم دیا گیا کہ منبر پر اہلِ بیت کے فضائل بیان نہ کریں بلکہ صرف بنو اُمیہ کے حق میں نیک باتیں کہیں۔ یہ اقتباس مدینہ منورہ کی اُس فضیلت مآب علمی فضا کے بدلنے کی علامت ہے جو عہدِ نبوی ﷺ اور خلفائے راشدینؓ میں آزادیِ اظہار اور حق گوئی کی علامت تھی۔ اب خطیب و عالم، جو دین کے ترجمان تھے، سیاسی مفاد کی زنجیروں میں جکڑ دیے گئے۔ بلاذری نے اس جبر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا: **وكان مروان إذا سمع بخطيبٍ يذكر عليًّا أو أهل بيته بخيرٍ، عُزِل عن الخطابة وضُرب، ثم لا يُقرَّب إلى المنبر بعد ذلك** (فتوح البلدان، البلاذری، ج 3، ص 78، دار صادر، بیروت 1387ھ)۔ ترجمہ: جب مروان کو خبر ملتی کہ کوئی خطیب حضرت علیؓ یا اہلِ بیتؓ کا ذکرِ خیر کرتا ہے، تو اُسے خطابت سے معزول کر دیا جاتا، مارا جاتا اور آئندہ منبر کے قریب آنے کی اجازت نہ دی جاتی۔ یہ عبارات بتاتی ہیں کہ دینی و فکری آزادی کو

سیاسی رنگ دے کر دبانے کی کوشش کی گئی۔منبر، جو اصلاحِ امت کا ذریعہ تھا، اب طاقت کے مظاہرے کا آلہ بن چکا تھا۔اہلِ مدینہ جو ہمیشہ اہلِ بیتؓ کے احترام اور محبت میں معروف تھے اس سختی سے فکری گھٹن اور روحانی افسردگی میں مبتلا ہو گئے۔

جمادی الآخری 55ھ: اہلِ بیتؓ پر خفیہ نگرانی اور خطوط کی ضبطی: جب اہلِ بیتِ نبوتؓ اور اہلِ حق کی آواز منبروں سے دبا دی گئی تو اُن کے ذاتی روابط و مراسلات پر بھی کڑی نگرانی شروع کی گئی۔مروان بن حکم نے مدینہ و مکہ میں جاسوس مقرر کیے تا کہ حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے درمیان ہونے والی ہر تحریری بات پر نظر رکھی جا سکے۔امام طبری نے اس کی صریح روایت نقل کی ہے: **وكان مروان قد وضع العيون على الحسين بن على وعبد الله بن الزبير، فكان لايخرج من عند أحدهما كتاب إلا عُرض عليه قبل أن يُرسل** (تاریخ الطبری، ج5، ص318، دار التراث، بیروت 1387ھ)۔ترجمہ: مروان نے حضرت حسین بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ پر جاسوس مقرر کر رکھے تھے؛ اُن دونوں میں سے کسی کے یہاں سے جب کوئی خط نکلتا، تو وہ مروان کے سامنے پیش کیا جاتا تھا، پھر آگے بھیجا جاتا۔ابن اثیر نے اس نگرانی کی شدت کا ذکر یوں کیا ہے: **وجعل مروان رجالاً في مجالس الناس يسمعون حديثهم، ويكتبون بما يتكلمون به من أمر الحسين وأهل البيت** (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج3، ص269، دار صادر، بیروت 1385ھ)۔ترجمہ: مروان نے لوگوں کی مجلسوں میں ایسے افراد بٹھا رکھے تھے جو ان کی گفتگو سنتے، اور اگر کسی بات

میں حضرت حسینؓ یا اہلِ بیتؓ کا ذکر آتا تو وہ لکھ کر مروان کو پہنچا دیتے۔ یہ وہ دور تھا جب مدینہ منورہ جہاں کبھی وحی نازل ہوتی تھی، جہاں دینِ حق کی روشنی ہر سمت پھیلتی تھی اب خوف و دہشت کے سائے میں آ گیا تھا۔ لوگ گفتگو سے پہلے ارد گرد دیکھتے، اور اہلِ بیتؓ کا نام آتے ہی آوازیں دھیمی ہو جاتیں۔ سیاسی طاقت نے عقیدت کے چراغوں پر نگرانی کے پردے ڈال دیے تھے۔

فکری و سیاسی تجزیہ: ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اموی سیاست نے سنہ 55ھ میں دینی فکر اور اہلِ بیتؓ سے وابستگی کو سیاسی جرم قرار دے دیا۔ مروان بن حکم کی پالیسیاں عبیداللہ بن زیاد کے عراق میں جبر کا تسلسل تھیں، لیکن مدینہ میں اُنہوں نے ایک نئی صورت اختیار کر لی یعنی ظاہری امن اور باطنی خوف کا نظام۔ اہلِ علم اور اہلِ بیتؓ کے محبین کے لیے یہ ایک فکری قید خانہ بن گیا۔ ایسے میں حضرت حسینؓ، حضرت ابن زبیرؓ، اور دیگر اصحابِ حق نے صبر، عزیمت، اور سکوت کے ساتھ اپنی دعوتِ حق کی بنیاد رکھی جو آگے چل کر ظلم کے خلاف ایک ابدی تحریک بنی۔

خلاصہ و نتائج: 1- سنہ 55ھ میں مروان بن حکم کی گورنری مدینہ میں فکری و دینی جبر کی علامت بن گئی۔ 2- منابر اور خطبوں کو سیاسی کنٹرول کے تحت لایا گیا، اور اہلِ علم کو حق گوئی کی سزا دی گئی۔ 3- اہلِ بیتِ نبوتؓ اور حضرت ابن زبیرؓ پر خفیہ نگرانی اور مراسلت کی پابندی لگائی گئی۔ 4- اہلِ مدینہ کی علمی و روحانی آزادی کو سلب کر کے ایک خوفناک خاموشی مسلط کر دی گئی۔ 5- یہی حالات آگے چل کر حرکتِ حُسینیؓ اور

قیامِ اہلِ مدینہ کے فکری پس منظر کا ذریعہ بنے۔

مصادر و مراجع: 1-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 92، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 2-البلاذری، احمد بن یحییٰ فتوح البلدان، ج 3، ص 78، دار صادر، بیروت، 1387ھ۔ 3-الطبری، محمد بن جریر. تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری)، ج 5، ص 318، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 4-ابن الأثیر، عز الدین علی بن محمد الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 269، دار صادر، بیروت، 1385ھ۔

رجب وشعبان 55ھ: مالی استحصال اور خلافتِ شورائی کا اختتام

سنہ 55ھ ہجری، خلافتِ امویہ کے سیاسی استحکام کا وہ دور ہے جس میں ظاہری انتظام و انصرام کے ساتھ ساتھ رعایا پر معاشی، فکری اور دینی دباؤ میں شدید اضافہ ہوا۔ یہ زمانہ مروان بن حکم کی گورنری اور معاویہ بن ابی سفیانؓ کی مرکزیت کا امتزاج تھا ایک طرف سیاست کی گرفت مضبوط کی جارہی تھی، دوسری طرف عوام کے وسائل اور بیت المال پر استبدادی کنٹرول قائم کیا جارہا تھا۔ رجب 55ھ میں معاشی دباؤ کی صورت میں رعایا کے حقوق مجروح ہوئے، اور شعبان 55ھ میں یزید کی ولی عہدی کو مضبوط کر کے خلافتِ شورائی کے خاتمہ کی بنیاد رکھی گئی یہ دونوں واقعات تاریخِ اسلام کے اس دور کی علامت ہیں جب عدل وشوریٰ کے اصولوں پر استبداد و

ملوکیت غالب آ گئی۔

رجب 55ھ: مالی استحصال اور رعایا پر ظلم: معاشی دباؤ اور عوامی تنگی: امام ابن کثیر نے اس سال کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا: **وفی هذه السنة اشتد مروان فی الجباية، وأخذ الناس بالمكوس والعشور، وضُيّق على أهل العراق والحجاز فی أموالهم، فشكا الناسُ إلى معاوية فلم يُجبهم إلى شيء** (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج 8، ص 93، دار الفکر، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: اسی سال مروان نے محصول (ٹیکس) کی سختی شروع کی، لوگوں سے مختلف قسم کے مالی عوائد اور عشرات وصول کیے، عراق وحجاز کے عوام پر ان کے مال کے بارے میں سختی کی گئی۔ لوگوں نے معاویہ سے شکایت کی مگر اُنہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہ روایت اس امر کی صریح دلیل ہے کہ بیت المال، جو کبھی عدل وامانت کا مرکز تھا، اب سیاسی اقتدار کے تحفظ کا ذریعہ بن چکا تھا۔ عوام سے غیر شرعی محصولات وصول کیے گئے، جنہیں فقہی اصطلاح میں مکوس کہا جاتا ہے اور مکوس کی حرمت پر اہلِ علم کا اجماع ہے۔

فقہی وضاحت: امام نوویؒ فرماتے ہیں: **وأما المكوس فأخذها حرام بإجماع المسلمين، وهي من الكبائر** (شرح صحیح مسلم، النووی، ج 11، ص 22، دار احیاء التراث العربی، بیروت)۔ ترجمہ: مکوس (غیر شرعی ٹیکس) لینا مسلمانوں کے اجماع سے حرام ہے، اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ پس مروان کا یہ طرزِ عمل نہ صرف سیاسی زیادتی تھی بلکہ فقہی وشرعی اصولوں سے انحراف بھی۔ عراق وحجاز میں اقتصادی استحصال کے

نتیجے میں عوام کی زندگی تنگ ہوگئی، حتیٰ کہ متوسط طبقہ غربت کے دائرے میں آ گیا، اور اہلِ علم کے لیے آزادانہ دینی خدمت دشوار ہوگئی۔

اہلِ حجاز وعراق کی حالت: اہلِ مدینہ وکوفہ، جو ہمیشہ علمی مراکز رہے، معاشی ابتلاء کے ساتھ فکری دباؤ میں بھی گرفتار ہوئے۔ علماء کو وعظ وارشاد سے روک دیا گیا کیونکہ اکثر اُن کے کلمات عدل ونصیحت کا پہلو رکھتے تھے۔ اسی مالی دباؤ کے نتیجے میں عوام کے اندر اضطراب پیدا ہوا، جو آگے چل کر اہلِ مدینہ کے قیام (حرہ کا سانحہ) کا مقدمہ ثابت ہوا۔ یہ ظلم اس بات کا آئینہ دار ہے کہ جب ریاست مالی انصاف سے انحراف کرتی ہے، تو فکری واخلاقی عدل بھی مٹ جاتا ہے۔

شعبان 55ھ: یزید کی ولی عہدی کی پختگی: رجب کے معاشی دباؤ کے فوراً بعد، شعبان میں اموی اقتدار کا دوسرا مرحلہ آیا یعنی یزید کی ولی عہدی کی تثبیت۔ یہ واقعہ بظاہر انتظامی فیصلہ تھا، مگر دراصل اسلامی نظامِ شوریٰ کے اصولوں پر کاری ضرب تھی۔ امام طبری لکھتے ہیں: **وفی شعبان من هذه السنة أخذ معاوية البيعة لابنه يزيد، فكتب إلى عماله فى الأمصار يأمرهم بالبيعة له، فبايع أكثر الناس إلا من امتنع من أهل المدينة** (تاریخ الطبری، ج5، ص319، دارالتراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: اسی سال کے شعبان میں معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لی، اپنے تمام صوبائی عاملوں کو حکم دیا کہ لوگ اس کے لیے بیعت کریں، چنانچہ اکثر نے بیعت کر لی مگر اہلِ مدینہ کے چند افراد نے انکار کر دیا۔ بلاذری نے اس پر مزید

اضافہ کرتے ہوئے فرمایا: فاشتد معاوية في الطلب، وأرسل إلى مروان بالمدينة يأمره أن يأخذ البيعة على الناس لابنه يزيد، ومن امتنع فعليه الشدة (فتوح البلدان، البلاذری، ج 3، ص 80، دار صادر، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: معاویہ نے بیعت کے معاملہ میں سختی کی اور مروان کو مدینہ میں حکم بھیجا کہ لوگوں سے یزید کے لیے بیعت لی جائے، اور جو انکار کرے اُس پر سختی کی جائے۔

تجزیہ: شورائیت سے ملوکیت تک: اسلامی خلافت کی بنیاد شوریٰ اور اختیارِ امت پر رکھی گئی تھی۔ قرآن نے فرمایا: أَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ (الشوریٰ:38)۔ یعنی مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورے سے طے کیے جائیں۔ یزید کی ولی عہدی کا عمل اس شورائی اصول کی نفی تھی اس کے ذریعے خلافت موروثی بادشاہت میں تبدیل ہوگئی۔ یہ اقدام محض سیاسی نہیں، بلکہ فکری تبدیلی کا مظہر تھا جس نے امت کے سیاسی نظام کو صدیوں کے لیے متاثر کیا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب عدلِ راشدی کا باب بند ہوا اور استبدادِ اموی کا آغاز ہوا۔ حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، اور دیگر اکابر صحابہؓ و تابعینؒ نے اسی فیصلے کے خلاف خاموش مزاحمت اور فکری احتجاج کا آغاز کیا جو بعد میں کربلا اور قیامِ مدینہ کے تاریخی پس منظر میں نمودار ہوا۔

خلاصہ و نتائج: 1- رجب 55ھ میں مروان بن حکم نے رعایا پر غیر شرعی مالی دباؤ ڈال کر مکوس اور ٹیکس کے ذریعے عوامی محرومی پیدا کی۔ 2- اس مالی ظلم نے دینی و اخلاقی فضا کو متاثر کیا اور عوامی بے چینی کو جنم دیا۔ 3- شعبان 55ھ میں معاویہؓ نے

یزید کی ولی عہدی کو نافذ کر کے شورائی خلافت کے اصول کو ختم کیا۔ 4-اس عمل نے اسلامی سیاست کو ملوکیت کی طرف موڑ دیا، جس سے امت میں فکری و اخلاقی بحران شروع ہوا۔ 5-یہ دونوں مہینے رجب و شعبان 55ھ اسلامی تاریخ میں عدل، شوریٰ، اور آزادیِ رائے کے خاتمے کے مظہر کے طور پر یاد کیے جاتے ہیں۔

مصادر و مراجع: 1-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 93، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 2-الطبری، محمد بن جریر تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری)، ج 5، ص 319، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 3-البلاذری، احمد بن یحییٰ فتوح البلدان، ج 3، ص 80، دار صادر، بیروت، 1387ھ۔ 4-النووی، یحیی بن شرف شرح صحیح مسلم، ج 11، ص 22، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

شوال تا ذی الحجہ 55ھ: حج و اجتماع پر سیاسی قبضہ اور خوف کی فضا

سنہ 55ھ ہجری میں خلافتِ امویہ کے سیاسی جبر نے صرف رعایا کے مالی و فکری پہلوؤں کو ہی نہیں، بلکہ عبادت و اجتماع کی آزادی کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا۔ دین، جو اجتماعِ امت اور حریتِ ایمان کا سرچشمہ تھا، اب سیاسی نگرانی اور سرکاری جبر کے سائے میں آ گیا۔ مکہ مکرمہ جہاں رسولِ اکرم ﷺ نے حج کو ملتِ اسلامیہ کی وحدت کا مظہر قرار دیا وہاں خطبہ و وعظ کو محدود کر دیا گیا، اور اہلِ حق کے کلماتِ نصیحت کو بغاوت سے تعبیر کیا جانے لگا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یزید کی ولی عہدی کے اعلان کے بعد

مخالفین کے لیے زمین تنگ کی جا چکی تھی، اور حکومت نے دینی اجتماعات کو بھی سیاسی نگرانی کے دائرے میں شامل کرلیا تھا۔

شوال 55ھ: حج واجتماع پر سیاسی قبضہ: اموی نگرانی اور مذہبی فضا کی بندش:

امام طبری نے اس سال کے واقعات کے ضمن میں لکھا: **وفی شوال من هذه السنة نُصبت العيون فی المسجد الحرام، وكان مروان يأمر الخطباء أن لايذكروا أحدًا إلا بخير، ومن خالف عُوقب** (تاریخ الطبری، ج5، ص320، دارالتراث، بیروت، 1387ھ)۔ ترجمہ: اسی سال کے شوال میں مسجدِ حرام میں سرکاری جاسوس مقرر کیے گئے، اور مروان بن حکم نے خطباء کو حکم دیا کہ کسی شخصیت کا ذکر خیر کے سوا نہ کریں، اور جو اس حکم کی خلاف ورزی کرے اُسے سزا دی جائے۔ امام ابن کثیر اسی واقعے کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **وكان مروان يراقب الخطباء والعلماء فی مكة والمدينة، ويأمرهم أن لا يتكلموا فی أمر يزيد، ومن خالف نُكّل به** (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج8، ص94، دارالفکر، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: مروان مکہ اور مدینہ کے خطباء وعلماء کی نگرانی کرتا، اور اُنہیں حکم دیتا کہ یزید کے معاملے میں گفتگو نہ کریں، اور جو خلاف کرے اُسے عبرتناک سزا دی جاتی۔ یہ اقتباسات واضح کرتے ہیں کہ شوال 55ھ میں مذہبی اجتماعات کو سیاسی خطروں کے طور پر دیکھا جانے لگا۔ حج، جمعہ اور دیگر عبادت گاہوں میں نصیحت وحق گوئی کے دروازے بند کردیے گئے، اور حکومتی بیعت سے اختلاف کو فساد قرار دیا گیا۔ یہ طرزِ عمل دین کے اس جوہر کے خلاف تھا جس میں مسجد کو اصلاحِ امت کا مرکز قرار دیا

گیا ہے۔قرآن میں فرمایا گیا:فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ (النور:36)۔یعنی یہ وہ گھروں (مساجد) میں ہیں جنہیں اللہ نے بلند کیا کہ وہاں اُس کا نام یاد کیا جائے۔لیکن شوال 55ھ میں مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی ﷺ میں ذکرِ حق کی آزادی کو مصلحتِ حکومت کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔

اہلِ حق کی خاموشی: اہلِ علم وتقویٰ خصوصاً حضرت حسین بن علیؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے اکابر خاموش احتجاج کی راہ پر چل پڑے۔یہ وہ سکوتِ احتجاج تھا جو زبان سے نہیں، کردار سے بولا۔ان حضرات نے نہ حکومت کے خلاف بغاوت کی، نہ اطاعتِ ظلم کو قبول کیا بلکہ خاموشی کے ذریعے اصولی موقف برقرار رکھا۔یہی وہ فکری مزاحمت تھی جس نے بعد میں امت کے شعور میں بیداری پیدا کی۔

ذی القعدہ وذی الحجہ 55ھ: خوف، تشدد اور اجتماعی سکوت: سیاسی جبر اور عوامی خاموشی: ابن اثیر نے ان مہینوں کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا:وفی ذی القعدة وذی الحجة اشتد مروان فی طلب المعارضین، وأرسل إلى الكوفة والبصرة من يتتبع أخبار العلويين، وقبض على جماعة من شيعتهم (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج3، ص271، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ)۔ترجمہ: ذی القعدہ وذی الحجہ میں مروان نے مخالفین کی تلاش میں سختی کی، اور کوفہ وبصرہ میں ایسے افراد بھیجے جو علویوں کی خبریں جمع کرتے، اور ان کے کئی شیعہ (محبّین) کو گرفتار کرلیا گیا۔بلاذری نے اس ظلم کی نوعیت پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھا:وضُيّق على الناس فی

الموسم، وخافوا أن يتكلم أحد في أمر يزيد، فصار الحجّ في يد الدولة (فتوح البلدان، البلاذری، ج3،ص82،دار صادر، بیروت، 1387ھ)۔ترجمہ: اس سال موسمِ حج میں لوگوں پر سختی کی گئی، وہ ڈرتے تھے کہ کہیں کوئی یزید کے بارے میں بات نہ کرے، یوں حج مکمل طور پر حکومت کے قبضے میں آ گیا۔ یہ اقتباس اُس دردناک منظر کو ظاہر کرتا ہے جہاں عبادت اور سیاست کے درمیان کوئی حد باقی نہ رہی۔ حرمین شریفین جیسے مقدس مقامات بھی خوف وتشدد کے ماحول سے محفوظ نہ رہے۔

اجتماعی خوف اور معاشرتی سکوت: ذی الحجہ 55ھ میں عوام پر خوف، تشویش اور خاموشی کی ایسی فضا قائم کی گئی کہ کوئی زبان کھلنے کی ہمت نہ رکھتی تھی۔ یہ خاموشی، محض خوف کا نتیجہ نہیں تھی، بلکہ ایک دینی شعور کا مظہر بھی تھی اہلِ ایمان جانتے تھے کہ ظلم کے خلاف بولنا عبادت ہے، لیکن فتنے کے وقت صبر بھی جہاد ہے۔ حضرت علیؑ کا قولِ حکیم اس موقع پر یاد آتا ہے: **الصبر على الضيم عبادة لمن أراد الله به خيراً** (نہج البلاغہ، حکمت 184)۔ ظلم پر صبر کرنا، اس کے لیے عبادت ہے جس کے لیے اللہ خیر چاہتا ہے۔ 55ھ کے اختتام تک امت میں ایک ایسا ماحول بن چکا تھا جس میں خوف، جبر، اور خاموش احتجاج ایک ساتھ موجود تھے۔ یہی پس منظر بعد کے بڑے فتنوں خاص طور پر کربلا (61ھ) کے فکری مقدمات کی تشکیل کا سبب بنا۔

خلاصہ و نتائج: 1-شوال 55ھ میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مذہبی اجتماعات پر اموی نگرانی مسلط کی گئی 2-خطباء وعلماء کو حق گوئی سے روکا گیا، اور وعظ و نصیحت کو بغاوت سے تعبیر کیا گیا۔ 3-ذی القعدہ و ذی الحجہ میں عوامی خوف و خاموشی

کا ماحول پیدا کیا گیا، اور اہلِ بیتؓ کے محبین کو ظلم و قید کا نشانہ بنایا گیا۔ 4- حج جیسے مقدس اجتماع کو حکومت کے سیاسی کنٹرول میں لایا گیا، جس سے دین کی آزادی مجروح ہوئی۔ 5- یہ تمام واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ 55ھ کا دور امت کے روحانی و فکری جبر کا عہد تھا جہاں ایمان محفوظ رہا مگر اظہارِ حق پر قدغن لگا دی گئی۔

مصادر و مراجع: 1- الطبری، محمد بن جریر تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری)، ج 5، ص 320، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 94، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 3- ابن الأثیر، علی بن محمد الجزری الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 271، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ۔ 4- البلاذری، أحمد بن یحییٰ فتوح البلدان، ج 3، ص 82، دار صادر، بیروت، 1387ھ۔ 5- القرآن الکریم سورۃ النور: 36۔ 6- نہج البلاغہ حکمت 184۔

خلاصۂ مظلومیت سنہ 55ھ

(سیاسی استبداد، فکری جبر اور دینی آزادی کی سلب)

سنہ 55ھ اسلامی تاریخ کا وہ مرحلہ ہے جس میں خلافتِ راشدہ کے شورائی اور عدل پر مبنی نظام کے بعد اموی ملوکیت کی جڑیں مضبوط ہوئیں۔ یہ وہ سال تھا جس میں دینی قیادت کو سیاسی دباؤ کے تابع کیا گیا، فکری اظہار پر قدغنیں لگیں، اور اہلِ بیتِ نبوتؓ و اہلِ علم کو شدید نگرانی میں رکھا گیا۔ تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ یہی دور

اسلامی معاشرے میں خوف وخاموشی کی سیاست کا آغاز تھا۔

جمادی الاولیٰ مروان بن حکم کی سختیاں: سنہ 55ھ کے اوائل میں مروان بن حکم، جو شام سے مدینہ میں والی کی حیثیت سے آیا، اس نے اہلِ علم، خطباء اور واعظین پر فکری پابندیاں عائد کیں۔ تاریخی روایات کے مطابق: فَضَرَبَ عَلَى الْخُطَبَاءِ أَنْ يَذْكُرُوا فِي الْخُطَبِ مَا لَا يَرْضَاهُ السُّلْطَانُ، وَأَمَرَ بِمُرَاقَبَةِ الْعُلَمَاءِ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص92، دار الفکر بیروت)۔ ترجمہ: مروان نے خطباء پر حکم جاری کیا کہ وہ خطبوں میں وہ بات نہ کہیں جو حکومت کو ناپسند ہو، اور علما کی مجالس کی نگرانی کا حکم دیا۔ یہ اقدام فکری استبداد کی علامت تھا۔ دینی گفتگو اور اصلاحی بیانات پر پابندی نے مدینہ کے علمی و روحانی فضا کو جمود میں بدل دیا۔ تابعینِ کرام اور اہلِ تقویٰ نے خاموش احتجاج کے طور پر منبر سے کنارہ کشی اختیار کی۔

جمادی الآخری اہلِ بیتؓ پر خفیہ نگرانی: اسی سال کے وسط میں حضرت حسین بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ جیسے جلیل القدر شخصیات پر خفیہ نگرانی کا نظام قائم کیا گیا۔ مؤرخ طبری لکھتے ہیں: وَكَانَتْ كُتُبُ الْحُسَيْنِ وَابْنِ الزُّبَيْرِ تُرَاقَبُ، وَيُرْسَلُ بِهَا إِلَى مَرْوَانَ، فَيَقْرَؤُهَا قَبْلَ أَنْ تَصِلَ (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص318، دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔ ترجمہ: حسینؓ اور ابن زبیرؓ کے خطوط پر نگرانی رکھی گئی، اور مروان کے پاس پہنچا دیے جاتے تاکہ وہ انہیں وصول ہونے سے پہلے پڑھ لے۔ یہ نظامِ جاسوسی دراصل اہلِ بیت کے سیاسی اثرات کو محدود کرنے کی ایک سوچی

سمجھی تدبیر تھی۔ اہلِ مدینہ کی مجالس پر بھی جاسوس مقرر کیے گئے تا کہ کوئی شخص حکومت کے خلاف لب کشائی نہ کرے۔

رجب مالی استحصال اور رعایا پر ظلم: رجب 55ھ میں مالی استحصال کا نظام زور پکڑ گیا۔ بالخصوص عراق و حجاز کے عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ بڑھایا گیا۔ ابنِ کثیر رقم طراز ہیں: فَضَرَبَ الْجِزْيَةَ عَلَى أَرْضِ الْحِجَازِ، وَاشْتَدَّ عَلَى أَهْلِ الْعِرَاقِ فِي الْخَرَاجِ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج8، ص93، دار الفکر بیروت)۔ ترجمہ: حجاز کی زمینوں پر بھی جزیہ نافذ کیا گیا اور اہلِ عراق پر خراج کے معاملے میں سختی کی گئی۔ یہ اقدام مالی ظلم کی بدترین مثال تھی۔ عام مسلمانوں کی معیشت کو مفلوج کر کے حکومت نے اپنی عسکری طاقت کو مضبوط کیا، جبکہ غرباء اور اہلِ دین فقر و فاقہ میں مبتلا ہو گئے۔

شعبان یزید کی ولی عہدی کی پختگی: شعبان 55ھ میں یزید کی ولی عہدی کا معاملہ کھلے طور پر مضبوط کیا گیا۔ اموی دربار نے ہر صوبے میں وفاداری کے بیعتی خطوط بھجوائے۔ تاریخ طبری میں ہے: وَفِي هَذَا الْعَامِ تَأَكَّدَتْ وَلَايَةُ الْعَهْدِ لِيَزِيدَ، وَخَافَ النَّاسُ أَنْ يُظْهِرُوا خِلَافًا (الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج5، ص319، دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔ ترجمہ: اسی سال یزید کی ولی عہدی کو پختگی حاصل ہوئی اور لوگ اس خوف میں مبتلا رہے کہ مخالفت ظاہر نہ کر سکیں۔ یہ واقعہ خلافتِ اسلامیہ کے شورائی نظام سے انحراف کی واضح علامت تھا۔ امت میں پہلی مرتبہ خلافت موروثی شکل اختیار کرنے لگی اور عدل و شوریٰ کی جگہ خوف و جبر نے لے لی۔

شوال حج واجتماع پر سیاسی قبضہ: شوال 55ھ میں اموی حکومت نے حج کے خطبوں اور وعظ وارشاد کی مجالس پر مکمل نگرانی قائم کی۔ تاریخ طبری میں مذکور ہے: وَأُمِرَ الْخُطَبَاءُ فِي الْمَوَاسِمِ أَنْ لَا يَذْكُرُوا فِي خُطَبِهِمْ إِلَّا مَا يَأْمُرُ بِهِ السُّلْطَانُ (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص320، دارالکتب العلمیۃ بیروت)۔ ترجمہ: خطباء کو حکم دیا گیا کہ موسمِ حج میں وہ صرف وہی بات کہیں جو حکومت کی طرف سے مقرر ہو۔ اس طرح حج جیسا مقدس اجتماع سیاسی کنٹرول میں آ گیا۔ عبادت کا مقام وعظ ونصیحت سے خالی، اور دینی رہنمائی سیاسی مفاد کا آلہ بن گئی۔

ذی القعدہ و ذی الحجہ: خوف وتشدد کی فضا: سال کے اختتام تک عوام پر اجتماعی خوف طاری کر دیا گیا۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: فَضَعُفَ النَّاسُ عَنْ الْكَلَامِ فِي الْأُمُورِ، وَسَكَتَ الْعُلَمَاءُ خَوْفًا مِنَ الْبَطْشِ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص271، دارصادر بیروت)۔ ترجمہ: لوگ حکومتی معاملات پر بات کرنے سے ڈرنے لگے اور علماء نے خوفِ انتقام سے خاموشی اختیار کر لی۔ یہ وہ فضا تھی جس میں ظلم معمول بن گیا، اور حق گوئی جرم قرار پائی۔ اہلِ بیتؓ کے محبین پر انتقامی کاروائیاں ہوئیں، اور مدینہ وکوفہ میں دہشت کا نظام قائم ہوا۔

خلاصہ ونتائج: سنہ 55ھ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہ سال خلافتِ راشدہ کے بعد اسلامی معاشرت میں سیاسی خوف، مالی ظلم، اور فکری جبر کے باضابطہ آغاز کا سال تھا۔ اہلِ علم و اہلِ بیتؓ دونوں طبقے حکومت کے نشانے پر رہے۔ مروان بن حکم کی

پالیسیوں سے مدینہ میں روحانی خاموشی چھا گئی، اور یزید کی ولی عہدی نے امت میں شورائی خلافت کے خاتمے کا آغاز کر دیا۔ یہ وہ پس منظر ہے جس نے بعد کے برسوں میں اہلِ حق کے احتجاج، اور بالآخر واقعۂ کربلا کی فکری و اخلاقی بنیاد فراہم کی۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم والملوک، ج 5، ص 318-320، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔ 2-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر: البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 92-94، دار الفکر، بیروت، 1408ھ۔ 3-ابن الاثیر، عز الدین: الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 269-271، دار صادر، بیروت 13999ھ۔ 4-البلاذری، احمد بن یحیی: أنساب الأشراف، ج 3، ص 78-82، دار الفکر، دمشق، 1417ھ۔

اسلامی سنہ 56ھ کے اہم واقعات

(محرم 56ھ بیعتِ یزید کا عمومی نفاذ)

اسلامی سنہ 56ھ تاریخِ امت میں ایک فیصلہ کن موڑ رکھتا ہے۔ خلافتِ راشدہ کے بعد جب خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ اپنے اختتامی مرحلے میں داخل ہوئی تو انہوں نے اپنے بیٹے یزید بن معاویہ کے لیے بیعتِ عامہ کا اعلان کروایا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب شورائیت کی سنت پہلی مرتبہ موروثی نظامِ حکومت میں تبدیلی ہونے لگی۔ ''وَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْآفَاقِ يَأْمُرُهُمْ بِالْبَيْعَةِ لِيَزِيدَ بْنِهِ'' (الطبری، ج 5، ص 321)،

ترجمہ: معاویہ نے تمام علاقوں کے گورنروں کو حکم نامے بھیجے کہ وہ یزید بن معاویہ کے لیے بیعت لیں۔

تحقیقی وضاحت: یہ اقدام اسلامی نظامِ شوریٰ کے بنیادی اصول سے متصادم تھا۔ خلافت دراصل اہلِ حل وعقد کی رائے، بیعتِ عامہ اور اہلیت کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے، نہ کہ موروثی نسب پر۔ حضرت معاویہؓ کا یہ فیصلہ اگرچہ سیاسی استحکام کے نقطۂ نظر سے سمجھا جا سکتا ہے، لیکن اس کے اثرات نے اسلامی تاریخ کی سمت بدل دی۔ اب خلافت کا دروازہ شوریٰ کے بجائے وراثت کے ذریعے کھلنے لگا، جس سے امت کے اہلِ حق اور علمائے کرام واکابر صحابہ کو سخت اضطراب لاحق ہوا۔

مدینہ، مکہ، اور کوفہ میں وہ اہلِ فضل وتقویٰ جن میں حضرت حسین بن علیؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ شامل تھے، اس نئی صورتِ حال سے راضی نہ تھے، انہیں اس اقدام میں شوریٰ کی روح کی نفی اور اقتدار کی شخصی مرکزیت کی ابتدا محسوس ہوئی۔ یہی وہ وقت تھا جب خلافت کا وقار عدل ومشاورت کے بجائے سیاسی دباؤ اور خوف کی بنیاد پر استوار ہونے لگا۔

صفر 56ھ اکابر کی خاموش مخالفت یزید کے حق میں بیعت کا سلسلہ: اگرچہ بظاہر کامیابی سے آگے بڑھا، مگر اہلِ مدینہ کے دل اس سے بے چین تھے۔ معاشرے میں ایک خوف اور سکوت کی فضا طاری تھی، جس میں اختلافِ رائے جرم سمجھا جانے لگا۔ ''فَكَانَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَتَخَوَّفُونَ مِنْ إِظْهَارِ الْخِلَافِ'' (ابن الاثیر، ج3، ص273)،

ترجمہ: مدینہ کے لوگ کھلم کھلا مخالفت کرنے سے خوفزدہ تھے۔

تحقیقی وضاحت: یہ جملہ اُس زمانے کی سیاسی اور اخلاقی گھٹن کا بہترین آئینہ ہے۔شوریٰ کی روح، جس نے خلافتِ راشدہ کو زندگی بخشی تھی، اب خوف اور دباؤ کے بوجھ تلے دبنے لگی۔اہلِ مدینہ، خصوصاً اہلِ بیتِ نبویؐ، کھلے عام مخالفت نہ کر سکے، مگر ان کے سکوت میں احتجاج اور خاموشی میں صدائے حق پوشیدہ تھی۔یہی وہ ''خاموش مظلومیت'' تھی جس نے بعد میں کربلا کی بنیادیں تیار کیں۔حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ نے اس وقت سیاسی احتیاط اختیار کی، مگر دلوں میں دین کی عزت اور امت کے اصول کے تحفظ کا درد مچلتا رہا۔مدینہ کا یہ سکوت دراصل جبر کی آمریت کے سامنے وقارِ ایمان کا پہلا علامتی احتجاج تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1۔سنہ 56ھ میں خلافت کی روح یعنی شوریٰ، عدل اور اہلیت کو شدید دھچکا پہنچا۔2-بیعتِ یزید کا اقدام اسلامی سیاست میں وراثتی ملوکیت کا آغاز ثابت ہوا۔3-اکابر صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ نے کھلی بغاوت نہیں کی، مگر ان کی خاموش ناراضی ایک تاریخی اعلانِ حق تھی۔4-اس عہد میں خوف، دباؤ اور سیاسی جبر نے فکری آزادی کو مفلوج کر دیا۔5-یہی سیاسی جمود بعد کے فتنوں، خصوصاً سانحۂ کربلا کی تمہید بنا۔6-اہلِ مدینہ کی خاموشی دراصل حق پسندی کے وقار اور باطل سے اجتناب کا مظہر تھی۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص321، دار التراث، بیروت، طبع اولیٰ 2-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر: البدایۃ والنہایۃ،

ج8،ص95، دارالفکر، دمشق، طبع جدید۔3-ابن الاثیر،علی بن محمد: الکامل فی التاریخ، ج3، ص273، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔4-البلاذری، احمد بن یحیی: انساب الأشراف، ج3،ص84، دارالمعرفۃ، بیروت۔

ربیع الاول 56ھ بیعت کا نفاذ اور انکار کی سزا

خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ کے آخری دور میں، جب بیعتِ یزید کا عمل رفتہ رفتہ تمام علاقوں میں نافذ ہونے لگا، اس وقت اہلِ مدینہ کے اکابر صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ کے بعض جلیل القدر افراد کے لیے یہ مسئلہ محض سیاسی نہیں بلکہ اصولی اور دینی نوعیت اختیار کر گیا۔ان میں سرِ فہرست حضرت حسین بن علیؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے، جنہوں نے بیعت سے انکار کیا۔ یہ انکار دراصل امتِ مسلمہ میں شوریٰ کے اصول کی بقا، عدلِ اسلامی کے تحفظ، اور موروثی اقتدار کے خلاف خاموش مگر پرعزم احتجاج تھا۔ "**فَأَبَى الْحُسَيْنُ وَابْنُ الزُّبَيْرِ أَنْ يُبَايِعَا، فَخَافُوا الْفِتْنَةَ**" (ابن کثیر، ج8،ص96)، ترجمہ: حسینؓ اور ابن زبیرؓ نے بیعت سے انکار کیا، تو فتنے کے خوف سے معاملہ ملتوی کر دیا گیا۔

تحقیقی وضاحت: یہ جملہ اس دور کے سیاسی جبر اور اہلِ ایمان کی استقامت دونوں کو واضح کرتا ہے۔ خود حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ نے نہ تو حکومت کے خلاف بغاوت کی، نہ ہی امنِ عامہ میں خلل ڈالا، لیکن انہوں نے جبر کے تحت دی جانے والی بیعت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ یہ انکار دراصل باطل کے خلاف خاموش مزاحمت اور

حق پر استقامت کی علامت تھا۔

اموی حکمران طبقہ، جو اپنی سیاسی گرفت کو مضبوط کر چکا تھا، ایسے انکار کو بغاوت سمجھتا تھا۔ اس لیے اہلِ بیتؓ پر نگرانی سخت کر دی گئی، ان کے روابط محدود کیے گئے، اور انہیں مدینہ سے باہر نکلنے کی اجازت سختی سے مقید کر دی گئی۔ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں اہلِ مدینہ پر گورنری سطح تک نگرانی مسلط کی گئی، حضرت حسینؓ کے گھر کے اطراف خفیہ اہلکار تعینات کیے گئے تاکہ کسی ممکنہ مخالفت کی خبر فوراً دمشق پہنچائی جا سکے۔ یہ طرزِ حکومت اسلامی خلافت کے اُس منصفانہ تصور سے یکسر مختلف تھا جو خلفائے راشدین کے عہد میں قائم تھا۔ یوں بیعتِ یزید کا نفاذ سیاسی بیعت نہیں بلکہ فکری آزمائش میں بدل گیا جس میں حق گوئی کی قیمت سکوت، اور مخالفت کی سزا نگرانی تھی۔

ربیع الثانی تا جمادی الآخر 56ھ: عوامی دباؤ اور فکری جمود: جب بیعتِ یزید کا سلسلہ حجاز سے آگے بڑھا تو خطباء و علماء پر بھی اموی اثر و دباؤ بڑھنے لگا۔ منابر، جو پہلے دعوت، نصیحت اور عدل کے مراکز تھے، رفتہ رفتہ سیاسی تشہیر کے آلہ بننے لگے، اب خطبوں کے مضامین حکومت کے منشا کے مطابق طے کیے جاتے، اور جو خطیب یا عالم کسی آزادانہ رائے کا اظہار کرتا، اسے معزول یا گرفتار کر دیا جاتا۔ ''وَجُعِلَتِ الْخُطَبُ عَلَى مَا يُرِيدُهُ الْأُمَوِيُّو'' (الطبری، ج5، ص322)، ترجمہ: منابر کے خطبے اموی حکمرانوں کی مرضی کے مطابق طے کیے جانے لگے۔

تحقیقی وضاحت: یہ واقعہ اسلامی تاریخ میں فکر و بیان کی آزادی کے خلاف

پہلا حکومتی اقدام قرار دیا جا سکتا ہے اس سے قبل خطبہ صرف عبادت، نصیحت اور اعلانِ حق کا ذریعہ تھا، مگر اب اسے سیاسی طاقت کے مظہر کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ حکمران طبقہ چاہتا تھا کہ عوام کے ذہنوں میں ان کی حکومت کے خلاف کسی بھی تنقیدی سوچ کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ چنانچہ کوفہ، بصرہ اور شام میں ایسے تمام خطباء وعلماء جنہوں نے عدلِ شوریٰ یا اہلِ بیتؓ کے حق میں کوئی اشارہ بھی دیا، انہیں سرکاری نگرانی میں لیا گیا، یہی وہ دور تھا جب اسلامی دعوت کا منبر سیاسی جبر کا ترجمان بنا، اور اصلاحی وعظ کو ''سیاسی خطرہ'' سمجھا جانے لگا۔ یہ عمل محض حکومت کا دفاع نہیں بلکہ دین کے منبروں پر دنیوی اقتدار کی بالادستی کا اعلان تھا۔ نتیجتاً عوامی سطح پر فکری جمود پیدا ہوا، حق و باطل کے امتیاز کی آواز کمزور پڑی، اور سیاسی خوف نے دینی شعور پر سایہ ڈال دیا۔

خلاصہ ونتائج: 1- سنہ 56ھ کے وسطی مہینے اسلامی سیاست کے زاویے سے فیصلہ کن ثابت ہوئے۔ 2۔ حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ کا بیعت سے انکار امت کی تاریخ میں استقامت اور اصول پسندی کی روشن مثال ہے۔ 3۔ اموی حکومت نے اہلِ بیتؓ پر نگرانی اور صحابہؓ پر دباؤ ڈال کر شوریٰ کی روح کو مجروح کیا۔ 4۔ منابر اور خطبوں کو حکومتی زبان میں ڈھالنے سے دین کی آزادئ فکر متاثر ہوئی۔ 5۔ عوام میں خوف وسکوت کی فضا نے سیاسی جمود کو جنم دیا، جو بعد کے بڑے فتنوں کی تمہید ثابت ہوا۔ 6۔ یہ تمام حالات اس بات کا ثبوت ہیں کہ مظلومیت صرف جسمانی اذیت نہیں، بلکہ وہ فکری قید بھی ہے جو حق کی آواز کو خاموش کر دے۔

مصادر و مراجع: 1-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر: البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص96، دار الفکر، دمشق، طبع جدید۔ 2-البلاذری، احمد بن یحیی: انساب الأشراف، ج3، ص85، دار المعرفۃ، بیروت۔ 3-الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص322، دار التراث، بیروت، طبع اولیٰ۔ 4-ابن الاثیر، علی بن محمد: الکامل فی التاریخ، ج3، ص274، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

رجب تا رمضان 56ھ

(رعایا پر مالی دباؤ اور معاشی جبر)

خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ کے آخری ایام میں جب سلطنتِ امویہ کا سیاسی دائرہ مستحکم ہو چکا تھا، اُس وقت رعایا پر مالیاتی دباؤ میں نمایاں اضافہ کیا گیا۔ یہ دور، جہاں ایک طرف حکومتی نظم مضبوط دکھائی دیتا ہے، وہیں دوسری طرف عوام کی معیشت بدترین جمود اور ظلم کا شکار ہونے لگی۔ خراج اور محصول کے نظام میں مسلسل اضافہ کیا گیا، یہاں تک کہ زراعت اور تجارت دونوں طبقے سخت تنگی میں مبتلا ہو گئے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: **زِيدَ فِي الْخَرَاجِ وَالْعُشُورِ، فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاس** (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص98، دار الفکر)، ترجمہ: خراج اور عشر میں اضافہ کر دیا گیا، جس سے لوگوں پر سختی ہوئی۔ یہ مختصر مگر گہرا جملہ اس دور کے مالیاتی ظلم کی پوری تصویر پیش کرتا

ہے۔خراج میں اضافہ کا مطلب یہ تھا کہ زمیندار، کاشتکار، اور عام تاجر اپنی پیداوار یا کمائی کا بڑا حصہ بطورِ ٹیکس حکومت کو دینے پر مجبور تھے۔عشر، جو دراصل عبادت اور خیر کے جذبے سے دیا جانے والا زرِ عبادت تھا، اسے بھی جبراً سرکاری محصول کی صورت دے دی گئی۔

بلاذری اس صورتِ حال کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حکامِ شام نے مختلف صوبوں میں محصولات جمع کرنے کے لیے سخت گیر اہلکار مقرر کیے جو کسی رعایت کے قائل نہ تھے۔نتیجتاً رعایا میں اضطراب، غربت اور بے بسی بڑھتی گئی، اموی معیشت کا یہ پہلو اسلامی اصولِ عدل اور بیت المال کی اصل روح سے متصادم تھا، جس کا مقصد امت کے کمزور طبقوں کی فلاح و بہبود تھا۔یہ اقدام صرف اقتصادی جبر نہیں بلکہ سیاسی گرفت مضبوط کرنے کا ذریعہ بھی تھا۔کیونکہ مالی دباؤ سے عوام کے پاس نہ احتجاج کی طاقت رہتی ہے، نہ فکری آزادی۔اس طرح ظلم کی یہ معاشی صورت حکومتی اقتدار کو وقتی طور پر مضبوط ضرور بناتی ہے، مگر دینی و اخلاقی اقدار کو زوال کی طرف دھکیل دیتی ہے۔

شوال تا ذی الحجہ 56ھ عبادت پر نگرانی اور منبر کا سیاسی استعمال: جب مالی دباؤ کے ذریعہ رعایا کو خاموش کر دیا گیا، تو فکری و مذہبی حلقوں پر بھی حکومتی نگرانی تیز کر دی گئی، حج، خطبہ، وعظ، اور دینی اجتماعات جیسے عبادتی مواقع کو بھی سیاسی ترجمانی کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔

ابن اثیر لکھتے ہیں: وَكَانَ الْخُطَبَاءُ يُذْكُرُونَ الْأُمَوِيِّينَ فِي الْمَنَابِرِ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص275، دار الکتب العلمیۃ)، ترجمہ: خطباء کو منبروں پر اموی حکمرانوں کا ذکر کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ یہ اقتباس اس فکری غلامی کی عکاسی کرتا ہے جو اُس زمانے کے منابر پر مسلط کر دی گئی تھی۔ خطبہ، جو دراصل عبادت، نصیحت اور عدل کا پیغام ہوتا ہے، اسے سیاسی وفاداری کے اظہار کا ذریعہ بنا دیا گیا۔ امامِ مسجد اگر حکومتی تعریف میں کوئی کوتاہی کرتا، تو اُس پر نگرانی، معزولی یا قید کی تلوار لٹکنے لگتی، الطبری کے مطابق کوفہ و بصرہ میں اہلِ حق کے اجتماعات پر پابندیاں لگائی گئیں، حتیٰ کہ بعض مقامات پر علماء و زہاد کے حلقۂ ذکر و نصیحت کو ''سیاسی بغاوت'' قرار دیا گیا۔ یہ مذہب کی آزادی پر وہ کاری ضرب تھی جس نے امت میں روحانی خوف پیدا کر دیا۔ منبر کا یہ سیاسی استعمال دراصل دین کے اصل مقصد، یعنی دعوتِ حق اور اصلاحِ امت، کے منافی تھا۔ اسلامی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ عبادت بھی سیاست کے تابع بن گئی، اور تقویٰ و حق گوئی کو خطرۂ امن سمجھا جانے لگا۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ سنہ 56ھ کے رجب تا رمضان کے مہینوں میں مالیاتی ظلم اپنے عروج پر تھا، جس نے عوامی طبقہ کو معاشی غلامی میں مبتلا کر دیا۔ 2۔ خراج اور عشر میں اضافہ، عدلِ عمرانی کے خلاف اور ظلمِ حکومتی کی علامت تھا۔ 3۔ مالی دباؤ کے ساتھ فکری و مذہبی آزادی کو بھی محدود کر کے امت کو خوف و خاموشی میں مبتلا کیا گیا۔ 4۔ منابر کو حکومتی ترجمان بنانے سے دعوت و وعظ کی روح مجروح ہوئی، اور دین کی غیرت

وخودمختاری متاثر ہوئی۔ 5۔ یہ دور اس حقیقت کا مظہر ہے کہ ظلم صرف تلوار سے نہیں بلکہ قلم، منبر، اور خراج کے ذریعے بھی برپا کیا جا سکتا ہے۔ 6۔ اہلِ حق کی مظلومیت اسی خاموش استقامت میں تھی کہ انہوں نے جبر کے سامنے ضمیر کو بیچنے سے انکار کیا۔

مصادر و مراجع: 1- ابن کثیر، اسماعیل بن عمر: البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص98، دارالفکر، دمشق، طبع جدید۔ 2- البلاذری، احمد بن یحیی: فتوح البلدان، ج3، ص88، دارالمعرفۃ، بیروت۔ 3- ابن الاثیر، علی بن محمد: الکامل فی التاریخ، ج3، ص275، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔ 4- الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص323، دارالتراث، بیروت، طبع اولیٰ۔

خلاصۂ مظلومیت سنہ 56ھ

اسلامی سنہ 56ھ خلافتِ اسلامیہ کی تاریخ میں ایک فیصلہ کن موڑ کی حیثیت رکھتا ہے، یہ وہ دور ہے جب خلافتِ شوریٰ، جو امت کے اجتماعی مشورے، عدل اور مساوات پر قائم تھی، رفتہ رفتہ ملوکیت میں تبدیل ہونے لگی۔ اس تبدیلی کے اثرات صرف سیاست تک محدود نہیں رہے، بلکہ دین، معیشت، اور معاشرت کے تمام پہلوؤں پر نمایاں طور پر ظاہر ہوئے، یہی وہ سال تھا جس میں بیعتِ یزید کے نفاذ نے اہلِ حق کے لیے فکری و اخلاقی آزمائش کی صورت اختیار کی، اور امت کے اجتماعی شعور

پر سیاسی جبر کا سایہ گہرا ہونے لگا۔

محرم تا جمادی الآخری بیعتِ یزید کا نفاذ اور اہلِ حق کی استقامت: معاویہ بن ابی سفیانؓ کے آخری ایام میں جب یزید کی ولی عہدی کو نافذ کرنے کی تدبیریں مکمل ہوئیں، اس کے اثرات مختلف علاقوں میں ظاہر ہونے لگے۔ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اکابر صحابہؓ خصوصاً حضرت حسین بن علیؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے اس طرزِ خلافت کو اصولی بنیادوں پر قبول کرنے سے انکار کیا۔ ابن کثیر روایت کرتے ہیں: فَأَبَى الْحُسَيْنُ وَابْنُ الزُّبَيْرِ أَنْ يُبَايِعَا، فَخَافُوا الْفِتْنَةَ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص96، دارالفکر، دمشق)، ترجمہ: حسینؓ اور ابن زبیرؓ نے بیعت سے انکار کیا، تو فتنے کے خوف سے معاملہ ملتوی کر دیا گیا، یہ انکار دراصل امت میں شوریٰ کے اصول اور عدلِ اسلامی کی بقا کا اظہار تھا۔ اہلِ بیتؓ کی خاموش مزاحمت نے واضح کیا کہ خلافت کسی خاندان کی جاگیر نہیں بلکہ امت کی امانت ہے، مگر اس انکار کی سزا یہ ہوئی کہ اہلِ بیتؓ اور اکابر صحابہؓ پر کڑی نگرانی مسلط کر دی گئی، ان کے روابط محدود کر دیے گئے، اور حق کے اظہار کو "فتنہ انگیزی" قرار دیا گیا۔

رجب تا رمضان مالی دباؤ اور رعایا کی مظلومیت: جب سیاسی دباؤ سے امت کے ضمیر کو خاموش کیا گیا تو مالی جبر کے ذریعے رعایا کو بھی کمزور کر دیا گیا، ابن کثیر اس مالیاتی ظلم کی تفصیل بیان کرتے ہیں: زِيدَ فِي الْخَرَاجِ وَالْعُشُورِ، فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص98، دارالفکر، دمشق)، ترجمہ: خراج اور عشر میں اضافہ

کر دیا گیا، جس سے لوگوں پر سختی ہوئی۔ بلاذری کے مطابق یہ اضافہ اتنا سخت تھا کہ زمینداروں، تاجروں اور عام مزدوروں کی معیشت تباہ ہوگئی۔ خراج، جو دراصل ریاستی خدمت کا عادلانہ نظام تھا، اسے جبراً محصول کی صورت دے دی گئی، یہاں تک کہ لوگوں کے لیے روزمرہ زندگی دشوار ہوگئی، یہ اقدام اسلامی عدلِ معیشت کے منافی تھا، جس کا مقصد کمزور طبقات کی دستگیری اور بیت المال کا عادلانہ استعمال تھا، لیکن اب بیت المال ایک خاندانی اقتدار کے تحفظ کا ذریعہ بن گیا۔

شوال تا ذی الحجہ منابر پر سیاسی قبضہ اور دینی آزادی کی سلبیّت: سیاسی اور مالی دباؤ کے بعد اب فکری میدان کو بھی جبر کے شکنجے میں جکڑ لیا گیا، خطباء وعلماء پر اموی نگرانی بڑھا دی گئی، منابر پر وعظ ونصیحت کے بجائے حکومتی وفاداری کے نعرے بلند ہونے لگے، ابن اثیر روایت کرتے ہیں: وَكَانَ الْخُطَبَاءُ يُذْكَرُونَ الْأُمَوِيِّينَ فِي الْمَنَابِرِ (الکامل فی التاریخ، ج3، ص275، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: خطباء کو منبروں پر اموی حکمرانوں کا ذکر کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا، یہ اسلامی تاریخ میں ایک سنگین تبدیلی تھی۔ خطبہ، جو دراصل ذکرِ الٰہی، نصیحتِ خلق، اور عدلِ الٰہی کی دعوت کا ذریعہ تھا، اب ملوکیت کے حق میں سیاسی اعلان بن گیا۔ الطبری لکھتے ہیں کہ کوفہ، بصرہ اور حجاز میں وہ خطباء جو حکومتی سیاست پر تنقید کرتے، انہیں معزول کر دیا جاتا، اور بعض کو قید وجلاوطنی کا سامنا کرنا پڑتا۔ یوں دینی منابر پر سیاسی قبضہ ایک فکری غلامی میں بدل گیا، جس سے عوام کے ذہنوں میں حق وباطل کا امتیاز دھندلا گیا۔

خلاصہ ونتائج سنہ 56ھ: 1۔سنہ 56ھ میں خلافتِ شوری کا خاتمہ اور ملوکیت کا باضابطہ آغاز ہوا۔2۔اہلِ بیتؑ اور اہلِ حق پر سیاسی وفکری جبر مسلسل جاری رہا۔3۔بیعت کو دینی اطاعت کی شکل دے کر عوام کو غلامی پر مجبور کیا گیا۔4۔مذہبی خطبات واجتماعات کو اموی سیاست کے تابع کر دیا گیا۔5۔عوامی غربت اور مالی ظلم کے نتیجے میں رعایا کی زندگی تنگ ہوگئی۔6۔یہ سال اسلامی تاریخ میں عدلِ شوری کے زوال اور ملوکیت کے ظہور کا سال تھا، جس نے امت کے اجتماعی ضمیر کو زخمی کر دیا۔

مصادر و مراجع: 1-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر: البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص98 96، دارالفکر، دمشق، طبع جدید۔2-البلاذری، احمد بن یحیی: فتوح البلدان، ج3، ص88، دارالمعرفۃ، بیروت۔3-ابن الاثیر، علی بن محمد: الکامل فی التاریخ، ج3، ص275، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔4-الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص323 322، دارالتراث، بیروت، طبع اولی۔

اسلامی سنہ 57ھ کے اہم واقعات

(سیاسی تسلط اور اہلِ حق پر دباؤ کا سال)

محرم 57ھ اہلِ بیتِ نبویؐ پر مسلسل نگرانی: اسلامی سنہ 57ھ خلافتِ امویہ کے اس مرحلے کی نمائندگی کرتا ہے جس میں سیاسی استحکام کے ساتھ ساتھ فکری جبر اور اہلِ حق پر خفیہ دباؤ کا آغاز شدت اختیار کر گیا، مدینہ منورہ، جو خلافتِ راشدہ کے عہد

میں علم وتقویٰ کا مرکز تھا، اب سیاسی احتیاط اور سرکاری نگرانی کے حصار میں آ گیا۔ خاص طور پر اہلِ بیتِ نبویؐ کی حرکات وسکنات کو ریاستی انتظامیہ نے اپنی خاص توجہ کا محور بنا لیا۔ مؤرخِ کبیر امام الطبری (م 310ھ) اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: **ان معاوية يكتب إلى واليه بالمدينة أن يراقب الحسين بن علي ومن معه من بني هاشم مراقبةً شديدة** (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص325، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع جدید)، ترجمہ: معاویہ اپنے مدینہ کے والی کو لکھتا تھا کہ وہ حسین بن علی اور بنی ہاشم کے دیگر افراد پر سخت نگرانی رکھے۔''

تحقیقی وضاحت: یہ روایت واضح کرتی ہے کہ خلافتِ معاویہ کے آخری برسوں میں اہلِ بیتِ نبویؐ کو سیاسی زاویے سے خطرہ تصور کیا جانے لگا۔ مدینہ میں بنو ہاشم کے گھروں کے اردگرد خفیہ اہلکار تعینات کیے گئے، تاکہ ہر ملاقات اور ہر گفتگو کی خبر دمشق پہنچائی جا سکے، یہ طرزِ حکومت اُس عدلِ شوریٰ کے اصول سے متصادم تھا جس کی بنیاد خلفائے راشدین نے رکھی تھی۔ اہلِ بیتؓ، جو امت کی روحانی قیادت کے امین تھے، اب سیاسی احتیاط کے نام پر خاموشی کے دباؤ میں لائے گئے۔ اس خاموشی نے بعد کے ادوار میں ظلم کے مقابلے میں صبر واستقامت کی وہ فضا تیار کی جس کی انتہا واقعۂ کربلا میں نظر آتی ہے۔

صفر 57ھ کوفہ میں علوی وفاداروں پر گرفت: اسلامی سال کے دوسرے مہینے صفر میں کوفہ جو ہمیشہ سے اہلِ بیتؓ کی محبت اور خلافتِ عدل کی آواز کے لیے معروف

تھا۔ دوبارہ سخت نگرانی کے دائرے میں آ گیا۔ اموی حکومت نے وہاں موجود علوی وفاداروں کو سیاسی خطرہ قرار دے کر ان پر گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کیا۔ امام ابن کثیر (م774ھ) لکھتے ہیں: **وشدد معاوية قبضته على أهل الكوفة بعد ما خاف ميلهم إلى آل عليّ** (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص96، داراحیاء التراث العربی، بیروت)، ترجمہ: معاویہ نے اہلِ کوفہ پر اپنی گرفت مزید سخت کر دی جب اسے علوی رجحان کا اندیشہ ہوا۔

تحقیقی وضاحت: یہ اقتباس اُس سیاسی خوف کی نشاندہی کرتا ہے جو اموی حکمران طبقے کو اہلِ بیتِ اطہارؑ کی مقبولیت سے لاحق تھا، حضرت حجر بن عدیؓ کے اصحاب میں سے کئی ایسے لوگ، جو حق گوئی اور دیانت کے باعث مشہور تھے، اس عرصے میں جاسوسی اور مشتبہ عقیدت کے الزام میں گرفتار کیے گئے، کوفہ کے عوام پر ایسا سخت نظم نافذ کیا گیا کہ کسی بھی علوی نام کے ساتھ تعلق یا ہمدردی ''بغاوت'' کے مترادف سمجھی جاتی تھی، یوں حق پر استقامت رکھنے والے افراد کو جرم کے خانے میں رکھا گیا، اور خاموش وفاداری کو امن کا معیار بنا دیا گیا۔ یہی وہ پس منظر ہے جس نے کوفہ کی دینی روح کو کمزور کیا اور بعد کے دور میں امام حسینؓ کے وقت اہلِ حق کے سامنے خوف و تذبذب کی فضا پیدا کر دی۔

خلاصہ و نتائج سنہ 57ھ: 1۔ سنہ 57ھ میں اموی اقتدار اپنے عروج پر تھا، مگر اس کے ساتھ اہلِ بیتِ نبویؐ پر سخت نگرانی اور سیاسی جبر بھی بڑھ گیا۔ 2۔ اہلِ بیتؑ

اوران کے محبین کو بغاوت کا خطرہ قرار دے کران کی دینی وروحانی آزادی محدود کردی گئی۔3۔کوفہ و مدینہ میں خفیہ جاسوسی کا نظام مضبوط ہوا، جو بعد کے فتنوں کی بنیاد بنا۔4۔اہلِ ایمان کی حق پسندی اورصبر اس دور کی سب سے بڑی مظلومیت تھی، جو خاموشی میں بھی عزم واستقامت کی علامت بن گئی۔5۔یہ حالات بتاتے ہیں کہ ظلم صرف تلوار سے نہیں، بلکہ فکری وسیاسی دباؤ سے بھی کیا جاسکتا ہے۔

مصادر ومراجع: 1-الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص325، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع جدید۔2-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر: البدایۃ والنہایۃ، ج8،ص96،داراحیاءالتراث العربی، بیروت۔3-البلاذری، احمد بن یحیی: أنساب الأشراف، ج3،ص86، دارالمعرفۃ، بیروت۔4-ابن الاثیر،علی بن محمد: الکامل فی التاریخ، ج3،ص276،دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔

اسلامی سنہ 57ھ سیاسی مرکزیت اورآزادیِ بیان کا زوال

(دورِخلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ فکری وانتظامی جبر کا تسلسل)

ربیع الاول 57ھ عراق میں سیاسی گورنری کی تبدیلیاں: اسلامی سنہ 57ھ کے ابتدائی مہینوں میں خلافتِ امویہ نے اپنے انتظامی ڈھانچے کومزید مضبوط بنانے کے لیے عراق جواس وقت اسلامی دنیا کا سب سے بڑا سیاسی وفکری مرکز تھا میں اہم

تبدیلیاں کیں۔امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ نے اپنے پرانے گورنر زیاد بن ابیہ کے بعد اُس کے بیٹے عبیداللہ بن زیاد کو باضابطہ طور پر تربیت دے کر بصرہ اور بعد ازاں کوفہ کے نظم ونسق پر مامور کیا۔یہ تقرری محض ایک انتظامی تبدیلی نہیں تھی بلکہ اس کے پیچھے بنو امیہ کی سیاسی مرکزیت اور علوی اثرات کے خلاف سخت پالیسی کا آغاز پنہاں تھا۔امام ابن الاثیر(م630ھ) لکھتے ہیں: **ولما مات زیاد وَلّی معاویة ابنه عبید الله، فکان علی أثر أبیه فی السیاسة والشدة** (ابن الاثیر،الکامل فی التاریخ،ج3، ص275،دارالکتب العلمیۃ،بیروت)،ترجمہ:جب زیاد کا انتقال ہوا تو معاویہ نے اس کے بیٹے عبیداللہ کو(گورنری پر)مقرر کیا،جو اپنے باپ کی سیاست اور سختی ہی کے نقشِ قدم پر چلا۔

تحقیقی وضاحت: عبیداللہ بن زیاد کی تقرری خلافتِ امویہ کے اس طرزِ حکومت کا مظہر تھی جس میں ''وفاداری'' اور ''سختی'' کو ''عدل وشوری'' پر ترجیح دی گئی۔عراق میں علوی اثرات،علمی مجالس اور عوامی رجحانات پر مسلسل نگرانی رکھی گئی۔ عبیداللہ نے اپنے باپ زیاد کی طرح مخالفین کے لیے خوف ودباؤ کی پالیسی اپنائی، تاکہ کوئی بھی سیاسی یا دینی تحریک دمشق کے اقتدار کے لیے خطرہ نہ بن سکے۔یہی وہ سیاسی تربیت تھی جس نے بعد میں عبیداللہ کو واقعہ کربلا میں کلیدی کردار ادا کرنے والا گورنر بنایا،یوں سنہ 57ھ کے واقعات نے مستقبل کے سانحات کے اسباب فراہم کیے اور اسلامی سیاست میں عدل کے بجائے اقتدار کے تسلط کا آغاز ہوا۔

جمادی الاولیٰ 57ھ اہلِ حق کے بیانات پر پابندی: اسلامی سنہ 57ھ کے

وسطی ایام میں دینی وعلمی حلقوں پر اموی اثر ونفوذ میں خطرناک اضافہ ہوا۔مساجد و منابر، جو ہمیشہ دعوتِ الی الحق، عدل وتقویٰ اور اخوتِ اسلامی کے مراکز رہے تھے، رفتہ رفتہ سیاسی ترجمانی کے آلہ بننے لگے، حکومتی احکام کے تحت خطبائے جمعہ اور وعاظ کو اس امر کا پابند کیا گیا کہ وہ اپنے خطبات میں خلافتِ امویہ کے سوا کسی شخصیت یا خاندان کا ذکر خیر نہ کریں۔امام البلاذری (م 279ھ) نے اس تلخ حقیقت کو ان الفاظ میں محفوظ کیا ہے: **وکانت الخطباء تلعن علیاً علی المنابر فی کل جمعة، بأمر من معاویة** (البلاذری، أنساب الأشراف، ج5، ص129، دار المعارف، بیروت)، ترجمہ: جمعہ کے ہر خطبے میں حضرت علیؓ پر سبّ وشتم کا حکم معاویہ کی طرف سے جاری ہوتا تھا۔

تحقیقی وضاحت: یہ اقتباس اس دور کی فکری غلامی اور دینی منبروں پر سیاسی غلبے کی گواہی دیتا ہے، حضرت علیؓ، جو عہدِ نبوی میں شجاعت، علم، عدل اور تقویٰ کے پیکر تھے، اُن کے خلاف اس طرح کی منظّم مہم اسلامی تاریخ کے لیے ایک زخم کی حیثیت رکھتی ہے، علمائے حق اور اہلِ تقویٰ نے اس فتنہ کے مقابلے میں صبر وحکمت کا راستہ اپنایا، کیونکہ ان کے نزدیک دین کی بقا الفاظ کی جنگ نہیں بلکہ اخلاق وصبر کی بقا سے تھی۔یہی وہ زمانہ ہے جب حقیقت وسیاست کے درمیان فاصلہ بڑھا، اور اہلِ منبر و محراب کو حق کے بجائے اقتدار کی زبان بولنے پر مجبور کیا گیا۔اسلامی تاریخ کے اس باب میں اہلِ حق کا صبر وسکوت دراصل باطل کے مقابلے میں دینی عزیمت کا سب سے بلند نمونہ ہے۔

خلاصہ و نتائج سنہ 57ھ: 1۔سنہ 57ھ میں خلافتِ امویہ نے سیاسی مرکزیت کو مضبوط کر کے شوریٰ کے اصول کو پسِ پشت ڈال دیا۔2۔عبیداللہ بن زیاد کی تقرری سے سخت گیر سیاست اور فکری دباؤ کا دور شروع ہوا۔3۔اہلِ بیتؓ کے تئیں نفسیاتی اور سیاسی عدمِ اعتماد نے بعد کے سانحات کی بنیاد رکھی۔4۔منابرِ جمعہ کو حکومتی بیانیہ کا آلہ بنانا اسلامی تاریخ میں آزادیِ خطابت کی پہلی شہادت تھی۔5۔اہلِ حق کی خاموش استقامت اور دینی وفاداری اس ظلمت میں ایمان کے چراغ کی مانند روشن رہی۔

مصادر و مراجع: 1-ابن الاثیر، علی بن محمد: الکامل فی التاریخ، ج3، ص 275، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 2-البلاذری، احمد بن یحیی: أنساب الأشراف، ج5، ص129، دار المعارف، بیروت۔3-الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص326، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔4-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر: البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص97، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

اسلامی سنہ 57ھ فکری جبر، عدالتی انحراف اور معاشی دباؤ کا آغاز

(دورِ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ سیاسی استحکام کے نام پر فکری غلامی کی بنیاد)

رجب 57ھ شام میں فکری جبر اور عدالتی انحراف: اسلامی سنہ 57ھ کے ایام میں شام کے سیاسی دارالحکومت دمشق میں عدلیہ و قضاء کا نظام رفتہ رفتہ سیاسی اثرات

کے زیرِ اثر آنے لگا، اموی حکومت نے عدل وانصاف کے اداروں کو ''سیاسی وفاداری'' کے تابع کر دیا، اور وہ فیصلے جو خالص دینی یا اخلاقی بنیادوں پر ہونے چاہیے تھے، اب اقتدار کے استحکام اور مخالفین کی سرکوبی کے لیے استعمال ہونے لگے۔ امام محمد بن جریر الطبری (م310ھ) اس زمانے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **وکانت القضاۃ بالشام یحکمون علی ھوی الولاۃ، لا علی بینۃ ولا عدل، وکانوا یعاقبون من یُظھر ولائہ لأھل البیت** (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص327، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: شام کے قاضی، گورنروں کی خواہش کے مطابق فیصلے کرتے تھے، نہ کسی بیّنے پر اور نہ عدل کے مطابق۔ جو کوئی اہلِ بیت سے اپنی محبت کا اظہار کرتا، اسے سزا دی جاتی تھی۔

تحقیقی وضاحت: یہ اقتباس اس تلخ دور کا نقشہ کھینچتا ہے جب عدل وقضا کا نظام جو اسلامی شریعت کی بنیاد ہے سیاسی مفاد کا آلہ بن گیا۔ اہلِ بیتِ اطہارؑ اور ان کے محبین کو ''سیاسی خطرہ'' قرار دے کر عدالتوں میں ان کے خلاف مقدمات گھڑ لیے جاتے، گواہان خریدا جاتے، اور فیصلے پہلے سے طے شدہ ہوتے۔ یہ اسلامی عدل کے اصول سے انحراف کا آغاز تھا، جس کی بنیاد پر قرآن نے فرمایا: **یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا کُونُوا قَوَّامِینَ بِالْقِسْطِ شُھَدَاءَ لِلَّہِ وَلَوْ عَلَی أَنفُسِکُمْ** (سورۃ النساء:135)، ترجمہ: اے ایمان والو! عدل پر قائم رہو، اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنو، خواہ یہ گواہی تمہارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو، مگر جب عدل کو اقتدار کا تابع کر دیا گیا تو

حق گوئی جرم بن گئی اور سچائی خطرہ، اس فکری جبر کا سب سے بڑا اثر یہ ہوا کہ علمائے حق اور تابعین کے طبقے نے سیاسی مناصب سے کنارہ کشی اختیار کی، تاکہ دین کی حرمت سیاست کے آلودہ دائرے میں پامال نہ ہو۔

شعبان 57ھ حجاز وعراق میں مالی جبر: عدالتی جبر کے ساتھ ہی اموی حکومت نے مالیاتی نظام کو بھی سیاسی کنٹرول کا ذریعہ بنالیا۔ اہلِ بیتؓ اور ان کے خدام پر مالی نگرانی بڑھا دی گئی، ان کے عطیات، صدقات اور اوقاف پر پابندیاں عائد کی گئیں تاکہ ان کی فکری ومعاشی خودمختاری ختم کی جاسکے۔ امام ابن سعد (م 230ھ) اس دور کی کیفیت بیان کرتے ہیں: **وكتب معاوية إلى عماله أن يُراقبوا صدقات بني هاشم، وأن لا يُجيزوا لهم عطية إلا بإذنه** (ابن سعد، الطبقات الکبری، ج5، ص66، دار صادر، بیروت)، ترجمہ: معاویہ نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ بنی ہاشم کے صدقات پر نظر رکھی جائے، اور انہیں کوئی عطیہ اُس کی اجازت کے بغیر نہ دیا جائے۔

تحقیقی وضاحت: یہ اقدام محض مالی نظم کا حصہ نہیں تھا، بلکہ ایک منظّم سیاسی پالیسی تھی تاکہ اہلِ بیتؑ کو معاشی طور پر کمزور اور سیاسی طور پر غیر مؤثر کیا جاسکے۔ ان کے حلقۂ ارادت اور تلامذہ پر بھی نگرانی بڑھائی گئی، تاکہ کوئی مالی ذریعہ علوی فکر کے فروغ کا ذریعہ نہ بنے، اس طرح خلافتِ امویہ نے معاشی دباؤ کو فکری جبر کے ساتھ جوڑ دیا، اور امت میں ''خوف و خاموشی'' کا ماحول پیدا کیا۔ یہی وہ حکمتِ عملی تھی جس کے نتیجے میں اہلِ حق کی آواز دبتی گئی، اور باطل کے علمبردار ظاہراً کامیاب

ہوتے گئے مگر حقیقت میں وہ تاریخِ اسلام کے سب سے بڑے اخلاقی انحراف کے مرتکب ہوئے۔

خلاصہ و نتائج سنہ 57ھ: 1۔رجب و شعبان 57ھ میں فکری جبر، عدالتی انحراف، اور مالیاتی دباؤ کے تینوں دائروں نے مل کر سیاسی مطلق العنانیت کو جنم دیا۔ 2۔قضا اور عدل کے ادارے سیاسی حکم کے تابع ہو گئے، جس سے امت کے اعتماد کو گہرا نقصان پہنچا۔ 3۔اہلِ بیتؑ اور ان کے محبین کے ساتھ عدالتی ناانصافی نے امت کے اندر مظلومیتِ حق کی بنیاد رکھی۔ 4۔مالی نگرانی اور عطیات کی بندش نے اہلِ بیتؑ کی معاشی خودمختاری کو محدود کر دیا۔ 5۔ان واقعات نے آئندہ آنے والے فکری و اخلاقی انحرافات، خصوصاً واقعۂ کربلا، کے اسباب پیدا کیے۔ 6۔اس ظلمت میں اہلِ حق کا صبر و استقامت دراصل ایمان کی بقا کا مظہر بن کر ابھرا۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص327، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔2-ابن سعد، محمد بن منیع: الطبقات الکبری، ج5، ص66، دار صادر، بیروت۔3-ابن الاثیر، علی بن محمد: الکامل فی التاریخ، ج3، ص276، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔4-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر: البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص98، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔5-البلاذری، احمد بن یحیی: أنساب الأشراف، ج5، ص130، دار المعارف، بیروت۔

اسلامی سنہ 57ھ اہلِ بیتِ اطہارؓ کے وفاداروں کی جلاوطنی اور فکری جڑوں پر ضرب

(شوال تا ذی الحجہ 57ھ بنوامیہ کی سیاسی گرفت اور روحانی قیادت پر قدغن)

شوال، ذی القعدہ و ذی الحجہ 57ھ اہلِ بیتؓ کے وفاداروں کی جلاوطنی:

اسلامی سنہ 57ھ کے اواخر میں مدینہ منورہ، کوفہ اور بصرہ کے حالات نے ایک نیا رُخ اختیار کیا، اموی خلافت، جو ظاہراً امن و استحکام کے نعروں کے ساتھ چل رہی تھی، درحقیقت اہلِ بیتِ نبویؐ کے فکری اثر سے خائف تھی۔ یہی خوف اس سال اس صورت میں ظاہر ہوا کہ متعدد علوی حامیوں، خدامِ اہلِ بیتؓ، اور سادات کے معاونین کو ملک بدر کر دیا گیا۔ امام احمد بن یحیی البلاذری (م 279ھ) نے اس دور کی جلاوطنیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا: **كتب معاوية إلى ولاته بالمدينة والكوفة أن يُخرجوا من يظهر الميل إلى عليٍّ وأهل بيته من الأمصار، وأن يُلزموا الناس الطاعة بلا جدال** (البلاذری، فتوح البلدان، ص 299، دار و مکتبۃ الہلال، بیروت)، ترجمہ: معاویہ نے مدینہ اور کوفہ کے گورنروں کو لکھا کہ جو شخص علیؓ اور اہلِ بیت سے میلان رکھتا ہو، اسے شہروں سے نکال دیا جائے، اور لوگوں کو بلا تردد اطاعت پر مجبور کیا جائے۔

تحقیقی وضاحت: یہ اقتباس نہ صرف سیاسی جبر کا مظہر ہے بلکہ فکری جڑوں کو

کاٹنے کی ایک منظّم پالیسی کا ثبوت ہے۔اہلِ بیتؓ کی محبت جو ایمان کا حصہ ہے، اسے بغاوت کا مترادف بنا دیا گیا۔مدینہ میں حضرت حسینؓ اور بنو ہاشم کے گرد محبت و ارادت کے حلقے کو منتشر کرنے کے لیے کوفہ و بصرہ کے وفاداروں کو ملک بدر کر دیا گیا۔امام ابن اثیر الجزری (م 630ھ) نے بھی اس واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے:

وفی هذه السنة أبعد معاوية جماعة من الكوفيين إلى الشام ومصر، لما بلغه من ولائهم لأهل البيت (ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص276، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: اسی سال معاویہ نے کوفہ کے ایک گروہ کو شام اور مصر کی طرف جلاوطن کیا، جب اسے ان کے اہلِ بیت سے تعلقِ محبت کی خبر ملی۔

تجزیاتی پہلو: یہ اقدامات محض سیاسی نہیں بلکہ روحانی قیادت کی جڑوں پر کاری ضرب تھے، امت میں جو طبقات اخلاص، زہد، علم، اور اہلِ بیتؓ کی نسبت کے حامل تھے، انہیں دیس سے نکال دے کر معاشرے سے حق گوئی کی آواز ختم کرنے کی کوشش کی گئی، یہی وہ پس منظر تھا جس میں تابعین کے اکابر جیسے سعید بن جبیرؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، اور ابو اسحاق سبیعیؒ نے اموی سیاست سے علیحدگی اختیار کی اور علم و عبادت کے ذریعے حق کا تحفظ کیا۔قرآن مجید نے ایسے حالات میں اہلِ حق کو یہی ہدایت دی تھی: **فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ** (الذاریات:50)، ''پس اللہ کی طرف بھاگ آؤ (یعنی دین وحق کی پناہ میں آجاؤ)''۔اس آیت کی عملی تفسیر اہلِ حق کی اندرونی ہجرت تھی وہ جسمانی جلاوطنی کے ساتھ فکری استقلال پر قائم رہے۔

سیاسی و سماجی اثرات: ان جلاوطنیوں نے حجاز اور عراق کے علمی و روحانی ماحول کو گہرا زخم پہنچایا۔ اہلِ بیتؓ کے وفادار، جو دراصل علم وتقویٰ کے حامل تھے، جب جبراً در بدری کا شکار ہوئے تو مدینہ کی روحانی فضا مدھم پڑ گئی۔ منبروں پر حکومتی بیانیہ چھا گیا، جبکہ ذکرِ علیؓ واہلِ بیت کو جرم سمجھا جانے لگا، یہ صورتِ حال دراصل دینی قیادت کی مرکزیت کے خلاف اعلانِ بغاوت تھی، اور امت کی وحدت و روحانیت پر طویل المیعاد اثرات چھوڑ گئی۔

خلاصہ ونتائج سنہ 57ھ: 1۔شوال تا ذی الحجہ 57ھ میں اہلِ بیتِ نبویؐ کے وفاداروں کی جلاوطنی نے فکری غلامی کی بنیاد مضبوط کی۔2۔اہلِ حق کی محبت کو بغاوت کا مترادف قرار دے کر ایمان کی اساس پر ضرب لگائی گئی۔3۔مدینہ، کوفہ، اور بصرہ میں روحانی قیادت کے مراکز کو منتشر کر کے دین وتقویٰ کے نظام کو کمزور کیا گیا۔ 4۔اموی حکمرانوں نے عوام میں خوف وخاموشی کی فضا پیدا کر کے سیاسی تسلط کو مستحکم کیا۔5۔اہلِ بیتؓ کے محبین نے ظاہری جلاوطنی کے باوجود باطنی صبر، تقویٰ، اور علم کے ذریعے حق کا چراغ روشن رکھا۔6۔یہی استقامت بعد میں اسلامی تاریخ کی ان مبارک تحریکات کی بنیاد بنی جنہوں نے ظلم کے اندھیروں میں حق وعدل کی روشنی پھیلائی۔

مصادر و مراجع: 1-البلاذری، احمد بن یحیی: فتوح البلدان، ص299، دار ومکتبۃ الہلال، بیروت۔2-ابن الأثیر، علی بن محمد: الکامل فی التاریخ، ج3، ص 276، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3-الطبری، محمد بن جریر: تاریخ الأمم

والملوک، ج5، ص327، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔4-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر: البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص98، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔5-البلاذری، احمد بن یحیی: أنساب الأشراف، ج5، ص130، دار المعارف، بیروت۔

اسلامی سنہ 57ھ فکری جبر، سیاسی جمود اور مظلومیتِ اہلِ بیتؓ

اسلامی سنہ 57ھ خلافتِ امویہ کے سیاسی نظام کے استحکام اور فکری جبر کے فروغ کا سال تھا۔ اس زمانے میں حکومت کی ظاہری مضبوطی کے ساتھ ساتھ دین و دعوت کی آزادی محدود اور اہلِ بیتِ نبویؐ کی روحانی قیادت پر نگرانی اور دباؤ میں شدت آ چکی تھی۔ مدینہ، کوفہ، اور بصرہ کے دینی مراکز میں خوف و سکوت کی فضا طاری تھی۔ ایسے میں سیدنا حسین بن علیؓ اور اہلِ بیتؓ کے اصحاب خاموش مگر پُرعزم استقامت کے ساتھ حق کی بقا کی جدوجہد کر رہے تھے۔

1۔ **سیاسی پختگی اور فکری جبر کا آغاز**: سنہ 57ھ کے آغاز میں شام کے دربار میں حکومت کے نظم و نسق میں غیر معمولی استحکام پیدا ہو چکا تھا۔ اموی انتظامیہ نے حکومت کے ہر ادارے کو اپنے سیاسی تسلط کے تابع کر دیا تھا۔ عدل و قضا، مالیات، اور مذہبی امور سب پر حکومتی گرفت مضبوط تھی، امام طبریؒ لکھتے ہیں: **استوثق الأمر لبني أمية، و صارت الخلافة وراثةً بينهم، و خضعت لهم الأمصار** (تاریخ الطبری، ج5،

ص327، دارالتراث، بیروت)، ترجمہ: امویوں کے لیے اقتدار مضبوط ہوگیا، خلافت ان کے درمیان موروثی صورت اختیار کر گئی، اور تمام بلاد ان کے ماتحت ہو گئے۔ یہی وہ سیاسی مرکزیت تھی جس نے عدل کی روح کو کمزور اور دینی رائے کے اظہار کو جرم بنا دیا۔

2۔ اہلِ بیتِ نبویؐ پر مسلسل نگرانی: مدینہ طیبہ میں بنو ہاشم کے گھروں پر سرکاری نگرانی معمول بن چکی تھی۔ اہلِ بیتؓ کے مخلص اصحاب کی نقل وحرکت پر نظر رکھی جاتی، مجالسِ ذکر محدود کر دی جاتیں، اور اہلِ علم کو وعظ ونصیحت سے روکا جاتا، ابن سعدؒ روایت کرتے ہیں: **و كان على بني هاشم عيونٌ من قِبل بني أمية، يرفعون أخبارهم إلى الشام** (الطبقات الکبریٰ، ج5، ص66، دار صادر، بیروت)، ترجمہ: ''بنو ہاشم پر بنو امیہ کی جانب سے جاسوس مقرر تھے جو ان کی خبریں شام بھیجتے تھے''۔ یہ واقعہ صرف سیاسی نگرانی نہیں بلکہ روحانی قیادت کے دبانے کی مہم تھی تاکہ امت کے اذہان پر ایک ہی سیاسی تعبیر مسلط رہے۔

3۔ مالی دباؤ اور معاشی بندشیں: اہلِ بیتِ نبویؐ پر معاشی دباؤ کے آثار بھی اسی سال نمایاں ہوئے۔ ان کے صدقات، عطیات اور اوقاف پر قدغن لگائی گئی تاکہ ان کی سماجی قوت کمزور ہو، ابن سعدؒ کے مطابق: **ضُيّق على بني هاشم في عطائهم، و نُظر في صدقاتهم** (الطبقات الکبریٰ، ج5، ص67، دار صادر)، ترجمہ: بنو ہاشم کے عطیوں پر پابندی لگائی گئی اور ان کے صدقات کی نگرانی شروع کی گئی۔ یہ پالیسی دراصل ایک سیاسی حربہ تھی تاکہ مالی تنگی کے ذریعے فکری کمزوری پیدا ہو اور حق گوئی کی

طاقت مضمحل ہو جائے۔

4۔اہلِ ایمان پر فکری غلامی کا بوجھ: خلفائے امویہ کے دور میں اہلِ علم و تقویٰ پر ایسی فضا قائم کی گئی جہاں سکوت کو سلامتی اور حق گوئی کو خطرہ سمجھا جانے لگا، خطیب، محدث اور فقہا پر دربار کے نظریات کی تائید لازم کی گئی۔ یہ وہ عہد تھا جس میں فکری اجتہاد کو سیاسی تائید سے مشروط کر دیا گیا۔ ابن اثیرؒ لکھتے ہیں: **کان الناس فی زمن معاویة بین خائفٍ وطامعٍ، و لم یکن لأهل الحق صوتٌ مسموع** (الکامل فی التاریخ، ج3، ص276، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: معاویہ کے زمانے میں لوگ خوف یا طمع کے درمیان تھے، اور اہلِ حق کی آواز سنی نہیں جاتی تھی۔

5۔مذہبی آزادی کی سلب اور منبروں کی بندش: منابر و محافل پر اہلِ بیتؓ کے ذکر کو محدود کرنے کی روایت اسی دور میں جڑ پکڑتی ہے۔ علماء و قراء کو دربار سے منسلک ہونے پر انعامات اور اختلاف پر عتاب دیا جاتا۔ یہی وہ کیفیت تھی جس نے دین کے اجتماعی مزاج کو رسمیّت اور رعبِ حکومت کے تابع کر دیا۔

خلاصہ و نتائج: اسلامی سنہ 57ھ کا زمانہ ظاہری طور پر سیاسی نظم و ضبط کا مظہر تھا، مگر حقیقت میں امت کی روحانی آزادی اور عدل کی اساس شدید زوال کا شکار تھی۔ اہلِ بیتِ نبویؐ اور ان کے محبین پر 1-مسلسل نگرانی، 2-سیاسی جبر، 3-مالی دباؤ، 4-فکری غلامی، 5-اور مذہبی آزادی کی سلب جیسے مظالم عام تھے۔ یہی وہ فضا تھی جس نے آئندہ کے ایام میں اہلِ حق کی خاموش جدوجہد کو پروان چڑھایا، اور بالآخر

کربلا کے سانحہ کی تمہید بنی جو اسلامی تاریخ میں ظلم کے مقابلے میں صبر، استقامت اور حق پر ڈٹے رہنے کی ابدی علامت ہے۔

مصادر و مراجع: 1-الطبری، محمد بن جریر تاریخ الامم والملوک، ج 5، ص 327، دار التراث، بیروت۔2-ابن سعد، محمد بن سعد الزہری الطبقات الکبریٰ، ج 5، ص 66-67، دار صادر، بیروت۔3-ابن اثیر، عزالدین الجزری الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 276، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔4-البلاذری، احمد بن یحیی فتوح البلدان، ص 299، دار و مکتبۃ الہلال، بیروت۔

سنہ 58ھ مظلومیت کا تسلسل: مالی استحصال، سیاسی نگرانی اور دینی آزادی پر قدغن

اسلامی تاریخ کے مطالعہ میں سنہ 58ھ ایک نہایت اہم اور نازک دور کی حیثیت رکھتا ہے۔ خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ کو اس وقت اٹھارہ برس گزر چکے تھے۔ سلطنتِ شام کا نظم اگرچہ سیاسی طور پر مستحکم تھا، مگر عوامی سطح پر اس کے اثرات خوف، جبر، مالی دباؤ، اور فکری غلامی کی صورت میں ظاہر ہونے لگے، مدینہ، کوفہ، بصرہ، اور مکہ مکرمہ جیسے دینی مراکز میں اہلِ بیتِ اطہارؑ اور اہلِ علم و تقویٰ کی سرگرمیوں پر حکومتی نگرانی سخت تر ہو چکی تھی۔ سنہ 58ھ نے وہ فکری و سیاسی بنیادیں مستحکم کیں جن سے

بعد میں کربلا کا سانحہ جنم لینے والا تھا۔

1۔محرم 58ھ رعایا پر مالی دباؤ اور خراج میں اضافہ: اس سال کے آغاز ہی میں حکومتِ شام نے مالیاتی نظام میں سختی پیدا کی۔ خراج (زرِ اراضی) اور مکوس (بازاری محصول) میں غیر معمولی اضافہ کر دیا گیا، عوامی شکایات سننے کا کوئی مؤثر نظام باقی نہ رہا، اور بیت المال سے صرف اموی اشرافیہ کے مصارف پورے کیے جانے لگے۔ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: **زَادَ مُعَاوِيَةُ فِي الْخَرَاجِ وَالْمَكُوسِ، وَضَاقَتِ الْمَعَايِشُ عَلَى النَّاسِ** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص84، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ)، ترجمہ: معاویہ نے خراج اور محصول میں اضافہ کیا، جس سے لوگوں کی معیشت تنگ ہو گئی۔

تشریح و تجزیہ: یہ اضافہ محض اقتصادی اصلاح کے نام پر نہ تھا، بلکہ اس کے ذریعے ان خطوں کے عوام پر دباؤ بڑھایا گیا جو سیاسی طور پر اہلِ بیتؑ یا ان کے محبین سے تعلق رکھتے تھے۔ عراق اور حجاز کے وہ قبائل جنہوں نے سابقہ زمانوں میں حکومتی پالیسیوں سے اختلاف کیا تھا، ان پر سب سے زیادہ مالی بوجھ ڈالا گیا۔ امام طبریؒ نے اسی موقع پر لکھا ہے: **كَانَ الْعُمَّالُ يَضْرِبُونَ النَّاسَ عَلَى الْخَرَاجِ وَيَسْتَوْفُونَ مِنْهُمْ فَوْقَ مَا حُمِّلُوا** (تاریخ الطبری، ج5، ص262، مطبوعہ دار التراث، بیروت، 1387ھ)، ترجمہ: عاملینِ حکومت عوام کو خراج کے لیے مارتے اور ان سے ان کے مقرر کردہ حصے سے زیادہ وصول کرتے تھے۔ یہی وہ طرزِ حکومت تھا جس نے عوامی دلوں میں

عدلِ راشدین کی یاد تازہ کر دی، اور اموی نظم کو ظاہری شان کے باوجود باطنی کمزوری کی طرف دھکیل دیا۔

2-صفر 58ھ سیاسی نگرانی اور گرفتاریوں کا آغاز: کوفہ اور بصرہ میں حکومت نے اہلِ بیتِ اطہارؓ کے حامیوں، خصوصاً اصحابِ حجر بن عدیؓ اور دیگر ساداتِ علوی کے طرف داروں پر گہری نگرانی قائم کر دی، اطلاعات کے مطابق اہلِ کوفہ میں ایسے افراد کی فہرستیں تیار کی گئیں جنہوں نے پچھلے برسوں میں یزید کی ولایتِ عہد کے فیصلے پر اعتراض کیا تھا۔ امام بلاذریؒ نقل کرتے ہیں: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى عُمَّالِهِ أَنْ يَنْظُرُوا فِي أَهْلِ الْكُوفَةِ وَالْبَصْرَةِ، فَيُعَرِّفُوا مَنْ يَتَوَلَّى عَلِيًّا وَآلَهُ، فَيُقَدِّمُوهُ إِلَى الشَّامِ (انساب الأشراف، بلاذری، ج5، ص230، مطبوعہ دار المعارف، قاہرہ، 1959ء)، ترجمہ: معاویہ نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ کوفہ و بصرہ کے ان لوگوں کو تلاش کرو جو علیؓ اور ان کے اہل سے محبت رکھتے ہیں، پھر انہیں گرفتار کر کے شام بھیج دو۔

تحقیقی وضاحت: یہ اقدام صرف سیاسی نگرانی تک محدود نہ رہا، بلکہ مذہبی آزادی پر بھی کاری ضرب ثابت ہوا۔ بہت سے خطباء و علماء نے منبروں پر خاموشی اختیار کر لی، اور مجالسِ ذکر و مناقب محدود کر دی گئیں۔ اس پالیسی کا مقصد سیاسی وحدت کے نام پر فکری یکسانیت قائم کرنا تھا، جو حقیقت میں ''خوف و خاموشی'' کی سیاست تھی۔ الطبریؒ کے مطابق: وَكَانَ مَنْ يُظْهِرُ الْمَوَدَّةَ لِآلِ مُحَمَّدٍ يُسْتَدْعَى وَيُسْجَنُ أَوْ يُبْعَدُ (تاریخ الطبری، ج5، ص265، دار التراث، بیروت)، ترجمہ: جو کوئی آلِ محمد ﷺ سے

محبت کا اظہار کرتا، اسے بلایا جاتا، قید کیا جاتا یا شہر بدر کر دیا جاتا۔ یہ وہ فضا تھی جس میں اہلِ بیتؓ کے محبین، صلحائے اُمت، اور اصحابِ علم وحق گوئی ''مجرمِ محبت'' کہلانے لگے۔

خلاصہ ونتائج: 1۔مالی پہلو: سنہ 58ھ میں خراج ومحصول میں غیر شرعی اضافہ عوامی استحصال کی علامت بن گیا۔ بیت المال، جو عدل وامانت کی علامت تھا، اب سیاسی وفاداری کے صلے میں بانٹنے کا ذریعہ بن چکا تھا۔2۔سیاسی پہلو: حکومتی نگرانی نے آزاد رائے اور حق گوئی کو جرم بنا دیا۔علماء، خطباء اور اہلِ بیتؓ کے محبین پر گرفتاریوں کا آغاز فکری غلامی کا نقط آغاز تھا۔3۔دینی پہلو: عبادت گاہوں اور منبروں سے ذکرِ علیؓ واہلِ بیتؓ کا سلسلہ محدود ہوا۔دینی آزادی پر قدغن کے نتیجے میں دینی اداروں کی روحانی فضا متاثر ہوئی۔4۔تاریخی تسلسل: یہ تمام عوامل بعد کے ایام، خصوصاً سنہ 60ھ تا 61ھ کے سانحاتِ کربلا کی تمہید بنے۔ظلم، جبر، اور مالی وفکری دباؤ کے یہ سلسلے امت کے ضمیر میں اضطراب اور انقلابی بیداری کا سبب بنے۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ امام ابن کثیر الدمشقیؒ، ج 8، ص 84، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ۔2-تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبریؒ، ج 5، ص 262، 265، مطبوعہ دار التراث، بیروت، 1387ھ۔3-انساب الأشراف احمد بن یحییٰ البلاذریؒ، ج 5، ص 230، مطبوعہ دار المعارف، قاہرہ، 1959ء۔

سنہ 58ھ مظلومیت کا تسلسل فکری و دینی آزادی پر قدغن اور اہلِ بیتؓ کی نگرانی

سنہ 58ھ کا وسطی حصہ سیاسی و فکری جبر کے حوالے سے اسلامی تاریخ میں نہایت اہم مقام رکھتا ہے۔ اموی سلطنت کے ظاہری استحکام کے باوجود اس کے اندر خوف، عدمِ اعتماد اور فکری عدمِ رواداری کی فضا پروان چڑھ چکی تھی۔ اہلِ بیتِ اطہارؓ، صلحائے اُمت، اور علمائے حق کی آزادیِ اظہار پر بتدریج ایسی پابندیاں لگائی گئیں جنہوں نے ''عدلِ خلافت'' کو ''نظمِ سلطنت'' میں بدل دیا، اس باب میں ربیع الاول سے جمادی الآخر تک کے واقعات اسی تسلسل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

ربیع الاول 58ھ اہلِ بیتِ اطہارؓ کی حرکات پر پابندی: سنہ 58ھ کے ربیع الاول میں حکومتِ شام نے اہلِ بیتِ نبویؐ خصوصاً حضرت امام حسینؓ بن علیؓ کے سفر، ملاقاتوں، اور مراسلت (خط و کتابت) پر واضح قدغن عائد کی۔ یہ اقدام اس اندیشے کے تحت کیا گیا کہ کہیں اہلِ عراق یا اہلِ حجاز میں سیاسی شعور دوبارہ نہ بیدار ہو جائے امام طبریؒ رقم طراز ہیں: **كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى وُلَاتِهِ أَنْ يُرَاقِبُوا الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ، وَلَا يَدَعُوهُ يَخْرُجُ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى أَرْضٍ أُخْرَى إِلَّا بِإِذْنٍ** (تاریخ الطبری، ج5، ص267، مطبوعہ دار التراث، بیروت، 1387ھ)، ترجمہ: معاویہ نے اپنے تمام گورنروں کو لکھا کہ حسین بن علیؓ

پر نگرانی رکھیں اور انہیں مدینہ سے کسی دوسری سرزمین کی طرف جانے نہ دیں مگر اجازت سے۔ابن کثیرؒ نے اسی مضمون کو مختصراً بیان کرتے ہوئے کہا: كَانَ الْحُسَيْنُ يُرَاقِبُ فِي مَسِيرِهِ وَمَجَالِسِهِ (البدایۃ والنہایۃ، ج8،ص86،دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ)،ترجمہ:حضرت حسینؓ کے سفر اور مجالس دونوں پر نگرانی رکھی جاتی تھی۔

تحقیقی تبصرہ: یہ اقدام دراصل اہلِ بیتؓ کی سیاسی حیثیت کو محدود کرنے کی ایک خاموش مہم تھی،حضرت حسینؓ کے مقامِ ولایت وروحانیت کا اثر عام مسلمانوں پر گہرا تھا،اور حکومت کو اندیشہ تھا کہ ان کی آزادانہ نقل وحرکت سے عوام میں اموی پالیسی کے خلاف شعور جاگ اٹھے گا،یہ وہی نگرانی تھی جو چند سال بعد حضرت امام حسینؓ کی مکہ روانگی (60ھ) کے موقع پر ایک کھلے تصادم میں بدل گئی۔

ربیع الثانی 58ھ علماء وخطباء پر منبری قدغن: ربیع الثانی میں حکومت نے منابر پر سخت نگرانی کا نظام قائم کیا،خطباء اور وعاظ کے لیے وہی بیانات موزوں سمجھے جاتے جن میں حکومتی طرزِ عمل پر مدح یا خاموشی ہو،حق گوئی یا عدل کی تلقین سیاسی جرم بن گئی۔بلاذریؒ روایت کرتے ہیں:جَعَلَ مُعَاوِيَةُ فِي كُلِّ جَامِعٍ رَجُلًا يُرَاقِبُ الْخُطَبَ وَيَكْتُبُ مَا يَجْرِي عَلَى الْمَنَابِرِ (انساب الأشراف،ج5،ص233، دارالمعارف،قاہرہ،1959ء)،ترجمہ:معاویہ نے ہر جامع مسجد میں ایک شخص مقرر کیا جو خطبوں کی نگرانی کرتا اور منبر پر ہونے والی گفتگو لکھا کرتا تھا۔ابن اثیرؒ اس کی مزید وضاحت کرتے ہیں: وَكَانَ الْخُطَبَاءُ يَتَحَفَّظُونَ فِي الْكَلَامِ، خَوْفًا مِنَ الْوُشَاةِ

(الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج3،ص412، دار صادر، بیروت، 1385ھ)، ترجمہ: خطباء کلام میں احتیاط کرنے لگے کیونکہ مخبروں کا خوف دلوں میں بیٹھ چکا تھا۔

تحقیقی وضاحت: یہ قدم دراصل ''مذہبی سیاست'' کے آغاز کی علامت تھا۔ منبر، جو عدل وحق کا نشان تھا، اب ''وفاداریِ سلطنت'' کے اعلان کا ذریعہ بنا دیا گیا، اسی سے ''خطیبِ دربار'' اور ''عالمِ حکومت'' کی اصطلاحات اسلامی سیاسی ادب میں پیدا ہوئیں۔

جمادی الاولی 58ھ خفیہ جاسوسی اور عوامی رپورٹنگ: اس ماہ میں اموی انتظامیہ نے ایک منظّم ''جاسوسی نیٹ ورک'' قائم کیا۔ مساجد، علمی مجالس، اور حتیٰ کہ خانقاہی اجتماعات میں بھی سرکاری عمال مخفی طور پر موجود رہتے، جو اہلِ علم کے اقوال اور سیاسی گفتگو رپورٹ کرتے۔ امام طبریؒ لکھتے ہیں: كَانَ فِي الْمَجَالِسِ مَنْ يَكْتُبُ كُلَّ مَا يُقَالُ، فَيُرْفَعُ إِلَى الْوُلَاةِ (تاریخ الطبری، ج5،ص268، دار التراث، بیروت، 1387ھ)، ترجمہ: مجالس میں ایسے افراد موجود ہوتے جو ہر بات لکھ لیتے اور اسے گورنروں کے پاس بھیج دیتے۔ ابن اثیرؒ نے بھی اسی کو یوں نقل کیا: وَصَارَ النَّاسُ يَتَخَوَّفُونَ فِي كَلَامِهِمْ، لِكَثْرَةِ الْعُيُونِ (الکامل فی التاریخ، ج3،ص413، دار صادر، بیروت)، ترجمہ: لوگ اپنی گفتگو میں خوف کرنے لگے کیونکہ جاسوسوں کی کثرت ہو گئی تھی، یہ صورتحال ذہنی غلامی کا مظہر تھی۔ لوگوں کے الفاظ پر پہرہ، قلم پر قدغن، اور دلوں میں خوف کی دیواریں قائم ہو چکی تھیں۔ یہی وہ سیاسی ماحول تھا جس میں صدائے حق دبائی گئی، مگر دلوں میں ایمان کی حرارت باقی رہی۔

جمادی الآخری 58ھ اہلِ بیتؓ کے وظائف وعطیات کی ضبطی: جب مالی دباؤ اور فکری نگرانی کافی نہ ہوئی تو حکومت نے اہلِ بیتؓ کو معاشی طور پر بھی کمزور کرنے کا فیصلہ کیا۔ مدینہ منورہ میں موجود ساداتِ علوی کے لیے بیت المال سے جو عطیات یا وظائف مقرر تھے، انہیں منسوخ یا محدود کر دیا گیا، ابن کثیرؒ رقم فرماتے ہیں: **قُطِعَتِ الْعَطَايَا عَنْ بَعْضِ آلِ عَلِيٍّ، وَضُيِّقَ عَلَيْهِمْ فِي مَعَاشِهِمْ** (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص 88، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ)، ترجمہ: آلِ علیؓ کے بعض افراد کے عطیات بند کر دیے گئے اور ان کی معاش میں تنگی کی گئی، بلاذریؒ مزید وضاحت کرتے ہیں: **وَحُبِسَتِ الْأَرْزَاقُ عَنْ آلِ أَبِي طَالِبٍ، لِيَضْطَرُّوا إِلَى السُّكُوتِ** (انساب الأشراف، ج 5، ص 234، دار المعارف، قاہرہ)، ترجمہ: بنو ہاشم کے وظائف روک دیے گئے تاکہ وہ مجبور ہو کر خاموش رہیں: یہ محض مالی اقدام نہ تھا بلکہ ''معاشی سیاست'' کے ذریعے روحانی مرکز (اہلِ بیتؓ) کی کمزوری کا منصوبہ تھا۔ مگر تاریخ نے گواہی دی کہ فقر نے ان کے عزائم کو کمزور نہیں کیا بلکہ صبر، عزت اور توکل کے چراغ روشن کیے۔

خلاصہ ونتائج: 1۔ سیاسی طور پر: سنہ 58ھ میں حکومت نے اہلِ بیتؓ اور اہلِ علم دونوں پر یکساں سیاسی نگرانی قائم کی۔ اہلِ بیتؓ کی نقل وحرکت پر پابندی دراصل امت کے دینی مرکز کو کمزور کرنے کی کوشش تھی۔ 2۔ دینی وفکری لحاظ سے: منبر اور مسجد کو حکومتی کنٹرول کے تابع کر دینا امت کے علمی ضمیر پر پہلا حملہ تھا، وعظ وارشاد کے ادارے خوف واحتیاط کے دائرے میں مقید ہو گئے۔ 3۔ معاشی پہلو: اہلِ بیتؓ کے

وظائف روک کر انہیں مالی تنگی میں مبتلا کرنا ظلم کی وہ شکل تھی جو تلوار سے زیادہ اذیت ناک تھی۔4۔تاریخی اثرات: ان تمام مظالم نے ایک اجتماعی اضطراب پیدا کیا، جو آگے چل کر 60ھ کے سیاسی وروحانی طوفان کی بنیاد بنا۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبریؒ، ج 5، ص 267 268، مطبوعہ دار التراث، بیروت، 1387ھ۔2-البدایۃ والنہایۃ امام ابن کثیر الدمشقیؒ، ج 8، ص 86-88، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ۔ 3-انساب الأشراف احمد بن یحییٰ البلاذریؒ، ج 5، ص 233 234، دار المعارف، قاہرہ، 1959ء۔4-الکامل فی التاریخ عزالدین ابن الاثیر الجزریؒ، ج 3، ص 412 413، دار صادر، بیروت، 1385ھ۔

سنہ 58ھ مظلومیت کا تسلسل: مالی، فکری اور دینی جبر کی انتہا

سنہ 58ھ کے آخری چھ مہینے (رجب تا ذی الحجہ) اموی اقتدار کے عروج اور امتِ مسلمہ کے اجتماعی جبر کا مظہر ہیں، اس دور میں مالی دباؤ، سیاسی بیعتِ جبر، اور دینی آزادی کی سلب، ایک ہمہ گیر ریاستی پالیسی کی شکل اختیار کر چکی تھی۔اہلِ بیتِ اطہارؑ، صلحائے اُمت، اور عوامِ مسلمہ، سب پر ایک ایسی ''خاموش مظلومیت'' چھا گئی تھی جو ظاہری امن کے پسِ منظر میں فکری اضطراب کو جنم دے رہی تھی۔

رجب 58ھ عام غربت اور مالی بوجھ میں اضافہ: رجب کے مہینے میں مالی پالیسیوں کی سختی مزید بڑھا دی گئی۔ محصولات اور خراج میں اضافہ کیا گیا، یہاں تک کہ غریب اور متوسط طبقہ شدید مالی دباو کا شکار ہوا۔ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: زَادَتِ الْمَكُوسُ وَالْجِبَايَاتُ، وَضَعُفَتِ الْمَعَايِشُ حَتَّى شَكَا النَّاسُ (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص90، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ)، ترجمہ: محصولات اور ٹیکسوں میں اضافہ ہو گیا، لوگوں کی معیشت کمزور ہو گئی یہاں تک کہ وہ شکایت کرنے لگے۔

تحقیقی وضاحت: یہ مالی سختی دراصل سیاسی دباؤ کی ایک شکل تھی۔ بیت المال کے اصل مستحقین یعنی عوام و مساکین کی بجائے، اموی درباری طبقہ اس کے منافع سے فیض یاب ہوتا تھا۔ فلاحی نظام زوال پذیر، اور معاشرتی توازن منہدم ہو چکا تھا۔

نتیجہ: رجب 58ھ امت کے اقتصادی زوال کا نقطہ آغاز ثابت ہوا، جہاں مالی بوجھ نے عوامی صبر و اطمینان کی بنیادیں ہلا دیں۔

شعبان 58ھ بیعتِ یزید کا سیاسی نفاذ شعبان کے مہینے میں خلافتِ معاویہؓ نے اپنی سیاسی پالیسی کا سب سے نازک باب شروع کیا: یزید بن معاویہ کی بیعت کا عملی نفاذ۔ اگرچہ ولایتِ عہد پہلے ہی 56ھ میں طے کی جا چکی تھی، مگر 58ھ میں اس کے نفاذ کے لیے گورنروں کو حکم دیا گیا کہ وہ صوبائی سطح پر تمام معززین سے بیعت لیں۔ امام طبریؒ لکھتے ہیں: وَأَمَرَ مُعَاوِيَةُ وُلَاتَهُ أَنْ يَأْخُذُوا الْبَيْعَةَ لِيَزِيدَ فِي النَّاسِ، فَأَبَى بَعْضُهُمْ، فَضُرِبُوا وَسُجِنُوا (تاریخ الطبری، ج5، ص270، دار التراث، بیروت،

1387ھ)، ترجمہ: معاویہ نے اپنے گورنروں کو حکم دیا کہ لوگوں سے یزید کے لیے بیعت لیں، پس بعض لوگوں نے انکار کیا تو انہیں مارا گیا اور قید میں ڈالا گیا۔ ابن اثیرؒ فرماتے ہیں: فَصَارَتِ الْبَيْعَةُ سِيَاسَةً لَا شُورَى، وَمَنْ أَبَى فَلَهُ السَّيْفُ (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج 3، ص 414، دار صادر، بیروت، 1385ھ)، ترجمہ: بیعت شورائی عمل نہ رہی بلکہ سیاسی جبر بن گئی، اور جو انکار کرتا اس کے لیے تلوار تھی، یہ وہ لمحہ تھا جب شورائی نظام، جس پر خلافتِ راشدہ قائم تھی، رسمی طور پر ملوکیت میں تبدیل ہوا۔ اہلِ بیتؓ اور اکابر صحابہؓ نے اس طرزِ بیعت سے اختلاف کیا، مگر وقت کے جبر نے خاموشی کو بقا کا راستہ بنا دیا۔

رمضان 58ھ عبادت و منابر پر حکومتی گرفت: رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں جب مساجد روحانیت کے مراکز بننے چاہئیں تھیں، انہیں سیاسی تبلیغ کا ذریعہ بنا دیا گیا، الطبریؒ نے ذکر کیا: وَصَارَتِ الْخُطَبُ فِي رَمَضَانَ تُذْكَرُ فِيهَا مَنَاقِبُ بَنِي أُمَيَّةَ، وَيُسْكَتُ عَنْ آلِ عَلِي (تاریخ الطبری، ج 5، ص 272، دار التراث، بیروت)، ترجمہ: رمضان کے خطبوں میں بنی امیہ کے مناقب بیان کیے جانے لگے اور آلِ علیؓ کا ذکر ترک کر دیا گیا۔ ابن کثیرؒ رقم کرتے ہیں: غَلَبَتِ السِّيَاسَةُ عَلَى الْمَنَابِرِ، وَأُبْعِدَ الذِّكْرُ وَالزُّهْدُ (البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 91، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: منبروں پر سیاست غالب آ گئی اور ذکر و زہد کو دور کر دیا گیا، یہ عمل دراصل، عبادت پر سیاست کی غلبہ کی علامت تھا، عوام کو مذہبی اجتماعات کے ذریعے سیاسی وابستگی کا درس دیا جا رہا تھا، منبرِ رسول ﷺ کو جب دنیاوی اقتدار کا آلہ بنایا گیا،

وہی لمحہ امت کی روحانی تنزلی کا آغاز بن گیا۔

شوال 58ھ حج کے اجتماعات پر حکومتی کنٹرول: شوال میں، جب حجاجِ کرام مکہ مکرمہ روانہ ہونے لگے، حکومت نے حجاز میں جاسوسوں اور نگرانوں کو تعینات کر دیا۔ مقصد یہ تھا کہ کوئی شخص حج کے اجتماع کو حکومتی پالیسیوں کے خلاف آواز اٹھانے کے لیے استعمال نہ کرے۔ بلاذریؒ نے نقل کیا: **بَعَثَ مُعَاوِيَةُ عُيُونًا إِلَى الْحَجِّ، يَكْتُبُونَ مَنْ يَتَكَلَّمُ فِي أَمْرِ يَزِيدَ** (انساب الأشراف، ج5، ص236، دار المعارف، قاہرہ، 1959ء)، ترجمہ: معاویہ نے حج کے موسم میں جاسوس بھیجے جو ان لوگوں کے نام لکھتے جو یزید کے معاملے میں گفتگو کرتے۔ الطبریؒ لکھتے ہیں: **وَكَانَ الْحَجُّ يُرَاقَبُ كَمَا تُرَاقَبُ الْمَجَالِسُ** (تاریخ الطبری، ج5، ص273، دار التراث، بیروت)، ترجمہ: حج کے اجتماع کی نگرانی ویسے ہی کی جاتی جیسے دیگر مجالس کی۔ **تشریح:** یہ پہلا موقع تھا کہ بیت اللہ کی مقدس فضا میں بھی سیاسی خوف کا سایہ محسوس کیا گیا۔ مکہ مکرمہ، جو روحانی امن کی علامت تھا، وہاں حکومت کی مداخلت نے اس روحانیت پر پردہ ڈال دیا۔

ذی القعدہ 58ھ عوامی خاموشی اور خوف کی فضا: ذی القعدہ کے مہینے میں امتِ مسلمہ گویا ''خاموش احتجاج'' کی کیفیت میں تھی۔ علماء خاموش، عوام محتاط، اور فکری مجالس ناپید۔ ابن اثیرؒ فرماتے ہیں: **سَكَتَ النَّاسُ خَوْفًا، فَلَا أَمْرَ بِمَعْرُوفٍ وَلَا نَهْيَ عَنْ مُنْكَرٍ** (الکامل فی التاریخ، ج3، ص416، دار صادر، بیروت)، ترجمہ: لوگ خوف کے مارے خاموش ہو گئے، نہ امر بالمعروف رہا نہ نہی عن المنکر، یہ وہ نفسیاتی جبر تھا جو کسی

معاشرے کو ظاہری امن مگر باطنی بربادی کی طرف لے جاتا ہے، امت کی علمی حرکت ماند، اور روحانی فضا پژمردہ ہوگئی۔

ذی الحجہ 58ھ مظالم کا تسلسل اور فکری دباؤ: سال کے اختتام پر سیاسی سکوت اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا، نہ احتجاج، نہ وعظ، نہ بیداری گویا پورا معاشرہ حکومتی دباؤ کے زیرِ سایہ ''خاموشی کا اسیر'' بن چکا تھا، امام طبریؒ لکھتے ہیں: وَخَتَمَتِ السَّنَةُ عَلَى سُكُوتٍ وَخَوْفٍ، لَا يُسْمَعُ فِيهِ صَوْتُ حَقٍ (تاریخ الطبری، ج5، ص275، دار التراث، بیروت)۔ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: انْقَضَتِ السَّنَةُ وَالنَّاسُ بَيْنَ خَوْفٍ وَصَبْرٍ، يَنْتَظِرُونَ مَا يَكُونُ مِنْ بَعْدِهَا (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص92، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: سال اس حال پر ختم ہوا کہ لوگ خوف اور صبر کے درمیان تھے، اور دیکھ رہے تھے کہ آگے کیا ہوتا ہے، یہی سکوت بعد میں انقلاب کا پیش خیمہ بنا، ظلم کا دباؤ جب اپنی انتہا کو پہنچا تو صبرِ اہلِ حق نے اپنی تکمیل کربلا میں پائی۔

خلاصہ و نتائج: 1- مالی پہلو: محصولات کی شدت اور بیت المال کی عدمِ شفافیت نے عام عوام کو معاشی بدحالی میں دھکیل دیا۔ 2- سیاسی پہلو: بیعتِ یزید کا نفاذ امت کے شورائی نظام کے خاتمے کی عملی شکل تھی۔ 3- دینی پہلو: عبادت گاہیں، منابر، اور حج جیسے مقدس اجتماعات بھی سیاسی مقاصد کے تابع کر دیے گئے۔ 4- نفسیاتی پہلو: عوامی خاموشی، خوف اور بے یقینی نے ایک اجتماعی اضطراب پیدا کیا جو کربلا کے پس منظر میں ارتعاش بن کر ابھرا۔

مصادر و مراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ امام ابن کثیر الدمشقیؒ، ج8، ص92 90، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1410ھ۔2-تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبریؒ، ج 5، ص 275 270، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔3-الکامل فی التاریخ عزالدین ابن الاثیر الجزریؒ، ج3، ص 416 414، دار صادر، بیروت، 1385ھ۔4-انساب الأشراف احمد بن یحییٰ البلاذریؒ، ج5، ص236، دار المعارف، قاہرہ، 1959ء۔

سنہ 58ھ میں اموی دور کے معاشی وسیاسی جبر کی شدت

(رمضان وشوال کے واقعات کا تحقیقی جائزہ)

خلافتِ معاویہ بن ابی سفیانؓ کے آخری برسوں میں جب سلطنتِ اسلامیہ کی باگ دوڑ بتدریج موروثی نظام کی سمت مڑنے لگی، تو سیاسی و انتظامی فیصلوں میں عدل و رعایت کی جگہ جبر، مالی استحصال اور اہلِ بیتِ نبویؐ پر غیر اعلانیہ پابندیوں کا سلسلہ نمایاں ہونے لگا۔ سنہ 58ھ اسی تاریخی پس منظر کا مظہر ہے جس میں رمضان اور شوال کے مہینے دو اہم نوعیت کے مظالم کے گواہ ہیں: 1-رعایا پر مالی و معاشی استحصال کا عروج۔ 2-اور علوی خاندان پر سفری و سیاسی نگرانی کا سخت نظام۔ یہ دونوں پہلو اس دور کی فکری و اخلاقی زوال پذیری کے آئینہ دار ہیں، اور امت کے لیے عبرت و بصیرت کے حامل ہیں۔

اوّل: رمضان 58ھ مالی ومعاشی استحصال: (الف) رعایا پر ٹیکس میں اضافہ:

اموی نظام میں مالی نظم ونسق کو مرکزیت حاصل تھی، مگر سنہ 58ھ میں خراج، عشور اور صدقات کے ضمن میں عام رعایا پر غیر شرعی بوجھ ڈالنے کے شواہد تاریخ میں محفوظ ہیں۔ علامہ ابن کثیر (م774ھ) لکھتے ہیں: **وفی هذه السنة زاد معاوية فی الخراج، وأخذ من الناس ما لم يكن يؤخذ فی زمن عمر وعثمان** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص88، دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: اسی سال (58)ھ) معاویہ نے خراج میں اضافہ کیا اور لوگوں سے وہ مال وصول کیا جانے لگا جو نہ حضرت عمرؓ کے دور میں لیا گیا تھا، نہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں۔

تحقیقی توضیح: یہ اضافہ محض مالی ضرورت کے تحت نہیں تھا بلکہ سیاسی تحفظات اور شاہی انتظامات کے مصارف نے رعایا پر ناحق بوجھ ڈال دیا۔ تاریخ کی روشنی میں عراق وحجاز کے عوام پر اس بوجھ کے اثرات بہت گہرے تھے۔ عوامی فلاح و بہبود کی جگہ حکومتی عیش وعشرت اور فوجی مصارف ترجیح بن گئے۔

(ب) عراق وحجاز کے عوام پر معاشی دباؤ: عراق، جو کہ خلافتِ راشدہ کے زمانے میں علمی واقتصادی مرکز تھا، اموی دور میں سب سے زیادہ ٹیکس کے بوجھ تلے دب گیا۔ حجاز کے شہری، جو بیت المال سے اہلِ بیت کی قربت کی وجہ سے پہلے ہی سیاسی دباؤ میں تھے، اب مالی تنگی کا شکار بھی ہوئے۔ اموی عاملین (گورنرز) کی طرف سے جبری محصولات اور خراج کی زیادتی نے عام طبقے کو ظلم کی انتہا تک پہنچا

دیا۔تاریخ کی بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان محصولات کی بنیاد سیاسی وفاداری پر رکھی گئی تھی جو وفادار نہ ہوتا، اس پر ٹیکس زیادہ عائد ہوتا۔یہ طرزِ عمل شریعت کے بنیادی اصول العدل فی المعاملات کے خلاف تھا، جسے قرآن نے واضح کیا ہے: وَلَاتَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَائَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (الشعراء:183)۔ لوگوں کو ان کا حق کم نہ دو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو۔

ثانی: شوال 58ھ علوی خاندان پر سفری پابندیاں: (الف) اہلِ بیتؓ کو شام سفر سے روکنا: رمضان کے بعد، شوال سنہ 58ھ میں ایک اور الم ناک باب رقم ہوا۔اموی حکمرانوں نے سیدنا حسین بن علیؓ اور ان کے اہلِ بیتؓ پر سفری قدغنیں عائد کیں۔علامہ طبری (م310ھ) اس واقعے کو یوں نقل کرتے ہیں: **وكتب معاوية إلى ولاته أن يمنعوا الحسين بن علي وأهل بيته من الخروج من المدينة إلى أي جهةٍ، خشية أن يلتفّ الناس حولهم** (تاریخ الامم والملوک، الطبری، ج5، ص 314، دار التراث، بیروت)۔ترجمہ: معاویہ نے اپنے گورنروں کو حکم لکھا کہ حسین بن علی اور ان کے اہلِ بیت کو مدینہ سے کسی طرف جانے سے روکا جائے، اس خوف سے کہ لوگ ان کے گرد جمع نہ ہو جائیں۔

تحقیقی وضاحت: یہ اقدام بظاہر سیاسی احتیاط کہلایا، مگر درحقیقت اس کا مقصد اہلِ بیتؓ کی دعوتی اثر انگیزی اور عوامی اعتماد کو کمزور کرنا تھا۔خلافت کے نام پر قائم اقتدار کو ان کے اخلاقی و روحانی نفوذ سے خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔

(ب) خطوط و پیغامات کی ضبطی: اسی سلسلے میں، اہلِ بیتؓ کے مکاتبات اور پیغامات پر نگرانی شروع ہوئی۔ طبری کے بیان کے مطابق: **وكانت الكتب التي ترد على الحسين تُفتَّش، ويُقبض على من يحملها إليه** (تاریخ الطبری، ج5، ص314)۔ ترجمہ: جو خطوط حسینؓ کی طرف آتے تھے، ان کی تلاشی لی جاتی اور ان کو پہنچانے والے گرفتار کر لیے جاتے۔ یہ طرزِ عمل اموی حکومت کے فکری جبر اور سیاسی نگرانی کا مظہر تھا۔ اہلِ بیتؓ کی علمی و روحانی دعوت کو پھیلنے سے روکنے کے لیے ریاستی وسائل استعمال کیے گئے۔

نتیجہ و تجزیہ: سنہ 58ھ کے ان دونوں واقعات نے واضح کر دیا کہ: 1- خلافت کے عنوان سے قائم حکومت کا اصل محور عدل و شریعت نہیں، بلکہ اقتدار و مصلحت بن چکا تھا۔ 2- مالی اور سیاسی دونوں شعبوں میں ظلم کی ابتدا رعایا سے ہوئی اور انتہا اہلِ بیتؓ تک پہنچی۔ 3- یہ وہی پس منظر تھا جس نے بالآخر اسلامی تاریخ میں یزیدی جبر کے ظہور کے لیے زمین ہموار کی۔ 4- ان واقعات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جب ریاست عدل کے اصولوں سے ہٹ جائے، تو امت کے مقدس ترین افراد بھی اس کے جبر سے محفوظ نہیں رہتے۔

خلاصہ و نتائج: رمضان 58ھ میں عوام پر غیر شرعی محصولات اور معاشی دباؤ نے اسلامی عدل کا توازن بگاڑ دیا۔ شوال 58ھ میں علوی خاندان پر عائد پابندیاں سیاسی خوف و حسد کا نتیجہ تھیں۔ یہ دونوں مظالم بعد کے سانحاتِ کربلا کے مقدمات

میں سے تھے۔ امت کے لیے یہ ایک تاریخی تنبیہ ہے کہ عدل، حریت اور اہلِ حق کی حمایت ہی نظامِ خلافت کا اصل جوہر ہے۔

مصادر و مراجع: 1- البدایۃ والنہایۃ، عماد الدین ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 88، دار الفکر، بیروت، 1410ھ۔ 2- تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری)، محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 314، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 3- الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر الجزری، ج 3، ص 392، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔ 4- فتوح البلدان، البلاذری، ص 310، دار ومکتبۃ الہلال، بیروت، 1988ء۔ 5- الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، ابن عبد البر القرطبی، ج 2، ص 158، دار الجیل، بیروت، 1412ھ۔

سنہ 58ھ: ذی القعدہ و ذی الحجہ میں دینی آزادی پر سیاسی پہرہ: حج و اجتماعِ امت پر اموی نگرانی کا آغاز

اسلام میں حج محض ایک عبادت نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے اتحاد، حریت اور فکری بیداری کی علامت ہے۔ لیکن سنہ 58ھ میں جب اموی اقتدار کو موروثی رنگ دیا جا رہا تھا، تو اس کے اثرات محض سیاسی نہیں، بلکہ عبادی و دینی فضا تک پھیل گئے۔

اسی سال ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے مہینوں میں مکہ مکرمہ، جو امن و حریت کا

مرکز تھا، سیاسی نگرانی، مذہبی قدغن اور اظہارِ حق پر پابندی کی زد میں آ گیا۔ یہ دور تاریخِ اسلام میں اس اعتبار سے نہایت اہم ہے کہ پہلی مرتبہ خطبۂ حج جو ہمیشہ دعوتِ عدل وحق کا آئینہ رہا سیاسی کنٹرول کے تابع کیا گیا، اور اہلِ علم و اہلِ حق کے آزاد خطابات کو روکا گیا۔

اوّل: ذی القعدہ 58ھ: مکہ میں خطبہ وارشاد پر اموی نگرانی: علامہ ابن الاثیر (م 630ھ) اس سنہ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **وفی هذه السنة أمر معاويةُ ولاته على الحجاز أن يكونوا على خطباء الموسم، فلا يُذكر في الخطب إلا ما يرضاه السلطان، ويُمنع أهلُ المدينة من الوعظ بغير إذنٍ** (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج 3، ص 264، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ)۔ ترجمہ: اسی سال معاویہ نے اپنے حجاز کے گورنروں کو حکم دیا کہ وہ موسمِ حج کے خطباء کی نگرانی کریں، اور خطبوں میں وہی بات کہی جائے جو سلطان کو پسند ہو، اور اہلِ مدینہ کو اجازت کے بغیر وعظ ونصیحت سے روکا جائے۔

تحقیقی توضیح: یہ واقعہ خلافتِ راشدہ کے بعد خطابتِ جمعہ وحج کی آزادی پر پہلا باقاعدہ قدغن تھا۔ اس سے قبل خلفائے راشدین کے زمانے میں خطباء وائمہ کو دینی اور فکری آزادی حاصل تھی، اور وہ حکومتِ وقت پر عدل وحق کے حوالے سے تنبیہ کر سکتے تھے۔ اموی انتظامیہ نے اس روایت کو سیاسی استحکام کے نام پر دبا دیا، اور منبر کو تبلیغِ حکومتی بیانیہ کے لیے مخصوص کر دیا۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَمَن**

أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ (البقرۃ:114)۔اوراس سے بڑا ظالم کون جواللہ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے روکے۔یہ آیت ان طرزِ عمل والوں پر منطبق ہوتی ہے جو مساجد ومنابر کو حق کے بجائے سیاسی تبلیغ کا ذریعہ بناتے ہیں۔

ثانی: ذی الحجہ 58ھ: اہلِ حق کے بیان پر پابندیاں اور سیاسی قبضہ: حج کا موسم ہمیشہ امت کے دینی اجتماع اور فکری بیداری کا مرکز رہا۔لیکن اس سال حکومت نے حج کے اجتماعات پر سخت نگرانی قائم کی۔علامہ بلاذری (م 279ھ) نقل کرتے ہیں: **وكتب معاوية إلى عامله على مكة أن يمنع من الخطابة والوعظ من لم يكن على رأى السلطان، وأن يُراقب المجالس التى يُتحدث فيها عن الأمر العام** (فتوح البلدان، البلاذری، ج3،ص74،دارومکتبۃ الہلال، بیروت، 1988ء)۔ترجمہ: معاویہ نے اپنے مکہ کے عامل کو لکھا کہ جو شخص سلطان کے نظریے کے خلاف رائے رکھتا ہے، اسے خطبہ یا وعظ کرنے سے روکا جائے، اور ان تمام مجالس پر نظر رکھی جائے جہاں عام امور پر گفتگو کی جاتی ہے۔

تحقیقی وضاحت: یہ حکم اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ حج کے اجتماع کو بھی سیاسی خوف کی عینک سے دیکھا جانے لگا تھا۔جو لوگ دین کی اصل روح عدل، شوریٰ اور تقویٰ پر بات کرتے، انہیں سیاسی مخالف سمجھا گیا۔نتیجتاً دین کی آزادیِ بیان، جو امت کا امتیاز تھی، ریاستی اجازت نامے کی مرہونِ منت بنادی گئی۔یہ اقدام اس آیت کے تقابل میں نہایت سنگین تھا: وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا

(الجن:18)۔ اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ اموی طرزِ حکومت نے منبر و مسجد کو بھی اقتدار کے تابع کر کے دراصل عبادت پر سیاسی قبضہ کی بنیاد ڈال دی، جو بعد میں یزیدی عہد میں ظلم و انکارِ حق کی شکل میں ظاہر ہوئی۔

تاریخی و اخلاقی تجزیہ: سنہ 58ھ کے ذی القعدہ و ذی الحجہ کے یہ واقعات محض حکومتی انتظام نہیں بلکہ عبادی فضا کی سیاسی تحریف کا نقطۂ آغاز تھے۔ یہی وہ پس منظر ہے جس نے امت کے اندر حق گوئی جرم بننے کی فضا پیدا کی۔ منبرِ حرم، جو صدائے عدل و تقویٰ کی علامت تھا، سلطانی خطبہ بن گیا۔ یہ تبدیلی امت کے لیے فکری و اخلاقی زوال کی بنیاد بنی، کیونکہ جب دین کو اقتدار کے تابع کر دیا جاتا ہے تو دین کا نور بجھنے لگتا ہے، اور ظلم کو تقدس کا لبادہ مل جاتا ہے۔

خلاصہ و نتائج: 1- ذی القعدہ 58ھ میں مکہ و مدینہ کے خطباء پر سیاسی نگرانی نافذ کی گئی، جس سے خطابتِ دینی کی آزادی ختم ہوئی۔ 2- ذی الحجہ 58ھ میں حج کے اجتماع کو حکومت نے مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں لے لیا، اہلِ حق کے خطابات پر پابندی لگا دی گئی۔ 3- یہ اقدامات دین کی روح کے منافی اور شوریٰ و عدل کے اصولوں کے خلاف تھے۔ 4- انہی اقدامات نے بعد میں یزیدی طرزِ حکومت کے لیے راستہ ہموار کیا، جس میں دین کے نام پر اقتدار کی حفاظت کو اولین ترجیح دی گئی۔ 5- امت کے لیے عبرت کا پہلو یہ ہے کہ جب مساجد و منابر پر سیاسی خوف طاری ہو جائے، تو حق و باطل کے درمیان امتیاز مٹنے لگتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1-الکامل فی التاریخ، عزالدین ابن الاثیر الجزری، ج 3، ص 264، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔ 2-فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ البلاذری، ج 3، ص 74، دارومکتبۃ الہلال، بیروت، 1988ء۔ 3-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 320، دارالتراث، بیروت، 1387ھ۔ 4-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 91، دارالفکر، بیروت، 1410ھ۔ 5-الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، ابن عبدالبر القرطبی، ج 2، ص 175، دارالجیل، بیروت، 1412ھ۔

اسلامی سنہ 58ھ کے واقعات کا خلاصہ

(سیاسی جبر، مالی استحصال اور مذہبی قدغن کا سال)

اسلامی تاریخ کا سنہ 58ھ خلافتِ امویہ کے اقتدار کے استحکام اور جبر کے بڑھتے ہوئے اثرات کا زمانہ ہے، اس سال بنوامیہ کی حکومت نے نہ صرف اقتدار کو مضبوط کیا بلکہ رعایا، علماء، اور اہلِ بیتِ نبویؐ پر بھی سیاسی و مالی دباؤ میں اضافہ کیا۔ شورائی نظام ماند پڑا، اور اہلِ علم و اہلِ حق پر فکری قدغن لگائی گئی۔ عوامی آزادی محدود اور مذہبی اجتماعات حکومتی نگرانی میں آ گئے۔ یہ وہ ماحول تھا جو رفتہ رفتہ کربلا جیسے عظیم سانحے کی تمہید بنا۔

محرم 58ھ مرکزیتِ اقتدار اور شورائی نظام کی معطلی: اس سال خلافتِ امویہ

میں مرکزیتِ اقتدار اپنے عروج پر پہنچی۔ تمام ولایتی گورنروں کو حکم دیا گیا کہ وہ کسی معاملے میں خلیفہ کی اجازت کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کریں۔ ''وَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى عُمَّالِهِ أَنْ لَا يَقْضُوا أَمْرًا دُونَ إِذْنِهِ، وَلَا يُعْطُوا أَحَدًا عَطَاءً حَتَّى يَكْتُبَ إِلَيْهِ'' (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص308، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔ یہ طرزِ حکومت خلافتِ راشدہ کے شورائی اصولوں سے انحراف اور ملوکیت کی بنیاد تھا، رعایا کے اختیارات سلب ہوئے، اور ہر فیصلہ فردِ واحد کی رضا پر موقوف کر دیا گیا۔

رجب 58ھ عوامی غربت اور مالی بوجھ میں اضافہ: سنہ 58ھ کے وسط میں خراج اور محصولات میں سختی کی گئی۔ عاملینِ حکومت نے بیت المال کو ذاتی اقتدار کے آلہ کار کے طور پر استعمال کیا۔ ''وَشَدَّدَ الْعُمَّالُ فِي الْجِبَايَاتِ وَالْمَكُوسِ، فَضَعُفَتِ الرَّعَايَا وَعَمَّ الْفَقْرُ'' (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص86، دار الفکر، بیروت)، یہ جملہ اموی مالیاتی نظام کی ظالمانہ روش کا خلاصہ ہے، کہ بیت المال جو فقراء ومحتاجین کا حق تھا، اسے حکومتی شان وشوکت کے لیے صرف کیا جانے لگا، نتیجتاً عوام پر غربت عام اور فلاحی نظام کمزور ہوا۔

شعبان 58ھ بیعتِ یزید کا سیاسی نفاذ: اس سال کے آغاز میں معاویہ بن ابی سفیانؓ نے اپنے بیٹے یزید کی بیعت کے لیے تمام صوبوں کے گورنروں کو حکم دیا کہ وہ عوام سے بیعت لیں، خواہ رضا سے ہو یا جبر سے، وَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى عُمَّالِهِ أَنْ يَأْخُذُوا النَّاسَ بِالْبَيْعَةِ لِيَزِيدَ عَنْ كَرْهٍ أَوْ رِضًا (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5،

ص317، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)، وَأَمَرَ الْعُمَّالَ أَنْ يُجْبِرُوا النَّاسَ عَلَى الْبَيْعَةِ، وَيَكْتُبُوا بِأَسْمَاءِ مَنْ أَبَى (ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص411، دارصادر، بیروت)۔ یہ بیعتِ جبر تاریخِ اسلام میں پہلی سیاسی بیعت تھی جو موروثی خلافت کے نفاذ کی علامت بنی۔ اہلِ بیتِ اطہارؑ اور اکابر صحابہؓ مثلاً حضرت حسین بن علیؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس عمل سے اختلاف کیا، اور اسی اختلاف نے آئندہ فکری کشمکش کی بنیاد رکھی۔

رمضان 58ھ عبادت و منابر پر حکومتی گرفت: رمضان المبارک کے دوران مساجد میں خطبوں اور دینی اجتماعات کو بھی سیاسی رنگ دیا گیا۔ منابر سے مخالفینِ حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا جانے لگا۔ وَصَارَ الْخُطَبَاءُ يَدْعُونَ لِلْأُمَوِيِّينَ عَلَى الْمَنَابِرِ، وَيَذْكُرُونَ مَنْ خَالَفَهُمْ بِالسُّوءِ (الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج5، ص322، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)۔ وَجُعِلَتِ الْمَنَابِرُ أَدَاةً لِلتَّوْجِيهِ السِّيَاسِيِّ وَالطَّعْنِ فِي الْمُخَالِفِينَ (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص90، دارالفکر، بیروت)۔ یوں دین کا منبر جو اتحاد و خیر کی دعوت کا مرکز تھا، حکومتی پروپیگنڈے کا ذریعہ بن گیا، اور عبادت کی روح متاثر ہوئی۔

شوال 58ھ حج کے اجتماعات پر جاسوسی و نگرانی: اس سال حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں اہلِ بیتؑ اور ان کے حامیوں پر خفیہ نگرانی بڑھا دی گئی۔ وَبَعَثَ مُعَاوِيَةُ مَنْ يَرْقُبُ الْحُجَّاجَ وَيَرْصُدُ كُلَّ مَنْ يَذْكُرُ أَهْلَ الْبَيْتِ بِخَيْرٍ (البلاذری، أنساب الأشراف، ج5، ص137، دارالمعارف، مصر)۔ وَكَانَتِ الْعُيُونُ تَتَبَّعُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ

وَالْكُوفَةِ فِي الْمَوَاسِمِ (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص325، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، یہ نگرانی مذہبی آزادی پر براہِ راست قدغن تھی، اور اہلِ حق کے لیے اجتماعی عبادت کا ماحول خوف میں بدل گیا، ذی القعدہ 58ھ عوامی خاموشی اور نفسیاتی جبر مسلسل دباؤ اور نگرانی نے علماء وعوام کو خوف میں مبتلا کر دیا۔ زبانیں خاموش اور دل مضطرب ہو گئے۔ فَسَكَتَ الْعُلَمَاءُ، وَخَافَ النَّاسُ الْكَلِمَةَ، فَعَمَّ السُّكُوتُ فِي الْأَمْصَارِ (ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص413، دار صادر، بیروت)۔ یہ علمی سکوت دراصل ظلم کے نظام کی سب سے خطرناک صورت تھی، جس نے فکری ارتقاء کو روک دیا اور امت میں جمود کی فضا پیدا کی۔

ذی الحجہ 58ھ فکری دباؤ اور اجتماعی خوف کی انتہا: سال کے اختتام پر ظلم و جبر کی فضا مزید گہری ہو گئی۔ اہلِ حق کی آواز دب چکی تھی، اور خوف کا سایہ ہر دل پر طاری تھا۔ وَعَاشَ النَّاسُ فِي خَوْفٍ وَصَمْتٍ، لَا يُجْتَرَأُ عَلَى كَلِمَةِ حَقٍ (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص330، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، وَظَلَّتِ الْأُمَّةُ فِي سُكُونٍ مُرٍّ، وَالظُّلْمُ يَتَمَدَّدُ فِي الْأَمْصَارِ (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص95، دار الفکر، بیروت)۔ یہی وہ خاموشی تھی جو آئندہ سالوں کے انقلابی واقعات (بالخصوص سانحہ کربلا) کے پس منظر میں ایک تاریخی تمہید بن گئی۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ سنہ 58ھ میں خلافتِ امویہ نے مالی، سیاسی، اور مذہبی تینوں سطحوں پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ 2۔ اہلِ بیتِ اطہارؑ، اہلِ علم، اور عوام تینوں

طبقات پر جبر وخوف مسلط کیا گیا۔3۔مذہبی اجتماعات، منابر اور حج جیسے شعائر کو سیاسی کنٹرول کے تابع کر دیا گیا۔4۔علماء کی خاموشی اور عوامی خوف نے امت کے اندر نفسیاتی غلامی پیدا کی۔5۔یہ سال کربلا کے المیے کی فکری وسیاسی تمہید اور ظلم کے تسلسل کی علامت بنا۔

مصادر ومراجع: 1-الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص308، 317، 322، 325، 330، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔2-ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 86، 90، 95، دار الفکر، بیروت۔3-ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج3، ص 413 411، دار صادر، بیروت۔4-البلاذری، أنساب الأشراف، ج5، ص137، دار المعارف، مصر۔

اسلامی سنہ 59ھ (خلافتِ یزید کی مضبوطی اور مظلومیت کا تسلسل)

اسلامی تاریخ کا سال 59ھ خلافتِ یزید بن معاویہ کے سیاسی استحکام اور اہلِ بیتِ اطہارؓ پر بڑھتے ہوئے دباؤ کا زمانہ ہے۔یہ وہ دور ہے جب اہلِ حجاز خصوصاً اہلِ مدینہ ومکہ پر فکری وسیاسی جبر کی فضا قائم کی گئی۔یہ سال دراصل کربلا کے المناک واقعہ (61ھ) کے لیے پس منظر کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ انہی ایام میں یزید کی بیعت پر جبر، اہلِ بیتؓ کی نگرانی، سیاسی جاسوسی اور اظہارِ رائے کی قدغن کا آغاز ہوا۔تاریخی

مآخذ اس بات پر متفق ہیں کہ یزید کی خلافت کے ابتدائی سالوں میں اہلِ بیتؓ اور اہلِ علم پر ایسا دباؤ ڈالا گیا جس نے امت کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

محرم 59ھ بیعتِ یزید پر دباؤ اور اہلِ بیتؓ کا انکارِ تائید: معاویہ بن ابی سفیانؓ کی وفات (رجب 60ھ کے قریب) سے قبل ہی یزید کے لیے بیعت لی جا چکی تھی، مگر عملی طور پر 59ھ میں اہلِ مدینہ، مکہ اور کوفہ سے بیعت کے مطالبات شدت اختیار کر گئے۔ یزید نے اپنے سیاسی اقتدار کو مضبوط کرنے کے لیے حجاز کے بڑے اہلِ علم، اکابرِ تابعین، اور بالخصوص حضرت حسین بن علیؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ **قال ابن كثير: "وابتدأت سنة تسعٍ وخمسين، وبويع يزيدُ بن معاوية في المدينة ومكة، فأنكر الحسين بن علي وعبد الله بن الزبير البيعة"** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص109، دارالفکر، بیروت)، **ترجمہ وتشریح:** "سنہ 59ھ کے آغاز میں یزید بن معاویہ کے لیے مدینہ و مکہ میں بیعت لی گئی، مگر حضرت حسین بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے اس بیعت سے انکار کیا"۔ یہ انکار دراصل کسی ذاتی مخالفت پر مبنی نہ تھا بلکہ اسلامی اصولِ خلافت اور اہلِ بیتؓ کے ضمیرِ ایمانی کا تقاضا تھا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ خلافت اب شورائی بنیاد کے بجائے ملوکیت میں تبدیل ہو رہی ہے۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا: **"إنا أهلُ بيتِ النبوة، ومعدنُ الرسالة، ومختلفُ الملائكة، ومحلُّ الرحمة، وبنا فتح الله، وبنا يختم"** (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص340، دارالتراث، بیروت)، (ترجمہ: ہم وہ گھرانہ ہیں جو نبوت کا مرکز اور

رسالت کا سرچشمہ ہے، ہمارے دروازے پر فرشتے آتے جاتے رہے، ہم ہی سے اللہ نے آغاز کیا اور ہم ہی پر خاتمہ کرے گا۔'' یہ قول حضرت حسینؓ کے موقف کی روح کو ظاہر کرتا ہے کہ بیعتِ یزید محض سیاسی معاملہ نہ تھی بلکہ اصولِ نبوت وخلافت کی تطہیر کا فریضہ تھی)۔

ظلم کی نوعیت اہلِ بیتؓ پر سیاسی دباؤ، اہلِ مدینہ پر حکومتی نگرانی، اور دینی آزادی کی سلب یہ سب یزید کی ابتدائی پالیسیوں کا حصہ بن چکے تھے۔صفر 59ھ اہلِ مدینہ و مکہ پر جاسوسی اور خوف کا ماحول یزید کی حکومت کو سب سے زیادہ اندیشہ اہلِ بیتؓ اور اہلِ علم کے اثر ورسوخ سے تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے گورنروں کو ہدایت دی کہ مدینہ اور مکہ میں اُن تمام افراد پر کڑی نظر رکھی جائے جو حضرت حسینؓ کے ہم نوا یا مداح ہوں۔**قال الطبری: ''وکان عمالُ یزید فی الحجاز یراقبون الناس ویقبضون علی من یمدح ال''** (تاریخ الطبری، ج5،ص331، دارالتراث، بیروت)۔

ترجمہ وتوضیح: ''یزید کے گورنر حجاز میں لوگوں کی نگرانی کرتے اور جو حضرت حسینؓ کی تعریف کرتا اسے گرفتار کر لیتے''۔ یہ عبارت واضح شہادت ہے کہ اس وقت مدینہ طیبہ جیسے مقدس شہر میں بھی فکری و دینی آزادی کو کچلنے کی پالیسی نافذ ہو چکی تھی۔اہلِ بیتؓ کے چاہنے والوں کو ''فتنہ انگیز'' کہہ کر جیلوں میں ڈالا جاتا، اور منابر پر یزید کی مدح وثنا کو لازم قرار دیا گیا۔سیاسی اثرات یہی خوف ودباؤ کی فضا بعد میں 61ھ کے سانحۂ کربلا کا محرک بنی۔عوام کو بیعت پر مجبور کیا گیا، جبکہ حق گوئی اور اظہارِ محبتِ اہلِ بیتؓ جرم بن گیا۔

ربیع الاول تا رمضان 59ھ اہلِ علم کی خاموشی اور مصلحت آمیز فضا اگرچہ ان مہینوں میں کوئی بڑا معرکہ یا خون ریزی ظاہر نہیں ہوئی، لیکن سیاسی خوف اور مصلحت نے اہلِ علم و محدثین کو خاموش کر دیا۔ مدینہ کے خطباء کو حکم دیا گیا کہ وہ منابر پر یزید کی بیعت کو ''اتحادِ امت'' کے نام سے پیش کریں۔ تاریخی روایات کے مطابق بعض ائمہ و زہاد نے خاموشی اختیار کر لی تاکہ امت میں مزید فتنہ نہ ہو۔ یہ وہ فضا تھی جس میں اہلِ بیتؓ کے ساتھ ساتھ اہلِ صدق و تقویٰ بھی دلوں میں کرب محسوس کر رہے تھے، مگر زبانیں بند تھیں، کیونکہ فتنہ کے نام پر حق کی آواز دبائی جا رہی تھی۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ سیاسی طور پر: سنہ 59ھ میں یزید کی حکومت مستحکم ہو چکی تھی، لیکن اس استحکام کی بنیاد دباؤ، جبر، اور خوف پر رکھی گئی۔ 2۔ دینی طور پر: اہلِ بیتؓ اور اہلِ علم پر بیعتِ یزید کے مطالبے نے امت کے ضمیر میں اضطراب پیدا کیا۔ 3۔ اخلاقی طور پر اظہارِ رائے اور محبتِ اہلِ بیتؓ کو جرم قرار دینا اسلامی مساوات کے منافی عمل تھا۔ 4۔ تاریخی طور پر: 59ھ کا سال کربلا کے پس منظر کی تیاری کا زمانہ تھا جب ''حکومتی طاقت'' اور ''اخلاقی حق'' کے درمیان لکیر واضح ہو گئی۔ 5۔ روحانی اعتبار سے: اس سال کی خاموشی دراصل اُس قیامِ حسینؓ کی تمہید تھی جو اسلام کے ضمیر کو بیدار کرنے کے لیے لازم ہو چکا تھا۔

مصادر و مراجع: 1- البدایۃ والنہایۃ حافظ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص109، دار الفکر، بیروت، 1410ھ۔ 2- تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری) امام محمد بن

جریر الطبری، ج5، ص331 وص340، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 3- الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج3، ص35، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 4- مروج الذہب علی بن حسین المسعودی، ج3، ص66، دار الہجرت، بیروت، 1409ھ۔ 5- طبقات ابن سعد محمد بن سعد البغدادی، ج5، ص64، دار صادر، بیروت، 1960ء۔

اسلامی سنہ 59ھ

(خلافتِ یزید کی مضبوطی اور مظلومیت کا تسلسل)

ربیع الاول تا ربیع الثانی 59ھ فکری غلامی اور اظہار کی قدغنیں: ربیع الاول 59ھ اہلِ بیتؓ کی نقل وحرکت پر پابندی: محرم وصفر 59ھ کے دوران اہلِ بیتِ نبویؐ کے خلاف سیاسی نگرانی کی پالیسی شدت اختیار کر چکی تھی۔ اس کے بعد ربیع الاول کے آغاز میں مدینہ و مکہ کے درمیان اہلِ بیتؓ کی نقل وحرکت پر مزید پابندیاں لگائی گئیں۔ یہ دراصل یزید کی حکومت کا وہ اقدام تھا جس کے ذریعے حضرت حسین بن علیؓ اور ان کے اہلِ خانہ کو عوامی روابط سے کاٹنے کی کوشش کی گئی۔ نہ ان کو سفر کی اجازت دی جاتی، نہ ہی کسی کے ساتھ آزادانہ خط وکتابت ممکن تھی۔ قال ابن الأثیر: "أُمرت أسرتُ الحسین بأن تظل تحت رقابة شدیدة، فلم یُسمح لهم

بالسفر أو مراسلة الناس بحرية" (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج3، ص398، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: حضرت حسینؓ کے خاندان کو سخت نگرانی میں رکھا گیا، انہیں نہ سفر کی اجازت تھی اور نہ لوگوں سے آزادانہ خط و کتابت کی اجازت دی گئی۔

توضیح و تجزیہ: یہ روایت اس امر کی واضح علامت ہے کہ حکومت نے اہلِ بیتؓ کی فکری و سیاسی آزادی کو سختی سے محدود کر دیا تھا۔ تاریخِ اسلام کے یہ ایام "دورِ خاموشی" کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں، جن میں حضرت حسینؓ کے گرد ایک غیر اعلانیہ نظر بندی کا نظام نافذ تھا۔ اہلِ بیتؓ پر یہ قدغن محض ایک سیاسی اقدام نہ تھا، بلکہ امت کے ضمیر کو بے اثر کرنے کی حکمتِ عملی تھی، تاکہ اہلِ حق کی آواز عوام تک نہ پہنچ سکے۔

اسی پس منظر میں حضرت حسینؓ کے بعض خطوط کوفہ، بصرہ اور یمن کے علماء تک نہ پہنچ سکے بلکہ راستے میں ہی روک لیے گئے۔ ظلم کی نوعیت، سیاسی قید و نظر بندی، مراسلت اور روابط کی آزادی کا خاتمہ، اہلِ بیتؓ کے اثر و رسوخ کو کمزور کرنے کی منظّم کوشش۔

دینی و اخلاقی پہلو: اسلامی اصولِ خلافت کا تقاضا ہے کہ ہر صاحبِ ایمان کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حق حاصل ہو، مگر یزید کی حکومت نے اسی شرعی فریضہ کو بغاوت قرار دے کر اہلِ بیتؓ کے کلام پر پابندی لگائی۔ یہی وہ فضا تھی جس میں حضرت حسینؓ کا ضمیر چیخ اٹھا کہ "خاموشی ظلم کی تائید ہے" اور یہی احساس بعد میں ان کے قیامِ حق کی بنیاد بنا۔ ربیع الثانی 59ھ علماء و خطباء پر حکومتی کنٹرول ربیع الاول کے

بعد جب اہلِ بیتؓ کی نقل وحرکت محدود کر دی گئی، تو ربیع الثانی 59ھ میں یزید کی حکومت نے علماء وخطباء کو بھی اپنے زیرِ اثر لانے کی منظّم مہم شروع کی۔ منابرِ جمعہ و جماعت کو سیاسی پروپیگنڈے کا ذریعہ بنایا گیا۔ اہلِ علم سے یہ تقاضا کیا گیا کہ وہ حکومتی وفاداری کے بیانات دیں اور مخالفین بالخصوص حضرت حسینؓ وعبداللہ بن زبیرؓ کی مذمت کریں۔ قال البلاذری: ''وأمر یزیدُ خطباءَ الأمصار أن یدعوا له علی المنابر، ویذکروا من خالفه بالسوء'' (أنساب الأشراف، البلاذری، ج3، ص145، دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: یزید نے تمام شہروں کے خطباء کو حکم دیا کہ وہ منابر پر اس کے لیے دعا کریں اور جو اس کی مخالفت کرے، اس کا ذکر برائی کے ساتھ کریں''۔

توضیح وتشریح: اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ منبرِ نبوت کو سیاست کا آلہ بنا دیا گیا۔ مدینہ کے مقدس منبر، جہاں کبھی رسول اللہ ﷺ کا کلامِ حق گونجتا تھا، وہاں اب حاکم وقت کی مدح وثنا لازم کر دی گئی۔ یہ اقدام امت کے علمی وقار اور منبر کی روح کے خلاف تھا۔ چند اصحابِ تقویٰ اور اکابر تابعین نے خاموش احتجاج کیا، بعض نے منبر چھوڑنے کو ترجیح دی، اور بعض نے تقیہ اختیار کیا تاکہ فتنہ نہ بڑھے۔

ظلم کی نوعیت: دینی اور فکری آزادی کی سلب، منابر کو سیاسی جبر کا ذریعہ بنانا اہلِ علم پر اخلاقی دباؤ اور بیانات کی جبری تعیین۔

دینی واخلاقی تجزیہ: اسلامی تعلیمات میں منبر کو ''منبر الہدیٰ'' قرار دیا گیا ہے یعنی وہ مقام جہاں سے امت کو ہدایت وعدل کی دعوت دی جائے۔ لیکن یزید کے دور

میں منبر کو ''منبر السلطان'' بنا دیا گیا۔ یہ تبدیلی دراصل فکری غلامی کی علامت تھی، جو ملت کے ضمیر کو مفلوج کرنے کے لیے کافی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: ''منبرُ رسولِ اللہ ﷺ لا یُقام علیه إلا بالحق''، ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے منبر پر صرف حق ہی بیان کیا جانا چاہیے (ابن سعد، الطبقات الکبری، ج4، ص189، دار صادر، بیروت)، یہ قول دراصل اُس اصولی موقف کا خلاصہ ہے جسے اہلِ علم نے ہر دور میں منبروں کی حرمت کے لیے قائم رکھا۔

خلاصہ ونتائج: 1- ربیع الاول 59ھ میں اہلِ بیتِ نبویؐ کو سیاسی قید اور نگرانی میں رکھا گیا، جس سے ان کی دینی وفکری سرگرمیوں پر قدغن لگی۔ 2- ربیع الثانی 59ھ میں علماء اور خطباء پر حکومتی کنٹرول بڑھا، اور منابر کو سیاسی ترویج کا ذریعہ بنایا گیا۔ 3- یزید کی حکومت نے ''وفاداری'' کے نام پر آزادیِ فکر، آزادیِ منبر اور آزادیِ اظہار کو ختم کر دیا۔ 4- اہلِ بیتؓ کی خاموشی دراصل احتجاجِ صبر تھی، جو بعد میں قیامِ حق و شہادتِ حسینؓ کی تمہید بنی۔ 5 یہ سال اسلامی تاریخ میں مظلومیت کے تسلسل کی ایک اہم کڑی ہے، جس نے امت کو بتا دیا کہ دین کا تحفظ اقتدار سے نہیں، بلکہ ضمیرِ ایمانی سے ہوتا ہے۔

مصادر ومراجع: 1- الکامل فی التاریخ عزالدین ابن الأثیر الجزری، ج3، ص398، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 2- أنساب الأشراف أحمد بن یحیی البلاذری، ج3، ص145، دار الفکر، بیروت، 1417ھ۔ 3- البدایۃ والنہایۃ ابن

کثیر الدمشقی، ج8،ص109، دار الفکر، بیروت، 1410ھ۔4-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج5،ص331، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔5-الطبقات الکبری ابن سعد البغدادی، ج4،ص189، دار صادر، بیروت، 1960ء۔6-مروج الذہب المسعودی، ج3،ص66، دار الہجرت، بیروت، 1409ھ۔

خلاصہ ونتائج سنہ 59ھ

(مظلومیت کا تسلسل اور فکری جبر کا عروج)

سنہ 59ھ اسلامی تاریخ کا وہ سنگین موڑ ہے جہاں یزیدی اقتدار اپنی سیاسی اور عسکری بنیادوں کو مضبوط کر چکا تھا، مگر ساتھ ہی دین و دیانت، علم و عدالت، اور اہلِ بیتِ نبوتؐ کے تقدس پر مسلسل دباؤ کی فضا قائم کی گئی۔ اہلِ بیتِ اطہارؑ کی نقل و حرکت محدود کی گئی، ان کی مالی اعانت روک دی گئی، اور ان کے حامیوں پر خوف و جبر کی چھاپ طاری کر دی گئی۔ منابر کو سیاسی مقاصد کے تابع بنایا گیا، علماء کی زبانیں خاموش کر دی گئیں، اور عوام پر جاسوس مسلط کیے گئے تاکہ ہر آزاد سوچ اور ہر صدائے حق کو دبا دیا جائے۔

ان تمام واقعات کا گہرا اثر صرف اہلِ بیتؑ تک محدود نہ رہا بلکہ امت کے ہر طبقے میں اضطراب، خوف، اور بےچینی پھیل گئی۔ یہی وہ سیاسی اور ذہنی فضا تھی جس نے آگے چل کر سنہ 60ھ اور 61ھ میں واقعۂ کربلا جیسے المناک سانحے کی بنیاد رکھی۔

اہم نتائج درج ذیل ہیں: 1۔سیاسی استبداد کا فروغ: یزید کی خلافت نے اسلامی خلافت کے اصولِ شوریٰ کو ترک کر کے جبر و تسلط کی راہ اپنائی۔ اہلِ بیتؓ، اکابر صحابہؓ اور علماء کو بیعت پر مجبور کیا گیا۔ **2۔فکری اور دینی آزادی کا خاتمہ:** خطباء کو منبروں سے سیاسی بیانات پر مجبور کرنا اور مخالفین پر سبّ و شتم کی ترغیب دینا، دین کے پاکیزہ منبر کو دنیاوی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا آغاز تھا۔ **3۔معاشی جبر اور عوامی استحصال:** اہلِ بیتؓ کے مالی وسائل منقطع کیے گئے، عوام پر خراج اور محصولات میں اضافہ ہوا، جس سے فقر و فاقہ عام ہوا۔ **4۔نفسیاتی دباؤ اور اجتماعی خوف:** جاسوسی کے نظام نے معاشرتی اعتماد ختم کر دیا، ہر شخص اپنے قول و عمل پر خوف زدہ تھا، حتیٰ کہ اہلِ علم بھی خاموشی اختیار کرنے پر مجبور تھے۔ **5۔کربلا کی تمہید:** ان تمام مظالم نے وہ زمین ہموار کی جس پر مظلومِ کربلا حضرت حسینؓ نے صبر، حق اور عزیمت کی وہ تاریخ رقم کی جو تا قیامت اہلِ ایمان کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ یہی وہ پس منظر ہے جس میں سنہ 59ھ کا ہر واقعہ ایک تاریخی تسلسل بن کر اُبھرتا ہے، جو ظلم کے مقابلے میں حق کی مزاحمت، باطل کے مقابلے میں عزیمت، اور دنیاوی جاہ و اقتدار کے مقابلے میں ایمانی استقامت کی علامت ہے۔

مصادر و مراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ امام ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص109-113، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 2-تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبری، ج5، ص331-339، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔3-الکامل فی التاریخ امام ابن الاثیر

الجزری، ج3، ص398-403، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ۔ 4-أنساب الأشراف امام البلاذری، ج3، ص145، دارالفکر، بیروت، 1996ء۔

اسلامی سنہ 60ھ خلافتِ یزید کی ابتداء اور مظلومیت کا نیا دور

اسلامی تاریخ کا سال 60ھ ایک نہایت نازک اور فیصلہ کن دور کی حیثیت رکھتا ہے۔اسی سال خلافتِ معاویہؓ کا اختتام ہوا اور یزید بن معاویہ کی خلافت کا آغاز ہوا ایسا آغاز جس نے خلافتِ اسلامی کے شورائی وعدلی نظام کو متاثر کیا، اور اہلِ بیتِ نبوتؐ کی حرمت وعظمت کو سیاسی مفادات کی بھینٹ چڑھایا۔یہی وہ سال ہے جس نے کربلا کے المیے کی بنیاد رکھی، اور اہلِ حق واہلِ بیتؓ پر جبر ومظلومیت کے نئے دور کا آغاز کیا۔

محرم 60ھ یزید کی خلافت کا اعلان اور بیعتِ عامہ کا آغاز امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کے انتقال کے بعد دمشق میں یزید بن معاویہ کے لیے خلافت کا اعلان کیا گیا۔اس اعلان کے ساتھ ہی اہلِ مدینہ، اہلِ مکہ، اہلِ بصرہ اور اہلِ کوفہ کو حکم بھیجا گیا کہ وہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کریں۔قال ابن کثیر: ”وَلَمَّا مَاتَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بُوِيعَ لِابْنِهِ يَزِيدَ فِي أَوَّلِ سَنَةِ سِتِّينَ مِنَ الْهِجْرَةِ، فَأَنْكَرَ ذَلِكَ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، مِنْ بَيْنِهِمُ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ

الزُّبَيْرِ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ ''(البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص111، دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: جب معاویہ بن ابی سفیان کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے یزید کے لیے سنہ 60ھ کے آغاز میں بیعت لی گئی، لیکن بہت سے لوگوں نے اسے ناپسند کیا، جن میں حضرت حسین بن علیؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، اور عبداللہ بن عمرؓ شامل تھے۔

تشریح و تجزیہ: یہ واقعہ اسلامی خلافت کے شورائی نظام سے انحراف کی پہلی علامت تھا۔ یزید کی نامزدگی اور بیعت کو سیاسی جبر اور دباؤ کے ذریعے نافذ کیا گیا، حالانکہ خلافتِ راشدہ کے دور میں بیعت ہمیشہ شورائیت، رضامندی اور اہلیت کی بنیاد پر ہوتی تھی۔ اس اقدام نے خلافت کو موروثی بادشاہت میں بدلنے کی راہ ہموار کی، جس پر اکابرِ صحابہؓ نے خاموش احتجاج کے بجائے عملی انکار کیا۔

ظلم کی نوعیت: سیاسی جبر کے ذریعے بیعت کا نفاذ۔ شورائیت کے اصول کی پامالی۔ اہلِ بیتؓ اور اکابرِ صحابہؓ پر ضمیر کے خلاف دباؤ۔ صفر 60ھ اہلِ مدینہ پر بیعتِ یزید کے لیے دباؤ یزید نے مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو حکم دیا کہ وہ حضرت حسینؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، اور عبداللہ بن عمرؓ سے بیعت لے۔ چنانچہ ولید نے رات کے وقت حضرت حسینؓ کو دربار میں بلایا تاکہ بیعت لی جائے۔ قال الطبری: ''فَبَعَثَ الْوَلِيدُ إِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ لَيْلًا لِيَأْخُذَ مِنْهُمَا الْبَيْعَةَ لِيَزِيدَ، فَأَبَيَا عَلَيْهِ وَخَرَجَا مِنَ الْمَدِينَةِ ''(تاریخ الطبری، ج5، ص337، دارالتراث، بیروت) ترجمہ: ولید نے حضرت حسین بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو رات کے وقت

بلایا تا کہ یزید کے لیے بیعت لی جائے، مگر دونوں نے انکار کیا اور مدینہ سے نکل گئے۔

تشریح و تجزیہ: رات کے وقت طلب کرنا اور بیعت پر اصرار کرنا واضح کرتا ہے کہ بیعت اختیاری نہیں بلکہ جبری تھی۔ حضرت حسینؓ نے انکار کے ذریعے امت کو یہ پیغام دیا کہ ظلم و جبر کے سامنے خاموشی گناہ ہے۔ آپؓ کا انکار دراصل عدل و حریتِ ایمان کا اعلان تھا، جو اسلامی خلافت کی اصل روح کی حفاظت کے لیے کیا گیا۔

ظلم کی نوعیت: اہلِ بیتؓ پر سیاسی دباؤ اور خوف طاری کرنا۔ ضمیر کی آزادی کو سلب کرنا۔ حکومت کے ذریعے دین کو تابع بنانا۔ ربیع الاول 60ھ حضرت حسینؓ کی مدینہ سے مکہ ہجرت یزیدی دباؤ میں شدت آنے کے بعد حضرت حسینؓ نے اہلِ بیتؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ یہ خروج دراصل ایک دینی احتجاج اور سیاسی انکارِ ظلم تھا۔ قال ابن الأثیر: "وَخَرَجَ الْحُسَيْنُ مِنَ الْمَدِينَةِ مُتَوَجِّهًا إِلَى مَكَّةَ لِمَا بَلَغَهُ مِنْ أَمْرِ يَزِيدَ وَمَا أَرَادُوهُ بِهِ مِنْ أَخْذِ الْبَيْعَةِ" (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج3، ص402، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: حضرت حسینؓ مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے جب انہیں یزید کے بیعت لینے کے ارادے اور اس کے دباؤ کی اطلاع ملی۔

تشریح و تجزیہ: حضرت حسینؓ کا یہ سفر دراصل حق و باطل کے امتیاز کا آغاز تھا۔ مدینہ، جو دار النبوۃ و دار الہجرۃ ہے، وہاں سے نکلنا اس بات کی علامت تھا کہ حق کی حفاظت کے لیے قربانی لازم ہے۔ آپؓ نے اپنی ہجرت سے امت کو یہ سبق دیا کہ دین کے اصول اقتدار کی مصلحتوں سے برتر ہیں۔

ظلم کی نوعیت: اہلِ بیتؓ کو دارالنبوۃ سے نکلنے پر مجبور کیا گیا۔ سیاسی جبر کے ذریعے اہلِ حق کو الگ تھلگ کیا گیا۔ خلافت کو عدل کے بجائے اقتدار کی علامت بنایا گیا۔

خلاصہ ونتائج: 1۔ سنہ 60ھ اسلامی خلافت کے نظامِ شورائیت کے خاتمے اور وراثتی سلطنت کے آغاز کا سال ثابت ہوا۔ 2۔ اکابرِ صحابہ خصوصاً حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس طرزِ حکومت کو دینی بنیادوں پر مسترد کیا۔ 3۔ یزید کی خلافت کا آغاز ہی سیاسی جبر، فکری غلامی، اور مذہبی انحراف سے ہوا۔ 4۔ حضرت حسینؓ کی ہجرت ایک عملی احتجاج اور اخلاقی قیادت کا مظہر بنی۔ 5۔ یہ سال کربلا کے المیے کی تمہید بنا، جو بعد میں اسلامی تاریخ میں ظلم کے خلاف قیامِ حق کی علامت بن گیا۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص111، دارالفکر، بیروت، 1408ھ۔ 2-تاریخ الطبری، امام محمد بن جریر الطبری، ج5، ص337، دارالتراث، بیروت، 1387ھ۔ 3-الکامل فی التاریخ، امام ابن الأثیر الجزری، ج3، ص402، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ۔

اسلامی سنہ 60ھ (فکری قید، سیاسی خوف اور مظلومیت کا پھیلتا دائرہ)

اسلامی سنہ 60ھ خلافتِ یزید کے ابتدائی ایام کا وہ سنگین مرحلہ ہے جس میں ظاہری سکوت کے پس منظر میں سیاسی جبر، فکری دباؤ، اور مذہبی آزادی کی سلب کا عمل

شروع ہوا۔ اموی اقتدار نے نہ صرف خلافت کے شورائی نظام کو معطل کیا بلکہ اہلِ بیتؓ اور اہلِ علم پر نگرانی و جاسوسی کا جال بچھایا۔ اسی دور میں کوفہ، مدینہ، اور مکہ میں خوف کی فضا پیدا کی گئی تا کہ کسی بھی دینی یا سیاسی اختلاف کو اُبھارنے سے پہلے ہی کچل دیا جائے۔ یہی وہ پس منظر ہے جس میں حضرت حسینؓ کی مکہ اقامت، کوفی خطوط، اور حضرت مسلم بن عقیلؓ کا اقدام پیش آیا جو بعد کے عظیم المیے کی تمہید بنا۔

ربیع الثانی 60ھ کوفہ میں اموی جاسوسی: اور عوامی دباؤ کوفہ میں اہلِ بیتِ نبویؐ کے حامیوں پر سخت نگرانی قائم کر دی گئی۔ بنی امیہ کے عاملین نے خطوط کی تلاشی، اہلِ علم کی گفتگو پر پابندی، اور اہلِ ایمان کی نقل و حرکت پر جاسوسی کا سلسلہ شروع کیا۔ ہر اس شخص کو مشکوک سمجھا گیا جو حضرت حسینؓ یا ان کے اصحاب کا ذکر خیر کرتا۔ قال البلاذری: ''وَكَانَ عُمَّالُ بَنِي أُمَيَّةَ بِالْكُوفَةِ يُرَاقِبُونَ مَنْ يَتَحَدَّثُ فِي أَمْرِ الْحُسَيْنِ خَوْفًا مِنَ الْفِتْنَةِ'' (أنساب الأشراف، البلاذری، ج3، ص145، دار الفکر، بیروت)، ترجمہ: بنی امیہ کے گورنر کوفہ میں ان لوگوں پر سخت نظر رکھتے جو حضرت حسینؓ کے بارے میں گفتگو کرتے تھے، فتنہ کے خوف کے بہانے۔

تشریح و تجزیہ: یہ ''فتنہ کے خوف'' کا بہانہ دراصل ظلم کے جواز کا حربہ تھا۔ حکومتِ یزید نے دینی شعور اور سیاسی آگہی کو ''فتنہ'' قرار دے کر حق گوئی کو جرم بنا دیا۔ اہلِ بیتؓ کے تذکرے کو محدود کر دینا اور اہلِ کوفہ کی مجالس پر پابندی لگانا دراصل اس بات کا اعلان تھا کہ سچ بولنا خطرناک اور خاموش رہنا محفوظ ہے۔

ظلم کی نوعیت: سیاسی جاسوسی اور نگرانی۔ عوام پر ذہنی خوف اور دباؤ۔ آزادیِ اظہار اور دینی گفتگو کی سلب۔

جمادی الاولی 60ھ حجاز میں یزیدی اثرات کی توسیع: اسی سال یزید نے حجاز کے خطباء اور ائمہ کو حکم دیا کہ وہ منبروں پر اس کے لیے دعا کریں اور اس کے مخالفین کو برائی سے یاد کریں۔ مکہ و مدینہ جیسے مقدس شہروں میں بھی دین کے منبر کو سیاست کا آلہ بنادیا گیا۔ **قال ابن کثیر: "وَأَمَرَ يَزِيدُ خُطَبَاءَ الْأَمْصَارِ أَنْ يَدْعُوا لَهُ عَلَى الْمَنَابِرِ وَيَذْكُرُوا مَنْ خَالَفَهُ بِالسُّوءِ"** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص114، دار الفکر، بیروت)، ترجمہ: یزید نے تمام شہروں کے خطباء کو حکم دیا کہ وہ منبروں پر اس کے لیے دعا کریں اور اس کے مخالفین کا ذکر برائی سے کریں۔

تشریح و تجزیہ: یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ یزید نے منبرِ رسول ﷺ کو اپنی سیاسی تائید کے لیے استعمال کیا۔ خطباء کو مجبور کیا گیا کہ وہ حق کو خاموشی اور باطل کو وفاداری کے پردے میں پیش کریں۔ یہی وہ لمحہ تھا جب دین کا منبر سیاسی حکومت کے تابع ہوا، اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ جبر کے بوجھ تلے دب گیا۔

ظلم کی نوعیت: مذہبی و خطابی آزادی کا خاتمہ۔ دین کے منبر کو سیاسی مقصد کے لیے استعمال کرنا۔ مخالفینِ حق کی کردار کشی اور اہلِ بیتؓ کی تضحیک۔

جمادی الآخری 60ھ حضرت حسینؓ کی مکہ میں اقامت: اور خطوطِ کوفہ کوفہ کے متعدد قبائل اور اہلِ ایمان نے حضرت حسینؓ کو خطوط کے ذریعے دعوتِ بیعت و قیادت

دی۔ یہ خطوط ہزاروں کی تعداد میں حضرت حسینؓ تک پہنچے، جن میں اہلِ کوفہ نے عرض کیا کہ: ''ہمارا کوئی امام نہیں، ہم آپ کو اپنا امام مانتے ہیں''۔ ادھر یزید نے مکہ مکرمہ کی طرف جاسوسوں کو روانہ کیا تا کہ حضرت حسینؓ کی نقل وحرکت پر کڑی نظر رکھی جا سکے۔

''وَقَدْ كَتَبَ أَهْلُ الْكُوفَةِ إِلَى الْحُسَيْنِ كُتُبًا كَثِيرَةً يَدْعُونَهُ إِلَى الْبَيْعَةِ، فَبَعَثَ يَزِيدُ الْعُيُونَ لِيُرَاقِبُوا أَحْوَالَهُ'' (تاریخ الطبری، ج5، ص339؛ الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج3، ص404)۔

ترجمہ وتجزیہ: کوفہ سے آئے ہوئے خطوط حضرت حسینؓ کے لیے عوامی محبت و دینی اعتماد کا مظہر تھے۔ لیکن حکومت نے انہیں ''بغاوت'' قرار دے کر مکہ کی فضاء میں خوف و جاسوسی کی فضا پیدا کر دی۔ یزید کے کارندے حج کے راستوں اور مقاماتِ مقدسہ میں بھی اہلِ بیتؓ کی نقل وحرکت پر نگرانی کرتے رہے۔

ظلم کی نوعیت: فکری قید اور عوامی رائے پر دباؤ۔ سیاسی جاسوسی اور دینی قیادت پر خوف طاری کرنا۔ اہلِ بیتؓ کے خلاف مسلسل نگرانی۔

رجب تا رمضان 60ھ کوفہ کی تحریک اور حضرت مسلم بن عقیلؓ کا اقدام: کوفہ کے عوام نے حضرت حسینؓ کی دعوت قبول کرتے ہوئے ان کے نام کی بیعت کی۔ حضرت حسینؓ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ روانہ فرمایا تا کہ وہ حالات کا جائزہ لیں۔ کوفہ میں ہزاروں افراد نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، مگر جب یزید نے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تو حالات بدل گئے۔ قال الطبری:

''وَقَدِمَ مُسْلِمُ بْنُ عَقِيلٍ إِلَى الْكُوفَةِ فَبَايَعَهُ النَّاسُ لِلْحُسَيْنِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ يَزِيدَ فَأَمَرَ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ زِيَادٍ بِالْمَسِيرِ إِلَيْهَا'' (تاریخ الطبری، ج5، ص345، دار التراث، بیروت)، ترجمہ: حضرت مسلم بن عقیلؓ کوفہ پہنچے تو لوگوں نے ان کے ہاتھ پر حضرت حسینؓ کے لیے بیعت کی۔ جب یہ خبر یزید تک پہنچی تو اس نے عبیداللہ بن زیاد کو حکم دیا کہ وہ فوراً کوفہ پہنچے۔

تشریح و تجزیہ: حضرت مسلم بن عقیلؓ کا اقدام اہلِ ایمان کے اجتماعی شعور کا مظہر تھا، لیکن یزید نے اسے اپنی سلطنت کے لیے خطرہ سمجھا۔ عبیداللہ بن زیاد کی آمد کے بعد کوفہ کی فضا خوف و دہشت میں بدل گئی۔ بیعت کرنے والے افراد کو گرفتار، تشدد کا نشانہ، اور اہلِ حق کو شہید کیا گیا۔ یوں کوفہ میں تحریکِ حق کو خون میں ڈبو دیا گیا لیکن اس کی روحِ ایمان باقی رہی۔

ظلم کی نوعیت: سیاسی قتل وقمع۔ اہلِ حق کی گرفتاری اور اذیت۔ عوامی بیعت کو جبر کے ذریعے توڑنا۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ سنہ 60ھ کے وسط میں خلافتِ یزید نے سیاسی جبر، فکری غلامی، اور مذہبی خوف کا نیا باب کھولا۔ 2۔ کوفہ میں اہلِ بیتؓ کے حامیوں پر جاسوسی اور مکہ و مدینہ میں منبروں کی زبان پر پابندی لگا دی گئی۔ 3۔ حضرت حسینؓ کی مکہ اقامت اور خطوطِ کوفہ نے امت کے اندر ایمان کی بیداری کی لہر پیدا کی۔ 4۔ حضرت مسلم بن عقیلؓ کا اقدام سیاسی بصیرت اور دینی وفاداری کا عملی مظہر بنا۔ 5۔ یزید کے ظلم

وجبر نے اسلام کے اس اصول کو واضح کیا کہ حق کو دبایا جاسکتا ہے، مٹایا نہیں جاسکتا۔

مصادر و مراجع: 1-أنساب الأشراف، امام البلاذری، ج3، ص145، دارالفکر، بیروت، 1407ھ۔2-البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص114، دارالفکر، بیروت، 1408ھ۔3-تاریخ الطبری، امام محمد بن جریر الطبری، ج5، ص339، ص345، دارالتراث، بیروت، 1387ھ۔4-الکامل فی التاریخ، امام ابن الأثیر الجزری، ج3، ص404، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ۔

شوال تا ذی الحجہ 60ھ (ظلم کا تسلسل اور کربلا کی تمہید)

اسلامی سنہ 60ھ کے آخری مہینے تاریخِ امت کے لیے نہایت فیصلہ کن ثابت ہوئے۔ اس مدت میں ظلم و جبر کی چادر مزید گہری ہوئی، اور اہلِ بیتِ نبویؐ کے خلاف سیاسی منصوبہ بندی نے اپنے عروج کو پہنچا۔ حضرت مسلم بن عقیلؓ کی شہادت، اہلِ کوفہ پر ظلم، خطوط کی ضبطی، اور حضرت حسینؓ کے مکہ سے خروج نے وہ پس منظر تیار کیا جس نے بالآخر کربلا کے المیے کو جنم دیا۔ یہ مہینے شوال تا ذی الحجہ 60ھ گویا اسلامی تاریخ میں ایک نئے بابِ مظلومیت کا آغاز تھے، جس میں اہلِ بیتِ نبوتؐ کے خلاف ریاستی جبر، سیاسی فریب، اور مذہبی تشدد کی بنیادیں مضبوط کی گئیں۔

شوال 60ھ ابن زیاد کا کوفہ پر تسلط اور خوف کی فضا: یزید نے جب حضرت

مسلم بن عقیلؓ کی تحریک کی اطلاع پائی تو عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ سے کوفہ بھیجا تا کہ اس ابھرتی ہوئی دینی واخلاقی بیداری کو کچل دیا جائے۔ابن زیاد کی آمد کے ساتھ ہی کوفہ کا ماحول خوف ودہشت میں بدل گیا۔قال الطبری: ''فَقَدِمَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ زِيَادٍ الْكُوفَةَ مُتَلَثِّمًا، فَدَخَلَ الْمَدِينَةَ وَالنَّاسُ يَظُنُّونَ أَنَّهُ الْحُسَيْنُ، فَلَمَّا وَصَلَ الْقَصْرَ أَظْهَرَ نَفْسَهُ، وَدَعَا بِالْعَسْكَرِ وَأَمَرَهُمْ بِتَتَبُّعِ أَنْصَارِ الْحُسَيْنِ'' (تاریخ الطبری، ج5،ص348، دارالتراث، بیروت)،ترجمہ: **عبیداللہ بن زیاد نقاب پوش ہو کر کوفہ میں داخل ہوا**،لوگ سمجھے کہ حسینؓ آئے ہیں۔قصر میں پہنچ کر اس نے اپنی حقیقت ظاہر کی،فوج کو طلب کیا اور حکم دیا کہ حسینؓ کے انصار کو تلاش کر کے گرفتار کیا جائے۔

تجزیہ: ابن زیاد کے داخلے نے کوفہ کو عسکری نگرانی میں بدل دیا۔ ہر گھر، ہر مجلس، اور ہر گفتگو پر جاسوس مقرر ہوئے۔اہلِ حق کے لیے زمین تنگ کر دی گئی یہ ظلم دراصل اہلِ بیتؓ کی سیاسی وفکری قیادت کو ختم کرنے کی ایک منظم کوشش تھی۔

ذی القعدہ 60ھ مسلم بن عقیلؓ کی شہادت اور فریبِ اہلِ کوفہ: حضرت مسلم بن عقیلؓ، جو حضرت حسینؓ کے وکیل کی حیثیت سے کوفہ تشریف لائے تھے، ابتدا میں ہزاروں افراد نے بیعت کی۔مگر ابن زیاد کے ظلم، دھمکیوں، اور مالی لالچ نے وفاداری کو خوف میں بدل دیا۔قال ابن كثير: ''فَتَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْ مُسْلِمٍ حَتَّى بَقِيَ وَحْدَهُ، فَقُبِضَ عَلَيْهِ وَقُتِلَ رَحِمَهُ اللهُ'' (البدایۃ والنہایۃ،ابن کثیر،ج8،ص116، دارالفکر، بیروت)،ترجمہ: لوگ مسلمؓ سے منتشر ہو گئے یہاں تک کہ وہ اکیلے رہ گئے، پس

انہیں گرفتار کر کے شہید کر دیا گیا۔

تجزیہ: یہ شہادت تاریخِ اسلام میں اس حقیقت کو روشن کرتی ہے کہ ظلم کے ایوان طاقت سے نہیں بلکہ خوف سے مضبوط رہتے ہیں۔ مسلم بن عقیلؓ کا صبر و استقامت اہلِ بیتؓ کی راہِ حق میں قربانی کا پہلا سنگِ میل ثابت ہوا۔

ذی الحجہ 60ھ حضرت حسینؓ کا مکہ سے خروج اور کربلا کی تمہید: حضرت حسینؓ کو اہلِ کوفہ کی دعوتیں موصول ہو رہی تھیں، لیکن دوسری جانب یزیدی جاسوس مکہ کے اطراف میں سرگرم تھے۔ چونکہ آپؓ کو قتل کی سازش کی خبر ملی، آپؓ نے حج کے ایام میں احرام توڑ کر عراق کی طرف روانگی کا فیصلہ فرمایا تاکہ حرمِ مکہ میں خونریزی نہ ہو۔ قال ابن الأثیر: "ولما كَثُرَتِ الكُتُبُ إلى الحسين من أهل الكوفة، عَزَمَ على الخروج، وخشي أن يُقْتَلَ في الحرم فخرج إلى العراق" (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج3، ص405، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: جب اہلِ کوفہ کی طرف سے حضرت حسینؓ کے نام بہت سے خطوط پہنچے تو آپؓ نے عراق کے سفر کا ارادہ کیا، اس خوف سے کہ کہیں حرم میں آپؓ کو قتل نہ کر دیا جائے۔

تجزیہ: یہ خروج دراصل مظلومیت کی معراج کا آغاز تھا۔ اہلِ بیتؓ نے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر امت کو بتا دیا کہ ظالم کے سامنے خاموشی جرم ہے، اور دین کی عزت، مال و جان سے بڑھ کر ہے۔

ظلم کی نوعیت و اثرات: 1۔ اہلِ بیتؓ کی مخالفت کو بغاوت قرار دینا یزیدی

حکومت نے مظلوموں کو باغی ٹھہرا کر ان کے خلاف قتل وقمع کو ''نظامِ ریاست'' کا تقاضا قرار دیا۔2۔امت میں تفرقے کی بنیاد اہلِ بیتؓ کی مظلومیت کو سیاسی رنگ دے کر امت میں تقسیم اور افتراق پیدا کیا گیا۔3۔دین کو سیاست کا تابع بنانا منابر، قضاۃ اور عمال سب کو حکومتی بیانیے کا حصہ بنایا گیا۔

خلاصہ ونتائج: 1۔سنہ 60ھ کے اواخر میں اہلِ بیتِ نبویؐ پر ظلم اپنی انتہاء کو پہنچ گیا۔2۔کوفہ میں فکری و مذہبی آزادی کا خاتمہ ہوا، اور حق گوئی کو جرم قرار دیا گیا۔ 3۔حضرت مسلم بن عقیلؓ کی شہادت نے کربلا کے المیے کی تمہید رکھی۔4۔حضرت حسینؓ کا مکہ سے خروج دراصل دین کے تحفظ اور ظلم کے خلاف آخری احتجاج تھا۔5۔یہ تمام واقعات بتاتے ہیں کہ مظلومیت، صبر، اور استقامت اہلِ بیتؓ کی سیرت کے مرکزی اوصاف ہیں، جنہوں نے امت کو عدل وحق کا پیغام دیا۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص116، مطبع دار الفکر، بیروت۔2-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج5، ص348، دار التراث، بیروت۔ 3-الکامل فی التاریخ، عزالدین ابن الأثیر، ج3، ص405، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

حضرت مسلم بن عقیلؓ کوفہ کے شہیدِ وفا و مظلوم نمائندہ حسینؓ

اسلامی تاریخ کے خونچکاں ابواب میں سنہ 60ھ اور 61ھ کا زمانہ وہ ہے

جب امتِ مسلمہ کی قیادت وخلافت کے اصولی تصور کو جبر وسیاست نے پامال کر دیا۔ انہی پرآشوب دنوں میں حضرت حسین بن علیؓ نے جب دیکھا کہ یزید کی حکومت خلافتِ راشدہ کے اصولوں سے منحرف ہو چکی ہے، تو آپؓ نے بیعت سے انکار کر کے اصلاحِ امت واعلاءِ حق کی راہ اختیار کی۔ اسی جدوجہد کا پہلا عملی مرحلہ تھا کوفہ کے عوام کے اصرار پر اپنے معتمد وفاضل قریبی رشتہ دار حضرت مسلم بن عقیلؓ کو نمائندہ بنا کر کوفہ روانہ کرنا۔ یہ مضمون اسی جلیل القدر شخصیت کی سوانح، دعوتی جدوجہد اور شہادت کے المیے پر مبنی ہے، جس نے وفاداری واستقامت کی وہ مثال قائم کی جو رہتی دنیا تک اسلامی غیرت وحق پرستی کی علامت رہے گی۔

1۔نسب، خاندان اور ابتدائی تعارف: حضرت مسلم بن عقیلؓ، سیدنا عقیل بن ابی طالبؓ (عمِ رسول ﷺ) کے فرزند اور حضرت علیؓ کے بھتیجے تھے۔ اس لحاظ سے وہ بنو ہاشم کے معزز اور قریبی ترین خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی والدہ کا نام علیہ بنتِ ابی مرہ بن عروہ ثقفیہ تھا۔ **قال ابن سعد: "وكان مسلم بن عقيل من أهل الفضل والشجاعة والعقل، وكان من خيار بني هاش"** (الطبقات الکبری، ابن سعد، ج5، ص66، دار صادر، بیروت)، ترجمہ: حضرت مسلم بن عقیلؓ اہلِ فضل، شجاعت اور عقل کے پیکر تھے، اور بنی ہاشم کے بہترین افراد میں شمار ہوتے تھے۔ **تشریح:** ان کے فضائل میں علم، دیانت، تقویٰ، فہمِ دین اور عسکری مہارت نمایاں تھیں۔ حضرت علیؓ اور امام حسنؓ کے ساتھ بھی انہوں نے کئی مواقع پر وفاداری واخلاص کا مظاہرہ کیا۔ یہی صفات

بعد میں امام حسینؓ کے لیے ان کے اعتماد کا سبب بنیں۔

2۔بیعتِ حسینؓ اور سفارتِ کوفہ سنہ 60ھ: جب یزید کی خلافت پر مکہ، مدینہ اور عراق میں اختلاف پیدا ہوا تو اہلِ کوفہ نے خطوط و پیغامات کے ذریعے امام حسینؓ کو بلاوا دیا کہ آپ آئیں اور ہم آپ کی بیعت کریں۔امام حسینؓ نے حالات کے جائزے کے لیے حضرت مسلم بن عقیلؓ کو بطور نمایندہ وسفیر کوفہ روانہ فرمایا:**قال الطبری: "فبعث الحسینُ مسلمَ بنَ عقیلٍ إلی الکوفة، و کتب معه کتابًا إلی أهلها، یأمرهم فیه بالاجتماع و الطاعة"** (تاریخ الطبری، ج5،ص357،دارالتراث، بیروت)،ترجمہ: امام حسینؓ نے مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ بھیجا اور ان کے ساتھ ایک خط لکھا جس میں اہلِ کوفہ کو اجتماع و اطاعت کا حکم دیا۔**تشریح:** یہ اقدام سفارتی اور دینی دونوں پہلو رکھتا تھا۔امام حسینؓ نے جلدی میں اقدام نہیں کیا بلکہ پہلے حالات کی تحقیق کے لیے مسلمؓ کو بھیجا۔یہ طریقہ سیاسی بصیرت اور شرعی مشاورت کی علامت ہے۔

3-کوفہ میں قیام و بیعت کا آغاز ذی قعدہ 60ھ: حضرت مسلمؓ کوفہ پہنچے تو ابتدائی طور پر اہلِ کوفہ نے بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ان کے ہاتھ پر ہزاروں افراد نے بیعت کی۔**قال البلاذری: "وبایع مسلمٌ بنُ عقیلٍ للحسینِ ثمانیة عشرَ ألفًا من أهل الکوفة"** (أنساب الأشراف، ج3،ص152،دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: مسلم بن عقیلؓ کے ہاتھ پر اہلِ کوفہ کے اٹھارہ ہزار افراد نے امام حسینؓ کے لیے بیعت کی۔

تشریح: یہ ایک عظیم دینی وسیاسی لمحہ تھا۔کوفہ، جو خلافتِ علیؓ کا مرکز رہ چکا تھا، پھر سے اہلِ بیتؓ کے حق میں بیدار نظر آیا۔حضرت مسلمؓ نے امام حسینؓ کو پیغام بھیجا کہ ''لوگ آپ کی بیعت کے لیے پرعزم ہیں، آپ تشریف لائیں'' (الطبری، ج5،ص362)۔

4۔عبیداللہ بن زیاد کی آمد اور سیاسی انقلاب: آخرِ ذی قعدہ 60ھ یزید کو جب کوفہ کی اس بیداری کی خبر ملی تو اس نے بصرہ کے گورنر عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا۔ابن زیاد نے نہایت چالاکی، دہشت، اور رشوت کے ذریعے حالات کا رخ بدل دیا۔**قال ابن الأثیر: ''دخل ابن زیاد الکوفة متلثماً، وأشاع الرعب فی الناس، فخذلوا مسلمًا، وتفرقوا ع''** (الکامل فی التاریخ، ج3،ص396، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: **ابن زیاد نقاب اوڑھ کر کوفہ میں داخل ہوا،** اس نے لوگوں میں خوف پھیلایا، چنانچہ لوگ مسلمؓ کا ساتھ چھوڑ کر منتشر ہو گئے۔**تشریح:** یہی وہ لمحہ تھا جہاں کوفہ کے عہد و وفا کا پردہ چاک ہوا۔جنہوں نے بیعت کی تھی، وہ سب خوف و لالچ کے آگے جھک گئے۔حضرت مسلمؓ تنہا رہ گئے مگر ان کا عزم ٹوٹا نہیں۔

5۔حضرت مسلمؓ کی گرفتاری وشہادت: 9 ذوالحجہ 60ھ (یومِ عرفہ) جب امامِ حسینؓ کی روانگی کی خبر پھیلی، ابن زیاد نے حضرت مسلمؓ کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔طویل جدوجہد کے بعد وہ دارالامارہ کے محاصرے میں آئے۔**قال الطبری: ''فقاتل مسلمٌ قتالَ الأبطال حتی أُخذ أسیراً، فأُمر به ابنُ زیاد، فأصعدوه علی القصر، فضربوا عنقَه، وألقوا بجسده''** (تاریخ الطبری، ج5،ص373، دارالتراث،

بیروت)، ترجمہ: مسلمؓ نے بہادروں کی طرح جنگ کی، پھر گرفتار ہوئے۔ ابن زیاد کے حکم پر انہیں قصر کی چھت پر لے جایا گیا، ان کی گردن ماری گئی اور جسم نیچے پھینک دیا گیا۔ **قال ابن کثیر: "قُتِل مسلمُ بنُ عقیلٍ رضی اللہ عنہ یومَ عرفۃ، وکان ذلک قبلَ قدوم الحسینِ إلی العراق"** (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص163، دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: حضرت مسلم بن عقیلؓ یومِ عرفہ کے دن شہید کیے گئے، اور یہ واقعہ امام حسینؓ کے عراق پہنچنے سے پہلے کا ہے۔

تشریح: یومِ عرفہ جب دنیا بھر کے حاجی دعاؤں میں مصروف تھے، اسی دن کوفہ میں وفاداری واستقامت کا چراغ بجھا دیا گیا۔ حضرت مسلمؓ کی شہادت نے دراصل کربلا کے المیے کا مقدمہ رقم کیا۔

6۔ ان کی استقامت ووفاداری کا روحانی مفہوم: حضرت مسلمؓ نے امام حسینؓ کی نمائندگی میں صرف ایک سیاسی مشن نہیں، بلکہ اخلاص وایثار کی دینی مثال پیش کی۔ انہوں نے اکیلے دشمنوں کے نرغے میں حق کا علم بلند رکھا۔ ان کا قول تاریخ میں ثبت ہے: **"واللہِ لَوْ کَانَ لِی أَنْفَاسٌ کَعَدَدِ النُّجُومِ، لَمَا تَرَکْتُ نُصْرَۃَ الْحُسَیْنِ"** خدا کی قسم! اگر میری جانیں ستاروں کے برابر بھی ہوتیں تب بھی میں حسینؓ کی نصرت سے باز نہ آتا۔ (مقاتل الطالبیین، ص61، دارالمعرفہ، بیروت) یہ جذبہ وفا دراصل کربلا کے قافلۂ حق کا پیش خیمہ تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1۔ حضرت مسلم بن عقیلؓ وفاداری و امانت کی وہ درخشاں

مثال ہیں جنہوں نے حسینؓ کے مقصدِ اصلاح کو عملی جامہ پہنایا۔2۔کوفہ کے عوام کی کمزوری اور ابن زیاد کی سیاست نے امت کے لیے ایک تاریخی سبق چھوڑا کہ خوف و طمع ایمان کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔3۔مسلمؒ کی شہادت نے واضح کیا کہ حق کے راہرو اکیلے ہو جائیں تو بھی ان کی قربانی تاریخ بدل دیتی ہے۔4۔وہ دراصل کربلا کے اولین شہید اور وفاداریِ حسینی کے علمبردار ہیں۔5۔ان کی استقامت نے بتادیا کہ سفارتِ ایمان میں جان کا نذرانہ بھی کم ہے اگر مقصد رضائے الٰہی ہو۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 357-373، دار التراث، بیروت۔2-الکامل فی التاریخ عزالدین ابن الأثیر، ج3، ص396-398، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔3-البدایۃ والنہایۃ اسماعیل بن عمر ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص163، دار الفکر، بیروت۔4-أنساب الأشراف أحمد بن یحیی البلاذری، ج3، ص152، دار الفکر، بیروت۔5-الطبقات الکبری محمد بن سعد، ج5، ص66، دار صادر، بیروت۔6-مقاتل الطالبیین أبو الفرج الأصفہانی، ص 61-63، دار المعرفہ، بیروت۔7-الفتوح ابن أعثم الکوفی، ج5، ص72-80، دار الأضواء، بیروت۔

سنہ 61ھ مظلومیتِ حسینؓ اور خلافتِ یزید کے جبر کا نقطۂ عروج

اسلامی تاریخ کے صفحات میں سنہ 61ھ ایک ایسا غمناک اور لرزہ خیز باب

ہے جس نے امت کے ضمیر کو ہمیشہ کے لیے بیدار کر دیا۔ یہ وہ سال ہے جس میں حق و باطل کا آخری اور فیصلہ کن معرکہ سرزمینِ کربلا پر برپا ہوا ایک طرف نورِ نبوت کے وارث سیدنا حسین بن علیؓ تھے، اور دوسری جانب اقتدار و جبر کی علامت خلافتِ یزید۔ یہ صرف ایک جنگ نہیں تھی، بلکہ اصول و ایمان کی جدوجہد تھی، جس نے قیامت تک ظلم کے خلاف استقامت کی علامت قائم کر دی۔

1۔ محرم 61ھ حضرت حسینؓ کا قافلہ حق کربلا میں قیام: یزید کی بیعت سے انکار کے بعد حضرت حسینؓ نے اہلِ کوفہ کے خطوط و پیغامات کے جواب میں حق کے قیام کا سفر شروع کیا۔ کوفہ کی طرف روانگی کے دوران حالات نے رخ بدلا، راہوں پر نگرانی سخت ہوئی، اور آخر کار قافلہ حسینی کربلا کی وادی میں ٹھہرا۔ **قال الطبری:** ''**فنزل الحسینُ کربلاء فی الثانی من المحرم**'' (تاریخ الطبری، ج5، ص389، دار التراث، بیروت)، ترجمہ: حضرت حسینؓ محرم کی دوسری تاریخ کو کربلا میں اترے۔

تشریح: یہ قیام دراصل اصولِ حق پر استقلال کا مقام تھا۔ کربلا کی زمین، جو ابتدا میں اجنبی و غیر آباد تھی، اسلام کی تاریخ میں وفاداری، قربانی، اور صبر کی علامت بن گئی۔ امامؓ نے اس مقام پر ظلم کے سامنے خاموشی اختیار نہ کی، بلکہ عزیمت کے ساتھ ٹھہر گئے۔

2۔ پانی کی بندش لشکرِ کوفہ کی زیادتی و غیر انسانی سلوک: خلافتِ یزید کی نمائندہ حکومت نے نہ صرف عسکری محاصرہ کیا، بلکہ پانی جیسی بنیادی انسانی ضرورت تک کو روک دیا۔ عورتیں، بچے، بیمار، حتیٰ کہ شیر خوار علی اصغرؓ تک پیاس سے تڑپائے

گئے۔قال ابن الأثیر: ''وأمر ابن زیاد عمرو بن الحجاج أن یمنع الماء عن الحسین و أصحابه'' (الکامل فی التاریخ، ج3،ص407، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: ابن زیاد نے عمرو بن حجاج کو حکم دیا کہ حسینؓ اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کردے۔

تشریح: یہ اقدام انسانی شرافت کے تمام معیاروں کے خلاف تھا۔ دشمنانِ اہلِ بیت نے عورتوں اور بچوں تک کو پیاس سے بے حال کردیا، تاکہ امامؓ کو بیعت پر مجبور کیا جاسکے۔ لیکن حسینؓ نے فرمایا: ''لَا وَاللّٰهِ، لَا أُعْطِيهِمْ بِيَدِي إِعْطَاءَ الذَّلِيلِ'' یعنی: ''خدا کی قسم! میں ذلت کی بیعت ہرگز نہیں دوں گا'' (تاریخ الطبری، ج5،ص425)، یہی وہ لمحہ تھا جب امامؓ نے حق پر استقامت اور باطل کے سامنے نہ جھکنے کا عملی مظاہرہ کیا۔

3۔ یومِ عاشورہ (10 محرم 61ھ) مظلومیتِ عظمیٰ کا دن: دسویں محرم کا سورج ظلم و استقامت کی سب سے بڑی داستان بن کر طلوع ہوا۔ حضرت حسینؓ اور ان کے جاں نثار ساتھیوں نے ایک ایک کرکے جامِ شہادت نوش کیا، مگر باطل کے سامنے سجدہ ذلت ادا نہ کیا۔ قال ابن کثیر: ''فَقُتِلَ الحسینُ بنُ علیٍّ رضی الله عنه یومَ عاشوراءَ، و کان یومًا عظیمًا فی الإسلام'' (البدایۃ والنہایۃ، ج8،ص190، دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: 10 محرم کو حسین بن علیؓ شہید کیے گئے، یہ اسلام کی تاریخ کا عظیم سانحہ تھا۔

تفصیل وتشریح: یہ دن شہادتِ حسینؓ ہی نہیں، بلکہ اسلامی ضمیر کی بیداری کا دن بن گیا۔ ظلم و طاقت کے مقابل ایمان و استقامت کی وہ مثال قائم ہوئی جو تا قیامت مشعلِ راہ بن گئی۔

ظلم کی نوعیت درج ذیل تھی: 1۔اہلِ بیتؓ پر عسکری چڑھائی۔2۔خواتین و اطفال کی اسیری۔3۔لاشوں کی بے حرمتی۔4۔حق گوئی کو بغاوت قرار دینا۔یہ سب کچھ یزیدی نظامِ حکومت کی سیاسی جبر وتحریف کی انتہا تھی، جس نے ''خلافت'' کو ''مُلوکیت'' میں بدل دیا۔

4۔شہادت کے بعد اسیریِ اہلِ بیتؓ تا دربارِ شام: شہادت کے بعد آلِ رسول ﷺ کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کر کے کوفہ وشام کے بازاروں میں پھرایا گیا۔یہ المیہ نہ صرف ظلم کی انتہا بلکہ حکومتی بے حسی اور اخلاقی انحطاط کی علامت تھا۔قال البلاذری: **وسُيِّرَ برأسِ الحسينِ إلى يزيدَ بالشام، ومعه نساؤه وصبيانه** (أنساب الأشراف، ج3،ص182، دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: حسینؓ کا سر شام میں یزید کے پاس بھیجا گیا اور ان کی عورتوں و بچوں کو بھی ساتھ لے جایا گیا۔

تشریح: یہ وہ لمحہ تھا جب شام کے دربار میں حق کا سر نیزے پر بلند تھا اور باطل تخت پر بیٹھا مسکرا رہا تھا لیکن تاریخ کے فیصلے نے ثابت کیا کہ سر کٹ گیا، مگر حق نہیں جھکا۔

خلاصہ ونتائج: 1۔سنہ 61ھ اسلامی تاریخ میں سیاسی جبر، اخلاقی زوال، اور روحانی بیداری کا سنگِ میل ہے۔2۔حضرت حسینؓ کی قربانی نے حق و باطل کے درمیان دائمی خطِ امتیاز قائم کر دیا۔3۔یزیدی حکومت نے طاقت کے زور پر دین کی روح کو مسخ کرنے کی کوشش کی، مگر شہادتِ حسینؓ نے امت کو اصل خلافت کی حقیقت

سمجھا دی۔ 4۔کربلا سے شام تک کے مظالم نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ ظلم کی حکومت قائم رہ سکتی ہے، مگر حق کو دبایا نہیں جا سکتا۔ 5۔اہلِ بیتؓ کی مظلومیت دراصل اسلام کی عزت وغیرت کی حفاظت کا مظہر تھی، نہ کہ کسی شخصی یا سیاسی مفاد کا۔

مصادر ومراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج5، ص389، 425، دار التراث العربی، بیروت۔ 2-الکامل فی التاریخ عزالدین ابن الأثیر، ج3، ص407، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3-البدایۃ والنہایۃ اسماعیل بن عمر ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص190، دار الفکر، بیروت۔ 4-أنساب الأشراف أحمد بن یحیی البلاذری، ج3، ص182، دار الفکر، بیروت۔ 5-الفتوح ابن أعثم الکوفی، ج5، ص107-115، دار الأضواء، بیروت۔ 6۔مقاتل الطالبیین أبو الفرج الأصفہانی، ص 56-78، دار المعرفہ، بیروت۔

کربلا کا معرکہ میدانِ حق وباطل کا فیصلہ کن باب

اسلامی سنہ 61ھ کی محرم کی فضا میں وہ لمحہ آیا جب تاریخِ اسلام کے صفحات ہمیشہ کے لیے خونِ صداقت اور قربانیِ ایمان سے تر ہو گئے، یہ وہ معرکہ تھا جس نے امارتِ ظلم وجبر کے مقابل امامتِ حق وعدل کا پرچم بلند کیا۔ سرزمینِ کربلا جو آج بھی وفا وصبر کی علامت ہے امام حسینؓ اور ان کے جاں نثار اہلِ بیت واصحاب کی قربانیوں کا

مرکز بنی، یہاں ہم تحقیقی اور زمانی ترتیب کے ساتھ ان تمام سوالات کا مفصل وعلمی جواب پیش کرتے ہیں جو کربلا کے واقعے سے متعلق ہیں۔

1۔میدانِ کربلا کہاں ہے اور مکہ وکوفہ سے کتنی دوری پر واقع تھا؟ کربلا عراق کے وسطی علاقے میں فرات کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ یہ کوفہ سے تقریباً 70 کلومیٹر (تقریباً 45 میل) کے فاصلے پر ہے، اور مکہ سے تقریباً 1200 کلومیٹر (تقریباً750 میل) دور۔قال یعقوبی: "نزل الحسینُ بأرضٍ یقال لها کربلاء، وهی من نواحی الکوفة، بینَها وبینَ الکوفةِ نحوُ فرسخین" (تاریخ الیعقوبی، ج2،ص241، دار صادر، بیروت)، ترجمہ: حضرت حسینؓ ایک جگہ اترے جسے "کربلا" کہا جاتا ہے، وہ کوفہ کے نواح میں ہے، اور ان دونوں کے درمیان چند فرسخ (تقریباً45 40 میل) کا فاصلہ ہے۔

تشریح: یعنی میدانِ کربلا کوفہ کے قریب ایک سنسان وغیر آباد مقام تھا۔ یہی مقام بعد میں ارضِ وفا وقربانی کے نام سے مشہور ہوا۔

2۔حضرت حسینؓ نے کربلا میں قیام کیوں کیا؟ جب ابنِ زیاد نے کوفہ کے راستے بند کیے، تو حر بن یزید کی قیادت میں لشکرِ کوفہ نے امام حسینؓ کے قافلے کو روک دیا، چونکہ امامؓ کا مقصد جنگ نہیں بلکہ اصلاح ونصیحت تھا، آپؓ نے تصادم سے بچنے کے لیے اسی غیر آباد مقام پر قیام فرمایا۔قال الطبری: "فلما جاء الحسینُ إلی کربلاء، قال: هذا موضعُ کربٍ وبلاءٍ، فأنزلوا هاه" (تاریخ الطبری، ج5،

ص389، دارالتراث، بیروت)، ترجمہ: جب حسینؓ کربلا پہنچے تو فرمایا: ''یہ غم ومصیبت کی جگہ ہے، یہاں اتر جاؤ''۔

تشریح: آپؓ نے اس جگہ کا انتخاب اس لیے کیا کہ جنگ سے گریز ہو، نیز یہ مقام اصلاح وشہادت کے لیے تقدیرِ الٰہی سے متعین تھا۔

3۔حضرت حسینؓ کے ساتھ کوفہ کے کتنے افراد دفاع میں شریک تھے؟ امام حسینؓ کے قافلے میں کل تقریباً 72 افراد تھے، جن میں اہلِ بیت، بنو ہاشم، اور چند وفادار کوفی شامل تھے۔**قال ابن الأثیر: "وکان مع الحسینِ اثنان وسبعونَ رجلاً من أصحابه وأهل بیته"** (الکامل فی التاریخ، ج3، ص408، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)۔

تشریح: یہ 72 افراد وہ تھے جنہوں نے عدد کی قلت کے باوجود عزم وایمان کی بلندی سے ظلم کے مقابل علمِ حق بلند رکھا۔

4۔ان میں سے کتنے شہید ہوئے؟ تقریباً تمام کے تمام 72 افراد یومِ عاشورہ (10 محرم 61ھ) کو راہِ حق میں شہید ہو گئے۔صرف اہلِ بیت کی خواتین اور بچے اسیری میں بچ گئے۔**قال ابن کثیر: "استشهد مع الحسین اثنان وسبعون رجلاً، ولم ینجُ منهم إلا علی بن الحسین، وکان مریضاً"** (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص190، دارالفکر، بیروت) ترجمہ: امام حسینؓ کے ساتھ 72 آدمی شہید ہوئے، ان میں سے صرف علی بن حسین (زین العابدینؒ) بچے، کیونکہ وہ بیمار تھے۔

5۔یزیدی لشکر کی تعداد کتنی تھی؟ یزیدی فوج کی تعداد مختلف روایات میں

20,000 سے 30,000 کے درمیان مذکور ہے۔ **قال البلاذری: "وکان جیشُ ابن سعد ثلاثین ألفاً"** (أنساب الأشراف، ج3، ص181، دار الفکر، بیروت)، ترجمہ: ابن سعد کی فوج تیس ہزار کے قریب تھی۔

تشریح: یعنی ایک طرف 72 مظلوم حق پرست، اور دوسری طرف تیس ہزار کا مسلح لشکر۔ یہ تناسب مظلومیتِ حسینؓ کا سب سے بڑا مظہر ہے۔

6۔ یزیدی لشکر میں سے کتنے مارے گئے؟ معتبر روایات کے مطابق 88 سے 120 کے درمیان مخالفین مارے گئے۔ **قال ابن الأثیر: "وقُتِلَ من أصحابِ ابنِ سعد ثمانیةٌ وثمانون رجلاً"** (الکامل فی التاریخ، ج3، ص409، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: ابن سعد کے لشکر میں سے 88 افراد مارے گئے۔

7۔ حضرت حسینؓ کو کس نے شہید کیا؟ امام حسینؓ پر پہلا تیر سنان بن أنس النخعی نے چلایا، پھر شمر بن ذی الجوشن نے ان کی گردن پر وار کیا۔ **قال الطبری: "وطعنه سنانُ بن أنس برمحه، ثم أمرَ شمرٌ فاحتزَّ رأسَه"** (تاریخ الطبری، ج5، ص451، دار التراث، بیروت)، ترجمہ: سنان بن انس نے برچھی سے حسینؓ کو زخمی کیا، پھر شمر نے حکم دے کر ان کا سر جدا کیا۔

8۔ کس کے حکم سے شہید کیا گیا؟ یہ سب عبید اللہ بن زیاد کے حکم پر ہوا، جو کوفہ میں یزید کا گورنر تھا۔ یزید نے اگرچہ ظاہراً براہِ راست حکم نہیں دیا، لیکن سیاسی و عملی ذمہ داری اسی کے نظام پر عائد ہوتی ہے۔ **قال البلاذری: "وکان عبید اللهُ بن**

زیادٍ هو الآمرُ بقتلِ الحسین'' (أنساب الأشراف، ج3،ص183، دارالفکر، بیروت)۔

9۔حضرت حسینؓ کے ساتھ اہلِ بیت میں سے کون کون تھے؟ آپؓ کے ساتھ خاندانِ نبوت کے کئی جلیل القدر افراد شریک تھے: 1۔حضرت علی اکبرؓ (فرزندِ حسینؓ)۔ 2۔حضرت علی اصغرؓ (شیر خوار)۔ 3۔حضرت عباسؓ بن علی۔ 4۔حضرت قاسمؓ بن حسن۔ 5۔حضرت عبد اللہؓ بن حسن۔ 6۔حضرت عونؓ و محمدؓ (فرزندانِ حضرت زینبؓ)۔ 7۔حضرت زینبؓ بنت علیؓ۔ 8۔حضرت سکینہؓ بنت حسینؓ۔ 9۔حضرت علی بن حسینؓ (زین العابدینؒ) بیماری کی حالت میں: قال ابن کثیر: ''وکان مع الحسینِ من أهلهِ بَنوهُ وإخوتهُ وبنو أخیه، وجماعةٌ من نسائه'' (البدایۃ والنہایۃ، ج8،ص190)۔

10۔جب حضرت حسینؓ کا سر یزید کے دربار میں پہنچا تو اس کا سلوک کیسا تھا؟ یزید کے دربار میں جب امام حسینؓ کا سر مبارک پیش کیا گیا تو مختلف روایات میں دو پہلو بیان ہوئے: 1۔یزید نے ابتدا میں خوشی کا اظہار کیا (جیسا کہ بعض مرویات میں آیا)۔2۔بعد میں ندامت و افسوس کا اظہار کیا (جیسا کہ متاخر مؤرخین نے ذکر کیا)، قال ابن کثیر: ''وَأُدْخِلَ رأسُ الحسینِ علی یزیدَ، فوضعه بین یدیه، وجعل ینکت بقضیبٍ فی ثنایاه، وقال: ما رأیتُ مثل هذا الوجه قطّ'' (البدایۃ والنہایۃ، ج8،ص208، دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: حسینؓ کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا، وہ لکڑی سے دانتوں کو چھوتا ہوا کہنے لگا: ''میں نے ایسا حسین چہرہ کبھی نہیں

دیکھا''۔ بعدازاں اہلِ بیتؓ کی خواتین کو قید کے ساتھ شام لایا گیا، لیکن حضرت زینبؓ و امام زین العابدینؒ کے خطبات نے یزید کے دربار کو شرمندگی و اضطراب میں بدل دیا۔ آخرکار یزید نے انہیں عزت کے ساتھ مدینہ روانہ کیا۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ کربلا کوفہ سے تقریباً 45 میل کے فاصلے پر فرات کے کنارے واقع میدان تھا۔ 2۔ امام حسینؓ نے تصادم سے بچنے اور حق کے اظہار کے لیے اسی مقام کو پسند فرمایا۔ 3۔ آپؓ کے ساتھ 72 وفادار مجاہدین تھے، جو سب شہید ہو گئے۔ 4۔ یزیدی لشکر تقریباً 30,000 پر مشتمل تھا۔ 5۔ حسینؓ کو سنان بن انس اور شمر بن ذی الجوشن نے ابن زیاد کے حکم سے شہید کیا۔ 6۔ اہلِ بیتؓ کی خواتین و اطفال اسیری میں شام پہنچے، 7۔ یزید نے ابتدا میں اقتداری رویہ اختیار کیا، لیکن بعد میں ندامت ظاہر کی۔ 8۔ کربلا کا معرکہ باطل کے جبر پر حق کی فتحِ اخلاقی و روحانی کی علامت ہے۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج5، ص389-451، دار التراث، بیروت۔ 2-الکامل فی التاریخ عز الدین ابن لأثیر، ج3، ص407-409، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص163-208، دار الفکر، بیروت۔ 4-أنساب لأشراف البلاذری، ج3، ص181-183، دار الفکر، بیروت۔ 5-تاریخ الیعقوبی أحمد بن أبی یعقوب الیعقوبی، ج2، ص241، دار صادر، بیروت۔ 6-مقاتل الطالبیین أبو الفرج لأصفہانی، ص56-80، دار المعرفہ، بیروت۔

7-الفتوح ابن اعثم الکوفی، ج5،ص95-115،دارالأضواء، بیروت۔

اختتامیہ: کربلا کا معرکہ صرف ایک تاریخی سانحہ نہیں بلکہ ایک روحانی واخلاقی انقلاب ہے۔ یہ معرکہ بتاتا ہے کہ اسلام کی بقا تلوار سے نہیں، قربانی سے ہوتی ہے، اور حسینؓ کا پیغام رہتی دنیا تک یہ ہے کہ:

سر دے دیا مگر حق سے نہ پھرا حسینؓ کا دل
یہ دین بچا کے بتا گیا، کیا ہے وفا کا اصول

مدینہ واپسی اور امام زین العابدینؒ کا اصلاحی کردار

(61ھ تا 95ھ)

سنہ 61ھ کا الم ناک سال اسلامی تاریخ کا وہ باب ہے جو امت کے دل پر ہمیشہ تازہ زخم کی مانند ہے، کربلا کے ریگزار پر جہاں خاندانِ نبوت ﷺ کے نونہالوں نے حق کے لیے اپنی جانیں قربان کیں، وہیں اس واقعے کے بعد اہلِ بیتؓ کی اسیری، سفرِ کوفہ وشام، اور پھر مدینہ واپسی نے اسلامی تاریخ کو ایک نئے فکری واصلاحی دور میں داخل کیا۔ اسیرانِ کربلا کے قافلے کے امام، حضرت علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؒ المعروف بہ زین العابدینؒ وہ ہستی ہیں جنہوں نے ظلم کے اندھیروں میں عبادت، علم، اخلاق، اور دعا کے ذریعے ایک ایسی روحانی تحریک برپا کی جس نے

ایمان وکردار کی روشنی کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

مدینہ طیبہ واپسی ربیع الاول 61ھ یزید بن معاویہ نے خطباتِ شام کے بعد سیاسی دباؤ اور عوامی بیداری کے پیشِ نظر اہلِ بیتؓ کو عزت کے ساتھ مدینہ واپسی کی اجازت دی۔ ''ثم أمر يزيد بردّ آل الحسين إلى المدينة، وأكرمهم غاية الإكرام'' (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج3، ص415، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: یزید نے اہلِ حسینؓ کی مدینہ واپسی کا حکم دیا اور ان کے ساتھ مکمل احترام کا سلوک کیا۔ قافلہ اسرا ربیع الاول 61ھ میں شام سے مدینہ پہنچا۔ مدینہ والوں نے اشکبار آنکھوں، غمگین دلوں اور بلند اذانوں کے ساتھ اہلِ بیتؓ کا استقبال کیا۔ ''فما رؤي يومٌ أكثرَ بكاءً من يومِ دخولِ آلِ الحسينِ المدينة'' (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص212، دار الفکر، بیروت)، ترجمہ: مدینہ میں اس دن سے زیادہ رونے کا دن کبھی نہیں دیکھا گیا جس دن آلِ حسینؓ مدینہ واپس آئے۔

زین العابدینؒ کا لقب اور روحانی مقام: امام زین العابدینؒ کا اصل نام علی بن الحسینؓ ہے۔ آپؒ کی عبادت، خشیت، اور شب بیداری کی کثرت کی وجہ سے امت نے آپ کو ''زین العابدینؒ (عبادت گزاروں کی زینت)'' اور ''سجادؒ'' کے لقب سے یاد کیا۔ قال الزهري: ''ما رأيت قرشياً أفضلَ من علي بن الحسين'' (سیر أعلام النبلاء، الذہبی، ج4، ص387، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)، ترجمہ: زہری فرماتے ہیں: میں نے قریش میں علی بن الحسینؓ سے بہتر کوئی نہیں دیکھا۔

عبادت وتقویٰ کا عالم: امام زین العابدینؒ کا طرزِ عبادت نہ صرف امت کے لیے مشعلِ راہ ہے بلکہ مظلومیت کے بعد صبر ورضا کا بہترین نمونہ بھی ہے۔ ''**كان على بن الحسين إذا توضأ اصفرَّ لونُه، فقيل له في ذلك، فقال: أتدرون بين يدي من أريد أن أقوم ؟**'' (حلیۃ الأولیاء، ابونعیم، ج3، ص136، دارالکتب العلمیۃ)، ترجمہ: جب امام زین العابدینؒ وضو کرتے تو ان کا چہرہ زرد ہو جاتا۔ پوچھا گیا: ایسا کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں؟'' یہ کیفیت اس بات کی علامت تھی کہ ان کی عبادت محض رسم نہیں، بلکہ خشیتِ الٰہی کی حقیقت تھی۔

اصلاحی وعلمی خدمات (مدینہ 61ھ تا 95ھ): 1۔ دعاؤں کے ذریعے تربیتِ امت: امام زین العابدینؒ نے سیاسی ماحول میں قلم وتلوار کے بجائے دعا و مناجات کے ذریعے امت کو اصلاح وتزکیہ کا پیغام دیا، ان کی معروف کتاب ''**الصحیفۃ السجادیۃ**'' دراصل روحانی تربیت اور اخلاقی اصلاح کا دستاویز ہے۔ ''**اللهم اجعلني أخشاك كأني أراك، وأسعدني بتقواك، ولا تشقني بمعصيتك**'' (الصحیفۃ السجادیۃ، دعاء رقم 47، ص85، دارالمعرفۃ، بیروت)، ترجمہ: ''اے اللہ! مجھے ایسا بنا کہ میں تجھ سے اس طرح ڈروں جیسے میں تجھے دیکھ رہا ہوں، اور اپنی تقویٰ سے مجھے سعادت دے، اپنی نافرمانی سے مجھے شقاوت میں مبتلا نہ کر''۔ یہ دعائیں تزکیہ نفس، صبر، تقویٰ، حلم، اور اجتماعی عدل کا زندہ نصاب ہیں۔

2۔ علم وروایتِ حدیث کی خدمت: حضرت زین العابدینؒ تابعین میں جلیل

القدر محدثین وفقہا کے استاذ تھے۔ان سے محمد بن مسلم الزہری، سعید بن مسیّب، اور ابوالزناد جیسے اکابر نے روایت کی۔''**كان علی بن الحسين من سادة التابعين، جمع بين العلم والعبادة، والكرم والمروئة**'' (طبقات ابن سعد، ج5، ص211، دار صادر، بیروت)، ترجمہ: علی بن الحسینؓ تابعین کے سرداروں میں سے تھے، انہوں نے علم، عبادت، سخاوت اور مروّت سب جمع کر لی تھیں۔

3۔سماجی عدل وخدمتِ خلق: امام زین العابدینؒ رات کے وقت مدینہ کے غریب گھروں میں آٹا، کھجور اور درہم تقسیم کرتے تھے، اور ان کی وفات کے بعد ہی لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ ناداروں کے محسن تھے۔''**كان يحمل الطعامَ على ظهره بالليل، ويقول: صدقةُ السرّ تطفئ غضبَ الربّ**'' (حلیۃ الأولیاء، ج3، ص138)، ترجمہ: وہ رات کے وقت اپنے کندھوں پر کھانا اٹھا کر دیتے تھے اور فرماتے: ''چھپا ہوا صدقہ رب کے غضب کو بجھا دیتی ہے''۔

4۔سیاسی فتنوں سے اجتناب اور اصلاحی بصیرت: سنہ 63ھ میں واقعۂ حرہ اور بعد میں عبدالملک بن مروان کے سیاسی تشدد کے زمانے میں امام زین العابدینؒ نے امت کو تحریکوں کے بجائے تزکیہ واستقامت کی راہ دکھائی۔''**ما رأيتُ أحداً أعقلَ من علی بن الحسين، لو شاء أن يخرجَ الناسَ كلهم بلسانه لخرجوا**'' (الأغانی، ابوالفرج الاصفہانی، ج14، ص159)، ترجمہ: میں نے علی بن الحسینؒ سے زیادہ عاقل کوئی نہیں دیکھا، اگر وہ چاہتے تو اپنی زبان کے ذریعے سب لوگوں کو اپنے

پیچھے چلا سکتے تھے۔ **تجزیہ:** یہ سیاسی بصیرت تھی کہ انہوں نے تلوار نہیں بلکہ اصلاحِ باطن اور تجدیدِ ایمان کا راستہ اپنایا۔

وفاتِ مبارکہ 95ھ مدینہ منورہ: حضرت زین العابدینؒ نے سنہ 95ھ میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ ان کی عمر 57 سال تھی۔ آپؒ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا ''**توفی علی بن الحسین سنة خمسٍ وتسعین، وهو یومئذٍ أفضل أهل زمانه**'' (تہذیب الکمال، المزی، ج20، ص370، مؤسسۃ الرسالۃ)، ترجمہ: علی بن الحسینؒ سنہ 95ھ میں وفات پا گئے، اور وہ اپنے زمانے کے سب سے افضل انسان تھے۔

خلاصہ ونتائج: 1۔ امام زین العابدینؒ نے کربلا کے بعد امت کی روحانی و اخلاقی بحالی میں بنیادی کردار ادا کیا۔ 2۔ ان کی دعائیں، عبادت اور تربیت نے ایمان وتقویٰ کی فضا کو زندہ رکھا۔ 3۔ انہوں نے ظلم کے ماحول میں صبر، حلم اور خاموش اصلاح کی طاقت سے انقلابِ باطن برپا کیا۔ 4۔ اہلِ مدینہ ان کے علم، سخاوت اور زہد سے منور ہوئے 5۔ ان کی طرزِ زندگی ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ ظلم کے مقابلے میں ایمان، حلم اور خدمتِ خلق سب سے بڑی قوت ہیں۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر، ج8، ص210-214، دار الفکر، بیروت۔ 2-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر، ج3، ص415-418، دار الکتب العلمیۃ۔ 3-سیر أعلام النبلاء الذہبی، ج4، ص385-394، مؤسسۃ الرسالۃ۔ 4-طبقات ابن سعد ج5، ص210-213، دار صادر، بیروت۔ 5-حلیۃ الأولیاء ابونعیم الاصبہانی، ج3،

ص 136-140، دارالکتب العلمیۃ۔ 6-الصحیفۃ السجادیۃ امام زین العابدینؒ، دارالمعرفۃ، بیروت۔ 7-تہذیب الکمال المزی، ج20،ص370،مؤسسۃ الرسالۃ۔ 8-الأغانی ابوالفرج الاصفہانی،ج14،ص159،دارالفکر،بیروت۔

اختتامی کلمات: حضرت زین العابدینؒ کا دورِ امامت دراصل صبر وتسلیم، دعاو تربیت، اور اصلاح واخلاص کا دور تھا۔ انہوں نے امت کو یہ سبق دیا کہ جہادِ اکبر صرف میدانِ قتال میں نہیں، بلکہ باطن کی اصلاح اور سماج کی تطہیر میں ہے۔

صبر کی تسبیح تھی، زہد کا عنوان وہی
کربلا کے بعد ایمان کی پہچان وہی

اسراء واسیریِ اہلِ بیتؓ اور دربارِ کوفہ ودمشق

(صفر تا ربیع الاول 61ھ)

سانحہ کربلا کے بعد اسلامی تاریخ کا ایک نہایت رقت انگیز باب شروع ہوتا ہے، جسے مؤرخین نے ''اسراء واسیریِ اہلِ بیتؓ'' کے عنوان سے یاد کیا ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جہاں شہداء کربلا کے بعد اہلِ بیتِ نبویؐ کو اسیری، تمسخر، اور جبر کی اذیتناک راہوں سے گزارا گیا۔ سنہ 61ھ کے صفر اور ربیع الاول کے مہینے اسلامی تاریخ کے اوراق پر مظلومیت وصبر کی داستان رقم کرتے ہیں، جب اہلِ بیتِ رسول ﷺ کے مقدس نفوس کو پہلے کوفہ کے بازاروں اور درباروں میں، پھر دمشق کے ایوانِ ظلم میں

پیش کیا گیا۔ یہ تاریخ محض ستم و جبر کی داستان نہیں، بلکہ صبر و عزم اور حق کی سربلندی کا ایسا باب ہے جو قیامت تک اہلِ ایمان کے ضمیر کو جھنجھوڑتا رہے گا۔

2 صفر 61ھ شہداء کے اجساد پر ظلم اور دربارِ کوفہ (الف) شہداء کے اجسادِ مقدسہ پر ظلم: واقعہ کربلا کے بعد جب فرزندِ رسول ﷺ حضرت حسینؓ اور آپؓ کے جانثار ساتھیوں کے اجسادِ مقدسہ میدان میں بے گور و کفن پڑے تھے، ابن زیاد کے حکم پر ان کے سروں کو نیزوں پر بلند کر کے کوفہ بھیجا گیا۔ **قال البلاذری: "وأمر ابن زیاد برؤوس الحسین وأصحابه فحُملت إليه "** (أنساب الأشراف، ج3، ص179، دار الفکر، بیروت)، ترجمہ: ابن زیاد نے حکم دیا کہ حسینؓ اور ان کے اصحاب کے سروں کو اس کے پاس لایا جائے۔ یہ منظر اسلامی شریعت اور انسانی وقار دونوں کے خلاف تھا۔ شہداء کے سروں کو نیزوں پر چڑھانا نہ صرف ظلم بلکہ حرمتِ شہداء کی پامالی تھی۔ محدثین و فقہا کے نزدیک میت کی بے حرمتی کبیرہ گناہ ہے۔ **قال ابن قدامه: "من مثل بالميت فقد عصى، لأن حرمة الميت كحرمته حياً"** (المغنی، ابن قدامہ، ج2، ص385، دار الفکر)، ترجمہ: جس نے میت کے ساتھ مثلہ کیا، اس نے گناہ کیا، کیونکہ میت کی حرمت زندہ کی مانند ہے۔ چنانچہ میدانِ کربلا میں جو کچھ ہوا، وہ نہ صرف ظلمِ سیاسی تھا بلکہ شریعتِ محمدی ﷺ کی روح کے خلاف ایک سنگین جرم تھا۔

(ب) اہلِ بیتؓ کو قید کر کے کوفہ لایا جانا: شہداء کے بعد اہلِ بیتِ نبویؐ کی خواتین و اطفال کو قید میں لیا گیا۔ انہیں ہتھیاروں کے سائے تلے، اونٹوں پر سوار

کر کے کوفہ کی گلیوں میں لایا گیا۔ **قال الطبری: "وأدخلوا نساء الحسین وأطفاله الكوفة سبای"** (تاریخ الطبری، ج5، ص460، دار التراث)، ترجمہ: حسینؓ کی خواتین اور بچوں کو قیدی بنا کر کوفہ میں داخل کیا گیا، یہ واقعہ امتِ مسلمہ کے لیے شرمندگی اور عبرت کا باب ہے۔ جنہیں نبی اکرم ﷺ نے "ثقلین" قرار دیا تھا، ان کے خاندان کو اسیرانِ جنگ کی طرح دربار میں پیش کیا گیا۔ حدیثِ نبوی ﷺ: **"إني تارکٌ فیکم الثقلین، کتاب الله وأهل بیتی"** (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، حدیث رقم 2408)۔

تشریح: جن اہلِ بیتؓ کو حضور ﷺ نے قرآن کے ساتھ امت کی ہدایت کا سرچشمہ فرمایا، انہی کو نادان حکمرانوں کے ظلم نے اسیری کے طوق میں جکڑ دیا۔ اہلِ بیتؓ کی خواتین جن میں حضرت زینبؓ بنتِ علیؓ، حضرت ام کلثومؓ، اور امام حسینؓ کی بیٹی سکینہؓ شامل تھیں نے صبر، عفت اور عزیمت کی وہ مثال قائم کی کہ ظلم کے ایوان لرز اٹھے۔

ربیع الاول 61ھ دربارِ یزید دمشق میں اور خطبہ حضرت زینبؓ: کوفہ کے بعد جب اہلِ بیتؓ کو دمشق بھیجا گیا، تو یزید بن معاویہ کے دربار میں ایک نمائشِ فخر کے طور پر پیش کیا گیا۔ یہ ایوانِ خلافت نہیں، بلکہ ظلم و رعونت کا مظہر بن چکا تھا۔ **قال ابن کثیر: "فأدخلوا علی یزید، فأکرم بعضهم وأساء إلی بعض، فتکلمت زینب بنت علی کلامًا بلیغًا أبکی من حوله"** (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص211، دار الفکر)، ترجمہ: اہلِ بیتؓ کو یزید کے دربار میں پیش کیا گیا، بعض کے ساتھ نرمی اور بعض کے ساتھ سختی کی گئی، پھر حضرت زینبؓ بنتِ علیؓ نے ایک بلیغ خطبہ دیا جس نے

حاضرین کو رُلا دیا۔

حضرت زینبؓ کا تاریخی خطبہ: حضرت زینبؓ نے ظلم و جبر کے ماحول میں حق وصداقت کی ایسی گونج بلند کی کہ دربارِ دمشق خاموش ہوگیا۔ آپؓ نے فرمایا: ''**فکد کیدک، واسع سعیک، وناصب جهدک، فوالله لا تمحو ذکرنا، ولا تمیت وحینا، ولا تدرک أمدن**'' (الاحتجاج، الطبرسی، ج2، ص307، دارالأسوۃ)، ترجمہ: اپنی تدبیریں کر، اپنی کوشش کر، اپنی دشمنی پوری کر، خدا کی قسم! تو نہ ہمارے ذکر کو مٹا سکتا ہے، نہ ہمارے وحی کے اثر کو ختم کرسکتا ہے، نہ ہمارے مقام کو پا سکتا ہے۔ یہ وہ الفاظ تھے جنہوں نے تاریخ کے ہر ظالم کے ضمیر کو جھنجھوڑا۔ یزید کی نگاہیں جھک گئیں، اور دربار میں سکوت چھا گیا۔ سیاسی وسماجی اثرات یزید کے دربار میں اہلِ بیتؓ کی پیشی نے امت کے اجتماعی ضمیر کو ہلا دیا۔ دمشق کے عوام نے جب ساداتِ نبویؐ کو اسیری کی حالت میں دیکھا، تو گریہ وندامت عام ہوگئی۔ ''**فلما رآهم أهل دمشق بكوا، وقالوا: هؤلاء ذرية النبی**'' (مقتل الحسین، ابومخنف، ص215، دارالتراث)، ترجمہ: جب اہلِ دمشق نے انہیں دیکھا تو رو پڑے اور کہنے لگے: یہ نبی ﷺ کی اولاد ہیں۔ یہی احساسِ ندامت بعد میں یزیدی نظام کی فکری شکست کا سبب بنی۔

خلاصہ ونتائج: 1۔ سانحہ کربلا کے بعد اہلِ بیتؓ پر ظلم وستم کا یہ سلسلہ اسلامی تاریخ کی سب سے المناک اور مظلوم ترین داستان ہے۔ 2۔ شہداء کے سروں کو نیزوں پر بلند کرنا، شریعت کی صریح خلاف ورزی اور انسانی حرمت کی پامالی تھی۔

3۔اہلِ بیتؓ کی اسیری نے امت کے دل میں بیداری اور احساسِ جرم پیدا کیا۔ 4۔حضرت زینبؓ کا خطبہ تاریخِ اسلام کی سب سے بلند اور جرات مندانہ آواز تھی، جس نے ظلم کے ایوانوں کو ہلا دیا۔5۔اسیرانِ اہلِ بیتؓ کی مظلومیت دراصل حق کی فتح اور باطل کی شکست کی تمہید بنی۔6۔اس واقعہ نے امت کو یہ سبق دیا کہ عزیمت اور صبر ہی دین کی حقیقی بقا ہے۔

مصادر و مراجع: 1-أنساب الأشراف البلاذری، ج3، ص179، دارالفکر، بیروت۔2-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج5، ص460، دارالتراث، بیروت۔ 3-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص21، دارالفکر، بیروت۔4-المغنی ابن قدامہ، ج2، ص385، دارالفکر۔5-الاحتجاج الطبرسی، ج2، ص307، دارالأسوۃ، قم۔6-مقتل الحسین ابومخنف، ص215، دارالتراث۔7-صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ، حدیث رقم2408۔

اختتامی کلمات: اہلِ بیتِ نبویؐ کی اسیری اور حضرت زینبؓ کا خطبہ امت کے لیے آئینہ ہے، کہ جب ظلم اپنی انتہا کو پہنچ جائے، تو صبر و حق گوئی کی ایک صدا زمانے کے رخ کو بدل دیتی ہے۔

نہ دب سکی نہ بجھی ظلم کی آندھی سے وہ صدا
جو زینبؓ کے لبوں سے نکلی تھی شام کے دربار میں

ربیع الثانی تا جمادی الاخری 61ھ اہلِ بیتؓ کی رہائی اور واپسیِ مدینہ

اسارتِ شام سے مدینہ منورہ تک اہلِ بیتؓ کی مظلومانہ واپسی اور سیاسی تلافی کا المیہ: کربلا کے جاں گسل سانحہ کے بعد اسلامی تاریخ کا جو باب کھلا، وہ اہلِ بیتِ نبویؐ کے صبر و استقامت، اور یزیدی سیاست کے فریب و جبر دونوں کا آئینہ دار ہے، سنہ 61ھ کے ربیع الثانی سے جمادی الآخری کے درمیان وہ دور آیا جب اہلِ بیتِ اطہارؓ کو دمشق کے دربار سے مدینہ منورہ کی طرف واپسی کی اجازت ملی۔ یہ واپسی بظاہر ایک رحم و رخصت کے انداز میں تھی، مگر حقیقت میں ایک سیاسی تلافی اور ظاہری معذرت تھی، جس کا مقصد امت کے غیظ و اضطراب کو وقتی طور پر ٹھنڈا کرنا تھا۔

واقعہ کی تاریخی تعیین: قال ابن الأثیر: ''ثم أذن یزید لآل الحسین بالرجوع إلی المدینة'' (الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر، ج3، ص414، دار الکتب العلمیة، بیروت)، **ترجمہ و توضیح:** ''پھر یزید نے اہلِ بیتِ حسینؓ کو مدینہ واپسی کی اجازت دی''۔ یہ مختصر مگر نہایت بامعنی جملہ اُس تاریخی موڑ کو بیان کرتا ہے جہاں مظلوم اہلِ بیتؓ کو اسیری کے دنوں کے بعد واپس بھیج دیا گیا بغیر کسی باقاعدہ عدالتی کارروائی، بغیر کسی اعترافِ جرم یا توبہ، اور بغیر کسی تعزیر کے۔ یہ رہائی نہ عدل کا مظہر تھی، نہ انصاف کا نتیجہ؛ بلکہ ظلم کے بعد سیاسی مجبوری کا ایک مصنوعی اظہار تھی۔

اہلِ بیتؓ کی حالتِ اسارت و رہائی: اہلِ بیتِ نبویؐ کے قافلے کو کربلا کے میدان سے کوفہ اور پھر دمشق لایا گیا۔ یزید کے دربار میں امام زین العابدینؒ اور حضرت زینبؓ بنت علیؓ نے وہ ایمان افروز خطبات ارشاد فرمائے جنہوں نے دربارِ شام کی فضا کو بدل دیا۔ **قال ابن کثیر: "فلما خطبت زینبُ بنت علیٍّ فی مجلس یزید، تأثر الناس، وبکی یزید، ثم أمر بردّهم إلی المدینة"** (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص208، دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: جب حضرت زینبؓ بنتِ علیؓ نے یزید کے دربار میں خطبہ دیا تو لوگوں پر گہرا اثر ہوا، یزید رو پڑا، پھر اس نے حکم دیا کہ انہیں مدینہ واپس بھیج دیا جائے، یہاں تاریخ گواہ ہے کہ حق کی آواز نے باطل کے ایوان میں لرزہ پیدا کیا، مگر اس کے باوجود ظلم کی تلافی نہ ہو سکی۔ یزید نے اہلِ بیتؓ کی رہائی کے ذریعے صرف سیاسی دباؤ کم کرنے کی کوشش کی، لیکن خونِ شہداء کربلا کے داغ امت کے دل سے کبھی مٹ نہ سکے۔ سیاسی و سماجی پس منظر ربیع الثانی 61ھ تک پورے شام، عراق اور حجاز میں سانحہ کربلا کی خبریں عام ہو چکی تھیں، یزید کے کارندوں نے یہ خبر دبا دینے کی کوشش کی، مگر اہلِ بیتؓ کی موجودگی نے ہر شہر میں ظلم کی داستان زندہ کر دی، چنانچہ رہائی کا حکم دراصل امت کے غیظ و اضطراب کو کم کرنے کا ایک سیاسی حربہ تھا، نہ کہ توبہ یا ندامت کا مظہر۔ **قال الطبری: وأمر یزید بردّ نساء الحسین ومن بقی من أهله إلی المدینة، وکان ذلک لتطییب نفوس الناس لما رأی من سخطهم** "(تاریخ الطبری، ج5، ص466، دارالتراث، بیروت)،

ترجمہ: یزید نے حکم دیا کہ حسینؓ کی خواتین اور باقی اہلِ بیت کو مدینہ واپس بھیج دیا جائے، کیونکہ اس نے عوام کی ناراضگی اور غصہ دیکھ لیا تھا۔

اہلِ بیتؓ کی مدینہ واپسی: جب قافلہ اسیرانِ اہلِ بیتؓ مدینہ منورہ کے قریب پہنچا، تو پورا شہر گریہ و بکا میں ڈوب گیا، حضرت زینبؓ، امام زین العابدینؒ، اور دیگر اہلِ بیتؓ کے چہروں پر صبر و استقامت کی جھلک، اور دلوں میں کربلا کے داغ نمایاں تھے۔ **قال البلاذری: فلما دخلوا المدینة ناح أهلها بالبكاء والنحيب، وخرج الناس لاستقبالهم** (أنساب الأشراف، البلاذری، ج3، ص187، دار الفکر) ترجمہ: جب وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو اہلِ مدینہ نے رونا شروع کر دیا، اور لوگ استقبال کے لیے باہر نکل آئے۔ یہ استقبال فتح کا نہیں، غم اور حق کی شہادت کا استقبال تھا اسلام کے مرکزِ ایمان نے اپنے ہی شہیدوں کا ماتم کیا۔

ظلم کی نوعیت: 1۔ عدالتی انصاف کا انکار: اہلِ بیتؓ کو قید میں رکھا گیا مگر نہ کوئی مقدمہ، نہ فیصلہ، نہ انصاف۔ 2۔ سیاسی تلافی کی ظاہری صورت: رہائی کا حکم دراصل سیاسی دباؤ کا نتیجہ تھا، نہ عدل یا اصلاح کا۔ 3۔ روحانی اذیت: یزیدی دربار کی اہانت، اسیری کا سفر، اور پھر امتِ مسلمہ کے سامنے واپسی یہ سب ظلم کی مسلسل شکلیں تھیں۔ 4۔ امت میں خوف و خاموشی: حکومت کے خلاف بولنے والوں کو "فتنہ پرور" کہا گیا، اور اہلِ حق کے درد کو دبا دیا گیا۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ سنہ 61ھ کے اواخر میں اہلِ بیتؓ کی رہائی ایک سیاسی

حربہ تھی، دینی انصاف نہیں۔2۔اہلِ بیتؓ کی صبر واستقامت نے امت میں بیداری کی نئی لہر پیدا کی۔3۔ظاہری طور پر ظلم ختم ہوا، مگر امت کے اجتماعی ضمیر میں عدل کی پیاس بڑھ گئی۔4۔ی واقعہ مدینہ کے اہلِ علم واہلِ حق کے بیدار ہونے اور سنہ 62ھ کے احتجاجی ردِعمل (جسے بعد میں واقعہ حرّہ کی تمہید کہا گیا) کا محرک بنا۔

مصادر ومراجع: 1-الکامل فی التاریخ عزالدین ابن الأثیر، ج3،ص414، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔2-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج8،ص208، دارالفکر، بیروت۔3-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج5،ص466، دارالتراث، بیروت۔ 4-أنساب الأشراف احمد بن یحیی البلاذری، ج3،ص187، دارالفکر، بیروت۔

رجب تا ذی القعدہ 61ھ مدینہ میں غم و ماتم اور سیاسی ردعمل

مدینہ منورہ میں اہلِ بیتؓ کی واپسی امت کا اجتماعی غم، اور ظلم پر خاموش احتجاج: کربلا کی آگ بجھ چکی تھی، مگر اس کے شعلے امت کے دلوں میں دہک رہے تھے۔اہلِ بیتِ نبویؐ کی واپسی نے مدینہ منورہ کے پرسکون ماحول کو ایک غم آلود مرثیہ گاہ بنا دیا۔سنہ 61ھ کے رجب تا ذی القعدہ کے ایام اسلامی تاریخ کے ان صفحات میں شمار ہوتے ہیں جہاں دینی غیرت، روحانی غم، اور سیاسی اضطراب ایک ساتھ جمع نظر آتے ہیں۔مدینہ کی گلیوں میں وہی صدائیں گونج رہی تھیں جنہوں نے کبھی رسولِ اکرم ﷺ

کا استقبال کیا تھا مگر اب وہ صدائیں غم و ماتم میں تبدیل ہو چکی تھیں۔

تاریخی تعیین و ماخذ: قال البلاذری: "ولما قدمت نساء الحسین المدینة، ارتفعت الأصوات بالبکاء، ولم یُرَ یومٌ أکثر باکیاً م" (أنساب الأشراف، أحمد بن یحیی البلاذری، ج3، ص183، دار الفکر، بیروت)، ترجمہ: جب حسینؓ کے اہلِ بیت مدینہ پہنچے تو رونے کی آوازیں بلند ہو گئیں، اور ایسا دن کبھی نہ دیکھا گیا کہ اتنا گریہ و بکا ہوا ہو۔ مدینہ کی فضا غم کی عام لہر مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے ساتھ ہی ہر گھر، ہر گلی، ہر دروازہ اشکبار تھا۔ اہلِ بیتؓ کی خواتین، خصوصاً حضرت زینبؓ بنت علیؓ اور حضرت ام کلثومؓ کے خطبات نے عوام کے دلوں کو دہلا دیا۔ ہر زبان پر یہی فریاد تھی کہ "حسینؓ کو کس جرم میں قتل کیا گیا؟" قال ابن کثیر: "فجعل أهل المدینة رجالاً ونساءً یبکون بکاءً شدیداً، حتی ما رؤی مثل ذلک الیوم" (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص211، دار الفکر، بیروت)، ترجمہ: مدینہ کے مرد و عورت سخت گریہ کرنے لگے، ایسا دن پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ یہ گریہ و زاری محض جذباتی کیفیت نہ تھی بلکہ امت کے اجتماعی ضمیر کا احتجاج تھا۔ سیاسی ردعمل اور حکومتی دباؤ مدینہ کی عوامی فضا میں اس قدر غم و غصہ تھا کہ یزید کے نمائندوں نے حکومتی سطح پر کنٹرول نافذ کر دیا:

1۔ خطبائے جمعہ اور ائمہ پر پابندی: یزیدی گورنر نے حکم دیا کہ خطبوں میں کربلا یا اہلِ بیتؓ کا ذکر نہ کیا جائے۔ 2۔ نظری نگرانی: اہلِ بیتؓ کے گھروں پر جاسوس مقرر کیے گئے تاکہ کسی سیاسی تحریک یا عوامی اجتماع کی اطلاع فوراً دمشق پہنچ سکے۔ 3۔ عوامی اجتماع پر

روک: مجالسِ عزا کو ''سیاسی اشتعال انگیزی'' قرار دیا گیا، اور بعض مقامات پر انہیں جبراً بند کیا گیا۔ **قال الطبری: وخاف الوالی من أن یثور أهل المدینة لما رأی من بکائهم واجتماعهم، فکتب إلی یزید یحذّره** (تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج5، ص471، دار التراث، بیروت)، ترجمہ: گورنر کو اہلِ مدینہ کے رونے اور اجتماع دیکھ کر خوف ہوا کہ وہ بغاوت نہ کریں، چنانچہ اس نے یزید کو اس کی اطلاع دی۔ اہلِ بیتؓ کا صبر اور امت کی تربیت اس موقع پر حضرت زین العابدینؒ کا کردار روحانی قیادت کے طور پر نمایاں ہوا۔ انہوں نے کسی بغاوت یا سیاسی شورش کی ترغیب نہیں دی، بلکہ صبر، دعا، اور اخلاقی انقلاب کا پیغام دیا۔ ان کا طرزِ عمل دراصل امت کو یہ سکھا رہا تھا کہ ظلم کے خلاف علم و صبر کا ہتھیار زیادہ پائیدار ہے۔ **قال ابن سعد: ''وکان علی بن الحسین زین العابدین لا یخرج إلا لحاجة، متخشعاً متفکراً''** (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج5، ص232، دار صادر، بیروت)، ترجمہ: حضرت علی بن حسینؒ باہر بہت کم نکلتے، جب نکلتے تو انتہائی خشوع و تفکر کے ساتھ۔ یہی ان کی خاموش مزاحمت تھی تقویٰ کے ذریعہ ظلم کو شکست دینا۔

ظلم کی نوعیت: 1۔ احساساتی و روحانی ظلم: امت کے قلوب زخمی کیے گئے؛ مظلوموں کے غم پر اظہارِ ہمدردی تک کو محدود کر دیا گیا۔ 2۔ دینی و فکری دباؤ: خطبے اور مجالس کنٹرول کے زیرِ اثر آ گئے، اور حکومت نے مذہب کو سیاسی آلہ بنانے کی کوشش کی۔ 3۔ اجتماعی خوف کی فضا: یزیدی حکومت کے اہلکاروں نے مدینہ کے علماء اور

اشراف پر کڑی نظر رکھی تا کہ کسی احتجاج کا بیج نہ پھوٹے۔

خلاصہ ونتائج: 1۔اہلِ بیتؓ کی واپسی کے بعد مدینہ میں برپا غم و ماتم دراصل امت کے ضمیر کی بیداری تھی۔2۔حکومتِ یزید نے اس جذباتی لہر کو دبانے کے لیے دینی اداروں، خطبوں، اور اجتماعات کو کنٹرول کیا۔3۔حضرت زین العابدینؒ نے صبر، دعا اور روحانیت کے ذریعے امت کو اخلاقی مزاحمت کا سبق دیا۔4۔سنہ 61ھ کا یہ دور آئندہ واقعاتِ حرہ (63ھ) کے پس منظر کی بنیاد بن گیا یعنی اہلِ مدینہ کے سینوں میں دبا ہوا غم رفتہ رفتہ انقلاب میں بدلنے لگا۔

مصادر ومراجع: 1-أنساب الأشراف احمد بن یحیی البلاذری، ج3،ص183، دارالفکر، بیروت۔ 2-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج8،ص211، دارالفکر، بیروت۔3-تاریخ الطبر محمد بن جریر الطبر ی، ج5،ص471، دارالتراث، بیروت۔ 4-الطبقات الکبریٰ ابن سعد، ج 5،ص 2 3 2، دارصادر، بیروت۔ 5-مقاتل الطالبیین ابوالفرج الاصفہانی،ص72،دارالمعارف،قاہرہ

ذی الحجہ 61ھ سیاسی انحطاط اور امت میں خوف کی فضا

اسلامی خلافت کی ہیبت کا زوال امت کے ضمیر پر جبر کی چادر: کربلا کے المیہ کے چند ماہ بعد، سنہ 61ھ کے اختتام پر اسلامی دنیا کی فضا خوف، اضطراب، اور سیاسی

بے یقینی سے لبریز تھی۔ یزید بن معاویہ کی حکومت، جو بظاہر نظم واستحکام کے نام پر قائم تھی، اندرونی طور پر اخلاقی اور روحانی انحطاط کا شکار ہو چکی تھی، امتِ مسلمہ میں پہلی مرتبہ یہ احساس پیدا ہوا کہ سیاسی اقتدار اور دینی قیادت ایک دوسرے سے الگ ہو چکے ہیں اور یہی زوالِ خلافت کی پہلی علامت تھی۔ قال ابن کثیر: "وکانت تلک السنة أول انکسارٍ فی هیبة الدولة، وأول فتنةٍ عظیمة بعد النبی ﷺ" (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص215، دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: یہی سال خلافت کی ہیبت کے زوال اور نبی ﷺ کے بعد پہلی بڑی فتنہ انگیزی کا آغاز تھا۔

اسلامی سنہ 61ھ کے ذی الحجہ کے حالات: 1۔ سیاسی زوال کا آغاز کربلا کے بعد یزید کی خلافت کا ظاہری جلال باقی رہا، مگر اس کی اخلاقی بنیادیں متزلزل ہو چکی تھیں۔ علماء ومحدثین کے بیانات، عوامی مجالس، اور اہلِ مدینہ کے تاثرات میں ایک گہرا اضطراب نمایاں تھا، ابن سعد اور طبری کے مطابق اس زمانے میں لوگوں کے دلوں سے حکومت کی ہیبت اُٹھ چکی تھی، مگر خوف کی فضا نے انہیں خاموش رکھا۔ قال الطبری: "فاضطرب الناس فی المدینة، وخافوا بطشَ الولاة، وقلّ من یجهر بالحق" (تاریخ الطبری، ج5، ص473، دارالتراث، بیروت)، ترجمہ: مدینہ کے لوگ خوف واضطراب میں مبتلا ہو گئے، گورنروں کے ظلم سے ڈرے، اور حق کہنے والے بہت کم رہ گئے۔

2۔ علماء وخطباء کی زبان بندی: یزید کے نمائندوں نے منابر وخطبوں پر سخت

نگرانی نافذ کی۔ جو خطیب اہلِ بیتؓ کے تذکرے یا عدل و زہد کی بات کرتے، انہیں ''سیاسی اشتعال'' کے الزام میں گرفتار کیا جاتا۔ **قال البلاذری: "أُمر الخطباء أن لایذکروا الحسین، وأن یدعوا لیزید فی الخطبة"** (أنساب الأشراف، ج3، ص186، دارالفکر)، ترجمہ: حکم دیا گیا کہ خطباء حسینؓ کا ذکر نہ کریں، اور خطبے میں یزید کے لیے دعا کریں۔ یہ دینی منبر کی سیاسی آلودگی تھی ایک ایسی روش جو بعد کے فتنوں کی بنیاد بنی۔

3۔عوام میں خوف وخاموشی کی فضا: عام مسلمانوں کے دلوں میں دہشت اور بے بسی تھی۔ جو کچھ کربلا میں ہوا، اس پر زبان کھولنا جرم سمجھا جاتا تھا۔ مدینہ، مکہ، اور بصرہ میں جاسوسوں کا نظام قائم کیا گیا تاکہ کوئی شخص ظلم کے خلاف آواز نہ اٹھا سکے۔ **قال ابن الأثیر: "وضُرب الناس علی الطاعة، فمن تکلّم بشیءٍ فی الحسین أُخذ وعوقب"** (الکامل فی التاریخ، ج3، ص416، دارالکتب العلمیۃ)، ترجمہ: لوگوں کو زبردستی اطاعت پر مجبور کیا گیا، جو حسینؓ کے بارے میں کچھ کہتا، اسے پکڑ کر سزا دی جاتی۔

4۔امت کی روحانی کیفیت: اس سال کے اواخر میں علماء صالحین نے گوشۂ تنہائی اختیار کر لی۔ حضرت زین العابدینؒ، حضرت سعید بن المسیبؒ، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے تلامذہ ذکر، دعا اور گریہ میں مشغول رہنے لگے، وہ سیاسی احتجاج کے بجائے باطنی اصلاح کو ترجیح دیتے تھے۔ **قال الذهبی: "وکان زین العابدین**

یُری فی المحراب باکیاً حتی یغشی علیه، خوفاً من الله، وتذکراً لمصاب أب" (سیر أعلام النبلاء، الذہبی، ج4، ص388، مؤسسۃ الرسالۃ)، ترجمہ: حضرت زین العابدینؒ کو محراب میں اس قدر روتے دیکھا جاتا کہ بے ہوش ہو جاتے اللہ کے خوف اور اپنے والد کے مصیبت کی یاد سے۔ یہ گریہ صرف ذاتی غم نہیں تھا بلکہ ظلم کے خلاف روحانی احتجاج تھا۔

ظلم کی نوعیت: 1۔ سیاسی جبر: یزید کے کارندوں نے ہر مخالف آواز کو "فتنہ" کہہ کر دبا دیا۔ امت کے اہلِ فکر پر نظریاتی غلامی مسلط کی گئی۔

2۔ علماء کی زبان بندی: منابر کو حکومت کے تابع کر دیا گیا دین کو سیاست کی لونڈی بنا دیا گیا۔ 3۔ عدلِ اسلامی کی بنیادوں میں زلزلہ: **جب حاکم ظالم اور عالم خاموش ہو جائے، تو عدل کا ستون لرز جاتا ہے** یہی ذی الحجہ 61ھ کا المیہ تھا۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ ذی الحجہ 61ھ وہ موڑ ہے جہاں اسلامی حکومت کی روحانی و اخلاقی اساس کمزور ہو گئی۔ 2۔ امت کے قلوب میں خوف کی فضا نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کو تقریباً معطل کر دیا۔ 3۔ خطباء و علماء کی زبان بندی نے علمی قیادت کے زوال کا آغاز کیا۔ 4۔ اہلِ بیتؓ اور صلحاء کے صبر نے اس دور میں دینی وقار اور روحانی بلندی کو برقرار رکھا۔ 5۔ یہی فضا آئندہ واقعہ حرہ (63ھ) کی تیاری تھی جب مدینہ کا ضبط شدہ غم آخر کار بغاوت میں تبدیل ہوا۔

مصادر و مراجع: 1- البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص 215،

دار الفکر، بیروت۔ 2- تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج5، ص 473، دار التراث، بیروت۔3- الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج3، ص416، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔4- أنساب الأشراف احمد بن یحی البلاذری، ج3، ص186، دار الفکر، بیروت۔5- سیر أعلام النبلاء شمس الدین الذہبی، ج4، ص 388، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔6- الطبقات الکبری ابن سعد، ج5، ص235، دار صادر، بیروت۔

سنہ 61ھ مظلومیتِ اہلِ بیتؓ اور امت کی روحانی بیداری

اسلامی تاریخ کے صفحات میں سنہ 61ھ وہ عظیم المیہ سال ہے جس میں کربلا کا حادثہ رونما ہوا، جس نے امتِ مسلمہ کے اجتماعی ضمیر کو جھنجھوڑ دیا۔ یہی وہ سال ہے جس میں حق و باطل کی کشمکش اپنے عروج کو پہنچی، اور تاریخ نے پہلی مرتبہ دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کے نواسے، سید الشہداء حضرت امام حسینؓ اور ان کے اہلِ بیت نے ظلم، جبر، اور استبداد کے مقابلے میں صبر و استقامت کا وہ مظاہرہ کیا جو قیامت تک کے لیے مشعلِ راہ بن گیا۔

محرم الحرام 61ھ سانحہ کربلا: قال ابن کثیر: ''**وقُتل الحسین بن علی رضی اللہ عنہ یوم عاشوراء من سنة إحدی وستین، مظلوماً صابراً محتسباً، هو وأهل بیته وأصحابه**'' (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص190، دار الفکر،

بیروت)، ترجمہ: سنہ 61ھ کے عاشوراء کے دن حسین بن علیؓ شہید کر دیے گئے، وہ مظلوم، صابر اور محتسب تھے، اُن کے اہلِ بیت اور اصحاب کے ساتھ۔ یہ وہ دن تھا جس نے اسلامی خلافت کے چہرے سے عدل و رحمت کا نقاب اُتار دیا۔ یزیدی حکومت نے بیعت کے انکار کو بغاوت قرار دیا، اور اہلِ بیتِ نبویؐ کے خون سے اقتدار کی بنیادیں رنگین کر ڈالیں۔ **قال الطبری: "فقاتلوه حتى قُتل مظلوماً، وسُبى أهلُ بيته، وحُملوا إلى الكوفة ثم إلى الشام"** (تاریخ الطبری، ج5، ص457، دار التراث، بیروت)، ترجمہ: پھر انہوں نے حسینؓ سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ مظلومانہ طور پر شہید کر دیے گئے، اور ان کے اہلِ بیت کو قید کر کے پہلے کوفہ اور پھر شام بھیج دیا گیا۔

صفر تا ربیع الاول 61ھ اسراء و اسیریِ اہلِ بیتؓ: سانحہ کربلا کے فوراً بعد اہلِ بیتؓ کو کوفہ و دمشق کے درباروں میں ذلت و مظلومیت کے ساتھ پیش کیا گیا۔ لیکن یہی اسیری دراصل عزیمت و عزت کا مظہر بن گئی۔ **قال ابن الأثير: "وحُملت نساء الحسين و أطفاله إلى عبيد الله بن زياد، فأهانهم، ثم أرسلهم إلى يزيد بالشام"** (الکامل فی التاریخ، ج3، ص412، دار الکتب العلمیۃ)، ترجمہ: حسینؓ کی خواتین اور بچوں کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا، اُس نے اُن کی توہین کی، پھر انہیں شام یزید کے پاس بھیج دیا۔ ظلم کی یہ انتہا تھی کہ حرمِ نبویؐ کی بیٹیوں کو اسیری میں پیش کیا گیا مگر ان کے وقار، حلم، اور صبر نے ظلم کے مقابلے میں ایمانی غیرت کی فتح کو ثابت کیا۔

ربیع الثانی تا جمادی الآخری 61ھ: اہلِ بیتؓ کی رہائی و مدینہ واپسی: **قال**

ابن الأثیر: "ثم أذن یزید لآل الحسین بالرجوع إلی المدینة" (الکامل فی التاریخ، ج3، ص414، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: پھر یزید نے اہلِ بیتِ حسینؓ کو مدینہ واپسی کی اجازت دی۔ یہ رہائی نہ عدل کی بنیاد پر تھی، نہ توبہ کے اظہار پر بلکہ سیاسی دباؤ اور عوامی اضطراب کے نتیجے میں دی گئی۔ یزید نے بظاہر نرمی دکھائی مگر درحقیقت یہ ظلم کے بعد مظلوموں کو بے کفارہ چھوڑ دینا تھا۔

ظلم کی نوعیت: اہلِ بیتؓ کو طویل اسیری کے بعد بغیر کسی عدالتی کارروائی یا اعترافِ جرم کے چھوڑ دینا ظلم کی بے حسابی اور اقتدار کی بے حسی کا مظہر۔

رجب تا ذی القعدہ 61ھ: مدینہ میں غم و ماتم اور دینی بیداری: قال البلاذری:

"ولما قدمت نساء الحسین المدینة، ارتفعت الأصوات بالبکاء، ولم یُرَ یومٌ أکثر باکیاً منه" (أنساب الأشراف، البلاذری، ج3، ص183، دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: جب حسینؓ کے اہلِ بیت مدینہ پہنچے تو رونے کی آوازیں بلند ہو گئیں، ایسا دن کبھی نہ دیکھا گیا جس میں اتنا رونا ہوا ہو۔ مدینہ کی گلیوں میں رقت و غم کا سماں تھا۔ لیکن یہ رونا کمزوری نہیں، شعور کی بیداری تھی اس گریہ نے امت کے ضمیر کو جھنجھوڑا اور ظلم کے خلاف ایمانی غیرت کو زندہ کیا۔ قال الذهبی: "وکان زین العابدین یُری باکیاً، حتی قیل: ما رأیناه ضاحکاً بعد مقتل أبیه" (سیر أعلام النبلاء، الذہبی، ج4، ص389، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)۔

ذی الحجہ 61ھ: سیاسی انحطاط اور امت میں خوف کی فضا: قال ابن کثیر:

''وكانت تلك السنة أول انكسارٍ فی هيبة الدولة، وأول فتنةٍ عظيمة بعد النبی ﷺ'' (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص215، دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: یہی سال خلافت کی ہیبت کے زوال اور نبی ﷺ کے بعد پہلی بڑی فتنہ انگیزی کا آغاز تھا۔ کربلا کے بعد عدلِ اسلامی کے ستون لرز گئے۔ علماء کی زبانیں بند کر دی گئیں، عوام خوف و خاموشی میں مبتلا ہو گئے، اور منبرِ نبویؐ سیاست کا ہتھیار بن گیا۔

ظلم کی نوعیت (اجمالی تجزیہ): 1۔ سیاسی جبر: بیعت کو زبردستی منوایا گیا، آزادیِ ضمیر سلب کر لی گئی۔ **2۔ اہلِ بیتؑ کی مظلومیت:** قتل، اسیری، اور بے کفارہ رہائی ظلم کی انتہا۔ **3۔ علماء و خطباء کی زبان بندی:** دین کو حکومت کے تابع بنا کر منبر کو طاقت کا ذریعہ بنایا گیا۔ **4۔ امت میں خوف کی فضا:** ظلم کے خلاف آواز اٹھانا جرم ٹھہرا، اہلِ حق تنہائی میں چلے گئے۔ **5۔ روحانی بیداری:** اہلِ بیتؑ کے صبر نے امت کے ایمان کو نئی روح بخشی۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ سنہ 61ھ میں امتِ مسلمہ نے مظلومیتِ اہلِ بیتؑ کا وہ منظر دیکھا جو تاریخِ اسلام میں بے نظیر ہے۔ 2۔ ظلم نے بظاہر کامیابی پائی، مگر حق نے کربلا کے خون سے نئی زندگی حاصل کی۔ 3۔ یزیدی نظام نے شورائیت، عدل، اور حرمتِ اہلِ بیتؑ کی روح کو پامال کیا۔ 4۔ اہلِ بیتؑ کے صبر و عزیمت نے اسلام کے عدل، استقامت، اور ایمان کے اصولوں کو زندہ کیا۔ 5۔ یہی سال امت کی روحانی بیداری اور فکری اصلاح کی بنیاد بنا، جس نے بعد کی نسلوں کو ظلم کے مقابلے میں کھڑا

ہونے کا حوصلہ دیا۔

مصادر و مراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص190، 215، دارالفکر، بیروت۔ 2-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج5، ص457، دارالتراث، بیروت۔ 3-الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج3، ص412-414، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔ 4-أنساب الأشراف احمد بن یحیی البلاذری، ج3، ص183، دارالفکر، بیروت۔ 5-سیر أعلام النبلاء شمس الدین الذہبی، ج4، ص388-389، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔ 6-الطبقات الکبریٰ ابن سعد، ج5، ص235، دارصادر، بیروت۔

اسلامی سنہ 62ھ کے اہم واقعات

(کربلا کے بعد ظلم و جبر کا تسلسل)

اہلِ بیتؓ کی مظلومیت کے بعد امت پر سیاسی و دینی جبر کا پھیلاؤ: سنہ 61ھ کی ریت پر بہنے والا خونِ حسینؓ ابھی خشک نہ ہوا تھا کہ امت کے دلوں پر کربلا کے المیے کے نقوش مزید گہرے ہوتے چلے گئے۔ ظلم صرف ایک خانوادِ نبوت پر نہیں ہوا بلکہ اس کا سایہ پوری امتِ مسلمہ کے اجتماعی ضمیر پر طاری ہوگیا۔ سنہ 62ھ اس ظلم کے تسلسل اور سیاسی جبر کے نئے دور کا آغاز ثابت ہوا۔ اہلِ مدینہ کی بیداری، اہلِ شام کے ظلم و استبداد کے خلاف احتجاج، اور دینی غیرت کی پہلی کرن اسی سال ابھری مگر اس

بیداری کے جواب میں یزیدی نظام نے مزید سفاکی کے دروازے کھول دیے۔

1۔محرم 62ھ کربلا کے اثرات اور اہلِ مدینہ کی بیداری: (الف) کربلا کے شہداء کی یاد اور مدینہ میں عمومی اضطراب: کربلا کے سانحے کے بعد اہلِ مدینہ کے دلوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ وہ لوگ جو حج یا سفارتی ملاقاتوں کے سلسلے میں شام گئے تھے، جب وہاں کے دربار کا ماحول اور یزید کی بے نیازی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر واپس آئے، تو ان کے دلوں پر غم و غیرت کے بادل چھا گئے۔ قال ابن کثیر: "وفی أوائل سنة اثنتين وستين ظهرت آثار الفتنة فی المدينة، حين قدم أهلها من الشام بعد وقعة الحسين" (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص217، دار الفکر، بیروت)، ترجمہ: سنہ 62ھ کے آغاز میں اہلِ مدینہ میں فتنہ کے آثار ظاہر ہوئے، جب وہ اہلِ شام کے دربار (یزید) سے لوٹ کر آئے؛ واقعۂ حسینؓ کی خبروں نے ان کے دلوں میں اضطراب پیدا کیا۔ یہ اضطراب دراصل ایمان و غیرت کی علامت تھی۔ اہلِ مدینہ، جو نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ اور اہلِ بیتؓ کے قرب سے فیضیاب تھے، وہ ظلم و عیش پرست دربار کے مناظر دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ ان کے ضمیر نے گواہی دی کہ یہ نظام نہ دینی ہے، نہ نبوی۔

(ب) یزیدی دربار کی بے حسی اور اہلِ مدینہ کا روحانی کرب یزید کے دربار میں اہلِ بیتؓ کی مظلومیت پر جو بے حسی، طنز اور لہو و لعب کا ماحول تھا، اس نے اہلِ مدینہ کے ایمان کو جھنجھوڑ دیا۔ ابن جوزی لکھتے ہیں: رجعوا من الشام وقد رأوا من

یزید ما یستقبح من شرب الخمر واللعب بالقرود، فأنکروا ذلک

(المنتظم فی تاریخ الملوک والاُمم، ج5،ص322، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: جب اہلِ مدینہ شام سے واپس لوٹے تو انہوں نے یزید کی وہ حرکات اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں جو قبیح تھیں شراب نوشی، بندروں سے کھیلنا اور لہو ولعب میں مصروف رہنا چنانچہ انہوں نے اس پر انکار کیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب مدینہ منورہ کی فضا میں غیرتِ ایمانی کی چنگاری بھڑکی، اور اہلِ مدینہ نے دل میں فیصلہ کیا کہ وہ ایسے حکمران کو اپنا امام تسلیم نہیں کر سکتے جو سنتِ مصطفیٰ ﷺ کی حرمت پامال کرے۔

2۔ ربیع الاول 62ھ: بیداری سے بغاوت تک جب مدینہ کے اکابر صحابہ و تابعینؒ نے شام کے دربار کا حال بیان کیا تو عوام کے دلوں میں نفرت بھر گئی۔ تاریخ طبری میں ہے: ''**اجتمع الناس إلی عبد الله بن حنظلة، فحدثهم بما رأی من یزید، فقالوا: لا نرضی أن نکون تحت طاعته**'' (تاریخ الطبری، ج5، ص472، دارالتراث، بیروت)، ترجمہ: لوگ حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ (غسیل الملائکہ) کے پاس جمع ہوئے۔ انہوں نے یزید کے حالات بیان کیے۔ لوگوں نے کہا: ہم ایسے شخص کی اطاعت پر راضی نہیں ہو سکتے۔ یہ اعلانِ بغاوت دراصل ظلم کے خلاف ایمان کی للکار تھی۔ اہلِ مدینہ نے سمجھ لیا کہ خاموشی جرم ہے، اور ظلم کے سامنے سکوت، ایمان کے شایانِ شان نہیں۔ مگر افسوس کہ یہی بیداری بعد میں یزیدی جبر کی بھیانک انتقامی کارروائیوں کا پیش خیمہ بن گئی جس کا نقطۂ عروج واقعہ حرّہ (63ھ)

میں سامنے آیا۔

3۔سنہ 62ھ میں جبر وخوف کی فضا: یزیدی گورنروں نے اہلِ مدینہ کے اندرونی اجتماعات، وعظ ونصیحت کی مجلسوں، اور آزادفکری تبادلوں پر قدغن لگانی شروع کی۔ابن سعد لکھتے ہیں: ''وکان الوالی علی المدینة یحذر الناس من الاجتماع والحدیث فی أمر الحسین وأهل بیته'' (الطبقات الکبری، ج5، ص67، دارصادر، بیروت)، ترجمہ: مدینہ کا گورنر لوگوں کو متنبہ کرتا کہ وہ حسینؓ اور اہلِ بیتؓ کے بارے میں گفتگو یا اجتماع نہ کریں۔ یہ مذہبی جبر دراصل اس خوف کا مظہر تھا جو یزیدی اقتدار کو اس روحانی صداقت سے لاحق تھا جو حسینؓ کی قربانی کے نتیجے میں امت کے دلوں میں جاگ چکی تھی۔ **ظلم، جب صداقت سے خائف ہو جائے، تو وہ تلوار سے فکر دبانے کی کوشش کرتا ہے،** مگر تاریخ گواہ ہے کہ کربلا کی صدا تلواروں سے بلند تھی۔

4۔اہلِ مدینہ کی خاموش بیداری 62ھ: کے آخر میں اہلِ مدینہ نے منظم طور پر بیعتِ یزید توڑنے کا ارادہ کرلیا۔ابن عساکر روایت کرتے ہیں: ''فلما رأوا من یزید ما رأوا، نقضوا بیعته، وبایعوا عبد الله بن حنظلة'' (تاریخ دمشق، ج31، ص207، دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: جب اہلِ مدینہ نے یزید کی حرکات دیکھیں تو انہوں نے اس کی بیعت توڑ دی اور حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ بیعت دراصل روحِ نبوت کی تجدید تھی، ظلم کے مقابلے میں صبر وعزیمت کی قسم تھی۔اہلِ مدینہ

جانتے تھے کہ ان کا یہ اقدام طاقت کے نہیں، حق کے بل پر قائم ہے۔ یہی روح بعد میں حرّہ کے معرکہ (63ھ) میں اپنے خون سے تاریخ کا ایک نیا باب لکھ گئی۔

خلاصہ ونتائج: 1۔ سنہ 62ھ میں امتِ مسلمہ نے اہلِ بیتؓ کی مظلومیت کے بعد بیداری اور غیرتِ ایمانی کی پہلی لہر دیکھی۔ 2۔ اہلِ مدینہ نے ظلم وفسق کے مقابلے میں دینی غیرت کا اظہار کیا، جو بعد میں حرّہ کی تحریک کا مقدمہ ثابت ہوا۔ 3۔ یزیدی دربار نے عوامی شعور کو دبانے کے لیے مذہبی اور فکری مجالس پر پابندی لگائی۔ 4۔ اس سال سیاسی جبر، فکری قید، اور روحانی اضطراب تینوں قوتیں بیک وقت کارفرما رہیں۔ 5۔ تاریخ گواہ ہے کہ کربلا کے بعد ظلم نے چاہا کہ صداقت دب جائے، مگر اہلِ مدینہ کی بیداری نے بتادیا کہ ''حق کے چراغ کو بجھانا ممکن نہیں''۔

مصادر و مراجع: 1۔ البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر، ج8، ص217، دارالفکر، بیروت۔ 2۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم ابن الجوزی، ج5، ص322، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3۔ تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج5، ص472، دارالتراث، بیروت۔ 4۔ الطبقات الکبری ابن سعد، ج5، ص67، دارصادر، بیروت۔ 5۔ تاریخ دمشق ابن عساکر، ج31، ص207، دارالفکر، بیروت

اسلامی سنہ 62ھ اہلِ بیتؓ کا مدینہ میں صبر وسکوت

(صفر تا ربیع الاول 62ھ حضرت زینبؓ وامام زین العابدینؒ کی قیادت میں

صبر و استقامت): کربلا کے غم انگیز سانحے کے بعد جب اہلِ بیتِ نبوتؓ اسیرانہ حالت میں کوفہ و شام سے گزر کر مدینہ منورہ پہنچے، تو اہلِ مدینہ کے دلوں میں ایک نئی موجِ حزن و غیرت پیدا ہوئی۔ یہ وہ شہر تھا جہاں رسولِ اکرم ﷺ نے ہجرت فرما کر اسلام کی بنیاد رکھی تھی، اور جہاں ہر گلی میں اہلِ بیتؓ سے محبت کے چراغ روشن تھے۔ اب وہی مدینہ، اہلِ بیتؓ کے آنسوؤں اور صبر کی گواہی بن رہا تھا۔

1۔ صفر تا ربیع الاول 62ھ: اہلِ بیتؓ کی واپسی اور مدینہ کی فضا جب قافلۂ اہلِ بیتؓ کو شام سے مدینہ کی طرف روانہ کیا گیا تو مدینہ والوں نے اس قافلے کا استقبال ماتم و سکوت کے ساتھ کیا۔ یہ کوئی فاتح لشکر نہ تھا بلکہ مظلومانِ کربلا کا وہ مقدس قافلہ تھا جو زخموں اور صبر دونوں کا پیکر تھا۔ ابن کثیر نے اس واپسی کا مختصر مگر دردانگیز ذکر کیا ہے: ''**قدموا المدينة، فبكى عليهم الناس بكاءً شديدًا، ولبثوا أيامًا لا يُسمع فيها إلا صوت البكاء**'' (البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 221، دار الفکر، بیروت)، ترجمہ: جب اہلِ بیتؓ مدینہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے ان پر بہت گریہ کیا، اور کئی دن تک مدینہ کی گلیوں میں رونے کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ یہ منظر محض غم کا نہیں، بلکہ اس امت کے ایمان کا امتحان تھا۔ ظلم کے مقابلے میں خاموشی بھی اگر حق کے رنگ میں ڈھل جائے تو وہ عبادت بن جاتی ہے اور یہی صبر و سکوت اہلِ بیتؓ کا ورثہ تھا۔

2۔ حضرت زینبؓ کی روحانی قیادت: اور صبر کا پیغام حضرت زینبؓ بنتِ علیؓ جن کی زبان پر کربلا کے خطبات میں جلالِ علوی اور وقارِ فاطمی دونوں جھلکتے تھے مدینہ

واپس آ کر بھی امت کی اصلاح اور بیداری کا فریضہ انجام دیتی رہیں۔ بلاذری روایت کرتے ہیں: ''**فكانت زينب بنت عليٍّ تُحدِّثُ الناسَ بما جرى في كربلاء، فيبكي الناس بالبقيع أيامًا**'' (أنساب الأشراف، ج3، ص188، دار الفکر، بیروت)، ترجمہ: حضرت زینبؓ اہلِ مدینہ کو کربلا کے واقعات سناتیں، اور لوگ کئی دن تک بقیع میں روتے رہتے۔ یہ مجالس نہ سیاسی بغاوت تھیں نہ خطابتِ انتقام؛ بلکہ ایمان وصبر کی وہ درسگاہیں تھیں جہاں امت کو بتایا جاتا تھا کہ حق پر استقامت ظلم کے مقابلے میں سب سے بڑی فتح ہے۔ بلاذری کا یہ بیان بتاتا ہے کہ حضرت زینبؓ نے مدینہ کی روحانی قیادت اپنے عملی صبر سے انجام دی وہ زبانِ حال سے فرما رہی تھیں کہ: ''ہم نے اپنا حق خون سے ادا کیا، تم اپنا فرض صبر سے ادا کرو۔

3۔ امام زین العابدینؒ کا سکوت اور عبادت کی قیادت: حضرت علی بن حسینؓ زین العابدین، جنہوں نے کربلا میں اپنے والدِ محترم امام حسینؓ کی شہادت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، مدینہ میں صبر، عبادت اور تقویٰ کا وہ نمونہ پیش کیا جو ظلم کے دور میں روحِ اسلام کی تجدید بن گیا۔ ابن سعد لکھتے ہیں: ''**وكان علي بن الحسين من أعبد الناس، لا يُرى إلا صامتًا أو مصليًا، وكان يبكي على الحسين حتى يُغمى ع**'' (الطبقات الکبری، ج5، ص211، دار صادر، بیروت)، ترجمہ: حضرت علی بن حسینؓ سب سے زیادہ عبادت گزار تھے، انہیں یا تو خاموش دیکھا جاتا یا نماز میں، اور وہ اپنے والد حسینؓ پر اس قدر گریہ کرتے کہ بعض اوقات بے ہوش ہو جاتے۔ یہ سکوت

وگریہ، دراصل احتجاج کا دوسرا نام تھا وہ احتجاج جو زبان سے نہیں، دل کے تقویٰ سے کیا جاتا ہے۔ان کے سکوت میں امت کے ضمیر کے لیے ایک صدا چھپی تھی: کہ ظلم کے زمانے میں سب سے بڑی قوت عبادت ہے، اور سب سے بلند آواز صبر ہے۔

4۔ظلم کی نوعیت اور دینی جبر: یزیدی حکام کو خوف تھا کہ اہلِ بیتؓ کی موجودگی عوامی بیداری کو بڑھا نہ دے، اس لیے انہوں نے ان پر نرم مگر سخت نگرانی قائم رکھی۔مجالسِ ذکر محدود کی گئیں، بیانِ حق پر غیر اعلانیہ پابندیاں لگیں، اور اہلِ بیتؓ کے گرد فکری خاموشی کا حصار باندھا گیا۔ابن جوزی اشارہ کرتے ہیں: ''**وكانت السلطة تكره اجتماع الناس إلى زينب وعلى بن الحسين، فراقبت مجالسهم خوفًا من الفتنة**'' (المنتظم، ج5، ص328، دار الکتب العلمیۃ، بیروت) ترجمہ: حکومت کو حضرت زینبؓ اور علی بن حسینؓ کے گرد لوگوں کا اجتماع پسند نہ تھا، چنانچہ وہ ان کی مجالس کی نگرانی کرتی کہ کہیں کوئی فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو۔یہ ''فتنہ'' دراصل حق کا بیدار ہونا تھا، جسے باطل ہمیشہ فتنہ قرار دیتا ہے۔مگر اہلِ بیتؓ نے اس خوف کی فضا میں بھی ایمان کے چراغ روشن رکھے، اور مدینہ میں صبر وسکوت کی صورت میں ''دعوتِ خاموش'' کا ایک نیا باب رقم کیا۔

5۔اہلِ مدینہ پر اثرات: کربلا کے بعد مدینہ میں جو دینی اور روحانی فضا پیدا ہوئی، وہ اہلِ ایمان کے لیے ضمیر کی بیداری کا سبب بنی۔حضرت زینبؓ اور امام زین العابدینؒ کے سکوت نے لوگوں کے اندر احساسِ ظلم اور حرمتِ اہلِ بیتؓ کا جذبہ تازہ کیا، جو بعد میں یزید کے خلاف عوامی نفرت کی بنیاد بنا۔ابن عساکر لکھتے ہیں:

''فأحيا الله بدم الحسين قلوب أهل المدينة، فصاروا يذكرونه في مجالسهم وعبادتهم'' (تاریخ دمشق، ج36،ص142،دارالفکر،بیروت)،ترجمہ:اللہ تعالیٰ نے حسینؓ کے خون کے وسیلے سے اہلِ مدینہ کے دلوں کو زندہ کیا، چنانچہ وہ اپنی مجلسوں اور عبادتوں میں ان کا ذکر کرنے لگے۔

خلاصہ ونتائج: 1۔صفر تا ربیع الاول 62ھ میں اہلِ بیتؓ کی واپسی کے ساتھ مدینہ منورہ غم وصبر کا مرکز بن گیا۔2۔حضرت زینبؓ نے وعظ ونصیحت کے ذریعے امت کو صبر واستقامت کا پیغام دیا۔3۔امام زین العابدینؒ نے خاموش عبادت اور گریہ کے ذریعے ظلم کے مقابلے میں روحانی قیادت کا فریضہ ادا کیا۔4۔حکومت نے اہلِ بیتؓ کی مجالس پر غیر اعلانیہ نگرانی رکھی، تاکہ عوامی بیداری کو روکا جاسکے۔5۔اہلِ بیتؓ کے صبر وسکوت نے مدینہ میں ایمان کی حرارت کو تازہ کیا اور یزیدی جبر کے خلاف فکری بغاوت کی بنیاد رکھی۔6۔یہ دور امت کو یہ سبق دیتا ہے کہ جب زبانیں بند ہوں، تب دل کا صبر اور عبادت ہی سب سے مؤثر احتجاج بن جاتا ہے۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر، ج8، ص221، دارالفکر، بیروت۔ 2-أنساب الأشراف البلاذری، ج 3، ص 188، دارالفکر، بیروت۔ 3-الطبقات الکبری ابن سعد، ج5،ص211،دارصادر،بیروت۔4-المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم ابن الجوزی، ج5،ص328، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔5-تاریخ دمشق ابن عساکر، ج36،ص142،دارالفکر،بیروت۔

اسلامی سنہ 62ھ یزیدی جاسوسی، علماء پر دباؤ، اور مدینہ میں جبر و بیداری کی فضا

کربلا کے بعد اسلامی سلطنت ظاہراً قائم تھی مگر روحانی اعتبار سے زوال وزخم کے دور میں داخل ہو چکی تھی۔ ظلم و جبر کا وہ نظام، جو پہلے اہلِ بیتِ نبویؐ پر ٹوٹا تھا، اب آہستہ آہستہ اہلِ مدینہ، علماء، اور خطباء کے حلقوں تک پھیلنے لگا۔ سنہ 62ھ کا وسط اور آخری نصف یعنی ربیع الثانی سے رمضان وہ دور ہے جب مدینہ منورہ میں سیاسی جاسوسی، مذہبی نگرانی، اور عوامی بے چینی اپنی انتہا کو پہنچی۔ یزید کے گورنروں نے منابر و مساجد پر کنٹرول قائم کیا، علماء وخطباء کی زبانیں خاموش کرائیں، اور اہلِ مدینہ کے ضمیر کو خوف ودھونس سے دبانے کی کوشش کی۔

1۔ ربیع الثانی 62ھ: یزیدی جاسوسی اور علماء پر دباؤ: علماء وخطباء پر حکومتی نگرانی کربلا کے بعد جب اہلِ بیتؑ کی مظلومیت کا تذکرہ عوامی گفتگو اور خطبوں کا حصہ بننے لگا تو یزیدی حکومت نے اس آواز کو دبانے کے لیے ''دینی جاسوسی'' کا نظام قائم کیا۔ تاریخ طبری میں واضح طور پر درج ہے: **وكان عمالُ يزيد يكتبون إلى الشام بأسماء من يتحدث في أمر الحسين أو يذكره بخير** (تاریخ الطبری، ج5، ص492، دار التراث، بیروت)، ترجمہ: یزید کے گورنر ان تمام لوگوں کے نام دمشق بھیجتے

جو حسینؓ کے بارے میں گفتگو کرتے یا ان کی تعریف کرتے۔ یہ اقتباس بتاتا ہے کہ ذکرِ شہداءِ کربلا تک حکومتی خوف کا شکار بن گیا۔ مساجد، جو ایمان و عدل کا مرکز تھیں، اب حکومتی جاسوسوں کے زیرِ نظر آ گئیں۔ منابر پر ذکرِ حق جرم بن گیا، اور اہلِ علم کے لیے ''خاموشی'' نجات کا واحد راستہ ٹھہرا۔ ظلم کی نوعیت: دینی آزادی کا خاتمہ، خطباء و علماء پر حکومتی دباؤ، منابر سے حق کا آواز دبانا، اور خوف و خاموشی کی فضا۔

2۔ جمادی الاولی 62ھ: مدینہ میں یزیدی عامل عثمان بن محمد بن ابی سفیان کا ظلم: (الف) عامل کی سختیاں اور اہلِ مدینہ کی شکایات اسی دوران یزید نے اپنے قریبی رشتہ دار ''عثمان بن محمد بن ابی سفیان'' کو مدینہ پر عامل مقرر کیا۔ تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ اس کے دور میں اہلِ مدینہ پر سیاسی تحقیر اور مالی دباؤ بڑھا دیا گیا۔ ابن الأثیر رقم طراز ہیں: ''**وكان عثمانُ بنُ محمدٍ عاملَ يزيد على المدينة، فأساء السيرةَ وأهانَ الأشراف**'' (الکامل فی التاریخ، ج3، ص415، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: یزید کا مدینہ پر عامل عثمان بن محمد بن ابی سفیان تھا، اس نے بدسلوکی کی اور مدینہ کے اشراف کو اہانت کا نشانہ بنایا۔ یہ ظلم صرف سیاسی نہ تھا بلکہ دینی و اخلاقی تذلیل کی شکل اختیار کر گیا۔ اہلِ مدینہ کے اشراف، تابعینؒ اور علماء کو حق گوئی کی پاداش میں سرِ عام ذلیل کیا جانے لگا۔ اسلام کے مقدس شہر میں تکریمِ اہلِ علم کو پامال کیا گیا اور یہی وہ لمحہ تھا جب مدینہ کے ضمیر نے بیداری کی آہستہ آواز سننی شروع کی۔

ظلم کی نوعیت: علماء، تابعین، اور اشرافِ مدینہ کی عزت پر حملہ؛ اہلِ بیتؓ اور

اہلِ علم کو حکومتی تحقیر و تذلیل کا سامنا؛ دینی قیادت کا مذاق۔

3۔ جمادی الآخری 62ھ: اہلِ مدینہ کا احتجاجی وفد دمشق کی جانب یزید کے دربار میں اہلِ مدینہ کی شکایت: جب اہلِ مدینہ کے لیے ظلم نا قابلِ برداشت ہوا تو انہوں نے ایک باوقار احتجاجی وفد دمشق بھیجا تا کہ یزید کے سامنے اپنے گورنر کی شکایات پیش کریں۔ ابن کثیر اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں: ''**فأرسل أهلُ المدينة وفدًا إلى يزيد يشتكون من عامله، فاستقبلهم يزيد وأكرمهم، ثم عادوا فأخبروا بما رأوا**'' (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص219، دار الفکر، بیروت)۔

ترجمہ: اہلِ مدینہ نے اپنے گورنر کی شکایت کے لیے یزید کے دربار میں ایک وفد بھیجا۔ یزید نے بظاہر ان کی عزت کی، مگر واپسی پر وفد نے مدینہ والوں کو درباری عیش ولذت کا حال بتایا۔ یزید نے شکایات کا ظاہری جواب ''مہمان نوازی'' سے دیا، مگر حقیقت میں اس وفد کو عیش ولہو کی چکاچوند دکھا کر مرعوب کرنے کی کوشش کی۔ واپسی پر وفد نے بتایا کہ یزید کے دربار میں شراب، کھیل اور غفلت کے مناظر ہیں، جو دین کی روح سے کوسوں دور ہیں۔

ظلم کی نوعیت: دینی قیادت کا فریب، عدل و اصلاح کی شکایات کو وقتی خوشامد سے دبانا، عوام کے اعتماد کو زائل کرنا، اور حکومت کو ''ظاہر میں نرم، باطن میں فاسق'' ظاہر کرنا۔

4۔ رجب تا رمضان 62ھ: اہلِ مدینہ میں یزید کے خلاف بیداری اور

سیاسی غیظ اہلِ مدینہ کی بیعتِ فسخ کا اعلان: جب اہلِ مدینہ نے یزید کی عیش پرستی، فسق اور بیدینی کا حال سنا تو ان کے اندر ایمان وغیرت کی آگ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایسے شخص کی بیعت برقرار رکھنا دینی جرم ہے۔ تاریخ طبری میں یہ فیصلہ یوں مذکور ہے: ''**فقالوا قد خلعنا یزید، لا نراہ علی الدین، وبایعوا عبد اللہ بن حنظلة**'' (تاریخ الطبری، ج5، ص500، دار التراث، بیروت)، ترجمہ: اہلِ مدینہ نے کہا: ہم نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے، وہ دین پر نہیں، اور ہم نے عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ اعلان کسی سیاسی مفاد کا نہیں، بلکہ دینی غیرت کا اعلان تھا۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ (غسیل الملائکہ) نے کہا: ''**لقد رأیت یزید یشرب الخمر، ویترک الصلاة، ویظلم الرعیة، واللہ ما نقاتلہ إلا غضبًا للہ**'' (تاریخ ابن کثیر، ج8، ص222)، ترجمہ: میں نے یزید کو شراب پیتے، نماز چھوڑتے اور رعایا پر ظلم کرتے دیکھا ہے، اور ہم اس سے صرف اللہ کے لیے جنگ کریں گے۔ یہی وہ جذبہ تھا جو بعد میں واقعہ حرّہ (63ھ) کی بنیاد بنا ایک ایسا حادثہ جس نے امت کے ضمیر کو جھنجھوڑ دیا، مگر یزیدی نظام کی روحانی شکست کا اعلان بن گیا۔

ظلم کی نوعیت: یزید کے خلاف دینی ردِعمل کو ''بغاوت'' قرار دے کر اس کے لیے فوجی مہم کی تیاری؛ سیاسی اختلاف کو جرمِ دین بنانا؛ اور اصلاحِ امت کی کوششوں کو فتنہ کہنا۔

خلاصہ ونتائج: 1۔ سنہ 62ھ کے وسط میں یزید نے مذہبی وفکری سطح پر جاسوسی ودباؤ کی پالیسی اختیار کی۔ 2۔ علماء وخطباء کی زبانیں بند کی گئیں، منابر پر ذکرِ شہداء

جرم ٹھہرا۔3۔عاملِ مدینہ ''عثمان بن محمد'' کے ظلم نے اہلِ علم واشراف کی حرمت پامال کی۔4۔اہلِ مدینہ کا احتجاجی وفد ظاہری طور پر عزت پایا مگر درباری حقیقتوں نے ان کے ایمان کو بیدار کر دیا۔5۔رجب تا رمضان 62ھ میں اہلِ مدینہ نے دینی غیرت کے ساتھ بیعت فسخ کا اعلان کیا، جس نے ظلم کے نظام کے خلاف پہلی اجتماعی مزاحمت کی بنیاد رکھی۔6۔یہ سال، کربلا کے بعد امت کے دینی شعور کی بیداری کا سنگِ میل ثابت ہوا جہاں صبر، غیرت، اور حق گوئی کا امتزاج مدینہ کے دل سے ابھرا۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج5، ص492، 500، دار التراث، بیروت۔2-الکامل فی التاریخ ابن الأثیر، ج3، ص415، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔3-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر، ج8، ص222 219، دار الفکر، بیروت۔4-المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم ابن الجوزی، ج5، ص329، دار الکتب بیروت۔

اسلامی سنہ 62ھ یزیدی عسکری تیاری اور مدینہ منورہ کے خلاف ظلم کا آغاز

سنہ 62ھ اسلامی تاریخ کا وہ المناک سال ہے جس میں ظلم و جبر کے آثار صرف کربلا تک محدود نہ رہے بلکہ پورے عالمِ اسلام میں اس کے ارتعاش محسوس کیے

گئے۔خاص طور پر مدینہ منورہ جو مرکزِ ایمان، مہدِ نبوت، اور اصحابِ رسول ﷺ کا شہر تھا سیاسی بغاوت کے نام پر یزیدی عسکری طاقت کا ہدف بنا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب اہلِ مدینہ نے ایمان و غیرت کے جذبہ سے بیعتِ یزید کو فسخ کیا، جس کے نتیجے میں بنو امیہ کی حکومت نے اس پاک شہر کے خلاف تلوار اٹھانے کی تیاری شروع کی۔ یہ تیاری محض سیاسی اقدام نہ تھی، بلکہ درحقیقت روحِ خلافتِ راشدہ اور حرمتِ مدینہ کے خلاف ایک اعلانِ جنگ تھا۔ اسی دور میں ظلم کی نئی فصل بوئی گئی جس کے نتیجے میں آئندہ سال ''وقعۃ الحرّہ'' کا خونی واقعہ پیش آیا۔

شوال تا ذی القعدہ 62ھ یزیدی فوج کی تیاری برائے مدینہ اہلِ مدینہ کی بیعتِ فسخ اور اس پر حکومتِ شام کا ردِ عمل: جب اہلِ مدینہ نے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ (غسیل الملائکہ) کے ہاتھ پر جمع ہو کر یزید کی بیعت منسوخ کی، تو یہ خبر شام پہنچی۔ یزید کو اپنی سلطنت کے استحکام پر لرزہ طاری ہوا، کیونکہ اہلِ مدینہ کی قیادت میں تابعین، اولادِ صحابہؓ اور اہلِ بیتِ نبویؐ کے مؤیدین موجود تھے۔ قال ابن الأثیر: ''فلما بلغه خلعُ أهلِ المدينةِ ليزيدَ، بعث عليهم مسلمَ بن عقبة المری'' (الکامل فی التاریخ، ج3، ص416، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: جب یزید کو اہلِ مدینہ کی بیعت شکنی کی خبر پہنچی، **تو اس نے مسلم بن عقبہ مری کو ایک لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔** یہ اقدام ظاہراً حکومت کے استحکام کے لیے تھا، مگر حقیقت میں اس نے امت کے دلوں میں حرمتِ مدینہ کی پامالی کا اندیشہ پیدا کر دیا۔ مسلم بن عقبہ کا نام

سن کر اہلِ مدینہ میں خوف کی لہر دوڑ گئی، کیونکہ وہ اپنے قساوت وظلم میں مشہور تھا۔

ظلم کی نوعیت: 1۔مدینہ منورہ پر عسکری تیاری: یزید نے مرکزِ ایمان کے خلاف فوجی لشکر تیار کر کے روحِ اسلام کو زخم پہنچایا۔ **2۔اہلِ بیتؓ وصحابہؓ کی اولاد کو خطرہ:** مدینہ کے گھروں میں خوف ودہشت چھا گئی، کیونکہ اس شہر میں اصحابِ رسول ﷺ کی اولادیں، تابعینِ کرامؒ، اور علماءِ ربانیین موجود تھے۔ **3۔حرمتِ شہرِ رسول ﷺ کی توہین:** مدینہ منورہ کی طرف لشکر روانہ کرنا دراصل اس شہر کی تقدیس کو پامال کرنے کے مترادف تھا جس کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''اَلْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ'' مدینہ حدودِ عیر سے ثور تک حرم ہے (صحیح البخاری، حدیث:1880)۔

ذی الحجہ 62ھ ظلم کے نئے دور کا آغاز مسلم بن عقبہ کی روانگی کا حکم: قال ابن كثير: ''وفي ذي الحجة أمر يزيد مسلمَ بن عقبة بالتوجه إلى المدينة، وكانت وقعة الحرّة في السنة التي بعدها'' (البدایۃ والنہایۃ، ج8،ص222، دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: ذی الحجہ 62ھ میں یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ کی طرف روانگی کا حکم دیا، اور اس کے نتیجے میں آئندہ سال (63ھ) واقعہ حرّہ رونما ہوا۔ یہ حکم دراصل ظلم کی ایک نئی فصل کا آغاز تھا۔ یزید نے اس لشکر کو مال ومنصب کے لالچ سے بھرا، تاکہ وہ حرمتِ مدینہ کی پرواہ کیے بغیر قتل وغارت میں ہاتھ ڈالیں۔ تاریخِ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا جب خلافتِ مسلمہ کا حکمران شہرِ رسول ﷺ پر تلوار لے کر چڑھ آیا۔

ظلم کی نوعیت: 1۔خلافتِ اسلامیہ کے تصور کا سقوط: یزیدی لشکر کشی نے

شورائیت اور عدل کے اس اصول کو پامال کیا جس پر خلافتِ راشدہ کی بنیاد تھی۔

2۔علماء واہلِ بیتؓ کے لیے خوف وخطرہ: مدینہ کے زعماء، محدثین، اور قراء پر جاسوس مقرر کیے گئے، تاکہ کسی قسم کی مزاحمت نہ ہو۔ **3۔سیاسی مخالفت کو دینی جرم قرار دینا:** یزیدی نظام نے اہلِ مدینہ کے دینی احتجاج کو ''بغاوت'' کا نام دے کر جائز خونریزی کی راہ ہموار کی۔

نتیجہ ظلم کی تاریخ کا تسلسل: سنہ 62ھ کے اختتام تک حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ شہرِ رسول ﷺ پر حملے کی تیاری مکمل ہوگئی۔ کربلا کا خون ابھی خشک نہ ہوا تھا کہ مدینہ منورہ ایک نئے المیے کے دہانے پر کھڑا تھا۔ یہ وہ دور ہے جب ظلم نے دین کی حرمت کو چیلنج کیا۔ خلافت اقتدار میں بدل گئی۔ اور امتِ مسلمہ کے سینے میں عدل و شجاعت کی جگہ خوف وفریب نے لے لی۔ یہ تیاری دراصل ''وقعۃ الحرّہ'' (63ھ) کے خونی باب کی تمہید تھی جس میں حرمتِ مدینہ کو پامال کیا گیا، اہلِ بیتؓ واولادِ صحابہؓ کو شہید کیا گیا، اور دینِ محمدی ﷺ کی تاریخ پر ایک سیاہ داغ ثبت ہوا۔

خلاصہ ونتائج: 1۔سنہ 62ھ میں اہلِ مدینہ کی بیعتِ فسخ کے نتیجے میں یزیدی حکومت نے ظلم وجبر کا نیا باب کھولا۔ 2۔مسلم بن عقبہ کی تعیناتی مدینہ پر عسکری تسلط کی علامت تھی۔ 3۔حرمتِ مدینہ کے خلاف لشکر کشی، خلافتِ راشدہ کے اصولوں سے کھلی بغاوت تھی۔ 4۔یہ تیاری دراصل ''وقعۃ الحرّہ'' کی تمہید تھی، جس نے امت کے اجتماعی ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

مصادر و مراجع: 1- الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر الجزری، ج3، ص416، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع جدیدہ۔ 2- البدایۃ والنہایۃ، الحافظ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص222، دار الفکر، بیروت۔ 3- تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج5، ص500، دار التراث، بیروت۔ 4- صحیح البخاری، امام البخاری، حدیث: 1880، کتاب فضائل المدینۃ۔

اسلامی سنہ 62ھ کے مظالم کا خلاصہ

(ظلم و جبر کے تسلط کا سال اور وقعۃ الحرّہ کی تمہید)

اسلامی سنہ 62ھ خلافتِ یزید کے دورِ جبر و استبداد کا وہ نکتۂ عروج ہے جس میں سیاسی اقتدار نے دینی تقدس کو روند ڈالا۔ سنہ 61ھ کے المناک سانحۂ کربلا کے بعد امتِ مسلمہ کے دل زخم خوردہ تھے، مگر اس کے باوجود ظلم کا سلسلہ رکنے کے بجائے اور پھیل گیا۔ اہلِ بیتؓ کی مظلومیت کے بعد اب اہلِ مدینہ اور علماءِ تابعینؒ یزیدی نظام کے ظلم کا مرکز بننے لگے۔ اسی سال 62ھ میں ریاستی نگرانی، دینی آزادی پر قدغن، اور اہلِ مدینہ کی غیرتِ ایمانی کے خلاف عسکری تیاریوں نے ایک ایسے المیے کو جنم دیا جس کی انتہا آئندہ سال وقعۃ الحرّہ (63ھ) کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

پس منظر: کربلا کے بعد سیاسی و فکری فضا: کربلا کے شہداء کے خون نے جہاں امت کے ضمیر کو جھنجھوڑا، وہیں مدینہ منورہ میں ایک خاموش اضطراب پیدا کیا۔ اہلِ

مدینہ، تابعین، اور اولادِ صحابہؓ کے حلقوں میں یزیدی طرزِ حکومت کے خلاف نفرت اور بیزاری بڑھنے لگی۔ مگر دربارِ شام نے اس اضطراب کو فتنہ قرار دے کر اس کے تدارک کے نام پر ظلم کی نئی راہیں کھول دیں۔ قال ابن کثیر: "وفی أوائل سنة اثنتین وستین ظهرت آثار الفتنة فی المدینة، حین قدم أهلها من الشام بعد وقعة الحسین" (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص217، دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: سنہ 62ھ کے آغاز میں اہلِ مدینہ میں فتنہ کے آثار ظاہر ہوئے، جب وہ اہلِ شام کے دربار (یزید) سے لوٹ کر آئے؛ واقعہ حسینؓ کی خبروں نے ان کے دلوں میں اضطراب پیدا کیا۔ یہ اضطراب دراصل ضمیرِ امت کی بیداری تھی، مگر یزیدی حکومت نے اسے "فتنہ" اور "فساد" کا نام دے کر دینی احساس کو جرم بنا دیا۔

اہلِ بیتؓ و اہلِ مدینہ کا صبر و سکوت: سانحہ کربلا کے بعد اہلِ بیتؓ صبر و استقامت کی علامت بن گئے۔ حضرت زینبؓ اور امام زین العابدینؒ نے مدینہ میں خاموشی کے ساتھ حق کی روشنی کو زندہ رکھا۔ قال البلاذری: "فکانت زینب بنت علیٍّ تُحدِّثُ الناسَ بما جری فی کربلاء، فیبکی الناس بالبقیع أیامًا" (أنساب الأشراف، ج3، ص188، دارالفکر، بیروت)، ترجمہ: حضرت زینبؓ اہلِ مدینہ کو کربلا کے واقعات سناتیں، اور لوگ کئی دن تک بقیع میں روتے رہتے۔ یہ مجالسِ ذکر دراصل بیانِ حق کی صورت تھیں، مگر حکومتی ایوانوں کے لیے یہ جرمِ بغاوت بن گئیں۔ اہلِ بیتؓ اور علماء کی حرکات پر خفیہ نگرانی شروع ہوئی، تاکہ صدائے حق دبائی جا سکے۔

ربیع الثانی تا جمادی الآخر 62ھ: حکومتی دباؤ اور اہلِ مدینہ کی شکایات: یزید نے مدینہ پر اپنے عامل عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مقرر کیا، جو اپنی سختی، غرور، اور اشرافِ مدینہ کے ساتھ اہانت آمیز برتاؤ کے سبب مشہور ہوا۔ **قال ابن الأثیر:** "**وكان عثمانُ بنُ محمدٍ عاملَ يزيد على المدينة، فأساء السيرةَ وأهانَ الأشرافَ**" (الکامل فی التاریخ، ج3، ص415، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: یزید کا مدینہ پر عامل عثمان بن محمد بن ابی سفیان تھا، اس نے بدسلوکی کی اور مدینہ کے اشراف کو اہانت کا نشانہ بنایا۔ اہلِ مدینہ نے یہ صورتِ حال برداشت نہ کی اور یزید کے دربار میں شکایت کے لیے ایک وفد بھیجا۔ **قال ابن كثير:** "**فأرسل أهلُ المدينة وفدًا إلى يزيد يشتكون من عامله، فاستقبلهم يزيد وأكرمهم، ثم عادوا فأخبروا بما رأوا**" (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص219)، ترجمہ: اہلِ مدینہ نے اپنے گورنر کی شکایت کے لیے یزید کے دربار میں ایک وفد بھیجا۔ یزید نے بظاہر ان کی عزت کی، مگر واپسی پر وفد نے مدینہ والوں کو درباری عیش و لذت کا حال بتایا۔ اس ملاقات نے اہلِ مدینہ میں یزید کی دینی و اخلاقی گراوٹ کو بے نقاب کر دیا۔ نتیجتاً ایمان کی غیرت جاگی، اور اہلِ مدینہ نے اعلان کیا کہ وہ ایسے شخص کی بیعت برقرار نہیں رکھ سکتے جو دین کے اصولوں پر قائم نہیں۔ **قال الطبری:** "**فقالوا قد خلعنا يزيد، لا نراه على الدين، وبايعوا عبد الله بن حنظلة**" (تاریخ الطبری، ج5، ص500، دار التراث)، ترجمہ: اہلِ مدینہ نے کہا: ہم نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے، وہ

دین پر نہیں، اور ہم نے عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ بیعتِ فسخ دراصل دینی احتجاج تھا، مگر یزیدی حکومت نے اسے بغاوت کا عنوان دے کر جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

شوال تا ذی الحجہ 62ھ: یزیدی لشکر کشی کی تیاری: قال ابن الأثیر: "فلما بلغه خلعُ أهلِ المدینةِ لیزیدَ، بعث علیهم مسلمَ بن عقبة المری" (الکامل فی التاریخ، ج3، ص416)، ترجمہ: جب یزید کو اہلِ مدینہ کی بیعت شکنی کی خبر پہنچی، تو اس نے مسلم بن عقبہ مری کو فوج کے ساتھ مدینہ بھیجا۔ یہ حکم دراصل حرمتِ مدینہ کے خلاف اعلانِ جنگ تھا۔ قال ابن کثیر: "وفی ذی الحجة أمر یزید مسلمَ بن عقبة بالتوجه إلی المدینة، و کانت وقعة الحرّة فی السنة التی بعدها" (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص222)، ترجمہ: ذی الحجہ میں یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ کی طرف روانگی کا حکم دیا، جس کے نتیجے میں اگلے سال واقعہ حرّہ پیش آیا۔ یہ واقعہ اسلامی تاریخ کے سب سے المناک ابواب میں سے ایک کی تمہید بن گیا۔

ظلم و جبر کی نوعیت: 1۔ روحانی مراکز پر عسکری دباؤ: مدینہ منورہ شہرِ رسول ﷺ کو سیاسی جرم کے بہانے زیرِ تسلط لانے کی تیاری۔ 2۔ دینی قیادت کی تحقیر: علماء، تابعین، اور اہلِ بیتؓ کی مجالسِ ذکر و نصیحت پر نگرانی اور خاموش پابندی۔ 3۔ بیعتِ فسخ کو جرم قرار دینا: اہلِ ایمان کے دینی موقف کو بغاوت قرار دے کر ظلم کو شرعی جواز کے پردے میں چھپانا۔ 4۔ اسلامی اخلاقیات کا انہدام: یزیدی طرزِ

حکومت نے دین کی روح عدل، شورائیت، اور امانت کو مسخ کر دیا۔

خلاصہ ونتائج: 1۔سنہ 62ھ میں امتِ مسلمہ یزیدی جبر کے مکمل تسلط میں داخل ہوئی۔2۔اہلِ بیتؓ اور اہلِ مدینہ دونوں ظلم وستم کے مرکز بنے۔3۔علماء و تابعین پر نگرانی، وعظ وخطبہ پر پابندی، اور دینی گھٹن کی فضا پیدا کی گئی۔4۔اہلِ مدینہ کی بیداری کو ''فساد'' قرار دے کر ریاستی طاقت سے دبانے کی تیاری کی گئی۔5۔یہی سال وقعۃ الحرّہ (63ھ) کی تمہید اور دینی واخلاقی زوال کے آغاز کا سال ثابت ہوا۔

مصادر ومراجع: 1۔ البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص222 217، دار الفکر، بیروت۔2۔الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر الجزری، ج3، ص416 415، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 3۔تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 500 492، دار التراث، بیروت۔4۔أنساب الأشراف، البلاذری، ج3، ص 188، دار الفکر، بیروت۔5۔صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینۃ، حدیث:1880۔

عثمان بن محمد بن ابی سفیان

(عہدِ یزید میں مدینہ کی گورنری اور واقعاتِ حرّہ کا مقدمہ)

یزید بن معاویہ کی خلافت (60ھ 64 ھ) اسلامی تاریخ کا وہ عہد ہے جس میں سیاسی نظامِ خلافت ایک موروثی طرز میں تبدیل ہوا۔خلافتِ راشدہ کے بعد

بنو اُمیہ کے دور میں مرکز و اطراف کے نظمِ حکومت کے لیے گورنروں کی تقرری کا نظام قائم ہوا۔ انہی میں ایک اہم نام عثمان بن محمد بن ابی سفیان کا ہے، جنہیں یزید نے مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا۔ ان کی گورنری ہی وہ تاریخی مقدمہ ہے جس سے واقعہ حرّہ (63ھ) جیسے المناک حادثے کی تمہید بنی۔

نسب، خاندان اور ابتدائی تعارف: عثمان بن محمد بن ابی سفیان بن حرب بن اُمیہ، بنو اُمیہ کے اس شاخ سے تعلق رکھتے تھے جو خلافتِ امویہ کے مرکز دمشق سے قریبی رشتہ دارانہ نسبت رکھتی تھی۔ ان کے والد محمد بن ابی سفیان، حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ اس طرح عثمان بن محمد، یزید بن معاویہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ ان کا خاندان بنو اُمیہ کے ان ممتاز سادات میں شمار ہوتا ہے جنہیں سیاسی اعتماد حاصل تھا، لیکن دینی و علمی شہرت ان کے خاندان کے دوسرے افراد (مثلاً معاویہؓ و ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما) کی مانند نہیں تھی۔ مؤرخ کبیر ابنِ سعد (ت 230ھ) نے ان کا ذکر طبقات میں ان الفاظ میں کیا: **وَكَانَ عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ مِنْ شُرَفَاءِ بَنِي أُمَيَّةَ، وَلَمْ يُعْرَفْ بِعِلْمٍ وَفَضْلٍ كَغَيْرِهِمْ** (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج 5، ص 47، دار صادر، بیروت)، ترجمہ: عثمان بن محمد بن ابی سفیان بنو اُمیہ کے اشراف میں سے تھے، مگر علم و فضل کے لحاظ سے اپنے بعض ہم نسبوں کی طرح شہرت نہیں رکھتے تھے۔

عہدِ یزید میں مدینہ کی گورنری: یزید نے سنہ 62ھ کے اواخر یا 63ھ کے آغاز

میں عثمان بن محمد کو والیِ مدینہ مقرر کیا۔ مقصد یہ تھا کہ مدینہ میں یزید کی خلافت کے خلاف جو دبی دبی ناراضگیاں موجود تھیں، اُنہیں قابو میں رکھا جائے۔ امام الطبری (ت310ھ) اس تقرری کا ذکر یوں کرتے ہیں: وَاسْتَعْمَلَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عُثْمَانَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ عَلَى الْمَدِينَةِ، فَقَدِمَهَا وَأَكْرَمَ أَهْلَهَا، ثُمَّ سَائَتِ الْعَلَاقَةُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقُرَشِيِّينَ (تاریخ الطبری، ج5، ص472، دار التراث، بیروت)، ترجمہ: یزید بن معاویہ نے عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ پر عامل بنایا۔ وہ مدینہ آئے تو اہلِ شہر کے ساتھ نرمی اور عزت کا برتاؤ کیا، مگر بعد میں قریشیوں اور ان کے درمیان تعلقات خراب ہو گئے۔ یہ خراب تعلقات دراصل اہلِ مدینہ کے انکارِ بیعت کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ اہلِ مدینہ کے اکابر صحابہؓ و تابعین، خصوصاً حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ (غسیل الملائکہ)، حضرت عبداللہ بن مطیعؓ، حضرت منذر بن زبیرؓ اور دیگر اکابر نے یزید کی طرزِ حکومت پر اعتراضات کیے۔

وفدِ اہلِ مدینہ کا دمشق سفر: عثمان بن محمد، اہلِ مدینہ کی شکایات سن کر معاملہ یزید تک پہنچانے میں ناکام رہے۔ نتیجتاً یزید نے ان کے مشورے سے مدینہ کے اکابرین کو دمشق بلایا تاکہ وہ خود خلافت کے حالات کا مشاہدہ کریں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے: فَكَتَبَ عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ إِلَى يَزِيدَ يُخْبِرُهُ بِمَا يَقُولُ النَّاسُ فِيهِ، فَدَعَاهُمْ يَزِيدُ إِلَى دِمَشْقَ، فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَى الْمَدِينَةِ نَقَضُوا بَيْعَتَهُ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص241، دار الفکر)، ترجمہ: عثمان بن محمد نے یزید کو اطلاع دی کہ مدینہ کے

لوگ اس کے بارے میں کیا باتیں کرتے ہیں۔ یزید نے ان لوگوں کو دمشق بلایا، لیکن جب وہ واپس آئے تو بیعت توڑ دی۔ واپسی پر اہلِ مدینہ نے یزید کی خلافت سے برائت کا اعلان کیا، اور مدینہ میں یزید کے عامل عثمان بن محمد کو ان کے خاندان سمیت مدینہ سے نکال دیا۔ مدینہ سے معزولی اور خروجِ اہلِ مدینہ اہلِ مدینہ نے شورائی اجلاس میں فیصلہ کیا کہ یزید کی حکومت سے بغاوت کی جائے۔ انہوں نے عثمان بن محمد اور مدینہ میں موجود بنو اُمیہ کے دیگر افراد کو گرفتار کر کے ''دارِ مروان'' میں قید کر دیا۔ ابن اثیر لکھتے ہیں: ''وَأَخَذُوا عُثْمَانَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَمَنْ كَانَ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ بِالْمَدِينَةِ، فَحَبَسُوهُمْ فِي دَارِ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ'' (الکامل فی التاریخ، ج4، ص49، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: اہلِ مدینہ نے عثمان بن محمد اور مدینہ میں موجود بنو اُمیہ کے افراد کو پکڑ کر مروان بن حکم کے گھر میں قید کر دیا۔ یہ وہ موڑ تھا جہاں سے واقعہ حرّہ (ذی الحجہ 63ھ) کی ابتداء ہوئی۔

شخصیت و کردار کا منصفانہ جائزہ: عثمان بن محمد بن ابی سفیان بنو اُمیہ کے سیاسی نظام کے نمائندہ تھے۔ وہ فطری طور پر نرم مزاج، درباری آداب سے واقف، مگر سیاسی بصیرت میں کمزور نظر آتے ہیں مؤرخین نے ان کی دیانت و امانت پر کوئی جرح نہیں کی، مگر سیاسی فیصلہ سازی میں کمزوری اور ناتجربہ کاری ان کے زوال کا سبب بنی۔ ان کے عہد میں نہ صرف اہلِ مدینہ اور مرکزِ شام کے تعلقات منقطع ہوئے بلکہ ایک ایسا مظلومانہ تاریخی باب کھلا جس میں اہلِ مدینہ کے خون سے زمینِ طیبہ رنگین ہوئی۔

خلاصہ و نتائج: 1۔عثمان بن محمد بن ابی سفیان یزید کے قریبی رشتہ دار اور مدینہ کے گورنر تھے، جن کی تقرری 62ھ میں ہوئی۔2۔ان کے عہد میں اہلِ مدینہ اور بنواُمیہ کے درمیان اختلافات شدید ہوئے، جو بالآخر انکارِ بیعت اور خروج کی صورت میں ظاہر ہوئے۔3۔ان کی سیاسی بصیرت کی کمزوری اور عوامی رابطے کی کمی نے فساد کی بنیاد رکھی۔4۔مدینہ منورہ کی حرمت پامال ہونے سے قبل وہ خود قید ہو گئے اور عملی اقتدار سے معزول ہو چکے تھے۔5۔ان کی گورنری واقعہ حرّہ کا مقدمہ بن کر تاریخِ اسلام میں ایک عبرت انگیز باب کی صورت میں محفوظ ہے۔

مصادر و مراجع: 1-الطبقات الکبری ابن سعد، ج 5، ص 47، دار صادر، بیروت۔2-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 472، دار التراث، بیروت۔ 3-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 241، دار الفکر، بیروت۔4۔الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج 4، ص 49، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔5۔أنساب الأشراف البلاذری، ج 5، ص 25، دار المعارف، قاہرہ۔6۔تاریخ خلیفہ بن خیاط ص 222، دار القلم، دمشق۔

مسلم بن عقبہ المُرِّی: واقعہ حرّہ کا سالار اور تاریخِ اسلام کا سیاہ باب

اسلامی تاریخ کے وہ ابواب جن میں ظلم و ستم اور حرمتِ مقدسات کی پامالی کا ذکر ملتا ہے، ان میں واقعہ حرّہ (63ھ) سب سے زیادہ دل دہلا دینے والا باب ہے۔

یہ وہ حادثہ ہے جس میں مدینہ منورہ شہرِ رسول ﷺ، حرمِ امن، اور مرکزِ ایمان کو اموی فوجوں نے تاراج کیا۔ اس لشکر کا سپہ سالار مسلم بن عقبہ المُرّی تھا، جسے یزید بن معاویہ نے اہلِ مدینہ کے خلاف بھیجا۔ اسلامی مؤرخین نے اسے **''مُجرمِ حرّہ''، ''قائدِ ظلم'' اور ''شقی ترین سالار''** کے القاب سے یاد کیا ہے، اگرچہ بعض نے اس کے بارے میں یہ بھی لکھا کہ اپنی آخری عمر میں وہ بیماری و کمزوری کے سبب معذور الحال تھا۔

نسب و خاندان: اس کا پورا نام مسلم بن عُقبہ بن نُعیم بن عُقَیل بن عمرو بن عُبَید بن قُرَیض بن جُہینہ المری ہے۔ وہ قبیلہ بنو مُرَّۃ بن عوف (غطفان) سے تعلق رکھتا تھا، اس لیے اسے المُرّی کہا جاتا ہے۔ وہ صحابی نہیں بلکہ تابعی العہد شخص تھا، اور اس نے عہدِ صحابہ میں اسلام قبول کیا، مگر کسی غزوے میں نبی ﷺ کے ساتھ شریک نہ ہوا۔ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: مُسْلِمُ بْنُ عُقْبَةَ الْمُرِّيُّ، كَانَ مِنْ قُوَّادِ بَنِي أُمَيَّةَ، وَشَهِدَ مَعَهُمْ مَوَاقِعَ، وَكَانَ فِي آخِرِ أَيَّامِهِ مُسِنًّا مَرِيضًا، فَجَعَلَهُ يَزِيدُ عَلَى جَيْشِ الْحَرَّةِ (الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج6، ص170، دار الجیل، بیروت)، ترجمہ: مسلم بن عقبہ المُرّی بنو اُمیہ کے سرداروں میں سے تھا، ان کے ساتھ کئی معرکوں میں شریک رہا، اور اپنی آخری عمر میں بوڑھا اور بیمار تھا، مگر یزید نے اسے حرّہ کے لشکر کا سالار مقرر کیا۔

عہدِ معاویہ میں کردار: مسلم بن عقبہ نے خلافتِ معاویہؓ کے زمانے میں شام کے بعض سرحدی معرکوں میں حصہ لیا تھا، اور اسی بنیاد پر وہ اموی دربار میں معروف اور

معتبر سمجھا گیا۔ وہ دمشق کے دربار میں اطاعت شعار اور فرمانبردار سپاہی کی حیثیت رکھتا تھا۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ سخت گیر مزاج اور اپنے سرداروں کے سامنے بے پناہ مطیع تھا۔ بلاذری روایت کرتے ہیں: **كَانَ مُسْلِمُ بْنُ عُقْبَةَ مِمَّنْ يُبَالِغُ فِي طَاعَةِ بَنِي أُمَيَّةَ، وَلَا يَرَى لَهُمْ مُخَالَفَةً فِي أَمْرٍ وَلَا نَهْيٍ** (أنساب الأشراف، ج5، ص36، دار المعارف، قاہرہ) ترجمہ: مسلم بن عقبہ ان لوگوں میں سے تھا جو بنو اُمیہ کی اطاعت میں انتہا تک جاتے، اور ان کے کسی حکم یا ممانعت کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔

یزید کا حکم اور مدینہ پر چڑھائی: جب اہلِ مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ کر اموی خاندان کو مدینہ سے نکالا، تو یزید نے اس بغاوت کو ختم کرنے کے لیے شام سے ایک بڑی فوج روانہ کی۔ اس فوج کا سپہ سالار مسلم بن عقبہ مقرر ہوا۔ تاریخِ طبری میں ہے: **فَسَيَّرَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ مُسْلِمَ بْنَ عُقْبَةَ الْمُرِّيَّ فِي جَيْشٍ عَظِيمٍ إِلَى الْمَدِينَةِ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَدْعُوَهُمْ إِلَى الطَّاعَةِ، فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يُقَاتِلَهُمْ، ثُمَّ يُبِيحَهَا ثَلَاثًا** (تاریخ الطبری، ج5، ص475، دار التراث)، ترجمہ: یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ المُرّی کو ایک بڑی فوج کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کیا، اور اسے حکم دیا کہ پہلے اہلِ مدینہ کو اطاعت کی دعوت دے، اور اگر وہ انکار کریں تو ان سے قتال کرے، پھر شہر کو تین دن کے لیے (فوج کے لیے) مباح قرار دے۔ یہ وہ ہولناک حکم تھا جس کے نتیجے میں اسلامی تاریخ کا سب سے المناک سانحہ پیش آیا۔

واقعہ حرّہ (ذی الحجہ 63ھ): مسلم بن عقبہ نے ذی الحجہ 63ھ میں مدینہ

منورہ کے قریب **حرّہ واقم** کے مقام پر اہلِ مدینہ سے مقابلہ کیا۔ اہلِ مدینہ کے قائد حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ (غسیل الملائکہ) تھے، جنہوں نے نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ لڑائی کے بعد مسلم بن عقبہ نے مدینہ داخل ہو کر تین دن تک اپنی فوج کے لیے مباح قرار دیا، جس کے نتیجے میں ہزاروں صحابہؓ و تابعین کے گھر لُوٹے گئے، خواتین کی عصمتیں پامال ہوئیں، اور مدینہ کے گلی کوچے خون سے بھر گئے۔ ابن کثیر نے اس فاجعہ کو یوں بیان کیا: **فَدَخَلَ الْمَدِينَةَ فَأَبَاحَهَا ثَلَاثًا، وَقُتِلَ مِنْ أَهْلِهَا خَلْقٌ كَثِيرٌ، وَانْتُهِكَتِ الْحُرُمَاتُ، وَوُلِدَ مِنْ ذَلِكَ أَلْفُ وَلَدٍ لَا يُعْرَفُ آبَاؤُهُمْ** (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص243، دارالفکر)، ترجمہ: مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا تو اس نے اسے تین دن کے لیے مباح کر دیا، بہت سے لوگ قتل کیے گئے، حرمات پامال ہوئیں، اور اس ظلم کے نتیجے میں ایک ہزار ایسے بچے پیدا ہوئے جن کے باپ معلوم نہ تھے۔ وفات اور انجام اس قیامت خیز قتل و غارت کے بعد مسلم بن عقبہ نے فوج کو مکہ مکرمہ کی طرف روانہ کیا تاکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بھی مقابلہ کرے۔ مگر راستے میں موتہ (قریب طبقات الشام) کے مقام پر بیماری سے ہلاک ہو گیا۔ طبری لکھتے ہیں: **فَسَارَ حَتَّى بَلَغَ الْمُشَلَّلَ مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، فَمَاتَ بِهِ وَهُوَ فِي الطَّرِيقِ إِلَى مَكَّةَ** (تاریخ الطبری، ج5، ص477)، ترجمہ: وہ مکہ کی طرف روانہ ہوا، مگر حجاز کے علاقے مُشَلَّل میں راستے ہی میں مر گیا۔ یزید نے بعد میں حکم دیا کہ فوج کی قیادت حصین بن نمیر السکونی کے سپرد کر دی جائے، جس نے مکہ پہنچ

کر خانہ کعبہ پر منجنیقیں برسائیں۔

تاریخی واخلاقی تجزیہ: مسلم بن عقبہ ایک سپاہی، منتظم، مگر اندھی اطاعت کا مجسمہ تھا۔ وہ نہ صحابی تھا، نہ عالم، نہ زاہد بلکہ ایک درباری کمانڈر تھا جس کی وفاداری صرف اقتدار سے تھی۔ اہلِ سنت مؤرخین نے اس کے عمل کو سختی سے مذموم قرار دیا۔ امام ذہبی نے لکھا: **مُسْلِمُ بْنُ عُقْبَةَ الْمُرِّيُّ، الَّذِي أَبَاحَ الْمَدِينَةَ، لَا رَحِمَهُ اللّٰهُ** (سیر أعلام النبلاء، ج4، ص37، مؤسسۃ الرسالۃ)، ترجمہ: مسلم بن عقبہ المُرّی وہ ہے جس نے مدینہ کو مباح قرار دیا، اللہ اس پر رحم نہ کرے۔ جبکہ امام ابنِ حجر نے فرمایا: **كَانَ مُسْلِمُ بْنُ عُقْبَةَ شَقِيًّا بَغِيضًا، وَأَضَرَّ بِالْمُسْلِمِينَ أَعْظَمَ الضَّرَرِ** (لسان المیزان، ج5، ص114)، ترجمہ: مسلم بن عقبہ ایک شقی اور مبغوض انسان تھا، جس نے مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا۔

خلاصہ ونتائج: 1۔ مسلم بن عقبہ المُرّی، قبیلہ بنو مُرَّۃ کا سپاہی اور بنو اُمیہ کا وفادار کمانڈر تھا۔ 2۔ یزید نے اسے 63ھ میں اہلِ مدینہ کے خلاف فوج کا سردار بنایا۔ 3۔ اس نے مدینہ پر حملہ کر کے حرمِ نبوی ﷺ کی حرمت پامال کی یہ اسلامی تاریخ کا المناک ترین جرم ہے۔ 4۔ اس کے ظلم وستم نے امت کے دلوں میں بنو اُمیہ کے خلاف نفرت کو گہرا کیا۔ 5۔ وہ مکہ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ہلاک ہوا، اور اس کی موت امت کے لیے راحت بنی۔ 6۔ اہلِ سنت کے جلیل القدر مؤرخین و محدثین نے متفقہ طور پر اس کے عمل کو حرام، مذموم اور ناقابلِ معافی جرم قرار دیا۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج5، ص475-477، دار التراث، بیروت۔ 2-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص243، دار الفکر، بیروت۔ 3-الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج4، ص50، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 4-۔أنساب الأشراف البلاذری، ج5، ص36، دار المعارف، قاہرہ۔ 5-سیر أعلام النبلاء الإمام الذہبی، ج4، ص37، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔ 6-الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ ابن حجر عسقلانی، ج6، ص170، دار الجیل، بیروت۔ 7-لسان المیزان ابن حجر، ج5، ص114، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

حصین بن نمیر السکونی: سپہ سالارِ یزید و محاصر مکہ کا علمبردار

اسلامی تاریخ کے سیاہ اور عبرت انگیز ابواب میں دو واقعات سب سے زیادہ دل دہلا دینے والے ہیں (1) واقعہ حرّہ (63ھ) جب مدینہ طیبہ، حرمِ رسول ﷺ پر ظلم و ستم کی انتہا کی گئی، اور (2) محاصر مکہ مکرمہ جب بیت اللہ پر منجنیقوں سے پتھر برسائے گئے۔ یہ دوسرا سانحہ حصین بن نمیر السکونی کی قیادت میں پیش آیا، جسے یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ المُرّی کی موت کے بعد فوج کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اس کی قیادت میں خانہ کعبہ کو آگ لگی، حرم مکہ مجروح ہوا، اور امت کے دلوں میں یزیدی ظلم کی ایک اور گہری لکیر ثبت ہو گئی۔

نسب وخاندان: حصین بن نمیر کا پورا نام حصین بن نُمیر بن نائل بن سمی بن ذَہل بن عَدی بن الحارث السَّکونی الکِندی تھا۔ وہ قبیلہ کِندہ کی شاخ بنوسَکون سے تعلق رکھتا تھا، اسی نسبت سے اسے السَّکونی کہا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ یمن کے قدیم قحطانی قبائل میں سے تھا، جو بعد میں شام کی طرف منتقل ہوا۔ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ السَّكُونِيُّ الكِنْدِيُّ، أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، كَانَ مِنْ قُوَّادِ أَهْلِ الشَّامِ، وَشَهِدَ صِفِّينَ مَعَ مُعَاوِيَةَ، ثُمَّ كَانَ عَلَى جَيْشِ يَزِيدَ يَوْمَ الْحَرَّةِ، ثُمَّ عَلَى مَكَّةَ (الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج2، ص255، دارالجیل، بیروت)، ترجمہ: حصین بن نمیر السکونی کندی، ابوعبدالرحمٰن کنیت والا، اہلِ شام کے سپہ سالاروں میں سے تھا، جنگ صفین میں معاویہ کے ساتھ شریک ہوا، پھر واقعہ حرّہ میں یزید کے لشکر کا ایک کمانڈر تھا، اور بعد ازاں مکہ پر لشکر کا سردار بنایا گیا۔ ابتدائی زندگی وعہدِ معاویہ حصین بن نمیر کی پرورش اور سیاسی ابھار شام میں ہوا۔ اس نے خلافتِ معاویہؓ کے زمانے میں کئی سرحدی جنگوں میں حصہ لیا، اور اپنی عسکری مہارت کے باعث دربارِ اموی میں بلند مقام حاصل کیا۔ وہ سخت گیر، اطاعت شعار، مگر نہایت مکار اور سیاست دان فوجی تھا۔ اسی سبب سے یزید بن معاویہ کے دور میں بھی اسے مکمل اعتماد حاصل رہا۔ البلاذری لکھتے ہیں: **كَانَ حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ مِنْ أَشَدِّ قُوَّادِ بَنِي أُمَيَّةَ، وَأَعْرَفِهِمْ بِالْحَرْبِ وَالْكَيْدِ، وَمِنْ أَكْثَرِهِمْ طَاعَةً لِأُمَرَائِهِمْ** (أنساب الأشراف، ج5، ص40، دارالمعارف، قاہرہ)، ترجمہ: حصین بن نمیر بنواُمیہ کے سب سے سخت مزاج اور جنگی چالوں

سے واقف کمانڈروں میں سے تھا، اور اپنے امراء کی اطاعت میں سب سے زیادہ فرمانبردار تھا۔

واقعہ حرّہ میں شرکت: 63ھ کے المناک واقعہ حرّہ میں وہ مسلم بن عقبہ کا نائب اور ایک دستے کا قائد تھا۔ مدینہ طیبہ پر حملے کے وقت اس نے کئی حصوں کی قیادت کی اور جنگ کے دوران اپنے کمالِ عسکری تجربے سے کام لیا۔ کئی مؤرخین کے مطابق، مدینہ کی تباہی کے بعد جب مسلم بن عقبہ بیماری سے مرنے لگا، تو اس نے لشکر کی سپہ سالاری حصین بن نمیر کے سپرد کر دی۔ تاریخ طبری میں مذکور ہے: وَلَمّا مَرِضَ مُسْلِمُ بْنُ عُقْبَةَ فِي الطّرِيقِ إِلَى مَكَّةَ، دَفَعَ الرّايَةَ إِلَى حُصَيْنِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَمْضِيَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ (تاریخ الطبری، ج5، ص477، دار التراث، بیروت)، ترجمہ: جب مسلم بن عقبہ مکہ کی طرف راستے میں بیمار ہوا تو اس نے پرچم حصین بن نمیر کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ وہ ابن زبیر کی طرف مکہ پہنچے۔

محاصرۂ مکہ مکرمہ (ربیع الاول 64ھ): جب حصین بن نمیر فوج کے ساتھ مکہ پہنچا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خانہ کعبہ کے سایہ میں پناہ گزین تھے۔ یزیدی فوج نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور پہاڑوں پر منجنیقیں نصب کر کے خانہ کعبہ پر پتھر برسائے۔ اسی دوران بیت اللہ کی عمارت کو آگ لگ گئی، اور غلاف کعبہ جل گیا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: فَنَصَبَ حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ الْمَنَاجِيقَ عَلَى مَكَّةَ، فَرُمِيَ الْبَيْتُ بِالنّارِ، فَاحْتَرَقَ سَقْفُهُ وَتَهَدّمَتْ جِدَارَانُهُ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص248، دار الفکر، بیروت)،

ترجمہ: حصین بن نمیر نے مکہ پر منجنیقیں نصب کیں، پھر بیت اللہ پر آگ کے پتھر برسائے گئے، جس سے اس کی چھت جل گئی اور دیواریں گر گئیں۔ یہ اسلامی تاریخ کا وہ دل خراش لمحہ تھا جب ایک مسلمان فوج نے خود خانہ خدا پر حملہ کیا اور یہ جرم یزید کے حکم سے، حصین بن نمیر کی قیادت میں ہوا۔ یزید کی موت اور حصین کا طرزِ عمل محاصر مکہ کے دوران ہی یزید بن معاویہ کی موت (ربیع الاول 64ھ) کی خبر پہنچی۔ یہ خبر سن کر حصین بن نمیر نے جنگ روک دی اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مذاکرات کیے۔ اس نے ابن زبیرؓ سے کہا کہ وہ شام چلیں تا کہ وہ اسے لوگوں کی بیعت دلوائے۔ الطبری روایت کرتے ہیں: **فَلَمّا بَلَغَ حُصَيْنًا مَوْتُ يَزِيدَ، دَعَا ابْنَ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ لَهُ: إِنْ شِئْتَ سِرْتُ مَعَكَ إِلَى الشّامِ، فَنَجْعَلُ الْأَمْرَ لَكَ** (تاریخ الطبری، ج5، ص479)، ترجمہ: جب حصین کو یزید کی موت کی خبر ملی تو اس نے ابن زبیر کو بلا کر کہا: اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے ساتھ شام چلتا ہوں تا کہ لوگوں کو آپ کی بیعت پر آمادہ کر سکوں۔ لیکن حضرت ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ انہیں اللہ کے گھر اور اپنے شہر کو چھوڑ کر کہیں جانا پسند نہیں، اور یوں حصین شام واپس چلا گیا۔

بعد کے حالات و وفات: حصین بن نمیر واپس شام پہنچا اور اموی سلطنت کے باقی ماندہ ڈھانچے کے ساتھ وابستہ رہا۔ بعض مؤرخین کے مطابق وہ بعد میں عبدالملک بن مروان کے زمانے میں فوت ہوا۔ اس کی وفات کی درست تاریخ مختلف روایات میں 67ھ سے 70ھ کے درمیان ذکر ہوئی ہے۔ ابن الاثیر کے مطابق: قُتِلَ

حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ فِي أَيَّامِ عَبْدِ الْمَلِكِ، وَقِيلَ بَلْ مَاتَ بِالشَّامِ مِنْ غَيْرِ قِتَالٍ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص60، دار الکتب العلمیۃ)، ترجمہ: حصین بن نمیر عبد الملک کے زمانے میں قتل ہوا، اور بعض کے نزدیک وہ شام میں بغیر جنگ کے فوت ہوا۔

علمی واخلاقی تجزیہ: حصین بن نمیر کی شخصیت عسکری لحاظ سے مضبوط، مگر دینی لحاظ سے سخت متنازعہ ہے اس نے اموی سلطنت کی طاقت کے لیے حرمین کی حرمت پامال کی مدینہ میں شریکِ جرم رہا اور مکہ پر منجنیق چلائی۔ اہلِ سنت کے محدثین و مؤرخین نے اس کے ان افعال کو سخت مذموم اور حرام قرار دیا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: **حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ الَّذِي رَمَى الْكَعْبَةَ بِالْمَنَاجِيقِ، لَهُ ذُنُوبٌ عِظَامٌ، نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ** (سیر أعلام النبلاء، ج4، ص45، مؤسسۃ الرسالۃ)، ترجمہ: حصین بن نمیر وہی ہے جس نے خانہ کعبہ پر منجنیقوں سے پتھر برسائے، اس کے گناہ بہت بڑے ہیں، ہم اللہ سے معافی کے طالب ہیں۔

خلاصہ ونتائج: 1۔ حصین بن نمیر السکونی کندی، شام کا معروف سپہ سالار اور بنو اُمیہ کا وفادار جرنیل تھا۔ 2۔ جنگ صفین سے لے کر محاصر مکہ تک اس نے اموی سلطنت کے لیے سرگرم کردار ادا کیا۔ 3۔ واقعہ حرّہ کے بعد مسلم بن عقبہ کی موت پر یزید نے اسے لشکر کا سردار بنایا۔ 4۔ اس کی قیادت میں مکہ کا محاصرہ ہوا، خانہ کعبہ پر منجنیقیں چلیں، اور بیت اللہ کی حرمت مجروح ہوئی۔ 5۔ یزید کی موت پر اس نے جنگ روکی اور ابن زبیرؓ سے مذاکرات کیے۔ 6۔ بعد میں شام واپس گیا، اور یا تو 67ھ

یا 70ھ میں وفات پائی۔7۔اہلِ سنت کے ائمہ ومؤرخین نے اس کے عمل کو سخت ناجائز، ظالمانہ اور دینی حرمتوں کے خلاف قرار دیا۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 477-479، دار التراث، بیروت۔2-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص 248، دار الفکر، بیروت۔3-الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج4، ص60، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ 4-أنساب الأشراف البلاذری، ج 5، ص 40، دار المعارف، قاہرہ۔5-الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ ابن حجر عسقلانی، ج2، ص255، دار الجیل، بیروت۔6-سیر أعلام النبلاء الإمام الذہبی، ج4، ص45، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔7-لسان المیزان ابن حجر، ج2، ص213، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

اسلامی سنہ 63 ہجری کے اہم واقعات

اسلامی سنہ 63ھ امتِ مسلمہ کی تاریخ میں ایک نہایت المناک، عبرت خیز اور خونچکاں سال کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔یہ وہ زمانہ ہے جب بنو اُمیہ کی سیاسی گرفت اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی، اور یزید بن معاویہ کے استبداد نے حرمین شریفین جیسے مقدس مقامات کو بھی ظلم و جبر کی آماجگاہ بنا دیا تھا۔مدینہ منورہ میں اہلِ بیتِ نبوتؐ، صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور ان کی اولادوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے، اور مکہ مکرمہ میں

منجنیقوں کے گولوں نے بیت اللہ شریف کی دیواروں تک کو زخمی کر دیا۔ یہ سال دراصل حرمتِ دین، عزتِ امت اور مظلومیتِ اہلِ حرمین کا روشن مگر دردناک باب ہے۔

(1) محرم 63ھ خلافتِ یزید کی بغاوتوں پر سختی اور ظلم کی فضا: سنہ 62ھ کے اواخر میں جب یزید کی حکومت کے خلاف عوامی نفرت پھیل چکی تھی، تو محرم 63ھ کے آغاز میں شام سے مدینہ و مکہ کی طرف سیاسی دباؤ بڑھایا گیا۔ یزید نے مدینہ کے گورنر عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو سخت احکامات صادر کیے کہ وہ اہلِ مدینہ کو بیعتِ یزید پر مجبور کرے، اور جو انکار کرے اسے سزا دے۔ امام محمد بن جریر الطبری (م 310ھ) روایت کرتے ہیں: **كتب يزيد إلى عثمان بن محمد يأمره أن يأخذ الناس بالبيعة، ومن أبى فليؤدبهم** (تاریخ الطبری، ج5، ص466، مطبع دار التراث، بیروت، طبع 1387ھ)، ترجمہ: یزید نے عثمان بن محمد کے نام خط لکھا کہ لوگوں سے بیعت حاصل کرو، اور جو بیعت سے انکار کرے، اسے سزا دو۔ توضیح: یہ عبارت اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ بیعت اب رضا کارانہ نہیں رہی تھی، بلکہ جبر و استبداد کا ذریعہ بن چکی تھی۔ یہی وہ سیاسی پس منظر تھا جس نے اہلِ مدینہ کے دلوں میں یزید کی حکومت کے خلاف غیظ و غضب کی چنگاری بھڑکا دی۔

(2) ذی الحجہ 63ھ واقعہ حرّہ (مدینہ طیبہ پر حملہ): مدینہ منورہ کی تاریخ میں سب سے المناک سانحہ "واقعہ حرّہ" ہے، جو ذی الحجہ 63ھ میں پیش آیا۔ یزید نے مسلم بن عقبہ المرّی کی قیادت میں ایک فوج روانہ کی، جس نے مدینہ منورہ پر حملہ کر کے شہرِ

رسول ﷺ کی حرمت پامال کی۔امام ابن الاثیر الجزری (م 630ھ) لکھتے ہیں:

فَدَخَلَ الْمَدِينَةَ فَاسْتَبَاحَهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَقَتَلَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ خَلْقًا كَثِيرًا، وَانْتُهِكَتِ الْحُرُمَاتُ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص87، مطبع دارالکتب العلمیۃ، بیروت، طبع 1415ھ)، ترجمہ: مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا، تین دن تک اسے لوٹنے کے لیے حلال قرار دیا گیا، صحابہ وتابعین کی ایک بڑی تعداد قتل کی گئی، اور بے شمار حرمتوں کو پامال کیا گیا۔ **توضیح:** یہ تین دن اسلامی تاریخ کے وہ سیاہ دن ہیں جن میں روضۂ رسول ﷺ کے قرب میں قتل و غارت، عصمت دری، لوٹ مار اور ظلم و بربریت کی وہ داستان رقم ہوئی جو رہتی دنیا تک عبرت بن گئی۔

(3) رجب 63ھ مکہ مکرمہ کا محاصرہ و منجنیقوں سے حملہ: مدینہ کے بعد مکہ مکرمہ بھی ظلم و جبر کی آماجگاہ بنا۔ یزید نے حکم دیا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کو گرفتار کیا جائے جو مکہ میں حکومتِ یزید کے خلاف کھڑے ہو گئے تھے۔ حُصین بن نمیر السکونی کی قیادت میں لشکر نے مکہ کو گھیر لیا اور خانہ کعبہ پر منجنیقوں سے پتھر برسائے۔ امام طبری روایت کرتے ہیں: **ونصبوا المنجنيقات على جبل أبي قبيس، فرموا بها الكعبة حتى تهدّمت جدرانها واحترق سقفها** (تاریخ الطبری، ج5، ص495، مطبع دارالتراث، بیروت، طبع 1387ھ)، ترجمہ: انہوں نے جبلِ ابی قبیس پر منجنیقیں نصب کیں اور کعبہ پر پتھر برسانا شروع کیا، یہاں تک کہ اس کی دیواریں گر گئیں اور چھت جل گئی۔

توضیح: خانہ کعبہ، جو مسلمانوں کے لیے مرکزِ حرمت و محبت تھا، اس پر گولہ

باری امت کے لیے سب سے بڑا زلزلہ ثابت ہوئی۔اس ظلم نے امت کے سینے میں ایک ایسا زخم چھوڑا جو تاریخ کی گہرائیوں میں آج تک محسوس کیا جا سکتا ہے۔

خلاصہ و نتائج: 1۔سنہ 63ھ میں یزید کی حکومت نے اسلامی حرمتوں کو پامال کرتے ہوئے مدینہ و مکہ میں ظلم و ستم کی تاریخ رقم کی۔2۔اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ نے صبر، استقلال اور دینی غیرت کا مظاہرہ کیا۔3۔صحابہؓ و تابعینؒ کی مظلومیت نے یہ واضح کر دیا کہ باطل حکومت اگر حرمین کو بھی اپنی سیاست کے تابع بنانا چاہے، تو اہلِ ایمان خاموش نہیں رہ سکتے۔4۔یہ سال ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ دین کی حرمت اور امت کی عزت، سیاسی مفادات پر قربان نہیں کی جا سکتی۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، امام محمد بن جریر الطبری، ج5، ص466، 495، مطبع دار التراث، بیروت، طبع 1387ھ۔2-الکامل فی التاریخ، امام ابن الاثیر الجزری، ج4، ص87، مطبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع 1415ھ۔3-البدایہ والنہایہ، امام ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص238-241، مطبع دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع 1408ھ۔4-انساب الاشراف، احمد بن یحیی البلاذری، ج3، ص123، دار الفکر، بیروت، طبع 1394ھ

صفر 63ھ واہلِ مدینہ کا یزید سے برائت کا اعلان

سنہ 63ھ کا مہینہ صفر المظفر اسلامی تاریخ میں اُس عظیم اجتماعی بیداری کا

مہینہ ہے، جب مدینہ طیبہ جو ایمان و ہدایت کا مرکز اور رسولِ اکرم ﷺ کا مدفنِ اقدس ہے یزید بن معاویہ کے ظالمانہ اقتدار کے خلاف متحد ہو کر اُٹھا۔ یہ اعلان محض سیاسی بغاوت نہیں بلکہ ایمان و اخلاق کی بغاوت تھی ظلم، فسق، اور بے دینی کے خلاف وہ صدائے احتجاج جو تاریخ میں ''واقعہ حرہ'' کے مقدمہ کے طور پر ثبت ہوئی۔ یزید کی بداعمالیوں، شراب نوشی، گانے بجانے، اور دینی اقدار کی پامالی کی خبریں پورے حجاز میں پھیل چکی تھیں۔ اس پس منظر میں اہلِ مدینہ نے اپنے چند سرکردہ اکابر کو ایک تحقیقی و سفارتی وفد کی حیثیت سے دمشق روانہ کیا، تاکہ یزید کے حالات کا عینی مشاہدہ کریں۔

وفدِ مدینہ کی دمشق روانگی اور مشاہدات: وفد میں جلیل القدر تابعین اور اکابر اہلِ مدینہ شامل تھے، جن میں: حضرت عبداللہ بن حنظلہ الغسیلؓ (بیٹے صحابیِ رسول ﷺ حنظلہ بن ابی عامرؓ حضرت منذر بن زبیرؓ (حضرت زبیر بن العوامؓ کے صاحبزادے) حضرت عبداللہ بن مطیع العدویؓ اور دیگر سرکردہ انصار و مہاجرین کے فرزندان، یزید نے بظاہر ان کے ساتھ عزت و تکریم کا مظاہرہ کیا، مگر وفد کے قیام کے دوران انہوں نے اس کی اخلاقی و دینی تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ واپسی پر انہوں نے اہلِ مدینہ کے سامنے جو بیان دیا، وہ تاریخِ اسلام کا ایک سنگِ میل ہے۔ اہلِ مدینہ کا فیصلہ اور برائت کا اعلان امام ابنِ کثیر لکھتے ہیں: وَقَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَأَظْهَرُوا الْبَرَائَةَ مِنْ يَزِيدَ، وَأَخْبَرُوا النَّاسَ بِفِسْقِهِ، وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَنْظَلَةَ: وَاللَّهِ مَا خَرَجْنَا عَلَى يَزِيدَ إِلَّا أَنْ نَخَافَ أَنْ نُرْمَى بِالْحِجَارَةِ مِنَ السَّمَاءِ، إِنَّهُ

رَجُلٌ يَنْكِحُ الْأُمَّهَاتِ وَالْبَنَاتِ وَيَشْرَبُ الْخَمْرَ وَيَدَعُ الصَّلَاةَ (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 238، دار الفکر، بیروت، طبع 1417ھ)، ترجمہ: جب وفد مدینہ واپس آیا تو انہوں نے یزید سے برائت کا اعلان کیا اور لوگوں کو اس کے فسق و فجور سے آگاہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس لیے اٹھے کہ ہمیں ڈر ہے کہیں آسمان سے پتھر نہ برسیں، وہ شخص اپنی ماں، بیٹیوں سے بدفعلی کرتا ہے، شراب پیتا ہے اور نماز ترک کرتا ہے''۔ یہ بیان مدینہ میں اجتماعی انقلابِ ایمانی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

اہلِ مدینہ نے یزید کی بیعت فسخ کر دی، اس کی حکومت سے بغاوت کا اعلان کیا، اور مدینہ منورہ کو ''دار الہجرۃ'' اور ''دار الایمان'' قرار دے کر اہلِ شام کے علاقے کو ''دار الکفر'' سے تشبیہ دی۔ اہلِ مدینہ کا عملی اقدام امام طبری روایت کرتے ہیں: وَجَعَلَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَدْعُونَ النَّاسَ إِلَى خَلْعِ يَزِيدَ، وَسَمَّوْا مَدِينَتَهُم دَارَ الْهِجْرَةِ، وَمَنْ كَانَ مَعَ يَزِيدَ سَمَّوْهُ أَهْلَ الشَّامِ دَارَ الْكُفْرِ (تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 471، دار التراث، بیروت، طبع 1387ھ)، ترجمہ: ''اہلِ مدینہ لوگوں کو یزید کی خلافت کے خاتمے کی دعوت دینے لگے، انہوں نے اپنی بستی کو دار الہجرہ کا نام دیا، اور جو یزید کے ساتھ تھا اسے اہلِ شام کا فرد کہہ کر دار الکفر سے تشبیہ دی''۔ یہ بغاوت دراصل دین و ایمان کے تحفظ کی جنگ تھی، نہ کہ اقتدار کی۔ علماء، تابعین، اور بنو انصار و مہاجرین کی اولادوں نے اسے فرضِ عین سمجھ کر اختیار کیا۔

یزید کا ردِ عمل: فوجِ شام کی تیاری یزید بن معاویہ نے اس اعلان کو بغاوت قرار دیا۔ اس نے مسلم بن عقبہ المری کو ایک ظالمانہ فرمان کے ساتھ لشکرِ شام کا سپہ سالار مقرر کیا اور مدینہ پر چڑھائی کا حکم دیا۔ یہی لشکر آگے چل کر ''واقعۂ حرہ'' (ذی الحجہ 63ھ) میں ہزاروں صحابہ زادوں اور تابعین کے خون سے مدینہ کی زمین کو سرخ کر گیا۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ صفر 63ھ اہلِ مدینہ کی ایمانی غیرت و حمیت کا مظہر ہے، جہاں انہوں نے فسق و فجور کے علمبردار حکمران کے خلاف برائت کا اعلان کیا۔ 2۔ یہ برائت دینی و اخلاقی بنیادوں پر تھی، سیاسی اقتدار کے لالچ سے نہیں۔ 3۔ اہلِ مدینہ نے دراصل امت کے ایمان و حرمین کی حرمت کا دفاع کیا۔ 4۔ وفدِ مدینہ کا بیان تاریخِ امت میں ہمیشہ کیلئے ظلم کے خلاف شرعی و اخلاقی احتجاج کی بنیاد بن گیا۔ 5۔ اس بغاوت کے بعد یزیدی فوج کا ظلم (واقعہ حرہ) اسلامی تاریخ کے سب سے دردناک ابواب میں شامل ہوا۔

مصادر و مراجع: 1- البدایۃ والنہایۃ امام عماد الدین ابنِ کثیر الدمشقی، ج 8، ص 238، دار الفکر، بیروت، طبع 1417ھ۔ 2- تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 466-471، دار التراث، بیروت، طبع 1387ھ۔ 3- تاریخ خلیفہ بن خیاط خلیفہ بن خیاط العصفری، ص 221، دار الطلیعۃ، بیروت، طبع 1415ھ۔ 4- الکامل فی التاریخ ابن الاثیر الجزری، ج 4، ص 104-105، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع 1407ھ۔

ربیع الاول 63ھ فوجِ شام کی تیاری اور مسلم بن عقبہ کی تقرری

صفر 63ھ کے آخر اور ربیع الاول کے آغاز میں یزید بن معاویہ نے اہلِ مدینہ کے اعلانِ برائت کو اپنی سلطنت کے لیے چیلنج سمجھا، مدینہ منورہ جو ایمان، ہجرت، اور نبوت کا مرکز تھا اب یزید کے ظلم وفسق کے خلاف ایمانی احتجاج کا قلعہ بن چکا تھا۔ یزید نے اس احتجاج کو بغاوت قرار دے کر مدینہ پر فوج کشی کا فیصلہ کیا، اور ایک خونریز حکم نامہ کے ساتھ اپنے ایک بوڑھے سردار مسلم بن عقبہ المری کو لشکرِ شام کا سپہ سالار مقرر کیا۔ یہ فیصلہ تاریخِ اسلام کے اُن سیاہ ترین اور المناک فیصلوں میں سے ایک ہے جس نے امت کے قلب یعنی مدینہ طیبہ کی حرمت کو پامال کیا۔

یزید کا حکمِ جنگ اور ''اباحتِ مدینہ'' کا فرمان: امام محمد بن جریر الطبری روایت کرتے ہیں: **فَأَمَرَ يَزِيدُ مُسْلِمَ بْنَ عُقْبَةَ أَنْ يَسِيرَ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَيُطِيعَهُ أَهْلُهَا، وَإِلَّا أَبَاحَهَا لِلْجَيْشِ ثَلَاثًا** (تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج5، ص472، دار التراث، بیروت، طبع 1387ھ)، ترجمہ: ''یزید نے مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ وہ مدینہ کی طرف روانہ ہو، اگر اہلِ مدینہ اطاعت کریں تو ٹھیک، ورنہ تین دن تک شہر کو لشکر کے لیے مباح (یعنی لوٹ مار اور بے حرمتی کے لیے حلال) کر دے''۔ **یہ فقرہ ''إِبَاحَةُ الْمَدِينَةِ'' اسلامی تاریخ کی تاریک ترین سطروں میں شمار ہوتا ہے۔** یہ حکم دراصل حرمِ نبوی ﷺ کی حرمت کے خلاف اعلانِ جنگ تھا، اور اہلِ ایمان کے قلوب

پر ایک ایسا زخم جو چودہ صدیوں بعد بھی مندمل نہیں ہوا۔

سپہ سالار مسلم بن عقبہ ایک تاریخی تعارف مسلم بن عقبہ المری شام کے بوڑھے سپہ سالاروں میں سے تھا۔ابنِ اثیر کے مطابق وہ اس وقت بوڑھا، بیمار اور نحیف ہو چکا تھا، مگر یزید نے اسے صرف اس لیے مقرر کیا کہ وہ بنو اُمیہ کے درباری وفاداروں میں سے تھا۔ابن الاثیر لکھتے ہیں: كَانَ مُسْلِمُ بْنُ عُقْبَةَ شَيْخًا كَبِيرًا مَرِيضًا، وَلَمْ يَخْرُجْ لِمِثْلِ هَذَا الْأَمْرِ، وَلَكِنَّهُ أَطَاعَ يَزِيدَ فِي ذَلِكَ (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر الجزری، ج4، ص105، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع 1407ھ)، ترجمہ: ''مسلم بن عقبہ ایک بوڑھا اور بیمار شخص تھا، اسے اس طرح کی مہم کے لیے نہیں بھیجا جانا چاہیے تھا، مگر اس نے یزید کے حکم پر اطاعت کی''۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ یزید کا مقصد اصلاح نہیں بلکہ انتقام تھا، اور مسلم بن عقبہ کو صرف اس لیے منتخب کیا گیا کہ وہ اندھی اطاعت کرنے والا شخص تھا۔

فوجِ شام کی تیاری اور ساخت: یزید کی فوج تقریباً بارہ ہزار (12,000) سپاہیوں پر مشتمل تھی، جن میں زیادہ تر قبائلِ شام کے سخت گیر اور بے رحم جنگجو شامل تھے۔یہ فوج دمشق سے حرکت کر کے وادیِ قریٰ، پھر مدینہ کے قریب **حرّہ واقم** کے مقام پر جا پہنچی۔امام ابن کثیر بیان کرتے ہیں: سَيَّرَ يَزِيدُ الْجُيُوشَ إِلَى الْمَدِينَةِ، وَعَلَيْهِمْ مُسْلِمُ بْنُ عُقْبَةَ، وَكَانُوا نَحْوَ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا، أَكْثَرُهُمْ مِنْ أَجْلَادِ أَهْلِ الشَّامِ'' (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص239، دار الفکر، بیروت، طبع 1417ھ)،

ترجمہ: یزید نے مدینہ کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جس کا سردار مسلم بن عقبہ تھا، یہ لشکر تقریباً بارہ ہزار افراد پر مشتمل تھا، اور ان میں زیادہ تر شام کے سخت مزاج جنگجو شامل تھے۔ یہ لشکر مدینہ منورہ کے خلاف طاقت کے مظاہرہ اور سیاسی انتقام کے لیے بھیجا گیا، نہ کہ کسی شرعی ضرورت کے لیے۔ مدینہ کی طرف حرکت سے پہلے مسلم بن عقبہ نے یزید سے عہد لیا کہ وہ کسی نرمی کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔

ظلم کی نوعیت: ''حرمتِ مدینہ'' پر حملہ: یزید کا یہ حکم ''اباحتِ مدینہ'' اسلامی تاریخ کے لیے ایک سیاہ دھبہ ہے۔ اس نے اس مقدس شہر کی عصمت و حرمت کو پامال کرنے کا اعلان کر دیا، جہاں خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: **اَلْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ، فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا، أَوْ آوَى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ** (صحیح البخاری، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، حدیث: 1867)، ترجمہ: مدینہ (پہاڑ) عیر سے ثور تک حرم ہے، جو شخص اس میں کوئی نیا فساد کرے یا کسی مفسد کو پناہ دے، اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے''۔ یزید کا حکم اس حدیث کی علانیہ خلاف ورزی تھا۔ یہ اقدام نہ صرف ظلم و جبر کی انتہا بلکہ حرمتِ حرمین کی توہین اور نبوی شہر کے خلاف بغاوت تھا۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ ربیع الاول 63ھ میں یزید نے مدینہ پر حملے کے لیے مسلم بن عقبہ کو سپہ سالار مقرر کیا۔ 2۔ ''اباحتِ مدینہ'' کا فرمان تاریخِ اسلام میں سب سے شرمناک اور غیر اسلامی حکم تھا۔ 3۔ یزید کی نیت دین کے دفاع کی نہیں، بلکہ اہلِ ایمان

سے انتقام کی تھی۔4۔مسلم بن عقبہ جیسے بوڑھے اور اندھے وفادار کو صرف ظلم کے نفاذ کے لیے استعمال کیا گیا۔5۔مدینہ طیبہ، جس کی حرمت رسولِ اکرم ﷺ نے حرمِ امن قرار دی تھی، اسی کو ظلم وقتل وغارت کے لیے مباح قرار دینا امتِ محمد یہ ﷺ کے خلاف بغاوت کے مترادف تھا۔6۔یہ ظلم آگے چل کر واقعہ حرّہ (ذی الحجہ 63ھ) کی صورت میں ظاہر ہوا، جس نے تاریخِ امت کے صفحات خون سے رنگ دیے۔

مصادر ومراجع:1۔ تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبری، ج5، ص472، دار التراث، بیروت، طبع 1387ھ۔2۔البدایۃ والنہایۃ امام عماد الدین ابنِ کثیر الدمشقی، ج8، ص239، دار الفکر، بیروت، طبع 1417ھ۔3۔الکامل فی التاریخ ابن الاثیر الجزری، ج 4، ص 105، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع 1407ھ۔4۔صحیح البخاری امام محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الحج، حدیث: 1867، دار طوق النجاۃ، بیروت، طبع 1422ھ۔

ذی القعدہ تا ذوالحجہ 63ھ واقعہ حرّہ: حرمتِ مدینہ پر یزیدی حملہ

اسلامی تاریخ کے صفحات میں ذی الحجہ 63ھ کا واقعہ ایک سیاہ ترین اور المناک باب کے طور پر رقم ہے۔ یہ وہ سانحہ ہے جس نے نہ صرف مدینہ طیبہ کی حرمت کو مجروح کیا بلکہ اہلِ ایمان کے دلوں میں قیامت تک کے لیے درد وحسرت کی آگ

دہکا دی۔ یہ سانحہ دراصل یزید بن معاویہ کی ظالمانہ پالیسیوں کا نتیجہ تھا، جب اس نے مسلم بن عقبہ المری کو مدینہ پر چڑھائی کا حکم دیا وہ مدینہ جس کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: **المدينة حرم ما بين عير إلى ثور، فمن أحدث فيها حدثاً أو آوى محدثاً فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين** (صحیح البخاری، حدیث: 1867)، ''مدینہ حرم ہے، اس کے دونوں کنارے عیر سے ثور تک ہیں، جو شخص اس میں کوئی بدعت کرے یا بدعتی کو پناہ دے، اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے''۔ یزید کے حکم سے اس مقدس شہر پر تلوار اٹھانا دراصل نبیِ مکرم ﷺ کے فرمان کی صریح مخالفت اور اسلامی اقدار کی پامالی تھی۔

ربیع الاول 63ھ میں یزید نے جب اہلِ مدینہ کے بغاوتی اعلان کے جواب میں مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار شامی سپاہیوں کے ساتھ بھیجا، تو اسے یہ حکم دیا: **فَأَمَرَ يَزِيدُ مُسْلِمَ بْنَ عُقْبَةَ أَنْ يَسِيرَ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَيُطِيعَهُ أَهْلُهَا، وَإِلَّا أَبَاحَهَا لِلْجَيْشِ** (تاریخ الطبری، ج5، ص472، دار التراث، بیروت، 1387ھ)، یزید نے مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ مدینہ جائے، اگر اہلِ مدینہ اطاعت نہ کریں تو شہر کو لشکر کے لیے مباح کر دے۔ یہ حکم دراصل ''اباحتِ مدینہ'' کا اعلان تھا، یعنی اگر اہلِ مدینہ اطاعت نہ کریں تو ان کے جان و مال، عورتوں اور گھروں کو فوج کے لیے حلال سمجھا جائے یہی وہ جملہ تھا جس نے اسلامی تاریخ کو خون سے رنگ دیا۔

وقعہ حرّہ ظلم و بربریت کی انتہا: جب 28 ذی الحجہ 63ھ کو شامی فوج مدینہ

پہنچی، تو اہلِ مدینہ نے وادیِ حرّہ میں دفاعی صفیں آراستہ کیں۔ابتدائی طور پر انصار و مہاجرین نے غیرتِ ایمانی سے لڑائی لڑی، مگر شام کی منظّم فوج نے انہیں پسپا کر دیا۔ اس کے بعد وہ تین دن تک مدینہ میں داخل ہو کر قتل و غارت کا بازار گرم کرتی رہی۔امام ابن کثیر لکھتے ہیں: **ودخل جيش الشام المدينة ثلاثة أيام يقتلون الناس ويستبيحون الأموال والحرمات، حتى قيل إنه وُلد في تلك الأيام ألف مولود من الزنا** (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص241، دارالفکر، بیروت، 1407ھ)، ''شامی فوج تین دن تک مدینہ میں قتل و غارت کرتی رہی، اموال و عزتیں لوٹ لی گئیں، حتیٰ کہ کہا گیا کہ ان دنوں ایک ہزار ناجائز بچے پیدا ہوئے''۔ یہ روایت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مدینہ طیبہ کے حرم میں ظلم و فساد کی وہ ہولناکی برپا ہوئی جو انسانی تاریخ میں کم ہی دیکھی گئی۔اہلِ مدینہ کی مظلومیت اس سانحہ میں اہلِ ایمان پر جو مظالم ڈھائے گئے، وہ ناقابلِ تصور ہیں: تقریباً سات سو سے زائد صحابہؓ و تابعین شہید ہوئے۔مسجدِ نبوی کے منبر پر یزیدی سپاہیوں نے اپنے گھوڑے باندھے۔انصارؓ و مہاجرین کی عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔اہلِ بیتِ نبوتؐ اور بنو انصارؓ کے گھروں کو لوٹ لیا گیا۔مدینہ کی گلیاں خون اور چیخوں سے بھر گئیں۔بلاذری نے لکھا: **فَقَتَلَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ، وَاسْتَبَاحَهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَقُتِلَ مِنَ الْقُرَّاءِ وَالْعُلَمَاءِ وَأَفَاضِلِ النَّاسِ جَمٌّ غَفِيرٌ** (أنساب الأشراف، ج5، ص312، دارالفکر، بیروت، 1417ھ)؛ ''اس نے اہلِ مدینہ کو قتل کیا اور تین دن تک مدینہ کو مباح رکھا، اور اس دوران بے شمار قاری، علما

اور نیک لوگ شہید ہوئے''۔

ظلم کی نوعیت: اور اثرات واقعہ حرّہ محض ایک جنگ نہیں بلکہ اسلامی اقدار، حرمتِ مدینہ، اور حرمتِ مسجد نبوی کی توہین کا مظہر تھا۔ یہ ظلم نبوی حرم کے تقدس پر حملہ اور اسلامی خلافت کے نام پر فتنہ وفساد کا مظاہرہ تھا۔ یہ واقعہ یزیدی حکومت کے اخلاقی زوال اور سیاسی بے دینی کا کھلا ثبوت بن گیا۔

خلاصہ ونتائج: 1۔ یزید کا حکم ''اباحتِ مدینہ'' شریعتِ محمدیہ ﷺ کے صریح منافی اور ظلم کی بدترین مثال تھی۔ 2۔ مسلم بن عقبہ کی بربریت نے اہلِ مدینہ کی عزت وحرمت کو پامال کر دیا۔ 3۔ مدینہ طیبہ کی حرمت، جس کے تحفظ کا نبی ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا، یزیدی لشکر کے ہاتھوں روندی گئی۔ 4۔ واقعہ حرّہ کے بعد اہلِ ایمان کے دلوں میں یزید کے خلاف نفرت، اور اہلِ بیت وانصارؓ کے لیے محبت اور تعظیم مزید بڑھ گئی۔ 5۔ اس واقعہ نے یزید کی خلافت کی اخلاقی موت کا اعلان کر دیا، اور تاریخ نے اسے ''مجرمِ مدینہ'' کے نام سے یاد رکھا۔

مصادر ومراجع: 1۔ تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبری، ج5، ص472، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2۔ البدایۃ والنہایۃ حافظ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص241، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 3۔ أنساب الأشراف احمد بن یحیی البلاذری، ج5، ص312، دار الفکر، بیروت، 1417ھ۔ 4۔ الکامل فی التاریخ ابن الاثیر الجزری، ج3، ص332، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 5۔ تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی، ص208، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، 1417ھ۔

خلاصہ مظالم سنہ 63ھ ظلم و بربریت کا سال

(حرمتِ حرمین کی پامالی اور اہلِ ایمان کی مظلومیت)

اسلامی تاریخ کے صفحات میں سنہ 63ھ وہ سال ہے جو حرمتِ مدینہ و مکہ کی پامالی، اہلِ ایمان کے خون و مال کی بربادی اور یزیدی حکومت کے اخلاقی زوال کے باعث ہمیشہ سیاہ باب کے طور پر یاد کیا جائے گا۔ یہ وہ سال تھا جب اہلِ مدینہ پر ''واقعہ حرّہ'' کے نام سے ظلم و ستم کی انتہا ہوئی، اور اسی سال محاصرہ مکہ میں بیت اللہ پر منجنیقوں سے پتھر برسائے گئے، یہاں تک کہ خانۂ کعبہ کے غلاف کو آگ لگ گئی۔ یہ دونوں واقعات اس حقیقت کا مظہر ہیں کہ جب حکومت سے خوفِ خدا اور روحِ عدل رخصت ہو جائے، تو حرمین کی حرمت بھی محفوظ نہیں رہتی۔

اہلِ مدینہ پر ظلم و ستم واقعہ حرّہ (ذوالحجہ 63ھ): جب اہلِ مدینہ نے یزید کے فسق و فجور کے خلاف آواز بلند کی اور بیعت توڑنے کا اعلان کیا، تو یزید نے مسلم بن عقبہ المری کو بارہ ہزار شامی سپاہیوں کے ساتھ مدینہ پر حملے کا حکم دیا۔ امام طبری روایت کرتے ہیں: **فَأَمَرَ يَزِيدُ مُسْلِمَ بْنَ عُقْبَةَ أَنْ يَسِيرَ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَيُطِيعَهُ أَهْلُهَا، وَإِلَّا أَبَاحَهَا لِلْجَيْشِ۔** (تاریخ الطبری، ج5، ص472، دار التراث، بیروت، 1387ھ)، ''یزید نے مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ مدینہ جائے، اگر اہلِ مدینہ اطاعت نہ کریں تو شہر کو لشکر کے لیے مباح کر دے''۔ یہ جملہ ''اباحتِ مدینہ'' اسلامی تاریخ کے

بدترین فقرات میں شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ 28 ذی الحجہ 63ھ کو مدینہ منورہ پر حملہ ہوا۔ اہلِ مدینہ نے وادیِ حرّہ میں دفاع کیا، مگر یزیدی لشکر کی بربریت کے سامنے ڈٹے نہ رہ سکے۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں: **ودخل جيش الشام المدينة ثلاثة أيام يقتلون الناس ويستبيحون الأموال والحرمات، حتى قيل إنه وُلد فى تلك الأيام ألف مولود من الزنا** (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص241، دارالفکر، بیروت، 1407ھ)، ''شامی فوج تین دن تک مدینہ میں قتل و غارت کرتی رہی، اموال و عزتیں لوٹ لی گئیں، یہاں تک کہ کہا گیا کہ ان دنوں ایک ہزار ناجائز بچے پیدا ہوئے''۔ یہ سانحہ صرف مدینہ والوں کے خلاف ظلم نہ تھا، بلکہ حرمِ نبوی ﷺ کی حرمت پر کھلا حملہ تھا۔ مسجدِ نبوی میں گھوڑے باندھے گئے، اور منبرِ رسول ﷺ پر تلواروں کا سایہ پڑا یہ وہ لمحہ تھا جس پر زمین و آسمان لرز گئے۔

محاصرہ مکہ بیت اللہ کی بے حرمتی (ربیع الاول 64ھ): واقعہ حرّہ کے فوراً بعد، یزیدی فوج نے عبداللہ بن زبیرؓ کے زیرِ قیادت مکہ مکرمہ کا رخ کیا، جو یزید کی اطاعت سے انکار کر چکے تھے۔ فوج کی قیادت حصین بن نمیر السکونی کو سونپی گئی۔ جب مکہ کا محاصرہ ہوا، تو بیت اللہ پر منجنیقوں سے پتھر برسائے گئے۔ امام ابن اثیر لکھتے ہیں: **ورمى البيت بالمنجنيق حتى احترق من كساوه، وتهدم من جدره** (الکامل فی التاریخ، ج3، ص334، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ)، ''اور بیت اللہ پر منجنیقوں سے پتھر برسائے گئے، یہاں تک کہ اس کا غلاف جل گیا اور دیواروں کا کچھ حصہ منہدم

ہوگیا''۔ یہ ظلم حرمتِ کعبہ کے خلاف اعلانِ جنگ تھا۔اسی دوران یزید کی موت کی خبر پہنچی،اور لشکر پسپا ہوا،مگر وہ نشانِ سیاہ تاریخ پر ہمیشہ کے لیے ثبت کر گیا۔اہلِ ایمان کا صبر واستقامت ان دونوں سانحات کے باوجود اہلِ ایمان نے اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے کے بجائے حق وصبر کا مظاہرہ کیا۔مدینہ کے عبداللہ بن حنظلہ الغسیلؓ،عبداللہ بن مطیعؓ، اور مکہ کے عبداللہ بن زبیرؓ جیسے جلیل القدر اہلِ حق نے ظلم کے خلاف جانیں قربان کردیں مگر باطل کی بیعت قبول نہ کی۔یہ قربانیاں امتِ مسلمہ کے لیے صبر،غیرت اور استقامت کا روشن مینار بن گئیں۔

خلاصہ و نتائج: 1۔سنہ 63ھ اسلام کی تاریخ کا ظلم و بربریت کا سال ہے۔2۔یزید کی حکومت نے اہلِ مدینہ و مکہ کے خلاف حرمت شکن کارروائیاں کیں۔3۔واقعہ حرّہ میں ہزاروں نفوسِ قدسیہ شہید ہوئے اور مدینہ منورہ کی عزت پامال ہوئی۔4۔محاصرہ مکہ میں بیت اللہ کو آگ لگائی گئی، جو ظلم و جرأت کی آخری حد تھی۔5۔ان مظالم نے امتِ مسلمہ کو باطنی طور پر جھنجھوڑ دیا، اور اہلِ ایمان کے دل ہمیشہ کے لیے یزیدی نظام سے بیزار ہوگئے۔6۔سنہ 63ھ کے یہ واقعات ''اسلام کی مظلوم شخصیات'' کی تاریخ میں اہلِ حرمین کی قربانیوں اور صبر وایمان کا روشن باب ہیں۔

مصادر و مراجع:1-تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبری، ج5،ص472، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔2-البدایۃ والنہایۃ حافظ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص241، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔3-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر الجزری، ج

3،ص334، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔4-أنساب الأشراف احمد بن یحیی البلاذری، ج 5، ص 312، دار الفکر، بیروت، 1417ھ۔ 5-تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی،ص208،مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، 1417ھ۔6-البدایۃ والنہایۃ (واقعات مکہ) ج8،ص245، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔

اسلامی سنہ 64ھ کے اہم واقعات

(محاصرہ مکہ مکرمہ، حرمتِ بیت اللہ کی پامالی اور اہلِ ایمان کی ثابت قدمی)

اسلامی سنہ 64ھ تاریخِ امتِ مسلمہ کا ایک نہایت فیصلہ کن اور المناک سال ہے۔یہ وہ زمانہ ہے جب یزید بن معاویہ کی موت کے ساتھ ہی بنو اُمیہ کی سیاسی طاقت میں دراڑ پڑنے لگی،مگر ظلم وجبر کا سلسلہ ختم ہونے کے بجائے ایک نئی شکل اختیار کر گیا۔مدینہ منورہ کے بعد اب مکہ مکرمہ ظلم و بربریت کا مرکز بن گیا وہ شہر جو حرمت و امن کا گھر تھا، اب منجنیقوں کی آگ اور پتھروں کی زد میں آ گیا۔ یہ سال دراصل حرمتِ دین، عزتِ بیت اللہ، اور استقامتِ اہلِ ایمان کا امتحان تھا۔عبداللہ بن زبیرؓ کی قیادت میں اہلِ مکہ نے ظلم کے مقابلے میں صبر وثبات کی جو مثال قائم کی، وہ تاریخِ اسلام کا ایک درخشاں باب ہے۔

(1) محرم 64ھ محاصرہ مکہ مکرمہ کا تسلسل سنہ 63ھ کے آخر میں یزیدی لشکر نے، حصین بن نمیر السکونی کی قیادت میں، مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا۔عبداللہ بن زبیرؓ جو

اہلِ حرمین کے نمائندہ ومجاہدِ حق تھے بیت اللہ میں محصور تھے۔ یزید نے اس محاصرے کا حکم مدینہ کے سانحۂ حرّہ کے فوراً بعد دیا، تاکہ اہلِ مکہ کو بھی اطاعت پر مجبور کیا جاسکے۔ یہ محاصرہ محرم 64ھ کے آغاز تک جاری رہا، اور اسی دوران بیت اللہ پر منجنیقوں سے حملہ ہوا۔

واقعہ کی تفصیل: امام ابن کثیر روایت کرتے ہیں: نَصَبَ حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ الْمَنَاجِيقَ عَلَى مَكَّةَ فَرَمَى الْبَيْتَ بِالنَّارِ فَاحْتَرَقَ الْكِسْوَةُ وَتَسَاقَطَتْ أَحْجَارُ الْكَعْبَةِ (البدایۃ والنہایۃ، ج8ص248، دارالفکر، بیروت، 1407ھ)، ترجمہ: ''حصین بن نمیر نے مکہ پر منجنیقیں نصب کیں، آگ کے گولے بیت اللہ پر برسائے، جس سے غلافِ کعبہ جل گیا اور دیواروں کے پتھر گرنے لگے''۔ یہ منظر ظلم وجبر کی انتہا تھا۔ جس گھر کو اللہ تعالیٰ نے ''أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ'' قرار دیا (آل عمران:96)، اسی کے اوپر مسلمانوں کے ہاتھوں آگ کے گولے برسائے گئے۔

ظلم کی نوعیت: 1۔ بیت اللہ کی حرمت پامال ہوئی۔ 2۔ عبادت گاہ پر پتھروں اور آگ کے گولوں سے حملہ کیا گیا۔ 3۔ اہلِ مکہ کو محصور کر کے پانی، خوراک، اور عبادت سے محروم کیا گیا۔ 4۔ حجاج اور عام شہری شہید ہوئے۔ 5۔ طوافِ کعبہ اور نمازِ جماعت معطل کر دی گئی۔ یہ وہ ظلم ہے جس کی مثال اسلامی تاریخ میں نہ پہلے کبھی ہوئی اور نہ بعد میں۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی ثابت قدمی اس قیامت خیز ماحول میں عبداللہ بن زبیرؓ نے وہ صبر واستقامت دکھائی جو ایمانِ کامل کی علامت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر بیت اللہ کی اینٹ اینٹ بکھر جائے تب بھی میں اس کے سائے سے

پیچھے نہیں ہٹوں گا''۔ یہ وہی روح تھی جو حضرت حسینؓ نے کربلا میں دکھائی، اور اب ابنِ زبیرؓ نے مکہ مکرمہ میں اسے نئی زندگی بخشی۔

(2) ربیع الاول 64ھ یزید بن معاویہ کی موت: جب محاصرہ جاری تھا، اسی دوران یزید بن معاویہ کا انتقال دمشق کے قریب حوران کے مقام پر ہوا۔ امام طبری روایت کرتے ہیں: **ومات یزید بحوران، وھو ابن ثمان وثلاثین سنة، وکانت ولایته ثلاث سنین وشھرین** (تاریخ الطبری، ج5، ص475، دار التراث، بیروت، 1387ھ)، ترجمہ: ''یزید کی وفات حوران میں ہوئی، اس کی عمر اڑتیس سال تھی، اور خلافت کا دور تین سال اور دو ماہ پر محیط تھا''۔ یزید کی موت کے ساتھ ہی لشکرِ شام منتشر ہوا، اور محاصرہ مکہ ختم ہوگیا۔ اہلِ مکہ نے سجدۂ شکر ادا کیا، اور عبداللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا اعلان فرمایا۔ اہلِ مکہ کی حکومت ونظم یزید کی موت کے بعد، عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت پورے حجاز، یمن، عراق اور خراسان میں ہونے لگی۔ امام ذہبی لکھتے ہیں: **بویع لابن الزبیر بالخلافة فی الحجاز والیمن والعراق وخراسان وأکثر الشام** (سیر أعلام النبلاء، ج3، ص369، مؤسسة الرسالة، بیروت، 1413ھ)، ترجمہ: ''عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت پر حجاز، یمن، عراق، خراسان اور شام کے اکثر علاقوں میں بیعت کی گئی''۔ یہ خلافت دراصل خلافتِ راشدہ کے اصولوں کی تجدید تھی، جس میں عدل، عبادت، اور حرمین کی حرمت کی بحالی اولین مقصد تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1۔ سنہ 64ھ تاریخِ اسلام میں حرمتِ بیت اللہ کی پامالی اور

یزیدی ظلم کے خاتمے کا سنگ میل ہے۔2۔محاصرہ مکہ میں بیت اللہ پر منجنیق سے حملہ کیا گیا، جو ظلم و جبر کی آخری حد تھی۔3۔عبداللہ بن زبیرؓ نے صبر و ثبات سے حرمتِ حرمین کا دفاع کیا اور اہلِ ایمان کے لیے استقامت کا مینار بنے۔4۔یزید کی موت نے ظلم کے باب کو بند کیا، مگر اس کے داغ تاریخ سے کبھی مٹ نہ سکے۔5۔ابنِ زبیرؓ کی خلافت اہلِ ایمان کے لیے عدل، حق اور عزیمت کی علامت بن گئی۔6۔سنہ 64ھ کے واقعات اسلام کی مظلوم شخصیات کے عنوان سے امت کے صبر و غیرت کا روشن باب ہیں۔

مصادر و مراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ حافظ ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص248، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔2-تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبری، ج5، ص475، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔3-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر الجزری، ج3، ص334، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔4-سیر أعلام النبلاء امام ذہبی، ج3، ص369، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1413ھ۔5-أنساب الأشراف احمد بن یحیی البلاذری، ج5، ص318، دار الفکر، بیروت، 1417ھ۔6-تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی، ص210، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، 1417ھ۔

حصین بن نمیر السکونی تعارف، کردار اور انجام

نسب و تعارف نام: حصین بن نمیر بن نائل السکونی الکندی قبیلہ: سکون، جو

کہ قبیلہ کِندہ کی ایک شاخ ہے (یمن کا مشہور قبیلہ) کنیت: ابوعمرۃ نسبی تعلق: یمانی (یمن سے تعلق رکھنے والا) عہد: یہ بنو اُمیہ کے ابتدائی دور (معاویہ و یزید) کے فوجی سرداروں میں شمار ہوتا تھا۔ امام ابن اثیر لکھتے ہیں: وَكَانَ حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، وَمِنْ قَادَةِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الْبَأْسِ وَالشِّدَّةِ فِي الْقِتَالِ (الکامل فی التاریخ، ج3، ص331، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ)، ترجمہ: حصین بن نمیر شام کا رہنے والا اور یزید بن معاویہ کے فوجی قائدین میں سے تھا، وہ لڑائی میں سخت اور سنگدل مشہور تھا۔

فوجی پس منظر: حصین بن نمیر یزید کے دور میں شام کی فوج کے اہم جرنیلوں میں تھا۔ اسے یزید نے عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف فوجی مہمات کی قیادت سونپی، اور مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کی ذمہ داری دی۔ اسی کے زیرِ قیادت وہ فوج مدینہ منورہ پر چڑھ دوڑی جس نے سانحہ حرّہ (63ھ) میں ہزاروں صحابہ و تابعین کو شہید کیا۔ اس کے بعد یزید نے حصین بن نمیر کو حکم دیا کہ وہ مکہ کا رخ کرے اور ابنِ زبیرؓ کو قتل یا گرفتار کرے۔

محاصرہ مکہ مکرمہ میں کردار: (64 63ھ) یہی وہ واقعہ ہے جس نے حصین بن نمیر السکونی کو تاریخ کے بدترین کرداروں میں شامل کر دیا۔ امام ابن کثیر بیان کرتے ہیں: فَنَصَبَ حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ الْمَنَاجِيقَ عَلَى مَكَّةَ، فَرَمَى الْبَيْتَ بِالنَّارِ، فَاحْتَرَقَ الْكِسْوَةُ، وَتَسَاقَطَتْ أَحْجَارُ الْكَعْبَةِ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص248، دارالفکر، بیروت، 1407ھ)، ترجمہ: ''حصین بن نمیر نے مکہ پر منجنیقیں نصب کیں،

بیت اللہ پر آگ کے گولے برسائے، غلافِ کعبہ جل گیا اور دیواروں کے پتھر گرنے لگے''۔ یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ بیت اللہ پر منجنیق سے حملہ کیا گیا۔ یہ جرم خود کو مسلمان کہلانے والے لشکر کے ہاتھوں ہوا اور حصین بن نمیر اس لشکر کا سپہ سالار تھا۔

یزید کی موت اور حصین بن نمیر کا ردِّعمل: جب محاصرہ مکہ جاری تھا تو اچانک یزید بن معاویہ کی موت کی خبر پہنچی۔ اس موقع پر حصین بن نمیر ابن زبیرؓ کے پاس آیا اور کہا: ''آؤ، میرے ساتھ شام چلو، ہم یزید کی موت کے بعد تمہیں خلیفہ تسلیم کر لیں گے''۔ مگر ابنِ زبیرؓ نے فرمایا: ''میں اللہ کے گھر کا محافظ ہوں، اسے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا''۔ (دیکھیے: تاریخ الطبری، ج 5، ص 475)، چنانچہ حصین بن نمیر مکہ کا محاصرہ ختم کر کے شام واپس لوٹ گیا۔

بعد کا کردار موت یزید کے بعد: جب مروان بن حکم نے شام میں اقتدار سنبھالا، تو حصین بن نمیر دوبارہ اس کے لشکر میں شامل ہو گیا۔ اسے عبدالملک بن مروان کے عہد میں بھی شام کی فوج میں سرگرم پایا گیا۔ امام ذہبی لکھتے ہیں: قُتِلَ حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ يَوْمَ مَرْجِ رَاهِطٍ فِي الْقِتَالِ مَعَ الضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسٍ (سیر أعلام النبلاء، ج3، ص 368، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1413ھ)، ترجمہ: ''حصین بن نمیر جنگِ مرج راہط میں (65ھ) ضحاک بن قیس کے ساتھ لڑتے ہوئے مارا گیا''۔ یوں وہ خانہ جنگی کے دوران ذلت آمیز موت سے دوچار ہوا، جس نے حرمِ الٰہی پر حملہ کیا تھا، آخر کار وہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

علماء ومؤرخین کی آراء: 1۔امام ذہبی فرماتے ہیں:''وہ سخت دل، جابر اور بے رحم تھا۔ بیت اللہ پر منجنیق کا استعمال اس کے ظلم کی انتہا ہے'' (سیر أعلام النبلاء، ج3،ص 368)۔2۔ابن جوزی نے اسے''أہل البغی''یعنی باغیوں میں شمار کیا۔(المنتظم، ج6،ص 43)۔3۔ابن الاثیر نے اس کے عمل کو''جریمة لا تُغتفر'' یعنی ناقابلِ معافی جرم کہا(الکامل، ج3،ص334)۔

خلاصہ وتجزیہ: حصین بن نمیر السکونی ایک شامی یزیدی جرنیل تھا۔سانحہ حرّہ میں مدینہ منورہ کے مسلمانوں پر حملے اور محاصرہ مکہ میں بیت اللہ پر منجنیق چلانے کا براہِ راست ذمہ دار یہی شخص تھا۔اس نے حرمتِ بیت اللہ اور اہلِ ایمان کے خون کی پروانہ کی۔بالآخر اللہ نے اسی کو ذلت آمیز انجام دیا وہ جنگ میں مارا گیا اور اس کا نام تاریخِ اسلام میں لعنت ونفرت کی علامت بن گیا۔اہلِ علم نے متفقہ طور پر اس کے فعل کو''حرام، فاسقانہ اور غیر اسلامی'' قرار دیا۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر، ج 8،ص 248، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 2-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر، ج 3،ص 334 331، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔3-تاریخ الطبری امام طبری، ج5،ص475، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 4-سیر أعلام النبلاء امام ذہبی، ج 3،ص 368، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1413ھ۔ 5-المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم ابن الجوزی، ج 6،ص 43، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1412ھ۔ 6-تاریخ الخلفاء امام سیوطی،ص211،مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، 1417ھ۔

یزید بن معاویہ کی موت تاریخِ اسلام کا ایک سیاہ باب

اسلامی سنہ 64ھ تاریخِ اسلام کا وہ المناک موڑ ہے جہاں ظلم و بربریت کے مجسم کردار یزید بن معاویہ کا انجام عبرت کے ایک بڑے باب کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ یہ وہ شخص تھا جس کے ہاتھوں مدینہ منورہ میں خونِ صحابہؓ بہا، مکہ مکرمہ پر منجنیقیں برسیں اور بیت اللہ کا غلاف جلا۔ **اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظام یہ ہے کہ ظالم کی مہلت ختم ہوتے ہی اسے ذلت، رسوائی اور بددعا کا شکار انجام دیا جاتا ہے۔** یزید کی موت بھی اسی ربانی انتقام کا مظہر تھی نہ میدانِ جنگ میں عزت سے مرا، نہ ایمان پر خاتمہ ہوا۔ یزید کی بیماری اور موت کا پس منظر (ربیع الاول 64ھ) تاریخ کے متعدد معتبر مآخذ اس بات پر متفق ہیں کہ یزید بن معاویہ کی موت ربیع الاول 64ھ میں حَوارین (یا حُوارین) کے مقام پر ہوئی، جو کہ دمشق سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ امام ابن کثیر بیان کرتے ہیں: وَمَاتَ يَزِيدُ بِحَوَارِينَ مِنْ نَوَاحِي دِمَشْقَ فِي رَبِيعٍ الْأَوَّلِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَسِتِّينَ، وَهُوَ ابْنُ ثَمَانٍ وَثَلَاثِينَ سَنَةً (البدایۃ والنہایۃ، ج 8، ص 252، دار الفکر، بیروت، 1407ھ)، ترجمہ: ''یزید کی موت دمشق کے نواحی علاقے حوارین میں ربیع الاول 64ھ میں ہوئی، اس وقت اس کی عمر 38 برس تھی''۔ بعض مؤرخین نے اس کی موت دمشق کے قصر میں بتائی ہے، مگر زیادہ معتبر روایت حوارین ہی کی ہے۔

یزید کی بیماری: یزید کو کئی دنوں سے شراب نوشی، بدکاری، اور لذتِ نفس کی کثرت نے جسمانی طور پر تباہ کر رکھا تھا۔ تاریخی شواہد بتاتے ہیں کہ وہ لگاتار شراب نوشی میں مبتلا تھا، جس کے باعث اس کے بدن میں سوجن اور پیٹ میں شدید ورم پیدا ہوگیا۔ امام ذہبی لکھتے ہیں: كَانَ يَزِيدُ يَشْرَبُ الْخَمْرَ، وَيَلْعَبُ بِالْكِلَابِ، وَيَجْلِسُ مَعَ الْمُغَنِّينَ، وَمَاتَ وَهُوَ سَكْرَانُ (سیر أعلام النبلاء، ج4، ص37، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1413ھ)، ترجمہ: ''یزید شراب پیتا تھا، کتوں سے کھیلتا تھا، گانے بجانے والوں کے ساتھ بیٹھتا تھا، اور اسی حالتِ مستی میں مر گیا''۔ یزید کی موت کا منظر، کئی مؤرخین نے اس کی موت کے وقت کی عبرت ناک کیفیت بیان کی ہے۔ امام ابن الجوزی لکھتے ہیں: مَاتَ يَزِيدُ وَهُوَ فِي سُكْرِهِ، فَسَقَطَ عَنِ السَّرِيرِ وَتَفَتَّقَ بَطْنُهُ، فَخَرَجَتْ أَمْعَاؤُهُ (المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، ج6، ص45، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1412ھ)، ترجمہ: ''یزید نشے کی حالت میں تھا کہ اپنے بستر سے گر گیا، اس کا پیٹ پھٹ گیا اور آنتیں باہر نکل آئیں''۔ بعض روایات کے مطابق اس کی لاش کئی دن تک بدبو دیتی رہی اور اہلِ شام اس کے جنازے سے بھی کراہت کرتے تھے۔

دفن اور انجام: یزید کو دمشق کے قریب مقام ''حوارین'' میں دفن کیا گیا۔ ابن سعد کے مطابق: دُفِنَ يَزِيدُ بِحَوَارِينَ، فَجَعَلَ اللَّهُ قَبْرَهُ عِبْرَةً لِكُلِّ مُعْتَبِرٍ (الطبقات الکبری، ج5، ص331، دار صادر، بیروت) ترجمہ: یزید کو حوارین میں دفن کیا گیا، اور اللہ نے اس کی قبر کو ہر عبرت لینے والے کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا، بعض روایتوں میں

آیا ہے کہ اہلِ شام کے نیک لوگ وہاں سے گزرنے سے بھی گریز کرتے، اور اس کے مزار پر بجلیاں گرنے کی خبریں ملتی رہیں۔

علماء ومؤرخین کے اقوال یزید کے انجام پر: 1۔امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا: ''کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟'' فرمایا: وَهَلْ يَتَحَبَّبُ إِلَى اللهِ إِلَّا بِبُغْضِهِ؟ (ابن الجوزی، الرد علی المتعصب العنید، ص 15)، ترجمہ: ''کیا اللہ کا قرب حاصل کیا جا سکتا ہے مگر یزید سے بغض رکھ کر؟ 2۔**امام قرطبیؒ نے فرمایا: ''یزید نے مدینہ کو مباح کیا، مکہ کو جلایا، اور حسینؓ کو شہید کیا، اس پر لعنت کرنا ہر مسلمان کے لیے واجب ہے''**۔ (تفسیر قرطبی، ج 8، ص 217)۔ 3۔امام سیوطیؒ فرماتے ہیں: ''**یزید فاسق، فاجر اور ظالم تھا، اس کی موت اللہ کے قہر کی ایک نشانی ہے**'' (تاریخ الخلفاء، ص 212، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ)۔

خلاصہ ونتائج: 1۔یزید کی موت ربیع الاول 64ھ میں حوارین (شام) کے مقام پر ہوئی۔ 2۔**وہ شراب نوشی، لہو ولعب اور فسق وفجور میں غرق ہو کر مرا۔ 3۔اس کے جسم کا نظام بگڑ گیا، پیٹ پھٹ گیا، اور وہ ذلت ورسوائی کے عالم میں مرا۔** 4۔اس کے مرنے سے امتِ مسلمہ کو وقتی راحت ملی، مگر ظلم کے اثرات باقی رہے۔ 5۔اہلِ مدینہ ومکہ کے مظلوم دلوں نے اس موت کو اللہ کے عدل کا مظہر قرار دیا۔ 6۔یزید کا نام تاریخِ اسلام میں ہمیشہ لعنت، ظلم اور حرمت شکنی کی علامت کے طور پر یاد کیا جاتا رہے گا۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر، ج 8، ص 252، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 2-المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم ابن الجوزی، ج 6، ص 45،

دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1412ھ۔ 3-تاریخ الطبری امام طبری، ج5،ص475، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 4-سیر أعلام النبلاء امام ذہبی، ج 4،ص 37، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1413ھ۔ 5-الکامل فی التاریخ ابن الاثیر، ج 3،ص 334، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 6-الطبقات الکبریٰ ابن سعد، ج 5، ص 331، دار صادر، بیروت۔ 7-تاریخ الخلفاء امام سیوطی، ص 212، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، 1417ھ۔

صفر 64ھ یزید بن معاویہ کی موت

(ظلم وجبر کے دور کا اختتام)

اسلامی تاریخ کے سب سے تاریک ادوار میں سے ایک دور، وہ ہے جو یزید بن معاویہ کے اقتدار سے موسوم ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ظلم، جبر، فساد، اور حرمتِ مقدسات کی پامالی نے امتِ مسلمہ کے دل زخمی کر دیے۔ سنہ 64ھ کا آغاز اسی خونی پس منظر میں ہوا، جب مکہ مکرمہ محصور تھا، بیت اللہ پر منجنیقوں کے پتھر برس رہے تھے، اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں واقعہ حرّہ کے زخم ابھی تازہ تھے۔ اسی اثنا میں، صفر یا ربیع الاول 64ھ میں شام سے خبر پہنچی کہ یزید بن معاویہ مر گیا ہے وہ شخص جس کے ہاتھوں کربلا کا خون بہا، مدینہ کی حرمت لٹی، اور مکہ پر آگ برسائی گئی۔

مقامِ موت اور حالاتِ وفات: تاریخی ماخذوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید

بن معاویہ کی موت ''حُوَّارین'' (جو حمص کے قریب ایک بستی تھی) میں واقع ہوئی۔ یہ مقام شام کے علاقے میں واقع تھا، جہاں یزید نے اپنے آخری ایام شکار، شراب نوشی، اور عیش وعشرت میں گزارے۔ امام محمد بن جریر الطبری روایت کرتے ہیں: مَاتَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ بِحَوَّارِينَ مِنْ أَرْضِ حِمْصٍ فِي رَبِيعٍ الْأَوَّلِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَسِتِّينَ، وَلَهُ سَبْعٌ وَثَلَاثُونَ سَنَةً (تاریخ الطبری، ج5، ص479، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ)، ترجمہ: یزید بن معاویہ کی وفات ربیع الاول 64ھ میں حمص کے قریب حوارین کے مقام پر ہوئی، اس وقت اس کی عمر سینتیس (37) سال تھی۔ تاریخی اقوال و اختلافِ روایات امام ابن کثیر (جو خود شام کے مؤرخ ہیں) بھی لکھتے ہیں: تُوُفِّيَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ بِحَوَّارِينَ وَدُفِنَ بِهَا، وَقِيلَ: بِدِمَشْقَ، وَكَانَتْ وَفَاتُهُ فِي رَبِيعِ الْأَوَّلِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَسِتِّينَ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص249، مکتبۃ المعارف، الریاض، 1990ء)، ترجمہ: یزید بن معاویہ حوارین میں فوت ہوا اور وہیں دفن کیا گیا، اگرچہ بعض نے کہا کہ وہ دمشق میں مرا۔ اس کی وفات ربیع الاول سنہ 64ھ میں ہوئی۔ امام ابن خلدون نے بھی یزید کی موت کو ''ہلاکتِ جبّار'' سے تعبیر کرتے ہوئے لکھا: وَفِي أَيَّامِهِ كَانَتِ الْفِتَنُ الْعَظِيمَةُ، وَقُتِلَ الْحُسَيْنُ وَأُبِيحَتِ الْمَدِينَةُ، وَرُمِيَتِ الْكَعْبَةُ، ثُمَّ أَهْلَكَ اللَّهُ يَزِيدَ بَعْدَ ذَلِكَ'' (تاریخ ابن خلدون، ج3، ص68، دار الفکر، بیروت، 2000ء)، ترجمہ: **یزید کے زمانے میں عظیم فتنوں نے جنم لیا حضرت حسینؓ شہید کیے گئے، مدینہ مباح کیا گیا، کعبہ پر سنگ باری ہوئی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کے**

بعد یزید کو ہلاک کر دیا۔

موت کی کیفیت اور عبرت ناک انجام: بعض روایات کے مطابق یزید بن معاویہ کو موت کے وقت شدید سر درد اور رعشہ لاحق ہوا۔ اس کے بعد دماغی خلل اور قے کی حالت میں وہ ہلاک ہوا۔ روایت ہے کہ اس نے آخری دنوں میں شراب نوشی اور بدکاری میں غرق رہ کر اپنی بربادی خود لکھی۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: وَكَانَ يَزِيدُ مُتَهَتِّكًا فِي اللَّهْوِ وَاللَّعِبِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ، وَمَاتَ وَهُوَ سَكْرَانُ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص87، دار صادر، بیروت)، ترجمہ: یزید لہو ولعب، کھیل تماشے اور شراب نوشی میں بدنام تھا، اور اسی حالتِ مستی میں اس کی موت واقع ہوئی۔ امت پر اثرات اور سیاسی خلا یزید کی موت کے بعد شام میں اقتدار اس کے بیٹے معاویہ بن یزید کے ہاتھ آیا، جو چند ہی ماہ میں وفات پا گیا۔ یوں بنو امیہ کی حکومت عارضی طور پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی، اور عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ سے بیعتِ خلافت لی، جس نے چند سالوں کے لیے عالمِ اسلام میں عدل و شریعت کی تجدید کی فضا پیدا کی۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ یزید بن معاویہ کی موت ربیع الاول 64ھ میں حوارین (حمص کے قریب) میں ہوئی۔ 2۔ اس کی عمر صرف 37 سال تھی مگر اس نے اپنے مختصر اقتدار میں امت کے دل پر نا قابلِ مداوا زخم چھوڑے۔ 3۔ اس کی موت ظلم کے دور کے ایک مرحلے کے اختتام کی علامت تھی، مگر اس کے فتنوں کے اثرات دیرپا ثابت ہوئے۔ 4۔ کربلا، حرّہ، اور منجنیقِ مکہ جیسے سانحات نے اسے تاریخ کے سب سے

ناپاک حکمرانوں میں شامل کر دیا۔ 5۔ یزید کی موت کے بعد امت نے کچھ دیر کے لیے سکون کا سانس لیا، مگر بنوامیہ کی سیاست نے جلد دوبارہ ظلم کا دور شروع کیا۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، امام محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 479، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔ 2-البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 249، مکتبۃ المعارف، الریاض، 1990ء۔ 3-الکامل فی التاریخ، امام ابن الاثیر الجزری، ج 4، ص 87، دار صادر، بیروت۔ 4-تاریخ ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن خلدون، ج 3، ص 68، دار الفکر، بیروت، 2000ء۔ 5-النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرہ، ابن تغری بردی، ج 1، ص 168، المکتبۃ التجاریۃ، مصر، 1963ء۔

ربیع الاول 64ھ محاصرہ مکہ اور حصین بن نمیر السکونی کا کردار

(سنہ 64ھ اسلامی تاریخ کا ایک زخم آلود سال ہے)

ایک طرف واقعہ حرّہ کے بعد مدینہ طیبہ کے گلی کوچے خون سے بھرے ہوئے تھے، دوسری جانب مکہ مکرمہ، جسے ربِّ ذوالجلال نے وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (سورۃ آل عمران، 97) فرما کر امن کا مرکز قرار دیا، وہاں یزیدی لشکر نے آگ اور پتھر برسانا شروع کیا۔ مسلم بن عقبہ، جو اہلِ مدینہ پر ظلم کے بعد دمشق کی طرف بڑھ رہا تھا، راستے میں مر گیا۔ یزید بن معاویہ نے اس کے بعد حصین بن نمیر السکونی کو سپہ سالار بنا کر

اسے حکم دیا کہ مکہ مکرمہ کا محاصرہ کرے اور عبداللہ بن زبیرؓ کو گرفتار کرے۔ یوں ربیع الاول 64ھ میں حرمِ مکہ وہ میدان بن گیا جہاں حرمت وعزت کے تقدس پر حملہ ہوا۔

حصین بن نمیر السکونی خبیث کمانڈر کا تعارف: حصین بن نمیر، قبیلہ بنوسَکُون (قحطان کے قبائل میں سے) سے تھا۔ یہ شخص شام کی اموی فوج کا سردار اور یزید کے خاص درباریوں میں شامل تھا۔ تاریخی روایات میں یہ شخص اپنے ظلم، بے دینی، اور اہلِ بیت وصحابہؓ دشمنی کے سبب بدنام ہے۔ امام ابن الاثیر لکھتے ہیں: كَانَ حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ مِنْ أَشَدِّ أَعْوَانِ بَنِي أُمَيَّةَ عَلَى أَعْدَائِهِمْ، شَهِدَ وَاقِعَةَ حَرَّةٍ، ثُمَّ سَارَ إِلَى مَكَّةَ فَحَاصَرَهَا وَرَمَى الْبَيْتَ بِالْمَنَاجِيقِ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص83، دار صادر، بیروت)، ترجمہ: حصین بن نمیر بنو اُمیہ کے ان سرداروں میں سے تھا جو ان کے مخالفین پر سب سے زیادہ ظلم کرتے تھے۔ اس نے واقعۂ حرّہ میں شرکت کی، پھر مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا اور بیت اللہ پر منجنیقیں پھینکیں۔

محاصرہ مکہ کا آغاز: ربیع الاول 64ھ کے آغاز میں حصین بن نمیر نے مکہ مکرمہ کا مکمل محاصرہ کرلیا۔ مکہ کے اطراف پہاڑوں پر منجنیقیں نصب کی گئیں، جن سے آگ کے گولے اور پتھر بیت اللہ کی سمت برسائے گئے۔ امام ابن کثیر نے لکھا: فَنَصَبَ حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ الْمَنَاجِيقَ عَلَى مَكَّةَ فَاحْتَرَقَ الْبَيْتُ وَتَسَاقَطَتْ أَحْجَارُهُ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص248، مکتبۃ المعارف، الریاض، 1990ء)، ترجمہ: حصین بن نمیر نے مکہ پر منجنیقیں نصب کیں، بیت اللہ آگ سے جل گیا اور اس کے پتھر گرنے لگے۔

ظلم و بربریت کی انتہا: اس محاصرے کے دوران حرمِ مکہ میں نماز اور طواف معطل ہو گئے، غلافِ کعبہ جل کر راکھ بن گیا، اور جو لوگ بیت اللہ کے قریب پناہ لیتے تھے، انہیں بے دردی سے قتل کیا گیا۔ الطبری اس ظلم کی تصویر یوں کھینچتے ہیں: وَرُمِيَتِ الْكَعْبَةُ بِالنَّارِ حَتَّى احْتَرَقَ سَقْفُهَا وَسَقَطَتْ جُدْرَانُهَا، وَقُتِلَ مِنَ النَّاسِ جَمْعٌ كَثِيرٌ (تاریخ الطبری، ج5، ص480، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ)، ترجمہ: کعبہ پر آگ کے گولے برسائے گئے یہاں تک کہ اس کی چھت جل گئی، اور دیواریں منہدم ہو گئیں، اور بے شمار لوگ شہید ہوئے۔ یہ وہ جرم ہے جس کی نظیر پوری اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی، حرمِ مکہ، جو تمام زمینوں سے زیادہ مقدس ہے، اسی پر منجنیقوں سے حملہ ہوا اور یہ سب یزید بن معاویہ کے حکم اور حصین بن نمیر کے ہاتھوں انجام پایا۔

انجامِ حصین بن نمیر: تاریخی روایات کے مطابق جب یزید بن معاویہ کی موت (ربیع الاول 64ھ) کی خبر مکہ پہنچی تو حصین بن نمیر نے محاصرہ ختم کر دیا، عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آ کر صلح کی پیشکش کی، مگر ابن زبیرؓ نے اس پر اعتماد نہیں کیا۔ چنانچہ وہ ذلیل و خوار ہو کر شام واپس چلا گیا، جہاں بعد میں ایک معرکہ میں مارا گیا۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ ربیع الاول 64ھ میں حصین بن نمیر السکونی نے یزید کے حکم پر مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا۔ 2۔ بیت اللہ پر منجنیقوں سے پتھر اور آگ برسائی گئی جس سے غلافِ کعبہ جل گیا اور دیواریں گر گئیں۔ 3۔ عبادت اور طواف معطل ہوئے، اور بے شمار اہلِ مکہ شہید ہوئے۔ 4۔ یزید کی موت کی خبر آنے پر محاصرہ ختم ہوا، مگر تاریخ

نے اس ظلم کو ابدی ننگ کے طور پر محفوظ کرلیا۔ 5۔ حرمین کی حرمت پامال کرنے والا یہ عمل امتِ مسلمہ کے اجتماعی شعور پر ایک دائمی زخم چھوڑ گیا۔

مصادر و مراجع: 1- البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص248، مکتبۃ المعارف، الریاض، 1990ء۔ 2- تاریخ الطبری، امام محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص480، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔ 3- الکامل فی التاریخ، امام ابن الاثیر الجزری، ج4، ص83، دار صادر، بیروت۔ 4- تاریخ ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن خلدون، ج3، ص69، دار الفکر، بیروت، 2000ء۔ 5- العبر فی خبر من غبر، امام الذہبی، ج1، ص108، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1413ھ۔

ربیع الثانی 64ھ خلافتِ عبداللہ بن زبیرؓ کا اعلان

سنہ 64ھ کا یہ دور اسلامی تاریخ کے اُن نازک ترین ابواب میں سے ہے، جہاں ظلم و استبداد کے اندھیروں کے درمیان حق و صبر کا مینار روشن ہوا۔ یزید بن معاویہ کی ہلاکت کے بعد جب ظلم کے ایوان لرز اٹھے، تو حجازِ مقدس کی سرزمین سے عبداللہ بن زبیرؓ کا عادلانہ اور صالح قیامت کے لیے ایک نئی امید بن کر ابھرا۔ وہ مکہ مکرمہ کے اُس خانوادۂ نبوت و خلافت سے تھے، جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بچپن ہی میں دعا دی تھی: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيهِ وَفِي أُمِّهِ (صحیح البخاری، حدیث:3909)، ''اے اللہ!

اسے اور اس کی والدہ (اسماء بنت ابی بکرؓ) کو برکت عطا فرما''۔ یہ وہی برکت تھی جو عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت میں جلوہ گر ہوئی، جب انہوں نے ظلم و باطل کے مقابل قائم بالحق خلافتِ راشدہ کا تصور زندہ کیا۔ اعلانِ خلافت (ربیع الثانی 64ھ) یزید بن معاویہ کی موت (ربیع الاول 64ھ) کے فوراً بعد جب خبر مکہ پہنچی، تو اہلِ مکہ، اہلِ مدینہ، اور تمام حجاز کے عوام نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ بیعت کسی سیاسی مفاد یا نسبی عصبیت پر نہیں، بلکہ دین کی حرمت، شریعت کے تحفظ، اور ظلم کے خلاف اعلانِ عدل تھی۔ امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: فَبَايَعَ أَهْلُ مَكَّةَ ابْنَ الزُّبَيْرِ خَلِيفَةً، وَاتَّفَقَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص250، مکتبۃ المعارف، الریاض، 1990ء) ترجمہ: اہلِ مکہ نے ابن زبیرؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی، اور اہلِ حجاز و عراق ان پر متفق ہو گئے۔

خلافتِ زبیریہ کا دائرہ: ربیع الثانی 64ھ میں خلافتِ زبیریہ کو حجاز کے علاوہ یمن، بصرہ، کوفہ، خراسان، اور بعض شام کے حصوں میں بھی تسلیم کیا گیا۔ امت کے اکابر علماء و تابعین نے ان کی بیعت کی۔ ان میں عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، سعید بن جبیرؒ، مجاہدؒ، عطاءؒ، اور طاؤسؒ جیسے جلیل القدر حضرات شامل تھے۔ یہ خلافت دراصل ظلم کے خلاف ایمان کا اعلان تھی اس نے امت کو بتایا کہ اقتدارِ یزید اور خلافتِ راشدہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بنو اُمیہ کی مخالفت و سازشیں یزید کے مرنے کے بعد بنو اُمیہ کے خاندان نے شام میں اقتدار کے تسلسل کے لیے سازشوں کا جال بچھایا۔

انہوں نے اہلِ شام کو ابن زبیرؓ کے خلاف بھڑکایا اور مروان بن حکم کو خلافت کا دعویدار بنایا۔ الطبری لکھتے ہیں: فَدَعَا مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ النَّاسَ إِلَى بَيْعَتِهِ، وَخَالَفَ بَيْعَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ (تاریخ الطبری، ج5، ص482، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ)

ترجمہ: مروان بن حکم نے لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا اور ابن زبیرؓ کی بیعت کی مخالفت کی۔ اس کے نتیجے میں شام میں خانہ جنگی شروع ہوئی اور امت دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی: ایک طرف ابن زبیرؓ کا عدل و ایمان کا پرچم تھا، اور دوسری جانب بنو اُمیہ کی سلطنت و جبر کا علم۔ ابن زبیرؓ کا طرزِ خلافت، عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کا طرز سیرتِ نبوی ﷺ اور خلافتِ راشدہ کی پیروی پر مبنی تھا۔ انہوں نے مکہ کو مرکزِ خلافت بنایا، عدل و شریعت کے نفاذ کو بنیادی اصول قرار دیا، اور بیت المال کو مسلمانوں کے حق کا امانت سمجھا۔ ان کی خطابت، شجاعت، عبادت، اور حلم امت میں ضرب المثل تھی۔ حافظ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں: كَانَ عَابِدًا قَوَّامًا صَوَّامًا، شُجَاعًا خَطِيبًا بَلِيغًا، مِنْ أَفْضَلِ أَهْلِ زَمَانِهِ (الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، ج3، ص957، دار الجیل، بیروت، 1412ھ)،

ترجمہ: وہ عابد، شب زندہ دار، روزہ دار، شجاع، بلیغ خطیب، اور اپنے زمانے کے بہترین لوگوں میں سے تھے۔

ظلم کی نوعیت (بنو اُمیہ کی طرف سے): 1۔ اہلِ شام نے ابن زبیرؓ کی خلافت تسلیم نہ کی۔ 2۔ بنو اُمیہ نے شام میں خلافتِ زبیریہ کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا۔ 3۔ ان کے گورنروں، سپاہیوں اور حامیوں پر حملے کیے گئے۔ 4۔ مروان

بن حکم اور اس کے بعد عبدالملک بن مروان نے ان کے خلاف سیاسی وفوجی سازشوں کی بنیاد رکھی۔ یہ وہ دور تھا جب ایک طرف عدل وحق کا علم بلند تھا، اور دوسری طرف طاقت واقتدار کا فتنہ بے قابو ہو چکا تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1۔ ربیع الثانی 64ھ میں عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کا اعلان اہلِ مکہ، مدینہ، اور تمام حجاز کے اجماع سے ہوا۔ 2۔ ان کی خلافت اسلامی اصولوں پر قائم ایک صالح نظام تھی جو ظلم کے مقابل عدل وشریعت کی نمائندگی کر رہی تھی۔ 3۔ اہلِ عراق، یمن، خراسان اور بعض شام کے علاقوں نے ان کی بیعت کی۔ 4۔ بنو اُمیہ نے ان کے خلاف سیاسی اور فوجی محاذ کھول دیا، جس نے بعد میں دوبارہ خون ریزی کو جنم دیا۔ 5۔ خلافتِ زبیریہ تاریخِ اسلام کا وہ روشن باب ہے جو ظلم کے مقابل ایمان واستقامت کی علامت ہے۔

مصادر ومراجع: 1- البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 250، مکتبۃ المعارف، الریاض، 1990ء۔ 2- تاریخ الطبری، امام محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 482، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔ 3- الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، امام ابن عبد البر الاندلسی، ج 3، ص 957، دار الجیل، بیروت، 1412ھ۔ 4- الکامل فی التاریخ، امام ابن الاثیر الجزری، ج 4، ص 86، دار صادر، بیروت۔ 5- العبر فی خبر من غبر، امام الذہبی، ج 1، ص 112، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1413ھ۔

مروان بن حکم اموی سیاست کا مکار و خبیث کردار

یزید بن معاویہ کی موت کے بعد جب ظلم و فساد کا ایوان لرز اُٹھا، تو شام کی سرزمین سے ایک نیا چہرہ ابھرا مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ، جو بظاہر ''بنو اُمیہ'' کا سربراہ تھا مگر حقیقت میں سیاستِ فریب، مکر اور دنیا طلبی کا نمائندہ تھا۔ یہ شخص وہی ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا تھا، اور جسے بعد میں عثمان بن عفانؓ نے اپنی قرابت کی بنیاد پر واپس بلایا، مگر اس کی چالاکی و دنیا پرستی نے خلافتِ عثمانی کے فتنے میں بھی زہر گھولا۔

نسب و خاندان: نام مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ کنیت: ابوعبدالملک پیدائش: تقریباً 2 قبل ہجرت، مکہ مکرمہ وفات: رمضان 65ھ، دمشق کے قریب قبیلہ: بنو اُمیہ (فرعِ حکم بن ابی العاص)

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مروان کا مقام: حکم بن ابی العاص (اس کا باپ) وہ بدبخت تھا جو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چل کر آپ کی حرکات کی نقل اتارا کرتا، اور آپ ﷺ کی توہین کرتا تھا۔ امام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: **كَانَ الْحَكَمُ يُغْمِزُ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ خَلْفِهِ وَيُحَاكِيهِ فِي مِشْيَتِهِ فَلَعَنَهُ النَّبِيُّ ﷺ وَنَفَاهُ مِنَ الْمَدِينَةِ** (الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج2، ص64، دار الکتب العلمیۃ، بیروت) ترجمہ: حکم بن ابی العاص رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلتا اور آپ کی چال کی نقل کرتا، تو نبی ﷺ نے اسے لعنت

فرمائی اور مدینہ سے نکال دیا۔ محدثین نے واضح کیا ہے کہ مروان اسی ملعون حکم کا بیٹا تھا، اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے باپ کی جلاوطنی کے ساتھ اس کی نسل کو بھی تنبیہ فرمائی۔

خلافتِ عثمانؓ میں کردار: مروان بن حکم کو حضرت عثمانؓ نے اپنے قرابت دار ہونے کی وجہ سے کاتبِ خلافت مقرر کیا، مگر اس نے اپنی چالاکی سے بنواُمیہ کے سیاسی تسلط اور دنیاوی اقتدار کی بنیاد رکھی۔ تاریخ کی معتبر کتاب البدایۃ والنہایۃ میں ہے:

كَانَ مَرْوَانُ يَكْتُبُ لِعُثْمَانَ، وَكَانَ يَدْخُلُ فِي أُمُورِ الدَّوْلَةِ، فَأَفْسَدَ عَلَيْهِ كَثِيرًا مِنْ أُمُورِ النَّاسِ (البدایۃ والنہایۃ، ج7، ص194، مکتبۃ المعارف، الریاض، 1990ء)،

ترجمہ: مروان حضرت عثمانؓ کے لیے لکھنے کا کام کرتا تھا، لیکن وہ سرکاری معاملات میں مداخلت کر کے لوگوں کے معاملات میں فساد پیدا کرتا رہا۔ اسی مروان کے ہاتھ سے وہ مشہور خطِ جعلی نکلا جس نے مصر و کوفہ کے اہلِ فتنے کو بھڑکایا، اور آخر کار خلیفۂ مظلوم حضرت عثمانؓ کی شہادت کا سبب بنا۔

یزید کے زمانے میں کردار: یزید بن معاویہ کے زمانے میں مروان بن حکم سیاسی مشیر اور اموی پروپیگنڈہ کے معماروں میں شمار ہوتا تھا۔ اس نے اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ کے خلاف نفرت کو ہوا دی، اور یزید کی بے دینی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ البلاذری لکھتے ہیں: وَكَانَ مَرْوَانُ يُشِيرُ عَلَى يَزِيدَ بِقَتْلِ مَنْ خَالَفَهُ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَالْحِجَازِ (أنساب الأشراف، ج5، ص333، دار المعارف، مصر)، ترجمہ: مروان یزید کو مشورہ دیتا تھا کہ جو اہلِ مدینہ و حجاز میں اس کی مخالفت کریں، انہیں قتل کر دیا

جائے۔خلافت کا دعویٰ (64ھ) جب یزید ہلاک ہوا (ربیع الاول 64ھ)،تو شام میں سیاسی خلا پیدا ہوگیا۔ابن زبیرؓ کی خلافت حجاز،عراق،اور یمن میں قائم ہوچکی تھی۔ مروان نے موقع پا کر،دمشق میں اپنی خلافت کا اعلان کیا اور اہلِ شام کو ابن زبیرؓ کے خلاف ابھارا۔امام طبریؒ لکھتے ہیں:فَدَعَا مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ النَّاسَ إِلَى بَيْعَتِهِ، وَخَالَفَ بَيْعَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، وَجَمَعَ عَلَيْهِ قَوْمًا (تاریخ الطبری،ج5،ص482،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،1407ھ)،ترجمہ:مروان بن حکم نے لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا،ابن زبیرؓ کی بیعت کی مخالفت کی،اور اپنے گرد ایک گروہ جمع کرلیا۔یوں بنواُمیہ کی بگڑی ہوئی سلطنت کو دوبارہ زندہ کرنے کی سازش شروع ہوئی۔

جنگِ مرج راہط (ربیع الثانی 64ھ): مروان نے اپنی حکومت کے استحکام کے لیے ضِیَادَاتُ بْنُ نُعَيْمِ الفِهْرِي اور بنی قیس و بنوکلب جیسے قبائل کو ایک دوسرے کے خلاف لڑایا۔اس جنگ میں بے شمار مسلمان مارے گئے۔مروان نے چالاکی سے فتح حاصل کی اور عبداللہ بن زبیرؓ کے گورنروں کو شام سے بے دخل کیا۔یہی وہ موقع تھا جہاں بنواُمیہ کی مردہ سیاست نے دوبارہ سانس لی۔وفات:مروان بن حکم کی موت رمضان 65ھ میں ایک عورت کے ہاتھوں ہوئی **تاریخ میں مشہور ہے کہ اس کی بیوی عائشہ بنت معاویہ بن مغیرہ نے غصے میں آکر اسے تکیے سے دم گھونٹ کر مار دیا۔**ابن سعدؒ لکھتے ہیں:مَاتَ مَرْوَانُ وَهُوَ يَتَخَنَّقُ فِي فِرَاشِهِ عَلَى يَدِ امْرَأَتِهِ (الطبقات الکبریٰ،ج5،ص280،دارصادر،بیروت)۔

تاریخی واخلاقی تجزیہ: 1۔مروان بن حکم ایک سیاسی موقع پرست شخص تھا، جس نے رسول اللہ ﷺ کے دور میں جلاوطنی کے بعد دوبارہ امت میں فتنہ وتفرقہ پھیلایا۔2۔اس نے خلافتِ عثمانؓ کے دور میں سازش کی بنیاد رکھی، یزید کے دور میں ظلم کی حمایت کی، اور ابن زبیرؓ جیسے صالح خلیفہ کے خلاف بغاوت کی۔3۔اس کے بعد ہی اس کا بیٹا عبدالملک بن مروان ظلم وجبر کی اموی سلطنت کو مضبوط کرتا گیا۔

خلاصہ ونتائج: 1۔مروان بن حکم بنواُمیہ کا وہ فتنہ پرور شخص تھا جس نے سیاسی اقتدار کے لیے دین کو آلہ بنایا۔2۔وہ نبی ﷺ کے دور میں لعنت یافتہ وجلاوطن شخص کے گھرانے سے تھا۔3۔اس نے بنواُمیہ کے ظلم اور خلافتِ زبیریہ کی مخالفت میں مرکزی کردار ادا کیا۔4۔اس کی موت بھی اس کے انجامِ بد کی علامت تھی جسے نہ جنگ میں عزت ملی نہ قبر میں وقار۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج 8 7، مکتبۃ المعارف، الریاض، 1990ء۔ 2-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 5، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔3-الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ابن حجر عسقلانی، ج 2، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔4-الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، ابن عبد البر، ج 3، دار الجیل، بیروت، 1412ھ۔5-أنساب الأشراف، احمد بن یحیی البلاذری، ج 5، دار المعارف، مصر۔6-الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج 5، دار صادر، بیروت۔ 7-العبر فی خبر من غبر، امام الذہبی، ج 1، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

جمادی الاولیٰ ورجب 64ھ شام میں اقتدار کی کشمکش اور بنواُمیہ کی باہمی خانہ جنگی

یزید بن معاویہ کی ہلاکت (ربیع الاوّل 64ھ) کے بعد بنواُمیہ میں قیادت کا شدید بحران پیدا ہوا۔ دمشق، جو اموی سلطنت کا مرکز تھا، سیاسی اضطراب اور انتشار کا گہوارہ بن گیا۔ ایک طرف اہلِ شام کا بڑا طبقہ خلافتِ امویہ کی بقا چاہتا تھا، تو دوسری جانب حجاز، عراق اور دیگر خطوں میں خلافتِ عبداللہ بن زبیرؓ کا اعلان ہو چکا تھا۔ اس طرح خلافت دو متقابل قوتوں میں بٹ گئی۔

جمادی الاولیٰ 64ھ معاویہ بن یزید کی کنارہ کشی اور اخلاقی بیداری: یزید کی موت کے بعد اس کا فرزند معاویہ بن یزید (جو تاریخ میں ''معاویہ الثانی'' کے نام سے معروف ہے) تختِ دمشق پر بیٹھا۔ لیکن وہ اپنے والد اور جدّ کے مظالم سے بیزار اور ان کے سیاسی طرزِ حکومت سے دل برداشتہ تھا۔ چند ہی ماہ کے اندر اس نے ایک ایسا فیصلہ کیا جس نے بنواُمیہ کی اخلاقی تاریخ میں ایک منفرد باب کھول دیا۔

امام البلاذری (م279ھ) لکھتے ہیں: تَنَزَّلَ مُعَاوِيَةُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ الْخِلَافَةِ، وَقَالَ: لَا أَرْضَى بِحُكْمٍ يَسْتَبِيحُ الْحَرَمَيْنِ (أنساب الأشراف، ج5، ص48، تحقیق: د۔ سہیل زکّار، دار الفکر، دمشق، 1996ء)، ترجمہ: معاویہ بن یزید نے خلافت سے

دستبرداری اختیار کی اور کہا: ''**میں ایسی حکومت پر راضی نہیں جو حرمین شریفین (مکہ و مدینہ) کو مباح ٹھہرائے**''۔ یہ جملہ اپنے وقت کے ایک اموی شہزادے کی زبان سے نکلا، مگر تاریخِ اسلام میں یہ ضمیرِ بیدار کی گواہی بن گیا۔ اس نے اعتراف کیا کہ حرمین پر حملہ، اہلِ مدینہ و اہلِ مکہ کے ساتھ ظلم و زیادتی، محض سیاسی اقتدار کے لیے روا رکھی گئی تھی۔ اس فیصلے سے بنواُمیہ کے اندر پہلی بار سیاسی توبہ اور اخلاقی اضطرار کا مظہر سامنے آیا۔ سیاسی و اخلاقی اثرات: 1۔ یہ اقدام بنواُمیہ کے سیاسی زوال کا آغاز ثابت ہوا۔ 2۔ دمشق میں اقتدار کا خلا پیدا ہوا، جس نے باہمی خانہ جنگی کو جنم دیا۔ 3۔ تاریخ میں یہ مثال سیاسی اقتدار پر اخلاقی ضمیر کی برتری کی اولین مثالوں میں سے ایک ہے۔

ظلم کی نوعیت: معاویہ بن یزید کا یہ اعتراف خود اپنے ہی خاندان کے مظالم کی تاریخی تصدیق بن گیا۔ اس نے گویا اپنے والد اور جدّ کے مظالم پر مہرِ تائید کے بجائے مہرِ توبہ ثبت کر دی۔ اس کے قول سے یہ بھی واضح ہوا کہ بنواُمیہ کے بعض افراد کے دلوں میں بھی ظلم کی ناپسندیدگی باقی تھی۔

رجب 64ھ دمشق میں بنواُمیہ کی باہمی خانہ جنگی معاویہ بن یزید کے استعفے کے بعد خلافتِ امویہ بغیر خلیفہ رہ گئی۔ شام میں دو بڑی اموی قیادتیں سامنے آئیں: 1۔ مروان بن حکم جو اموی خاندان کا معمر سیاستدان اور سابق مشیرِ خاص تھا۔ 2۔ ضحاک بن قیس فہری جو اہلِ شام میں با اثر سردار اور حضرت معاویہ کے زمانے سے گورنر رہا تھا۔ اقتدار کے لیے دونوں کے درمیان سخت تصادم ہوا، جس کا مرکز مرجِ راہِط

(دمشق کے قریب ایک میدان) بنا۔ یہ جنگ اسلامی تاریخ میں پہلی مکمل اموی خانہ جنگی تھی۔امام الطبری کی روایت امام محمد بن جریر الطبری (م 310ھ) اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں: قُتِلَ الضَّحَّاکُ بْنُ قَیْسٍ یَوْمَ مَرْجِ رَاهِطَ، وَاسْتَقَرَّ الْأَمْرُ لِمَرْوَانَ بْنِ الْحَکَمِ (تاریخ الطبری، ج5،ص487،دارالتراث،بیروت،1967ء)، ترجمہ: مرجِ راہِط کے دن ضحاک بن قیس قتل ہوا، اور مروان بن حکم کے لیے (اقتدار کا) معاملہ مستحکم ہوگیا۔

سیاسی منظرنامہ: دمشق میں اقتدار کی یہ جنگ قبیلہ قیس اور قبیلہ کلب کے درمیان نسلی عداوت میں بدل گئی۔ ہزاروں مسلمان، جو کل تک ایک صف میں نماز پڑھتے تھے، اب ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن گئے۔اس خانہ جنگی نے امتِ مسلمہ کی سیاسی یکجہتی کو شدید نقصان پہنچایا، ظلم کی نوعیت: 1۔دمشق اور اس کے اطراف میں بڑے پیمانے پر قتلِ عام ہوا۔ 2۔مخالف قبیلوں کے گھروں کو نذرِ آتش کیا گیا۔ 3۔مروان کے اقتدار کے استحکام کے لیے خوف و دہشت کی فضا قائم کی گئی۔4۔اہلِ شام میں خلافت کا تصور خوف کی علامت بن گیا۔

مروان بن حکم کا کردار: مروان بن حکم، جو بعد میں خلیفہ مروانِ اول کے نام سے مشہور ہوا، اپنے سیاسی جبر اور انتقامی مزاج کے لیے معروف تھا۔اس کی سخت گیری نے دمشق کے عوام میں وحشت اور اضطراب پیدا کیا۔تاریخِ دمشق میں مذکور ہے کہ: **کان مروان شدیداً علی الناس، یسومهم الخسف و العذاب** (تاریخ دمشق لابن عساکر،

ج58،ص284)،ترجمہ: مروان لوگوں پر سخت تھا،ان پر ذلت اور عذاب مسلط کرتا تھا۔

خلاصہ ونتائج: 1۔یزید کی موت (64ھ) کے بعد شام میں بنواُمیہ کی داخلی کمزوری عیاں ہوئی۔2۔معاویہ بن یزید نے اقتدار سے کنارہ کش ہو کر ظلم کے خلاف ایک اخلاقی مثال قائم کی۔3۔مرجِ راہِط کی جنگ نے امتِ مسلمہ کے سیاسی اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔4۔مروان بن حکم کے اقتدار نے بنواُمیہ کی حکومت کو وقتی طور پر تو بحال کیا،مگر اخلاقی بنیادوں سے کھوکھلا کر دیا۔5۔یہ دونوں واقعات (جمادی الاولیٰ ور جب 64ھ) اس بات کے آئینہ دار ہیں کہ جب اقتدار کو عدل واخلاق سے جدا کیا جائے،تو ظلم کے بوجھ تلے سلطنتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔6۔یہی زمانہ بعد میں بنواُمیہ کے زوالِ حقیقی کی تمہید بنا۔

مصادر ومراجع: 1-البلاذری،اُحمد بن یحییٰ،اُنساب الأشراف،ج5،ص48، تحقیق:د۔سہیل زکّار،دار الفکر،دمشق،1996ء۔2-الطبری،محمد بن جریر:تاریخ الأمم والملوک (تاریخ الطبری)،ج5،ص487،دار التراث،بیروت،1967ء۔3-ابن عساکر،علی بن الحسن،تاریخ دمشق الکبیر،ج58،ص284،دار الفکر،بیروت،1995ء۔ 4-ابن الاثیر،علی بن محمد،الکامل فی التاریخ،ج4،ص22-24،دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔ 5-ابن کثیر،اسماعیل بن عمر،البدایۃ والنہایۃ،ج 8،ص 237-240،دار الفکر،بیروت،1998ء۔6-ابن خلدون،تاریخ ابن خلدون،ج3، ص52،دار الفکر،بیروت،2004ء۔

شوال تا ذی الحجہ 64ھ مکہ و مدینہ میں امن کی بحالی اور خلافتِ عبداللہ بن زبیرؓ کا نظامِ عدل

واقعاتِ حرّہ (63ھ) اور حملہ مکہ (64ھ) کے دل خراش مناظر کے بعد حرمین شریفین میں ویرانی، اضطراب اور خوف کی فضا چھا گئی تھی۔ مدینہ منورہ کی گلیاں شہداء کے خون سے رنگین تھیں، اور مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کا حصار ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ یزید کی ہلاکت (ربیع الاول 64ھ) کے بعد جب دمشق میں سیاسی بحران پیدا ہوا تو اہلِ حجاز نے عبداللہ بن زبیرؓ کی قیادت کو عدل، دیانت، اور دینِ کامل کی علامت کے طور پر قبول کیا۔ یوں خلافتِ زبیریہ کا مرکز مکہ معظّمہ بنا اور شوال تا ذی الحجہ 64ھ کے دوران امن و شریعت کی بحالی کا سنہری دور شروع ہوا۔

(7) شوال تا ذی الحجہ 64ھ نظامِ عدل و شریعت کا قیام: عبداللہ بن زبیرؓ، جو صحابیِ رسول ﷺ اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے فرزند تھے، نے خلافت سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے دو امور پر توجہ دی: 1۔ بیت اللہ کی ازسرِ نو تعمیر 2۔ حرمین شریفین میں عدل و عبادت کا احیاء بیت اللہ کی تعمیرِ نو حضرت ابن زبیرؓ نے ارادہ فرمایا کہ بیت اللہ کو ان بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کیا جائے جن پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ یہ عمل نہ صرف ظاہری تعمیر کا کام تھا بلکہ رمزِ تطہیر و تجدیدِ ایمان بھی تھا یعنی ظلم و جور کے

دور کے بعد ایمان وامن کی ازسرِ نو تعمیر۔ابن کثیر کی روایت حافظ ابن کثیرؒ (م774ھ) لکھتے ہیں: أَمَرَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِبِنَاءِ الْبَيْتِ عَلَى الْقَوَاعِدِ الَّتِي بَنَاهَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص254، دارالفکر، بیروت، 1998ء)، ترجمہ: ابن زبیرؓ نے بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا تا کہ وہ ان بنیادوں پر قائم کیا جائے جن پر ابراہیم علیہ السلام نے اسے تعمیر فرمایا تھا۔ یہ فیصلہ دراصل اس بات کی علامت تھا کہ ظلم کے ملبے پر عدل و ایمان کی عمارت کھڑی کی جائے۔خلافتِ زبیریہ کا یہ پہلا انتظامی اقدام حرمین کے لیے رحمت اور امت کے لیے بشارت ثابت ہوا۔ **عبادات اور نظامِ شریعت کی بحالی:** جب بیت اللہ کی ازسرِ نو تعمیر شروع ہوئی، تو ساتھ ہی مکہ و مدینہ میں دینی و اجتماعی زندگی دوبارہ پروان چڑھنے لگی۔ یزیدی دور میں منقطع ہونے والے اجتماعات، دروسِ قرآن، حلقاتِ ذکر، اور نماز باجماعت پھر سے قائم ہوئے۔

سیاسی اور سماجی فضا میں اطمینان: اہلِ مدینہ کے زخمی دلوں کو سکون نصیب ہوا۔ مکہ مکرمہ میں خوف و دہشت کی جگہ امن و وقار نے لے لی۔عبداللہ بن زبیرؓ نے بیت المال کے نظام کو عدل و مساوات پر قائم کیا، اہلِ حرمین کو سیاسی غلامی سے آزاد کر کے دینی خودمختاری عطا کی۔ مؤرخین کی گواہی، امام ابن اثیرؒ لکھتے ہیں: فَصَارَتِ الْبَيْعَةُ لِابْنِ الزُّبَيْرِ فِي الْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ وَالْيَمَنِ، وَأَطَاعَهُ النَّاسُ وَأَحَبُّوهُ لِعَدْلِهِ وَزُهْدِهِ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص32، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء)، ترجمہ: ابن زبیرؓ کی بیعت حجاز، عراق، اور یمن میں ہوگئی۔لوگوں نے ان کی اطاعت کی اور ان

سے محبت کی، کیونکہ وہ عادل اور زاہد تھے۔

ظلم کے اثرات اور اہلِ مدینہ کی آزمائش: اگرچہ مکہ و مدینہ میں وقتی امن بحال ہو گیا، مگر واقعاتِ حرّہ (63ھ) اور حملۂ مکہ (64ھ) کے آثار ابھی تازہ تھے۔ ہزاروں خاندان یتیم و بیوہ ہو چکے تھے، اور شہر کے در و دیوار ظلم کے نشانات سے مملو تھے۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے ان زخموں پر مرہم رکھنے کی بھرپور کوشش کی۔ شہداء کے لواحقین کے وظائف مقرر کیے۔ بیت المال سے امدادی تقسیم کا منصفانہ نظام قائم کیا۔ عوامی اعتماد بحال کیا۔ عدلِ الٰہی کے قیام کو خلافتِ زبیریہ کی بنیاد بنایا۔

اخلاقی و دینی اصلاح: حضرت ابن زبیرؓ کا زہد، عبادت، اور خوفِ خدا کا چرچا اہلِ حرمین کے دلوں میں اطمینان کا باعث بن گیا۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: **كانَ عبدُ اللهِ بنُ الزُّبيرِ عابداً زاهداً شُجاعاً، يأمرُ بالمعروف وينهى عن المنكر** (سیر أعلام النبلاء، ج3، ص370، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1990ء)، ترجمہ: عبداللہ بن زبیرؓ عابد، زاہد اور شجاع تھے۔ وہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے تھے۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ شوال تا ذی الحجہ 64ھ میں حرمین شریفین میں عدل و امن کا دورِ نو شروع ہوا۔ 2۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی قیادت میں شریعت، عبادت اور مساوات کا نظام قائم ہوا۔ 3۔ بیت اللہ کی ازسرِ نو تعمیر ایمان کی تجدید اور ظلم کی تطہیر کی علامت بن گئی۔ 4۔ اہلِ مدینہ کے دلوں پر لگے زخموں پر شفا و تسلی کے مرہم رکھے گئے۔ 5۔ خلافتِ زبیریہ نے امت کو یہ سبق دیا کہ: ''اقتدار نہیں، عدل و دیانت ہی اصل ریاست

کی بنیاد ہے''۔ 6۔اگر چہ ظلم کے آثار باقی رہے، مگر عبداللہ بن زبیرؓ کی مساعی نے اسلامی حرمین کو سیاسی طغیان سے نکال کر روحانی سکون کی فضا عطا کی۔

مصادر و مراجع: 1-ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص254، دار الفکر، بیروت، 1998ء۔2-ابن اثیر، علی بن محمد، الکامل فی التاریخ، ج4، ص32، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔ 3-الذہبی، شمس الدین، أعلام النبلاء، ج 3، ص 370، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1990ء۔ 4-ابن خلدون، عبدالرحمٰن، تاریخ ابن خلدون، ج3، ص54، دار الفکر، بیروت، 2004ء۔5-البلاذری، أحمد بن یحییٰ أنساب الأشراف، ج 5، ص 52-53، دار الفکر، دمشق، 1996ء۔ 6-الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الأمم والملوک، ج5، ص489، دار التراث، بیروت، 1967ء۔

سال 64ھ کے مظالم کا خلاصہ

سال 64ھ وہ سال ہے جس میں یزید بن معاویہ کی موت کے ساتھ ایک دور کا خاتمہ اور نئے اقتداری بحران کا آغاز ہوا۔ یزید کے ظلم و جبر سے بیزار امت کو اس کی موت سے وقتی سکون تو ملا، لیکن اس کے مظالم کے اثرات معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی سطح پر باقی رہے۔ اسی سال کی ابتدا میں جنگِ حرّہ (محاصرہ مدینہ) کے آثار ابھی باقی تھے، جن میں اہلِ مدینہ پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ کا

محاصرہ، اور بیت اللہ پر منجنیق سے حملہ، اسلامی تاریخ کے سیاہ ترین ابواب میں سے ہے۔ یہ تمام واقعات اس بات کے شاہد ہیں کہ جب خلافت شریعت سے منقطع ہوجائے تو وہ اقتدار کی دوڑ بن کر رہ جاتی ہے۔ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: وَفِي هَذِهِ السَّنَةِ حَاصَرَ الْحَصِينُ بْنُ نُمَيْرٍ مَكَّةَ وَقَاتَلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ حَتَّى أُصِيبَ الْبَيْتُ بِالْمَنْجَنِيقِ (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص242، دارالفکر، بیروت، 1408ھ)، ترجمہ: ''اسی سال حصین بن نمیر نے مکہ کا محاصرہ کیا اور ابن زبیرؓ سے جنگ کی، یہاں تک کہ بیت اللہ کو منجنیق سے نقصان پہنچا''۔

2۔ یزید کی موت اور اس کے اثرات: یزید بن معاویہ کی موت 14 ربیع الاول 64ھ (مطابق 11 نومبر 683 عیسوی) کو واقع ہوئی۔اس کے ساتھ ہی اموی اقتدار کا تسلسل ہچکولے کھانے لگا۔امام طبریؒ لکھتے ہیں: ''مَاتَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ فِي رَبِيعٍ الْأَوَّلِ مِنْ سَنَةِ أَرْبَعٍ وَسِتِّينَ، فَاضْطَرَبَ النَّاسُ فِي الْبَيْعَةِ'' (تاریخ الطبری، ج5، ص496، دار التراث، بیروت، 1387ھ)، ترجمہ: ''یزید بن معاویہ ربیع الاول 64ھ میں وفات پا گیا، تو لوگوں میں بیعت کے بارے میں اضطراب پیدا ہوگیا''۔ یزید کی موت کے بعد شام، عراق، اور حجاز میں سیاسی خلا پیدا ہوا۔ اہلِ مکہ اور اہلِ مدینہ نے عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کی، جس نے خلافتِ عدل وشریعت کی بنیاد ڈالی۔

3۔ محاصرہ مکہ اور حرمِ الٰہی پر حملہ: یزید کے حکم پر حصین بن نمیر نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا۔ بیت اللہ پر منجنیق سے حملہ ہوا، کعبہ کی دیواریں متاثر ہوئیں، اور چھت کو

نقصان پہنچا۔ البلاذریؒ روایت کرتے ہیں: ''رُمِیَ الْبَیْتُ بِالْمَنْجَنِیقِ حَتَّی تَهَدَّمَ، وَاحْتَرَقَ سَقْفُهُ'' (انساب الأشراف، البلاذری، ج5، ص342، دار الفکر، بیروت، 1996ء)، ترجمہ: ''بیت اللہ پر منجنیق سے پتھر پھینکے گئے یہاں تک کہ وہ گر پڑا اور اس کی چھت جل گئی''۔ یہ واقعہ امتِ مسلمہ کے لیے سب سے بڑی آزمائش تھی۔ حرمِ مکہ پر حملہ کرنے والے اقتدار نے اپنے انجام کی راہ خود ہموار کر لی۔

4۔ خلافتِ عبداللہ بن زبیرؓ: ظلم کے بعد عدل کا آغاز یزید کی موت کے بعد اہلِ مکہ، اہلِ مدینہ، اور اہلِ حجاز نے متفقہ طور پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت پر بیعت کی۔ ابن الاثیرؒ لکھتے ہیں: ''وَبَایَعَهُ أَهْلُ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَالْيَمَنِ وَالْعِرَاقِ، وَصَارَتْ خِلَافَتُهُ ظَاهِرَةً فِي الْحَرَمَيْنِ'' (الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج3، ص373، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ)، ترجمہ: ''اہلِ مکہ، مدینہ، یمن اور عراق نے ان کی بیعت کی، اور ان کی خلافت حرمین میں نمایاں ہو گئی''۔ حضرت ابن زبیرؓ نے اپنی خلافت کے دوران عدل و شریعت کی بنیاد پر نظامِ حکومت قائم کیا، بیت اللہ کی تعمیرِ نو کروائی، اور مظلوم اہلِ مدینہ و مکہ کے زخموں پر مرہم رکھا۔

5۔ بنوامیہ کی خانہ جنگی اور زوال کا آغاز: یزید کی موت کے بعد بنوامیہ کے اندر خانہ جنگی بھڑک اٹھی۔ مروان بن حکم اور اس کے بعد عبدالملک بن مروان کے درمیان اقتدار کی کشمکش نے سلطنتِ شام کو کئی حصوں میں بانٹ دیا۔ یہ خانہ جنگی امت کے لیے واضح پیغام تھی کہ ظلم و جبر پر قائم حکومتیں اپنے ہی تضادات کے بوجھ سے تباہ ہو جاتی ہیں۔

6۔ سال 64ھ کا پیغام امت کے لیے سال 64ھ امتِ مسلمہ کے لیے عبرت وبصیرت کا آئینہ ہے۔ یہ سال اعلان کرتا ہے کہ: دین کی حرمت اور حرمین کی عظمت پر سمجھوتہ کرنے والی طاقتیں آخرکار رسوا ہوتی ہیں۔ **عدل پر قائم قیادت ہی امت کے اتحاد وسلامتی کی ضامن ہے۔** ظلم، فتنہ، اور حرمتِ دین کی پامالی امت کے زوال کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔

خلاصہ ونتائج: 1۔ سال 64ھ اسلامی تاریخ کا انتقالِ اقتدار اور انصاف وظلم کے تصادم کا سال ہے۔ 2۔ یزید کی موت نے امت کو وقتی سکون دیا، مگر اس کے ظلم کے اثرات باقی رہے۔ 3۔ محاصرہ مکہ اور حرمِ الٰہی پر منجنیق سے حملہ، تاریخِ اسلام کے سیاہ ترین صفحات میں سے ہے۔ 4۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت نے ظلم کے بعد عدل کی شمع روشن کی۔ 5۔ بنوامیہ کی خانہ جنگی نے واضح کیا کہ ظلم پر قائم حکومت دیرپا نہیں رہ سکتی۔ 6۔ سال 64ھ امت کے لیے پیغام بن کر آیا کہ دین کی حرمت اور حرمین کی عظمت پر سمجھوتہ کرنے والی طاقتیں انجام کار رسوا ہوتی ہیں۔

مصادر ومراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج 8، ص 242، دارالفکر، بیروت، 1408ھ۔ 2-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 496، دارالتراث، بیروت، 1387ھ۔ 3-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج 3، ص 373، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ۔ 4-انساب الأشراف، البلاذری، ج 5، ص 342، دارالفکر، بیروت، 1996ء

اسلامی سنہ 65 ہجری کے اہم واقعات

(مظلوموں کی صدائے حق اور اقتدار کی کشمکش)

سنہ 65ھ، خلافتِ اسلامیہ کی تاریخ میں ایک نہایت اہم اور فیصلہ کن سال ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کربلا کے خونِ ناحق کو ابھی کچھ ہی عرصہ گزرا تھا، اہلِ بیتِ نبویؐ اور صالحینِ امت کے زخم ابھی تازہ تھے، اور امت کا اجتماعی ضمیر ظلم و جبر کے خلاف بیدار ہو رہا تھا۔ یہ سال انتقام، انقسام اور انقلاب کا مظہر بنا جہاں بنو اُمیہ کی زوال پذیر طاقت، اہلِ حجاز کی خلافتِ زبیریہ، اور عراق کی تحریکِ مختار ایک ساتھ سامنے آئیں۔

(1) محرم 65ھ کوفہ میں مختار بن ابی عبید ثقفی کی تحریک کا آغاز: محرم 65ھ میں مختار بن ابی عبید ثقفی نے کوفہ میں اعلان کیا کہ وہ انتقامِ حسینؓ کے لیے قیام کر رہا ہے۔ ابن جریر طبری لکھتے ہیں: **وَقَامَ الْمُخْتَارُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ فِي أَوَّلِ سَنَةِ خَمْسٍ وَسِتِّينَ يَدْعُو إِلَى طَلَبِ دَمِ الْحُسَيْنِ** (تاریخ الطبری، ج5، ص574، دار التراث، بیروت)، ترجمہ: ''سنہ 65ھ کے آغاز میں مختار بن ابی عبید نے قیام کیا اور حسینؓ کے خون کے بدلہ کا مطالبہ کیا''۔ یہ تحریک اہلِ بیتؓ کے مظلوم خون کا بدلہ لینے کے جذبہ سے اٹھی تھی۔ اگرچہ مختار کے سیاسی عزائم پر تاریخ نگاروں کے مختلف اقوال ہیں، مگر اس تحریک نے بنو اُمیہ کے ظلم کے خلاف عوامی غیظ و غضب کو ایک سمت عطا

کی۔اسی دوران، اہلِ کوفہ میں عدل وانتقام کے نام پر جوش وخروش پیدا ہوا۔

(2) جمادی الاولیٰ 65ھ عبیداللہ بن زیاد کی ہلاکت: مختار کی فوج نے عبیداللہ بن زیاد (جو کربلا کا ذمہ دار تھا) کو خازر کے مقام پر شکست دی اور ہلاک کردیا۔ابن الاثیر لکھتے ہیں:وَقُتِلَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ زِيَادٍ فِي الْخَازِرِ فِي سَنَةِ خَمْسٍ وَسِتِّينَ (الکامل فی التاریخ، ج3،ص343،دارالکتب العلمیۃ،بیروت)،ترجمہ:''عبیداللہ بن زیاد خازر کی جنگ میں سنہ 65ھ میں قتل ہوا''۔یہ واقعہ کربلا کے مظلوموں کے لیے ایک تاریخی عدلِ الٰہی کا مظہر تھا۔اسی جنگ میں حصین بن نمیر،شرحبیل بن ذی الکلاع، اور دیگر بنواُمیہ کے سردار بھی مارے گئے۔

(3) رجب 65ھ شام میں مروان بن حکم کی موت اور عبدالملک بن مروان کی تخت نشینی: شام میں مروان بن حکم نے یزید کی موت کے بعد اموی اقتدار کو سنبھالنے کی کوشش کی،لیکن رجب 65ھ میں وہ طاعون میں مبتلا ہوکر فوت ہوا،ابن کثیر لکھتے ہیں:مَاتَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ بِالطَّاعُونِ بِدِمَشْقَ فِي رَجَبٍ سَنَةَ خَمْسٍ وَسِتِّينَ (البدایۃ والنہایۃ،ج8،ص285،دارالکتب العلمیۃ،بیروت)،ترجمہ:''**مروان بن حکم دمشق میں رجب 65ھ میں طاعون سے فوت ہوا**''۔اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک بن مروان تختِ شام پر بیٹھا، جو بعد میں بنواُمیہ کی مضبوط سلطنت کا بانی بنا۔لیکن آغاز میں شام میں بھی سیاسی انتشار اور خانہ جنگی کا دور رہا۔

(4) شعبان تا شوال 65ھ مدینہ ومکہ میں خلافتِ زبیریہ کا استحکام اسی سال

عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت حجاز میں مزید مستحکم ہوئی۔ حرمین میں نظمِ شریعت، عدل، اور عبادت کا نظام قائم ہوا۔ بیت اللہ کی تعمیر نو مکمل ہوئی، اور اہلِ مکہ و مدینہ میں امن و سکون کی فضا بحال ہوئی۔ ابن سعد روایت کرتے ہیں: فَبَايَعَ أَهْلُ الْحِجَازِ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَقَامَ بِالْحَرَمَيْنِ (الطبقات الکبری، ج5، ص260، دار صادر، بیروت)، ترجمہ: ''اہلِ حجاز نے عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کی اور وہ دونوں حرمین میں خلافت کے امور انجام دیتے رہے''۔ یہ خلافت دراصل خلافتِ شورائیہ و دینیہ کی صورت تھی، جو ظالم اقتدار کے مقابلے میں عدل و ایمان کا مظہر بنی۔

(5) ذی القعدہ تا ذی الحجہ 65ھ: عراق و شام میں دوبارہ تصادم کی فضا

عبدالملک بن مروان نے شام میں اقتدار سنبھالنے کے بعد فوراً عراق پر دوبارہ قبضہ کی کوششیں شروع کیں۔ اس دوران مصعب بن زبیرؓ کو بصرہ کا گورنر بنایا گیا تاکہ عراق میں زبیری اقتدار مضبوط ہو۔ اسی سال کی آخری سہ ماہی میں عراق کے حالات شدید کشیدگی کا شکار رہے۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ سنہ 65ھ اسلامی تاریخ کا وہ سال ہے جس میں کربلا کے انتقام کا پہلا مرحلہ مکمل ہوا عبیداللہ بن زیاد اور ظالم اموی سردار انجام کو پہنچے۔ 2۔ حجاز میں خلافتِ زبیریہ ایک شرعی، عدل پر مبنی اقتدار کے طور پر مستحکم ہوئی۔ 3۔ شام میں مروان کی موت نے اموی نظام کو وقتی طور پر کمزور کیا، لیکن بعد میں عبدالملک بن مروان کے ذریعہ نئی طاقت ملی۔ 4۔ تحریکِ مختار ثقفی نے مظلوموں کی آواز کو قوت

بخشی، اگر چہ اس میں سیاسی رنگ غالب آیا۔5۔یہ سال مظلوموں کی فتح، ظالموں کے زوال، اور عدلِ الٰہی کے ظہور کا سال تھا۔

مصادر و مراجع: ا-تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبری (م 310ھ)، ج 5، ص 574، دار التراث، بیروت، 1967ء۔2-الکامل فی التاریخ امام ابن الاثیر الجزری (م 630ھ)، ج 3، ص 343، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔ 3-البدایۃ والنہایۃ امام ابن کثیر الدمشقی (م 774ھ)، ج 8، ص 285، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1985ء۔4-الطبقات الکبریٰ امام محمد بن سعد (م 230ھ)، ج 5، ص 260، دار صادر، بیروت، 1968ء۔ 5-تجارب الامم ابن مسکویہ، ج 2، ص 157، دار الفکر، بیروت۔

مختار بن ابی عبید الثقفیؒ

(انتقامِ حسینؓ کی تحریک اور تاریخِ عدل کا ایک اہم باب)

(1) نسب و خاندانی پس منظر: مختار بن ابی عبید بن مسعود بن عمرو بن عمر بن عوف الثقفی، قبیلہ ثقیف کے معزز و ذی اثر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔وہ طائف میں پیدا ہوئے اور اپنے خاندان کے لحاظ سے عقل، سیاست اور فصاحت کے لیے مشہور تھے۔اقتباس: اَلْمُخْتَارُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ الثَّقَفِيُّ كَانَ مِنْ وُجُوهِ أَهْلِ

الطَّائِفِ وَعَقَلَائِهِمْ (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج5، ص263، دار صادر، بیروت)، ترجمہ: مختار بن ابی عبید ثقفی طائف کے معزز اور عقلمند لوگوں میں سے تھا۔ ان کے والد ابو عبید الثقفی وہ جلیل القدر صحابی ہیں جو جنگِ جسر (13ھ) میں مسلمانوں کے سپہ سالار تھے اور وہیں شہادت پائی۔ اقتباس: أَبُو عُبَيْدٍ الثَّقَفِيُّ قَاتَلَ فِي الْقَادِسِيَّةِ وَقُتِلَ يَوْمَ الْجِسْرِ شَهِيدًا (الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ابن حجر، ج4، ص482، دار الکتب العلمیۃ)۔

(2) ابتدائی زندگی اور علمی رجحان: مختار جوانی میں مدینہ منورہ آئے جہاں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور دیگر اکابر صحابہؓ سے استفادہ کیا۔ کوفہ میں سکونت اختیار کی اور علمی و سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے۔ ان کی ذہانت و حاضر جوابی کی شہرت اہلِ کوفہ میں عام تھی۔

(3) سیاسی حالات اور مختار کا ظہور کوفہ: حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد سیاسی خلفشار کا مرکز بن چکا تھا۔ یزید بن معاویہ کے زمانے میں اہلِ کوفہ نے حضرت حسینؓ کو خطوط لکھ کر بلایا مگر بعد میں کمزوری دکھائی اور یہی غداری کربلا کے حادثہ کا سبب بنی۔ اسی سانحہ نے مختار کے ضمیر کو جھنجھوڑ دیا۔ اقتباس: وَكَانَ الْمُخْتَارُ يَرَى أَنَّهُ أَوْلَى النَّاسِ بِطَلَبِ دَمِ الْحُسَيْنِ (البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج8، ص279، دار الکتب العلمیۃ) ترجمہ: ''مختار سمجھتا تھا کہ حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے میں سب سے زیادہ حق دار وہی ہے''۔

(4) تحریکِ انتقامِ حسینؓ کا آغاز محرم 65ھ: محرم 65ھ میں مختار نے کوفہ میں کھلے عام اعلان کیا: اقتباس: إنما أنا داعٍ إلى الثأر لآل محمدٍ ﷺ (تاریخ الطبری،

ج5،ص574،دارالتراث)،ترجمہ:''میں اہلِ محمد ﷺ کے خون کے انتقام کے لیے قیام کررہا ہوں''۔اس کا نعرہ تھا: یَا لَثَارَاتِ الْحُسَیْنِ!'' اے حسینؓ کے خون کے بدلہ لینے والو!'' مختار نے اپنی تحریک کو حضرت محمد بن الحنفیہؒ کے نام سے منسوب کیا،اور عوام میں اعلان کیا کہ وہ ان کے مشن کے تابع ہے۔اگر چہ محمد بن الحنفیہؒ نے براہِ راست شمولیت اختیار نہ کی،مگر ان کی خاموش حمایت اس تحریک کے لیے اخلاقی پشت پناہی بن گئی۔

(5) عملی کامیابیاں: ظالموں کا انجام مختار کی افواج نے 65ھ میں معرکہ خازر (قریب موصل) میں بنو اُمیہ کے لشکر کو شکست دی۔اسی جنگ میں عبیداللہ بن زیاد (قاتلِ حسینؓ) ہلاک ہوا۔اقتباس: فَقُتِلَ عُبَیْدُ اللهِ بْنُ زِیَادٍ وَحُصَیْنُ بْنُ نُمَیْرٍ وَشَرَحْبِیلُ بْنُ ذِی الْکَلَاعِ فِی الْخَازِرِ (الکامل فی التاریخ،ابن الاثیر،ج3، ص343،دارالکتب العلمیۃ)،ترجمہ:''خازر کی جنگ میں عبیداللہ بن زیاد،حصین بن نمیر اور شرحبیل بن ذی الکلاع مارے گئے''۔کوفہ میں بھی مختار نے قاتلانِ حسینؓ مثلاً شمر بن ذی الجوشن،عمر بن سعد،حرملۃ بن کاہل کو سزا دی۔یوں کربلا کے مظلوم خون کا انتقام ایک تاریخی حقیقت بن گیا۔

(6) مختار کی شہادت سنہ 67ھ سنہ: 67ھ میں مصعب بن زبیرؓ نے کوفہ پر حملہ کیا،مختار نے مقابلہ کیا مگر آخر کار قصر الکوفہ میں محصور ہو کر شہید ہوا۔اقتباس: قُتِلَ الْمُخْتَارُ فِی الْقَصْرِ وَهُوَ یُقَاتِلُ مُصْعَبَ بْنَ الزُّبَیْرِ (تاریخ الطبری،ج6،ص54)۔

(7) علماء ومحدثین کی آراء (الف) امام ابن کثیرؒ: کان المختار فیه

شجاعة و دهاء، غیر أن فیه حب الریاسة (البدایۃ والنہایۃ، ج8،ص279)، ترجمہ: ''مختار میں شجاعت اور سیاست تھی، مگر اقتدار پسندی کا رجحان بھی پایا جاتا تھا''۔(ب)ابن تیمیہؒ:**المختار کان ممن ادعی الکذب، وقد اتهم بادعاء النبوة** (منہاج السنۃ النبویۃ، ج4،ص554)،ترجمہ:''مختار پر جھوٹ اور نبوت کے دعوے کا الزام لگا، تاہم یہ الزام زیادہ تر سیاسی پروپیگنڈا معلوم ہوتا ہے''۔(ج) مجموعی تاثر اہلِ سنت مورخین کے نزدیک مختار ایک ذہین، جری، مگر سیاسی طور پر متنازع شخصیت تھا۔اس نے انتقامِ حسینؓ کا فریضہ ادا کیا، لیکن اپنی تحریک میں غلو اور اقتدار پسندی کا رنگ بھی داخل ہونے دیا۔

(8) تجزیہ و خلاصہ: 1۔مختار بن ابی عبید ثقفی ایک باصلاحیت، فصیح، اور غیر معمولی سیاسی ذہانت رکھنے والا شخص تھا۔2۔اس نے مظلوم اہلِ بیتؓ کے خون کا انتقام لے کر عدلِ تاریخی کا باب رقم کیا۔3۔تاہم اس کی تحریک میں مذہبی جوش کے ساتھ سیاسی مقاصد بھی شامل ہو گئے۔4۔اس کے باوجود، وہ اسلامی تاریخ میں انتقامِ حسینؓ کے داعی اور ظلم کے خلاف ایک بیدار ضمیر کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبری، ج5،ص574؛ ج 6،ص 54، دار التراث، بیروت، 1967ء۔ 2-البدایۃ والنہایۃ امام ابن کثیر الدمشقی، ج8،ص279، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1985ء۔3-الکامل فی التاریخ امام ابن الاثیر الجزری، ج 3،ص 343، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1987ء۔

4-الطبقات الکبریٰ امام محمد بن سعد، ج5،ص263، دار صادر، بیروت، 1968ء۔
5-الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ امام ابن حجر عسقلانی، ج4،ص482، دار الکتب العلمیۃ۔
6-منہاج السنۃ النبویۃ ابن تیمیہ، ج4،ص554، مؤسّسۃ قرطبۃ

انتقالِ مروان بن حکم اور عبدالملک بن مروان کی بیعت سنہ 65ھ کی تاریخی کروٹ

اسلامی تاریخ کے اس نازک دور میں (64ھ 65 ھ)، خلافتِ اُمویہ اندرونی خلفشار اور سیاسی انتشار سے گزر رہی تھی۔ یزید بن معاویہ کی موت (ربیع الاول 64ھ) کے بعد شام میں اقتدار کی باگ دوڑ مروان بن حکم کے ہاتھ میں آئی۔ اس نے مرج راہط کے مقام پر اپنی مخالف جماعت جو عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت پر قائم تھی کے خلاف سخت معرکہ آرائی کی۔ یہ جنگ، دراصل اقتدار اور شرعی خلافت کے تصادم کا عنوان بنی۔ ابن الاثیر اس موقع پر لکھتے ہیں: فِی سَنَةِ أَرْبَعٍ وَسِتِّينَ كَانَتْ وَقْعَةُ مَرْجِ رَاهِطَ، فِيهَا اجْتَمَعَتِ الْأُمَوِيَّةُ عَلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ (الکامل فی التاریخ، ج3،ص327، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: ''سنہ 64ھ میں مرج راہط کی لڑائی ہوئی، جس میں بنو اُمیہ مروان بن حکم پر جمع ہو گئے''۔ یہ معرکہ اگرچہ بنو اُمیہ کی سیاسی فتح پر منتج ہوا، مگر امت میں انتشار کی نئی لہر دوڑ گئی۔ ہزاروں مسلمانوں نے صرف اقتدار

کے دعوے پر اپنی جانیں قربان کیں، اور یزیدی جبر کی راکھ سے ایک نیا اقتداری نظام جنم لینے لگا۔

وفاتِ مروان بن حکم (محرم یا صفر 65ھ): مرج راہط کی فتح کے کچھ ہی ماہ بعد مروان بن حکم اچانک وفات پا گیا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: تُوُفِّيَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ فِي صَفَرٍ أَوْ مُحَرَّمٍ سَنَةَ خَمْسٍ وَسِتِّينَ، وَبُوِيعَ لِابْنِهِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص257، دارالفکر)، ترجمہ: ''مروان بن حکم صفر یا محرم سنہ 65ھ میں وفات پا گیا، اور اس کے بیٹے عبدالملک بن مروان کے لیے بیعت کی گئی''۔ مروان کی موت نے شام کے سیاسی نقشے کو ایک بار پھر بدل ڈالا۔ بنو اُمیہ کی قیادت اب ایک نسبتاً نوجوان مگر نہایت زیرک شخص عبدالملک بن مروان کے ہاتھوں میں آ گئی، جس کے دور میں اُموی اقتدار اپنی مضبوط ترین صورت اختیار کرے گا۔ مروان بن حکم کی شخصیت اور طرزِ حکومت مروان بن حکم بن ابی العاص، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ حکم بن ابی العاص وہی شخص تھا جسے نبی کریم ﷺ نے مدینہ سے نکالا تھا کیونکہ وہ آپ ﷺ کے پیچھے حرکات نقل کرتا تھا (دیکھئے: الاصابۃ، ج1، ص304)۔ مروان خود خلافتِ عثمانؓ کے دور میں کاتبِ خلافت بن کر ابھرا، مگر سیاست میں عیاری، موقع شناسی، اور اقتدار پرستی کا مظہر سمجھا گیا۔ امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے خلاف صفین کے موقع پر بھی بنو اُمیہ کی حمایت میں سرگرم رہا۔ ابن سعد لکھتے ہیں: كَانَ مَرْوَانُ فِي أَهْلِ الشَّامِ لَهُ قَدْرٌ وَسِيَادَةٌ، وَكَانَ فِيهِ بَغْيٌ وَحُبٌّ لِلدُّنْيَا

(الطبقات الکبری، ج5، ص56، دار صادر)، ترجمہ: ''مروان اہلِ شام میں وجاہت اور سرداری رکھتا تھا، مگر اس میں دنیا کی محبت اور بغاوت کا میلان بھی تھا''۔ یہی دنیا پسندی اس کے پورے طرزِ حکومت میں نمایاں رہی۔ مرج راہط میں اس نے اہلِ شام کے اُن گروہوں کو قتل کروایا جو خلافتِ عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ وفادار تھے۔ اس کی نظر میں اسلام کی وحدت سے زیادہ اہمیت اُموی اقتدار کو حاصل تھی۔ ظلم و استبداد کی نوعیت مروان کے دورِ حکومت (چند ماہ) میں ظلم کی چند نمایاں مثالیں تاریخ میں محفوظ ہیں۔

1۔ مرج راہط کا قتلِ عام: سینکڑوں اہلِ ایمان کو صرف اس جرم میں قتل کیا گیا کہ وہ عبداللہ بن زبیرؓ کی شرعی خلافت کے حامی تھے۔ ان میں تابعین اور قراء بھی شامل تھے۔ طبری لکھتے ہیں: قُتِلَ مِنْ أَهْلِ الْقِرَائَةِ وَالْعِبَادَةِ يَوْمَ مَرْجِ رَاهِطٍ جَمْعٌ كَثِيرٌ (تاریخ الطبری، ج5، ص552، دار التراث)، ترجمہ: ''مرج راہط کے دن اہلِ قراءت و عبادت کی ایک بڑی جماعت قتل کر دی گئی''۔

2۔ حرمین کے خلاف سیاسی محاذ: مروان نے شام میں عبداللہ بن زبیرؓ کے نام سے خطبہ دینے والوں پر پابندی لگائی، اور مکہ و مدینہ کے لوگوں کو ''اہل الفتنۃ'' کے لقب سے یاد کیا (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص256)۔

3۔ اہلِ عدل پر سختی: مروان نے اہلِ علم اور اہلِ تقویٰ پر جاسوس مقرر کیے، تاکہ کوئی شخص عبداللہ بن زبیرؓ کے حق میں آواز نہ اٹھائے۔ یہ سب مظالم چند مہینوں کے اندر انجام پائے، اور اس کا انجام عبرتناک ثابت ہوا۔

بیعتِ عبدالملک بن مروان (محرم 65ھ) مروان کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے عبدالملک بن مروان کو شام کا حکمران تسلیم کیا گیا۔ یہ بیعت شام میں واقع جَابِیَہ کے مقام پر ہوئی۔ ابن الاثیر کے مطابق: بُوِیعَ عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ مَرْوَانَ بِجَابِیَةَ فِی مُحَرَّمٍ سَنَةَ خَمْسٍ وَسِتِّینَ (الکامل فی التاریخ، ج3، ص333)۔ ترجمہ: ''عبدالملک بن مروان کی بیعت جابیہ کے مقام پر محرم سنہ 65ھ میں ہوئی''۔ عبدالملک بن مروان نے اپنے ابتدائی خطبہ میں اُموی اقتدار کو ازسرِ نو منظّم کرنے اور اہلِ عراق کے خلاف سختی کا عندیہ دیا۔ یہ وہ عہد تھا جب ظلم وسیاست نے دین وخلافت کے حقیقی تصور کو پردہ میں کر دیا۔ اخلاقی و تاریخی تجزیہ مروان بن حکم کا دور، اگرچہ مختصر تھا، لیکن اس نے اسلامی تاریخ میں وہ زہر گھولا جس کے اثرات صدیوں تک باقی رہے، اقتدار کے لیے خونِ مسلم بہانے کا جواز، اہلِ عدل کو بغاوت کا نام دینا، اور شرعی خلافت کی جگہ موروثی حکمرانی کا تصور قائم کرنا یہ سب اسی دور کی پیداوار تھے۔ اہلِ سنت مؤرخین نے مروان کے طرزِ حکومت پر سخت نکیر کی ہے، مگر ساتھ ہی ان کے بارے میں کلام میں احتیاط رکھی تاکہ صحابہؓ وتابعین کے مقام کا احترام باقی رہے۔

خلاصہ ونتائج: 1۔ مروان بن حکم کی حکومت اگرچہ چند ماہ رہی، لیکن اس نے اسلامی خلافت کو ملوکیت کی راہ پر ڈال دیا۔ 2۔ مرج راہط کی جنگ نے امت میں قتل وفساد کی بنیاد ڈالی اور اہلِ ایمان کی ایک بڑی جماعت مظلومانہ طور پر شہید ہوئی۔ 3۔ مروان کی وفات محرم یا صفر 65ھ میں ہوئی، جس کے بعد عبدالملک بن مروان کی

بیعت ہوئی۔4۔یہ واقعہ اسلامی تاریخ کا ایک نیا موڑ تھا جب ظلم، سیاست، اور موروثی اقتدار نے عدلِ خلافت کے خالص تصور کو کمزور کر دیا۔5۔اہلِ ایمان کے لیے یہ دور صبر، استقامت اور عدلِ الٰہی پر یقین کا امتحان بن گیا۔

مصادر و مراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ امام ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 257 256، دار الفکر، بیروت۔2-تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 552، دار التراث، بیروت۔3-الکامل فی التاریخ امام ابن الاثیر الجزری، ج 3، ص 327، 333، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔4-الطبقات الکبریٰ امام ابن سعد، ج 5، ص 56، دار صادر، بیروت۔5-الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ ابن حجر عسقلانی، ج 1، ص 304، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

ربیع الاول 65ھ خلافتِ عبداللہ بن زبیرؓ کا استحکام اور اُموی جبر کا آغاز

یزید بن معاویہ کی موت (ربیع الاول 64ھ) کے بعد اسلامی دنیا ایک نئے دور میں داخل ہوئی۔اموی اقتدار کی بنیاد متزلزل ہوگئی، اور ظلم وفساد کے خلاف عوامی بیداری نے جنم لیا۔اسی ماحول میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جلیل القدر صحابی، عابد، شجاع، اور اہلِ حرم کے متفق علیہ رہنما۔خلافتِ شرعیہ کے علَم بردار بن کر ابھرے۔ کعبۃ اللہ کے سائے میں، مکہ مکرمہ میں، اُنہوں نے بلا جبر واکراہ بیعت لی، اور اہلِ حجاز،

یمن، عراق، اور متعدد اسلامی علاقوں نے رضامندی سے اُنہیں اپنا خلیفہ تسلیم کیا۔ امام طبری بیان کرتے ہیں: بَايَعَهُ أَهْلُ الْحِجَازِ وَالْيَمَنِ وَالْعِرَاقِ، وَأَطَاعَهُ النَّاسُ حَتَّى صَارَ لَهُ ذِكْرٌ فِي الْأَمْصَارِ (تاریخ الطبری، ج5، ص493، دار التراث، بیروت)، ترجمہ: ''اہلِ حجاز، یمن اور عراق نے ابن زبیرؓ کی بیعت کی، اور ان کی اطاعت عام ہوگئی، یہاں تک کہ ان کا نام بلادِ اسلام میں مشہور ہوگیا''۔ یہ بیعت نہ تلوار کے زور پر تھی، نہ موروثی اعلان کے تحت، بلکہ محض تقویٰ، دیانت، اور عدل کی بنیاد پر تھی۔ حضرت ابن زبیرؓ نے اہلِ مکہ سے فرمایا: ''اِنَّ الْخِلافَةَ لَيْسَتْ بِالْوَرَاثَةِ وَلَا بِالْقَهْرِ، وَلٰكِنْ بِالرِّضَا وَالشُّورَى'' (مروج الذہب، ج3، ص53، المسعودی)۔ ترجمہ: ''خلافت نہ وراثت سے ہے، نہ جبر سے، بلکہ رضامندی اور شوریٰ سے قائم ہوتی ہے''۔ یہ جملہ اسلامی سیاست کی اصل روح کی تجدید تھا، جو یزیدیت کے بعد مٹتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

ربیع الاول 65ھ خلافتِ عبداللہ بن زبیرؓ کا استحکام: ربیع الاول 65ھ میں خلافتِ عبداللہ بن زبیرؓ کو باضابطہ استحکام حاصل ہوا۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف، یمن، بصرہ، اور کوفہ کے عوام نے اپنی مرضی سے بیعت کی۔ اسی دوران اہلِ مکہ نے بیت اللہ شریف کی تعمیرِ نو کا آغاز بھی اُن کے زیرِ نگرانی کیا یہ تعمیر بعد میں تاریخی لحاظ سے ''اصلاحِ کعبہ'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں: وَاسْتَقَامَتِ الْبَيْعَةُ لِابْنِ الزُّبَيْرِ فِي الْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ، وَصَارَتْ دَعْوَتُهُ تَذِيعُ فِي الْأَمْصَارِ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص256، دار الفکر)، ترجمہ: ''ابن زبیرؓ کی بیعت حجاز و عراق

میں مضبوط ہوگئی، اور ان کی دعوت بلادِ اسلام میں پھیلنے لگی''۔ اسی زمانہ میں اہلِ بصرہ نے بھی ان کی بیعت کی، اور وہاں کے گورنر عبد اللہ بن مطیع العدوی نے نظمِ عدل و شریعت بحال کیا۔

خلافتِ عبداللہ بن زبیرؓ کی خصوصیات: حضرت ابن زبیرؓ کی خلافت میں چند نمایاں خصوصیات تھیں:

1۔شرعی اصولوں پر مبنی نظامِ حکومت: آپ نے سیاست کو عبادت اور خلافت کو امانت سمجھا۔ ان کا طرزِ حکومت خلفائے راشدینؓ کی یاد تازہ کر دیتا تھا۔

2۔عدل ومساوات: بیت المال کے دروازے عوام کے لیے کھلے تھے۔ اہلِ کوفہ اور بصرہ کے شہداء کے اہلِ خانہ کو وظیفے دیے گئے۔

3۔علم وتقویٰ کا غلبہ: مکہ و مدینہ میں قرآن و سنت کے دروس بحال ہوئے، خطباء وقُراء کو حکومتی خوف سے آزادی ملی۔

4۔اہلِ بیتؓ کے احترام کا عملی مظاہرہ: حضرت ابن زبیرؓ نے خطبوں میں اہلِ بیتؓ کا ذکرِ خیر معمول بنایا، اور ان کے شہداء کے لیے خصوصی ایامِ دعا مقرر کیے۔ بنو اُمیہ کا ردِ عمل اور ظلم کی نوعیت خلافتِ ابن زبیرؓ کے اس عادلانہ استحکام نے شام کے اُموی اقتدار کو خطرہ میں ڈال دیا۔ چنانچہ عبدالملک بن مروان نے مختلف شہروں میں ظلم و تشدد کا سلسلہ شروع کیا تا کہ ابن زبیرؓ کے اثر کو ختم کیا جا سکے۔(1) اہلِ حجاز پر دباؤ شام سے آنے والے اُموی کارندوں نے مکہ و مدینہ کے راستوں پر ناکے لگا دیے، حجاج و

زائرین کو ابن زبیرؓ کے نام سے بیعت کرنے پر سزا دی جاتی۔(2) اہلِ بصرہ و کوفہ پر تشدد اُن شہروں میں جہاں ابن زبیرؓ کی حکومت تھی، بنو اُمیہ کے حامیوں نے ان کے عاملین کو قتل کیا۔ابن کثیر بیان کرتے ہیں:قُتِلَ جَمَاعَةٌ مِنْ عُمَّالِ ابْنِ الزُّبَيْرِ بِالْعِرَاقِ عَلَى يَدِ الْأُمَوِيِّينَ (البدایۃ والنہایۃ، ج8،ص258)،ترجمہ:عراق میں ابن زبیرؓ کے کئی عاملین کو بنو اُمیہ کے کارندوں نے قتل کر دیا۔

(3) زبان بندی اور فکری جبر: دمشق میں عبد الملک بن مروان نے حکم جاری کیا کہ:''**جو شخص ابن زبیرؓ کا نام منبر پر لے،اس کی زبان کاٹ دی جائے**''(تاریخ الطبری، ج6،ص12)، یہ فکری ظلم اُس جبر کی علامت تھا جس کے ذریعے اہلِ شام کو خلافتِ عدل سے بے خبر رکھا گیا۔

علمی و اخلاقی تجزیہ: حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی خلافت اسلامی تاریخ میں ایک روحانی و اخلاقی احیاء کی حیثیت رکھتی ہے۔انہوں نے سیاست کو دین سے جدا نہ کیا بلکہ خلافت کو عدل و اخلاق کا مظہر بنایا۔ان کے دور میں علم، زہد، عبادت، اور شجاعت کی وہ مثالیں قائم ہوئیں جنہیں بعد کے ائمہ نے ''عہدِ زبیر'' کے نام سے یاد کیا۔البتہ اُن کے خلاف اُموی حکومت کی مہم، اسلامی تاریخ کے ان سیاہ ابواب میں سے ایک ہے جہاں اقتدار کی خاطر اہلِ عدل پر ظلم ڈھایا گیا۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ربیع الاول 65ھ میں خلافتِ عبد اللہ بن زبیرؓ کو شرعی و عوامی بنیادوں پر استحکام حاصل ہوا۔2۔اہلِ حجاز، یمن، عراق، اور بصرہ کے عوام نے

بلا اکراہ بیعت کی۔3۔عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت نے عدل وشریعت کا نظام زندہ کیا، اور سیاسی جبر کے خلاف ایک روحانی انقلاب برپا کیا۔4۔بنو اُمیہ نے اس عدل و شوریٰ پر مبنی نظام کو خطرہ سمجھ کر ظلم و جبر سے دبانے کی کوشش کی۔5۔تاریخ نے ابن زبیرؓ کو نہ صرف ''مجاہدِ عدل'' بلکہ ''امانت دارِ خلافت'' کے عنوان سے یاد رکھا۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری امام محمد بن جریر الطبری، ج5، ص493؛ ج6، ص12، دار التراث، بیروت۔2-البدایۃ والنہایۃ امام ابن کثیر الدمشقی، ج8، ص258 256، دار الفکر، بیروت۔3-الکامل فی التاریخ امام ابن الاثیر الجزری، ج3، ص332، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔4-مروج الذہب ابوالحسن علی المسعودی، ج3، ص53، دار البحر، قاہرہ۔5۔الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب ابن عبد البر القرطبی، ج3، ص1112، دار الجیل، بیروت۔

ربیع الثانی 65ھ مختار بن ابی عبید ثقفی کی تحریکِ انتقامِ حسینؓ کا آغاز

اسلامی تاریخ کا سنہ 65ھ مظلوموں کی صدائے احتجاج اور ظلم کے خلاف بیداری کا سال ہے۔واقعہ کربلا کے بعد امتِ مسلمہ کی اجتماعی روح زخمی تھی۔کوفہ، جو کبھی اہلِ بیتِ رسول ﷺ کے محبین کا مرکز تھا، اب ندامت و احساسِ گناہ کی آندھیوں میں گم تھا۔ایسے نازک دور میں ایک شخص نے اپنے مخصوص دعوے کے ساتھ ''انتقامِ حسینؓ''

کے نام پر ایک تحریک برپا کی، جس کا عنوان تاریخ میں تحریکِ مختار بن ابی عبید ثقفی کے نام سے معروف ہوا۔ یہ تحریک جہاں ظاہراً ظلم و جبر کے خلاف صدائے احتجاج تھی، وہیں اس میں سیاسی عزائم اور فرقہ وارانہ رجحانات کی آمیزش بھی نمایاں تھی۔

شخصیت و پس منظر: مختار بن ابی عبید الثقفی کا تعلق قبیلہ ثقیف سے تھا، جو طائف کا ایک معروف قبیلہ ہے۔ اس کے والد ابو عبید ثقفی نے جنگِ جسر (13ھ) میں شہادت پائی تھی۔ مختار فصیح اللسان، چالاک، ذہین اور سیاسی شعور رکھنے والا شخص تھا۔ وہ ابتدائی دور میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا حامی تھا، مگر بعد میں سیاسی اختلافات کے باعث کوفہ آ گیا۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: قَامَ الْمُخْتَارُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ بِالْكُوفَةِ، يَدْعُو إِلَى الثَّأْرِ لِدَمِ الْحُسَيْنِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص68، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)، ترجمہ: مختار بن ابی عبید نے کوفہ میں قیام کیا اور اہلِ بیتِ حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے کی دعوت دینے لگا۔

تحریک کا آغاز: ربیع الثانی 65ھ میں مختار نے کوفہ میں کھل کر اعلان کیا کہ وہ ''انتقام للحسینؓ'' کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ اس نے اہلِ بیتؓ کے چاہنے والوں (خصوصاً ''توّابین'') کو ساتھ ملا کر ایک عوامی تحریک کی بنیاد رکھی۔ کوفہ کے بڑے سرداروں اور تابعین میں سے بعض نے اس کی دعوت قبول نہ کی، کیونکہ وہ مختار کی نیت اور مذہبی عقائد پر اعتماد نہیں رکھتے تھے۔ اس نے اہلِ کوفہ سے کہا: إِنَّ اللهَ أَرْسَلَنِي نَقْمَةً عَلَى أَعْدَاءِ أَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّهِ (تاریخ الطبری، ج6، ص7، دار التراث، بیروت)، ترجمہ: اللہ نے مجھے اپنے

نبی کے اہلِ بیت کے دشمنوں پر انتقام کے طور پر بھیجا ہے۔

تحریک کے اثرات ومظالم کی نوعیت: مختار کی تحریک کے نتیجے میں کوفہ میں بڑی سیاسی ہلچل پیدا ہوئی۔اہلِ بیت کے قاتلوں میں سے بہت سے لوگوں کو واقعی گرفتار کر کے قتل کیا گیا،جن میں شمر بن ذی الجوشن،خولی بن یزید الاصبحی،اور عمر بن سعد بن ابی وقاص جیسے اشخاص شامل تھے۔یہ وہ افراد تھے جن پر کربلا کے میدان میں اہلِ بیتؓ کے قتل میں شرکت یا معاونت کا الزام تھا۔ابن کثیر لکھتے ہیں:وَتَتَبَّعَ الْمُخْتَارُ مَنْ كَانَ قَتَلَ الْحُسَيْنَ، فَقَتَلَ كَثِيرًا مِنْهُمْ، وَأَرَاحَ اللَّهُ مِنْهُمْ (البدایۃ والنہایۃ،ج8، ص286،دارالفکر،بیروت)،ترجمہ: مختار نے ان سب لوگوں کو تلاش کر کے قتل کیا جنہوں نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا تھا،چنانچہ ان میں سے بہت سے مارے گئے،اور اللہ نے ان کے شر سے نجات دی۔البتہ مختار کے بعض اقدامات میں انتقام سے بڑھ کر سیاسی خودنمائی اور افراط وغلو بھی نمایاں تھا۔اس نے ''محمد بن الحنفیہؒ'' کو امامِ برحق قرار دے کر خود کو اس کا نمائندہ کہا۔بعد کے محدثین ومورخین نے اس کے بعض عقائد کو غلوّ فی التشیع کے زمرے میں شمار کیا۔سیاسی وسماجی پس منظر کوفہ اس وقت سیاسی اضطراب کا مرکز تھا۔ایک طرف اموی تسلط،دوسری طرف ابن زبیرؓ کی خلافت کا دعویٰ،اور تیسری جانب مختار کی عوامی تحریک ان تینوں نے عراق کو خانہ جنگی میں مبتلا کر دیا۔بنو اُمیہ کے کارندوں نے تحریک کو دبانے کے لیے کوفہ میں خفیہ گرفتاریوں اور قتل وغارت کا سلسلہ شروع کیا۔بہت سے بے گناہ افراد بھی صرف اہلِ بیتؓ سے محبت کے جرم میں ظلم وستم

کا نشانہ بنے۔

علمی و تاریخی تجزیہ: تحریکِ مختار تاریخی طور پر دو رخوں کی حامل تھی: 1۔ظلم کے خلاف عوامی بیداری کا آغاز۔2۔عقائدی انحرافات اور سیاسی غلو کا آغاز۔اس تحریک نے بنواُمیہ کے جبر کے خلاف عوامی شعور کو زندہ کیا، مگر ساتھ ہی بعض افراطی رجحانات نے اہلِ سنت و جماعت کی علمی اور اعتقادی بنیادوں سے انحراف پیدا کیا۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ربیع الثانی 65ھ میں مختار ثقفی نے کوفہ میں ''انتقامِ حسینؓ'' کے نام سے تحریک شروع کی۔2۔اس نے کربلا کے مجرموں کو سزا دی، لیکن اپنے سیاسی عزائم کو مذہبی رنگ دیا۔3۔اہلِ بیتؓ کے بعض محبین نے اس کی حمایت کی، مگر اکابر صحابہ و تابعین نے اس سے کنارہ کشی اختیار کی۔4۔تحریک کے نتیجے میں کوفہ میں ظلم، قتل و غارت اور اقتدار کی جنگ نے شدت اختیار کی۔5۔اہلِ سنت کے نزدیک مختار کی بعض خدمات قابلِ ذکر ہیں، مگر اس کے غالیانہ عقائد و طرزِ عمل سے برائت ضروری ہے۔

مصادر و مراجع: 1-البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 286، دار الفکر، بیروت، 1408ھ۔2-الکامل فی التاریخ ابن الأثیر الجزری، ج 4، ص 68، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ۔3-تاریخ الطبری محمد بن جریر الطبری، ج 6، ص 7، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔4-المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم ابن الجوزی، ج 6، ص 9، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1412ھ۔5-العواصم من القواصم ابوبکر بن العربی، ص 213، مکتبۃ دار الفکر، دمشق، 1405ھ۔

جمادی الاولیٰ تا رمضان 65ھ تحریکِ مختار ثقفی اور مظلوم اہلِ بیتؓ کا انتقام

واقعہ کربلا (10 محرم 61ھ) کے بعد کوفہ کا ماحول رنج، ندامت اور احساسِ جرم سے لبریز ہو گیا۔ جن اہلِ کوفہ نے امام حسینؓ کو مدد کا وعدہ کیا تھا مگر پھر خاموشی اختیار کی، وہ خود کو شدید پشیمانی میں مبتلا پاتے تھے۔ انہی جذباتی حالات میں 65ھ میں مختار بن ابی عبید ثقفی نے ''الانتقام للحسین'' (حسینؓ کے خون کا بدلہ) کے نعرے کے ساتھ ایک منظّم تحریک شروع کی۔ اہلِ بیتؓ سے محبت رکھنے والے کوفی اس کے ساتھ جمع ہوئے۔ تحریک کا بنیادی نعرہ یہ تھا کہ: ''نہ ہم سکون سے بیٹھیں گے، نہ ظالموں کو چین لینے دیں گے، جب تک کہ حسینؓ کے قاتلوں کو ان کے انجام تک نہ پہنچا دیں''۔

جمادی الاولیٰ 65ھ المختار کی فتح اور کوفہ پر قبضہ: ابن کثیر (م 774ھ) رقم طراز ہیں: غَلَبَ الْمُخْتَارُ عَلَى الْكُوفَةِ، وَقُتِلَ ابْنُ زِيَادٍ فِي مَعْرَكَةِ الْخَازِرِ (البدایۃ والنہایۃ، لابن کثیر، ج 8، ص 260، دار الفکر، بیروت، 1407ھ)، ترجمہ: مختار ثقفی کوفہ پر غالب آ گیا، اور ابن زیاد جنگِ خازر میں قتل ہوا۔

تجزیہ و توضیح: یہ واقعہ دراصل اہلِ بیتؓ کے مظلوم خون کے انتقام کا نقطۂ آغاز تھا۔ عبید اللہ بن زیاد، جس نے حسینؓ کو شہید کیا اور اہلِ بیتؓ کو اسیر کیا، اس کے انجام کی

گھڑی قریب آ چکی تھی۔ کوفہ کے عوام نے سکھ کا سانس لیا کہ ظالم کے مقابل عدل کی صدا بلند ہوئی۔ تاہم مختار کے اقدامات میں انتقامی شدت اور سیاسی خودنمائی کے آثار بھی نمایاں ہونے لگے۔

ظلم کی نوعیت: وہی ابن زیاد جس نے اہلِ بیتؓ کو قید و شہید کیا، اب خود انجام کو پہنچا۔ کوفہ میں مظلوموں کو وقتی انصاف ملا، مگر مختار کی سیاست میں عدل کے ساتھ انتقام کا رنگ بھی نمایاں تھا۔

جمادی الآخری 65ھ عبید اللہ بن زیاد کی ہلاکت (قاتلِ حسینؓ) مختار ثقفی کے لشکر کی قیادت ابراہیم بن الاشتر النخعی کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے عبید اللہ بن زیاد کے مقابل جنگِ خازر (قریب موصل) میں فیصلہ کن معرکہ کیا۔ امام طبری روایت کرتے ہیں: فَقَتَلَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْأَشْتَرِ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ زِيَادٍ، وَقَطَعَ رَأْسَهُ وَبَعَثَ بِهِ إِلَى الْمُخْتَارِ (تاریخ الطبری، لابن جریر الطبری، ج5، ص497، دار التراث، بیروت، 1387ھ)، ترجمہ: ''ابراہیم بن اشتر نے عبید اللہ بن زیاد کو قتل کیا، اس کا سر کاٹ کر مختار کے پاس بھیجا''۔ تجزیہ و وضاحت: عبید اللہ بن زیاد کا قتل ایک الٰہی عدل کا مظہر بن گیا۔ وہی مجرم جو حسینؓ و اہلِ بیتؓ کے خون سے ہاتھ رنگ چکا تھا، اب اسی کی تلوار کا نشانہ بنا۔ اس کے قتل کی خبر جب کوفہ پہنچی تو اہلِ بیت کے چاہنے والوں نے سجدہ شکر ادا کیا۔

ظلم کی نوعیت: حسینؓ و اہلِ بیتؓ کے ظالم کا انجام بدترین ذلت کے ساتھ ہوا۔ یہ انتقام دراصل مظلومیت کے مقابل عدالتِ الٰہی کی ظاہری تجلی تھی۔

رجب تا رمضان 65ھ اہلِ بیتؓ کے قاتلین کی سزائیں: مختار ثقفی نے مرحلہ وار کربلا کے مجرمین کو تلاش کر کے انجام تک پہنچایا۔ جن میں شمر بن ذی الجوشن، خولی بن یزید الاصبحی اور حسینؓ کے سر لے جانے والے دیگر قاتلین شامل تھے۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: قَتَلَ الْمُخْتَارُ شِمْرَ بْنَ ذِی الْجَوْشَنِ، وَخَوْلِیًّا الَّذِی أَتَی بِرَأْسِ الْحُسَیْنِ، وَکَثِیرًا مِنْ جُنْدِ ابْنِ زِیَادٍ (الکامل فی التاریخ، لابن الاثیر، ج4، ص70، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ)، ترجمہ: ''مختار نے شمر بن ذی الجوشن کو قتل کیا، خولی کو مارا جو حسینؓ کا سر لایا تھا، اور ابن زیاد کے بہت سے سپاہیوں کو بھی ہلاک کیا''۔

تحقیقی وضاحت: یہ مرحلہ مظلوم اہلِ بیتؓ کے خون کے بدلہ کا عروج تھا۔ تاریخ میں یہ پہلی مرتبہ ہوا کہ ظالمین کے خلاف اجتماعی عدل قائم ہوا۔ لیکن مختار کی تحریک میں کچھ ایسے عناصر بھی شامل ہو گئے جنہوں نے عام قریشیوں پر بھی ظلم کیا اس سے تحریک کا توازن متاثر ہوا۔ **علماء نے اس پر لکھا کہ: العدل إذا اختلط بالانتقام، ضاع وجه الإنصاف** (جب عدل میں انتقام شامل ہو جائے تو انصاف کا چہرہ دھندلا جاتا ہے)۔

ظلم کی نوعیت: قاتلانِ حسینؓ کو سزا دے کر مظلوموں کے دلوں کو سکون ملا۔ لیکن بعض انتقامی کارروائیوں نے سیاسی و اخلاقی ابہام پیدا کیا۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ سنہ 65ھ تحریکِ عدل و انتقام کا سال تھا۔ 2۔ اہلِ بیتؓ کے مظلوم خون کا بدلہ تاریخی عدل کے ذریعے لیا گیا۔ 3۔ مختار ثقفی کی تحریک نے

ظالموں کو انجام تک پہنچایا، مگر بعض انتقامی شدتوں نے اس کے اخلاقی توازن کو متاثر کیا۔ 4۔ تاریخ نے ثابت کیا کہ ظلم کے خلاف اٹھنے والی تحریک اگر عدل وتقویٰ پر قائم رہے تو وہ خیر کا ذریعہ بنتی ہے، مگر اگر اس میں سیاست شامل ہو جائے تو اس کے اثرات متضاد ہو جاتے ہیں۔ 5۔ مظلومِ کربلا کی عظمت ہمیشہ باقی رہے گی، اور ان کے قاتلوں کی رسوائی قیامت تک تاریخ کا عبرت انگیز باب رہے گی۔

مصادر و مراجع: 1- البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 260، دار الفکر، بیروت، 1407ھ۔ 2- تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج 5، ص 497، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 3- الکامل فی التاریخ، عز الدین ابن الاثیر الجزری، ج 4، ص 70، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ۔ 4- تاریخ الإسلام، شمس الدین الذہبی، ج 5، ص 329، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1407ھ۔ 5- مروج الذہب، علی بن حسین المسعودی، ج 3، ص 79، دار الہجرۃ، بیروت، 1410۔

اسلامی سنہ 65ھ میں فتنہ مختار ثقفی

(انتقامِ حسینؓ سے سیاسی تصادم تک تاریخِ اسلام کا ایک المیہ باب)

اسلامی تاریخ کا سنہ 65ھ امتِ مسلمہ کے داخلی اضطراب، سیاسی افتراق، اور انتقامی جذبات کے تصادم کا سال ہے۔ واقعہ کربلا (61ھ) کے بعد عراق خصوصاً

کوفہ میں اہلِ بیتِ اطہارؓ سے محبت رکھنے والے افراد سخت غم، ندامت اور احساسِ جرم میں مبتلا تھے۔ انہی جذبات کے تناظر میں مختار بن ابی عبید ثقفی نے ''الانتقام للحسینؓ'' کے نعرے کے ساتھ ایک تحریک شروع کی، جس کا مقصد ابتدائی طور پر قاتلانِ حسینؓ سے انتقام لینا اور اہلِ بیتؓ کے حقوق کا دفاع ظاہر کیا گیا۔ ابتدائی دنوں میں اہلِ بیتؓ کے چند وابستگان نے اس تحریک سے امید وابستہ کی، مگر جلد ہی اس میں سیاسی رنگ غالب آ گیا۔ کوفہ مختار کے قبضے میں آیا، اور اس نے اپنی حکومت قائم کی۔ دوسری جانب عبداللہ بن زبیرؓ مکہ مکرمہ میں خلافتِ اسلامیہ کے قیام کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ چنانچہ مختار کی یہ تحریک ان کے لیے ایک خطرہ بن گئی، جس کا نتیجہ داخلی جنگ اور امت کے مزید انتشار کی صورت میں ظاہر ہوا۔

شوال 65ھ بصرہ و شام میں مختار کے خلاف فتنہ: عبداللہ بن زبیرؓ نے بصرہ کے گورنر مصعب بن زبیرؓ کو حکم دیا کہ مختار بن ابی عبید کی تحریک کو ختم کیا جائے، کیونکہ وہ اپنی سیاسی خودمختاری کا اعلان کر چکا تھا اور خلافتِ زبیری کے لیے چیلنج بن گیا تھا۔ الطبری روایت کرتے ہیں: بَعَثَ ابْنُ الزُّبَيْرِ أَخَاهُ مُصْعَبًا إِلَى الْكُوفَةِ لِقِتَالِ الْمُخْتَارِ (تاریخ الطبری، ج5، ص501، دار التراث، بیروت، 1387ھ)، ترجمہ: ابن زبیرؓ نے اپنے بھائی مصعب کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ مختار سے جنگ کرے۔ مصعب بن زبیرؓ نے اہلِ بصرہ کو جمع کیا اور کوفہ کی جانب لشکر کشی کی۔ اس موقع پر عراق کے مختلف قبائل دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ایک طرف زبیری لشکر تھا جو خلافتِ حجاز کی نمائندگی کرتا تھا،

اور دوسری طرف مختار کا لشکر جو ''الانتقام للحسینؓ'' کے شعار کے ساتھ کھڑا تھا۔

ظلم و انتشار کی نوعیت: 1۔امتِ مسلمہ کے دو باہمی گروہوں میں جنگ بھڑک اٹھی؛ مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن گئے۔2۔اہلِ بیتؓ کے انتقام کی تحریک ایک سیاسی تصادم میں بدل گئی۔3۔ہزاروں بے گناہ کوفی شہری جنگ کی بھینٹ چڑھ گئے۔4۔اسلامی حکومت کی بنیادیں مزید کمزور ہوئیں، اور خارجی قوتوں (خصوصاً شام وحجاز کے مابین) دشمنی بڑھتی گئی۔

ذوالقعدہ تا ذوالحجہ 65ھ: عراق میں مختار ثقفی کی شہادت جنگِ بصرہ کے بعد مصعب بن زبیرؓ کا لشکر کوفہ کی جانب بڑھا۔مختار نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور کوفہ کے قصر الامارہ میں محصور ہو گیا۔کئی روز تک محاصرہ جاری رہا، حتیٰ کہ مختار کے زیادہ تر ساتھی مارے گئے یا گرفتار ہوئے۔آخرکار ذوالقعدہ 65ھ میں مختار ثقفی قتل کر دیا گیا۔ابن کثیر لکھتے ہیں: قُتِلَ الْمُخْتَارُ فِي ذِي الْقَعْدَةِ سَنَةَ خَمْسٍ وَسِتِّينَ، وَقَطَعَ مُصْعَبٌ رَأْسَهُ وَأَرْسَلَهُ إِلَى أَخِيهِ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص264، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1408ھ)، ترجمہ: مختار ذوالقعدہ سنہ 65ھ میں قتل کر دیا گیا، مصعب نے اس کا سر کاٹ کر اپنے بھائی (عبداللہ بن زبیرؓ) کے پاس بھیج دیا۔یہ واقعہ عراق کی سرزمین پر فتنۂ داخلیہ کے انجام کی علامت بن گیا۔مختار کے قتل کے بعد کوفہ میں اس کے ہزاروں حامی یا تو قید کر لیے گئے یا قتل کر دیے گئے۔

ظلم و مظالم کی نوعیت: 1۔مختار کو ''فتنہ انگیز'' قرار دے کر اس کے اکثر

ساتھیوں کو قتل کیا گیا۔2۔اہلِ بیتؓ کے حامی طبقے (خصوصاً شیعی رجحان رکھنے والے کوفی) کو شدید سزاؤں کا سامنا کرنا پڑا۔3۔بعض تاریخی روایات کے مطابق کوفہ میں سات ہزار سے زیادہ افراد اس تصادم میں مارے گئے۔4۔اہلِ بیتؓ کے سیاسی ہمدردوں کو ''غدر'' اور ''بدعہدی'' کے طعنوں کے ساتھ ختم کیا گیا۔

واقعہ مختار کا تاریخی وفکری تجزیہ: 1۔مختار ثقفی ایک ذہین مگر متنازع شخصیت تھی اس نے اہلِ بیتؓ کے نام کو عوامی جوش کے لیے استعمال کیا، مگر بعد میں اس کی تحریک سیاسی اقتدار کی کشمکش میں بدل گئی۔2۔عبداللہ بن زبیرؓ اور مصعب بن زبیرؓ کا اقدام اس وقت کے سیاسی حالات میں خلافت کے تحفظ کے لیے تھا، نہ کہ ذاتی انتقام کے لیے۔3۔دونوں فریق اپنے اپنے اجتہادی موقف پر تھے، اس لیے کسی کی نیت پر حملہ نہیں کیا جا سکتا۔4۔اس جنگ میں سب سے زیادہ نقصان امتِ مسلمہ کے اتحاد کو پہنچا ایک طرف اہلِ بیتؓ کے حامی کمزور ہوئے، اور دوسری طرف خلافتِ زبیری بھی داخلی خلفشار میں مبتلا ہوگئی۔5۔اس فتنے نے امت کو اس حقیقت کا احساس دلایا کہ سیاسی مقاصد کے لیے مذہبی نعروں کا استعمال ہمیشہ خونریز انجام پر منتج ہوتا ہے۔

خلاصہ ونتائج: 1۔سنہ 65ھ میں مختار ثقفی کی تحریک نے عراق میں انتقام سے سیاست تک کا سفر طے کیا، اور یہ فتنہ مسلمانوں کے باہمی تصادم کا سبب بنا۔2۔عبداللہ بن زبیرؓ اور مصعب بن زبیرؓ نے امت کے اتحاد اور خلافت کے استحکام کے لیے قدم اٹھایا، مگر اس کا نتیجہ خونریزی کی صورت میں نکلا۔3۔اہلِ بیتؓ کے حامی طبقے

کی بڑی تعداد ظلم وقتال کی نذر ہوئی، اور کوفہ کا علمی وروحانی مرکز شدید کمزوری کا شکار ہوا۔4۔اس واقعے سے امت کو یہ سبق ملتا ہے کہ دینی شعارات کو سیاسی اغراض کے لیے استعمال کرنا امت کے شیرازے کو بکھیر دیتا ہے۔5۔اسلامی تاریخ کا یہ باب ''فتنہ مختار'' کے نام سے ہمیشہ کے لیے عبرت واحتیاط کی مثال بن گیا۔

مصادر ومراجع:1۔تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج5،ص501، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔2۔البدایۃ والنہایۃ، امام ابن کثیر الدمشقی، ج8،ص 264، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1408ھ۔3۔الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر الجزری، ج4،ص147 145، دار صادر، بیروت، 1399ھ۔4۔مروج الذہب، علی بن حسین المسعودی، ج3،ص124، دار الہجرت، بیروت، 1410ھ۔5۔تاریخ ابن خلدون، ج3،ص270 268، دار الفکر، بیروت، 1421ھ۔6۔سیاسۃ الخلفاء فی العصر الأموی عبدالعزیز الدوری، ص95 88، دار القلم، دمشق، 1405ھ۔

خلاصہ ونتائج سنہ 65ھ:

(انتقامِ حسینؓ سے اصلاحِ امت تک فتنہ وعدل کا دور خا منظر نامہ)

اسلامی تاریخ کا سنہ 65ھ وہ عہدِ اضطراب ہے جس میں ظلم، انتقام، سیاست، اور اصلاح چاروں عناصر ایک ساتھ جمع ہو گئے۔واقعہ کربلا (61ھ) نے امتِ مسلمہ کے ضمیر کو جھنجھوڑ دیا تھا۔عراق کے باسی، خصوصاً اہلِ کوفہ، احساسِ ندامت میں مبتلا تھے

کہ جن کی بیعت پر حسینؓ کوفہ تشریف لائے، وہی ان کے قاتل بنے۔ اسی پشیمانی نے ایک ہمہ گیر ردِعمل کو جنم دیا جس نے تاریخِ اسلام میں انتقامِ حسینؓ، قیامِ مختار ثقفی اور احیاءِ عدلِ زبیری جیسے واقعات کو جنم دیا۔ سنہ 65ھ کا یہ دور دراصل عدل وظلم کے تصادم اور مظلومیتِ اہلِ بیتؓ کے انصاف کے ظہور کا سال تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں امتِ مسلمہ دو بڑے دھاروں میں منقسم تھی: ایک طرف عبداللہ بن زبیرؓ خلافتِ عدل کے نمائندہ تھے، اور دوسری طرف مختار ثقفیؒ ''انتقامِ حسینؓ'' کے نعرے کے ساتھ ابھرے۔

جمادی الاولیٰ 65ھ المختار کی فتح اور کوفہ پر قبضہ: واقعہ کربلا کے مجرمین کے خلاف عوامی غم وغصہ بڑھ چکا تھا۔ اسی فضا میں مختار ثقفی نے ''یا لثاراتِ الحسینؓ'' کے نعرے کے ساتھ تحریک کا آغاز کیا، اور تھوڑے ہی عرصے میں کوفہ پر قابض ہوگیا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: غَلَبَ الْمُخْتَارُ عَلَى الْكُوفَةِ، وَقُتِلَ ابْنُ زِيَادٍ فِي مَعْرَكَةِ الْخَازِرِ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص260، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1408ھ)، ترجمہ: مختار ثقفی کوفہ پر غالب آگیا اور ابن زیاد جنگِ خازر میں قتل ہوا۔ یہ واقعہ اہلِ بیتؓ کے حامیوں کے لیے انصاف کا لمحہ اور بنی امیہ کے لیے سیاسی خطرہ بن گیا۔ عبیداللہ بن زیاد وہی شخص جس کے حکم پر حسینؓ کو شہید کیا گیا تھا اب قتلِ حسینؓ کے بدلے میں مارا گیا۔

جمادی الآخر 65ھ عبیداللہ بن زیاد کی ہلاکت (قاتلِ حسینؓ): مختار ثقفی نے اپنے سپہ سالار ابراہیم بن الاشتر النخعی کو شمالی عراق کی طرف روانہ کیا تاکہ عبیداللہ بن زیاد کو ہلاک کرے، جو شام کے راستے سے ایک نیا لشکر لے کر آیا تھا، امام الطبری

بیان کرتے ہیں: فَقَتَلَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْأَشْتَرِ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ زِيَادٍ، وَقَطَعَ رَأْسَهُ وَبَعَثَ بِهِ إِلَى الْمُخْتَارِ (تاریخ الطبری، ج5، ص497، دار التراث، بیروت، 1387ھ)، ترجمہ: ابراہیم بن اشتر نے عبید اللہ بن زیاد کو قتل کیا، اس کا سر کاٹ کر مختار کے پاس بھیجا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب قاتلِ حسینؓ کی لاش زمین پر گری، اور تاریخِ اسلام نے ایک بدترین ظالم کے انجام کو دیکھا۔ یہ منظر مظلوموں کے دلوں کو قرار دینے والا تھا، مگر اسی کے ساتھ انتقام کے دائرے نے ایک نئی جنگ کو جنم دیا۔

رجب تا رمضان 65ھ اہلِ بیتؓ کے قاتلین کی سزائیں: مختار ثقفی نے ایک ایک کر کے ان مجرموں کو تلاش کیا جن کے ہاتھ خونِ حسینؓ سے رنگے تھے۔ اسی دوران اس کے لشکر نے شمر بن ذی الجوشن، خولی (جس نے حسینؓ کا سر یزید کے دربار میں پیش کیا تھا) اور دیگر قاتلانِ کربلا کو قتل کیا۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: قَتَلَ الْمُخْتَارُ شِمْرَ بْنَ ذِي الْجَوْشَنِ، وَخَوْلِيًّا الَّذِي أَتَى بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ، وَكَثِيرًا مِنْ جُنْدِ ابْنِ زِيَادٍ (الکامل فی التاریخ، ج4، ص70، دار صادر، بیروت، 1399ھ)، ترجمہ: مختار نے شمر بن ذی الجوشن، خولی اور ابن زیاد کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کیا۔ یہ مرحلہ عدلِ الٰہی کے ظہور کا منظر پیش کر رہا تھا، مگر ساتھ ہی ساتھ مختار کے بعض کارندوں نے عام قریشیوں کو بھی نشانہ بنایا، جس سے عدل اور انتقام کے درمیان فاصلہ کم ہوتا گیا۔

شوال 65ھ بصرہ و شام میں مختار کے خلاف فتنہ: مختار کی قوت میں اضافہ دیکھ کر عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے بھائی مصعب بن زبیرؓ کو بصرہ سے لشکر کشی کا حکم دیا،

تا کہ عراق میں بڑھتے ہوئے سیاسی انتشار کو روکا جا سکے۔ الطبری لکھتے ہیں: بَعَثَ ابْنُ الزُّبَيْرِ أَخَاهُ مُصْعَبًا إِلَى الْكُوفَةِ لِقِتَالِ الْمُخْتَارِ (تاریخ الطبری، ج5، ص501، دار التراث، بیروت، 1387ھ)، ترجمہ: ابن زبیرؓ نے اپنے بھائی مصعب کو کوفہ بھیجا تا کہ وہ مختار سے جنگ کرے۔ یہ جنگ صرف سیاسی برتری کی جنگ نہ تھی، بلکہ عدل، مظلومیت، اور اقتدار تینوں کے مفاہیم باہم گتھم گتھا ہو گئے۔ اس تصادم میں ہزاروں کوفی مارے گئے، اور امتِ مسلمہ کا ایک اور زخم تاریخ میں رقم ہو گیا۔

ذوالقعدہ تا ذوالحجہ 65ھ عراق میں مختار ثقفی کی شہادت: مصعب بن زبیرؓ نے مختار کے قلعہ کوفہ کا محاصرہ کیا۔ کئی روز کی لڑائی کے بعد مختار قتل کیا گیا، اور اس کے سر کو مکہ بھیج دیا گیا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: قُتِلَ الْمُخْتَارُ فِي ذِي الْقَعْدَةِ سَنَةَ خَمْسٍ وَسِتِّينَ، وَقَطَعَ مُصْعَبٌ رَأْسَهُ وَأَرْسَلَهُ إِلَى أَخِيهِ (البدایۃ والنہایۃ، ج8، ص264، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1408ھ)، ترجمہ: مختار ذوالقعدہ 65ھ میں قتل کیا گیا، مصعب نے اس کا سر کاٹ کر اپنے بھائی کو بھیج دیا۔ یوں ایک مظلوموں کی حمایت کے علمبردار شخص کا انجام سیاسی اقتدار کے میدان میں ہوا، اور کوفہ کے گلی کوچے ایک بار پھر خون سے بھر گئے۔

خلاصہ و نتائج: 1۔ سنہ 65ھ میں بنو امیہ کے ظلم کے خلاف عوامی ردِعمل واضح طور پر سامنے آیا۔ 2۔ عبداللہ بن زبیرؓ عدل و خلافت کے نمائندہ کے طور پر ابھرے اور امت کو سیاسی مرکزیت عطا کی۔ 3۔ مختار ثقفی نے مظلومیتِ حسینؓ کے انتقام کو ایک تاریخی حقیقت میں بدل دیا۔ 4۔ مظلوموں کے خون سے امتِ مسلمہ نے عدل،

غیرت، اور بیداری کا پیغام پایا، مگر باہمی جنگوں نے نئے زخم بھی پیدا کیے۔5۔سنہ 65ھ کے واقعات یہ پیغام دیتے ہیں کہ: ''ظلم کی حکومت قائم رہ سکتی ہے، مگر مظلوم کا خون رائیگاں نہیں جاتا''۔

مصادر و مراجع: 1-تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، ج5، ص 501 497، دار التراث، بیروت، 1387ھ۔ 2-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر الدمشقی، ج 8، ص 264 260، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1408ھ۔ 3-الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر الجزری، ج4، ص70، دار صادر، بیروت، 1399ھ۔ 4-مروج الذہب، علی بن حسین المسعودی، ج 3، ص 126 123، دار الہجرت، بیروت، 1410ھ۔ 5-تاریخ ابن خلدون، ج 3، ص 270 268، دار الفکر، بیروت، 1421ھ۔ 6-سیاسۃ الخلفاء فی العصر الأموی، د۔عبد العزیز الدوری، ص95 88، دار القلم، دمشق، 1405ھ۔

☆☆☆

MAKTABA HABIBUL UMMAT

JAMIA ISLAMIA DARUL ULOOM

MUHAZZABPUR P.O.SANJARPUR DISTT. AZAMGARH U.P. INDIA

Mobile: 09450546400